فتاویٰ مفتی محمود
جلد سوم
فقیہ ملت مفکر اسلام مولانا مفتی محمود رحمۃ اللہ علیہ
شیخ الحدیث جامعہ قاسم العلوم ملتان۔

Fatawa Mufti Mahmood Vol.3

By

Maulana Mufti Mahmood

ISBN : 969-8793-21-6

ضابطہ

نام کتاب : فتاویٰ مفتی محمود (جلد سوم)

اشاعت اول : نومبر ۲۰۰۲ء

اشاعت چہارم : فروری ۲۰۰۹ء

ناشر : محمد ریاض درانی

باہتمام : محمد بلال درانی

سرورق : جمیل حسین

کمپوزنگ : اشتیاق احمد

جمیعت کمپوزنگ سنٹر اردو بازار لاہور

طابع : اشتیاق اے مشتاق پرنٹرز لاہور

قیمت : 200/- روپے

-۱۵۰	نماز جنازہ کے بعد ایصال ثواب کی رسم	۱۵۷
-۱۵۱	نماز جنازہ کے بعد دعا و ایصال ثواب کا حکم	۱۵۸
-۱۵۲	ختم قرآن کریم پر پیسے لینا	۱۵۹
-۱۵۳	اہل میت کا لوگوں کے لیے طعام تیار کرنا	۱۶۰
-۱۵۴	میت کے فدیہ کی حقیقت	۱۶۱
-۱۵۵	اسقاط مروج اور فقہیات کی چوری چھپے در آمد	۱۶۳
-۱۵۶	اسقاط، تمرک بالقرآن، اہل میت کی جانب سے ضیافت، محرم میں قبروں پر حلوہ کھانا وغیرہ	۱۶۴
-۱۵۷	حیلہ اسقاط کا شرعی حکم	۱۶۶
-۱۵۸	اسقاط مروج کی شرعی حیثیت	۱۶۷
-۱۵۹	مٹھائی کے ذریعہ اسقاط کرنا، نماز فرض نفل کے بعد اجتماعی دعا مانگنا	۱۶۸
-۱۶۰	حیلہ مروجہ برائے اسقاط	۱۷۰
-۱۶۱	قل خوانی کے نام پر رسومات	۱۷۱
-۱۶۲	مرنے کے بعد بیوی کے کفن دفن کا خرچ شوہر کے ذمہ ہوگا	۱۷۱
-۱۶۳	وقف قبرستان میں عمارت بنانا	۱۷۲
-۱۶۴	میت کے ساتھ قبرستان میں کھانا وغیرہ لے جانے کو ثواب سمجھنا بدعت ہے	۱۷۲
-۱۶۵	نماز جنازہ کا تکرار اور ایصال ثواب کے لیے ختم قرآن پر معاوضہ لینا درست نہیں	۱۷۳
-۱۶۶	نماز جنازہ میں دوبارہ شرکت کرنا	۱۷۵
-۱۶۷	ولی کو دوبارہ جنازہ پڑھنے کا حق	۱۷۶
-۱۶۸	نماز جنازہ میں عربی دعا یاد نہ ہو تو	۱۷۷
-۱۶۹	شوہر کے مرنے کے بعد عورت عدت کہاں گزارے	۱۷۷
-۱۷۰	برزخ کسے کہتے ہیں	۱۷۸
-۱۷۱	تعزیت کے وقت میت والے گھر جانے کی شرط	۱۷۸
-۱۷۲	رمضان المبارک یا جمعہ کے روز فوت ہونے والے کے لیے خوشخبری	۱۷۹
-۱۷۳	کیا مردہ سلام کا جواب دیتا ہے	۱۷۹
-۱۷۴	مروجہ حیلہ اسقاط کے متعلق ایک مفصل فتویٰ	۱۸۰
-۱۷۵	گوشت روٹی وغیرہ کا ایصال ثواب	۱۸۲

کتاب الزکوٰۃ ۱۸۷

۱- کسی شخص کا سال اگرچہ شعبان میں ختم ہو اس پر زکوٰۃ واجب نہیں ۱۸۹

۲- نابالغ کے مال پر زکوٰۃ واجب نہیں ہوتی ۱۸۹

۳- نابالغ کے مال میں زکوٰۃ نہیں ۱۹۰

۴- نابالغ کے مال میں زکوٰۃ نہیں البتہ زمین میں عشر واجب ہے ۱۹۱

۵- ایک شخص کے پاس سونا چاندی دکان میں کچھ ہو تو زکوٰۃ کس طرح ادا کرے ۱۹۱

۶- مال مختلف اگر انفرادی طور پر نصاب کو نہ پہنچے تو زکوٰۃ واجب نہیں ۱۹۲

۷- وجوب زکوٰۃ کے لیے کتنا نصاب ہونا چاہیے ۱۹۲

۸- ۵۲½ تولے چاندی کی قیمت کے بقدر جس کے پاس رقم ہو تو زکوٰۃ واجب ہوگی ۱۹۳

زکوٰۃ کے واجب ہونے کی شرطوں کا بیان

۹- اور متعدد چیزوں والے مال کی کتنی زکوٰۃ ادا کرنا واجب ہوگی ۱۹۳

۱۰- کیا سونا چاندی کے نصاب پر جب تک پورا پانچواں حصہ نہ بڑھے تو زکوٰۃ معاف ہے ۱۹۳

۱۱- سونا چاندی نوٹ مال تجارت میں نصاب زکوٰۃ کا کیا حکم ہے ۱۹۵

۱۲- درہم اور مثقال کے وزن میں اختلاف اور اس کا حل ۱۹۶

۱۳- کیا بعض لوگوں کا یہ خیال درست ہے کہ ۷½ تولے سونا میں زکوٰۃ ہے پھر ۸ تولے تک کچھ نہیں ۱۹۷

۱۴- صرف چھ تولے سونے پر زکوٰۃ لازم نہیں ہے ۱۹۸

۱۵- یتیموں کے مال میں زکوٰۃ اور ایصال ثواب کے لیے خرچ کرنے کا حکم ۱۹۹

۱۶- یتیم بچوں کے مال میں زکوٰۃ واجب نہیں ۱۹۹

۱۷- مہمانوں کو زکوٰۃ کی مد میں سے کھانا کھلانا ۲۰۰

۱۸- ادائیگی زکوٰۃ میں نقدی کے بجائے دیگر اشیاء دینے کا حکم ۲۰۱

۱۹- کسی مستحق کو زکوٰۃ کی مد میں تنخواہ دینا ۲۰۱

۲۰- درمیان سال اگر نصاب مکمل نہ بھی ہو تو اخیر سال زکوٰۃ واجب ہوگی ۲۰۱

۲۱- سال کے درمیان میں حاصل ہونے والے مال میں زکوٰۃ کا حکم ۲۰۲

۲۲- بروقت ادائیگی زکوٰۃ میں شمار کیا جائے گا ۲۰۴

۲۳- مختلف اوقات میں ملنے والی رقم پر زکوٰۃ کا حکم ۲۰۵

۲۴- مال مضاربت میں زکوٰۃ کا حکم ۲۰۵

۲۵- کمپنی میں لگائی گئی رقم میں منافع تقسیم سے زکوٰۃ فرض ہوگی ۲۰۶

۲۶- سال مکمل ہونے سے پہلے زکوٰۃ کی ادائیگی درست ہے ۲۰۶

۲۷- پیشگی زکوٰۃ ادا کرنا جائز ہے ۲۰۸

۲۸- سال کے درمیان حاصل ہونے والے مال کی زکوٰۃ کا حکم ۲۰۹

۲۹- بینک پر جو رقم قرض کرلی ہو وہ مال سے منہا کی جائے گی یا نہیں ۲۱۰

۳۰- بینک سے سود پر لیے گئے سرمایہ میں زکوٰۃ واجب ہوگی یا نہیں ۲۱۱

۳۱- اگر کسی خریدی ہوئی چیز کی رقم ذمہ میں قرض ہو تو زکوٰۃ سے قبل اسے منہا کیا جائے یا نہیں ۲۱۱

۳۲- پراویڈنٹ فنڈ پر زکوٰۃ کا حکم ۲۱۲

۳۳- سرکاری ملازم کو ریٹائرمنٹ کے وقت جو رقم ملتی ہے اس کی زکوٰۃ کا حکم ۲۱۳

۳۴- پراویڈنٹ فنڈ میں زکوٰۃ کا حکم ۲۱۶

۳۵- پراویڈنگ فنڈ میں زکوٰۃ کا حکم ۲۱۷

۳۶- کسی خاص غرض کے لیے جمع شدہ رقم میں ایک بار زکوٰۃ فرض ہوگی ۲۱۸

۳۷- پراویڈنٹ فنڈ یا انشورنس کمپنی میں رکھی ہوئی رقم میں زکوٰۃ کا حکم ۲۲۰

۳۸- غصب شدہ رقم پر زکوٰۃ واجب نہیں ۲۲۱

۳۹- زکوٰۃ کی رقم گم ہوجانے سے زکوٰۃ ادا نہیں ہوتی ۲۲۱

۴۰- اگر سال گزرنے کے بعد زکوٰۃ کی ادائیگی سے قبل سارا مال ہلاک ہوگیا تو زکوٰۃ واجب نہیں ۲۲۲

۴۱- زکوٰۃ فرض ہے یا واجب ۲۲۲

۴۲- زکوٰۃ کی نیت کا وقت ۲۲۳

۴۳- زکوٰۃ کے صحیح مصرف ۲۲۳

۴۴- جو رقم ضرورت کے لیے رکھی گئی ہو نصاب پورا ہونے پر ضرورت کے لیے کافی نہ ہو اس کی زکوٰۃ کا کیا حکم ہے ۲۲۴

۴۵- بغیر بتائے مستحق کو زکوٰۃ دینے کا حکم ۲۲۵

۴۶- زکوٰۃ میں نقدی دینے کا حکم ۲۲۵

۴۷- نوٹ خود مال ہیں یا مال کی رسید ہیں ۲۲۵

۴۸- نوٹوں پر زکوٰۃ واجب ہے یا نہیں ۲۲۶

۴۹- نوٹ کے متعلق حضرت مفتی صاحب کی تحقیق ۲۲۷

نمبر	عنوان	صفحہ
۵۰-	قرضہ یا حج کے لیے جمع شدہ رقم پر زکوٰۃ کا حکم	۴۳۲
۵۱	قرض کی جو رقم ۹ سال بعد وصول ہوئی اس پر زکوٰۃ کا حکم	۴۳۳
۵۲-	جو قرض کی ابھی وصول نہیں ہوا اس کی زکوٰۃ کا حکم	۴۳۳
۵۳-	مسافر خانہ والی عمارت سے وصول ہونے والے عطیہ پر زکوٰۃ واجب ہوگی	۴۳۳
۵۴-	کیا مدرسے کے کتب خانے کے لیے حیلہ کرنا جائز ہے	۴۳۴
۵۵-	کیا مدرسین کی تنخواہوں کے لیے یا مسجد پر خرچ کرنے کے لیے حیلہ تملیک کرنا جائز ہے	۴۳۵
۵۶-	تملیک زکوٰۃ کے متعلق حضرت مفتی عبداللہ صاحب کے شبہات اور حضرت مفتی صاحب کا ازالہ	۴۳۶
۵۷-	وکیل اگر زکوٰۃ بے جا صرف کرے تو موکل کے لیے رقم کا ذمہ دار ہوگا	۴۳۷
۵۸-	سالہائے گزشتہ کی زکوٰۃ نکالنے کے لیے سونے کی کس قیمت کا اعتبار ہوگا	۴۳۸
۵۹-	جس رقم پر سال گزر جائے اور نصاب سے کم ہو تو زکوٰۃ واجب ہوگی	۴۳۹
۶۰-	مختلف قسم کے جانور ہیں لیکن کسی ایک جنس کا نصاب مکمل نہیں تو کیا کیا جائے	۴۳۹
۶۱-	سونا چاندی اور نوٹ کی زکوٰۃ کا بیان	۴۴۰
۶۲-	سونا چاندی کی زکوٰۃ سالہائے گزشتہ کی کس طرح ادا کی جائے	۴۴۱
۶۳-	کیا ساڑھے تین تولے سونے پر سال کے بعد زکوٰۃ نکالی جائے	۴۴۲
۶۴-	۱۰۰ تولے چاندی اور ۳ تولے سونا کی زکوٰۃ کیسے ادا کی جائے	۴۴۲
۶۵-	کیا ۵۲ تولے چاندی اور ۷ تولے سونا سے کم چاندی یا سونا پر زکوٰۃ نہیں	۴۴۳
۶۶-	اگر عورت کے پاس سونا چاندی اور نقدی ہو تو زکوٰۃ کس طرح ادا کرے	۴۴۳
۶۷-	عورت کو اگر مہر میں بقدر نصاب سونا دیا جائے تو زکوٰۃ عورت پر ہی واجب ہوگی	۴۴۴
۶۸-	اگر کسی کے پاس سونا چاندی دونوں کے زیورات ہوں تو زکوٰۃ کی کیا صورت ہوگی	۴۴۵
۶۹-	عورت کے زیورات نصاب کو نہیں پہنچتے اور شوہر صاحب نصاب ہے تو عورت پر زکوٰۃ لازم ہوگی	۴۴۶
۷۰-	عورت کے پاس سونا اگر نصاب کے بقدر ہو تو اس پر زکوٰۃ واجب ہے	۴۴۶
۷۱-	شادی کے موقعوں میں تحفتاً دیے جانے والے زیور کا حکم	۴۴۷
۷۲-	ادائیگی زکوٰۃ میں نرخ کا اعتبار کیا جائے یا وزن کا	۴۴۷
۷۳-	سونے اور چاندی دونوں کے ہونے کی صورت میں زکوٰۃ کا حکم	۴۴۸
۷۴-	عورت کو جو زیور والدین یا شوہر کی طرف سے دیے گئے ان کی زکوٰۃ عورت پر ہوگی	۴۴۸
۷۵-	کیا نوٹ دینے سے زکوٰۃ ادا ہو جائے گی	۴۴۸

۷۶-	سامان تجارت کی زکوٰۃ کا بیان	۲۴۹
۷۷-	مال تجارت میں کس قیمت کا اعتبار ہوگا اور باربرداری کا کرایہ منہا کیا جائے گا یا نہیں	۲۵۰
۷۸-	پرچون کی دکان میں رکھی ہوئی اشیا کی مالیت کیسے معلوم کی جائے	۲۵۱
۷۹-	آرا مشین، ٹرک، بس وغیرہ کی قیمت پر زکوٰۃ نہیں	۲۵۱
۸۰-	موٹر لاری، آٹا مشین وغیرہ کی آمدن پر زکوٰۃ ہوگی	۲۵۲
۸۱-	دکانوں اور فیکٹری کی آمدن پر زکوٰۃ واجب ہوگی یا قیمت پر	۲۵۲
	جانوروں کی زکوٰۃ کا بیان	۲۵۳
۸۲-	دو بھائیوں کے مشترک جانور اگر انفرادی طور پر نصاب کو نہ پہنچیں تو زکوٰۃ واجب نہیں	۲۵۳
۸۳-	چھوٹے جانوروں سے حاصل شدہ رقم کے بجائے جانوروں کی زکوٰۃ میں دینا	۲۵۳
۸۴-	اونٹوں کی زکوٰۃ درج ذیل طریقہ پر دی جائے	۲۵۴
۸۵-	کیا گائے اور بھینس کا ایک ہی حکم ہے، کاشت کاری میں استعمال ہونے والے بیلوں پر زکوٰۃ کا حکم	۲۵۵
	زمین کی پیداوار اور عشر و خراج کا بیان	
۸۶-	حضورؐ اور خلفاء راشدین کے دور میں سونا چاندی کی زکوٰۃ اور عشر کس طرح دی جاتی تھی	۲۵۸
۸۷-	کیا مالیہ وغیرہ منہا کرکے عشر نکالا جائے	۲۵۹
۸۸-	اجارہ پر دی گئی زمین کا عشر کس کے ذمہ ہے	۲۵۹
۸۹-	کپاس کے ٹینڈوں پر عشر واجب ہے یا نہیں	۲۶۰
۹۰-	پاکستان میں کون سی زمینیں عشری یا خراجی ہیں، مزارعت کی صورت میں عشر مزارع اور مالک دونوں پر واجب ہوگا	۲۶۰
۹۱-	جو ہندو پاکستان سے چلے گئے ہیں کوئی مسلمان ان کا حق دبا بیٹھا ہو تو کیا کیا جائے	۲۶۳
۹۲-	عشر کن اجناس سے دینا واجب ہے	۲۶۳
۹۳-	نہری زمینوں میں عشر واجب ہوگا یا نصف عشر	۲۶۳
۹۴-	درج ذیل صورتوں میں کون سی زمین عشری کون سی خراجی ہے	۲۶۴
۹۵-	گورنمنٹ کے ٹیکس یا خراج وصول کرنے سے عشر ادا نہیں ہوگا	۲۶۶
۹۶-	ہندوؤں کی متروکہ زمین جو مسلمان کو الاٹ کی گئی یا ہندوؤں سے خریدی گئی زمین کا حکم	۲۶۷
۹۷-	ایک ہزار ٹھیکہ پر زمین لینے والے کا اگر ۵۰۰۰/- نقصان ہوجائے تو اس پر کتنی رقم کی زکوٰۃ دے گی	۲۶۸
۹۸-	پاکستان کی زمینیں عشری ہیں یا خراجی	۲۶۹
۹۹-	کیا ٹھیکہ کی اجرت عشری ادائیگی سے منہا کی جا سکتی ہے	۲۷۰

۱۲۶- اگر قرض سے کم فصل حاصل ہو جائے تو کیا قرض پر بھی عشر واجب ہوگا ۲۹۵

۱۲۷- عشر زمیندار و کاشتکار دونوں پر واجب ہے ۲۹۶

۱۲۸- پاکستانی زمینوں کے متعلق حضرت مفتی صاحب کا ایک مفصل نوٹ ۲۹۹

۱۲۹- عشر و زکوٰۃ کی رقم سے کتاب چھپوانا ۲۹۹

۱۳۰- باوجود بہت سے اخراجات کے زمین کی کل پیداوار سے عشر دیا جائے ۳۰۰

۱۳۱- بورنگ مشین سے سیراب ہونے والی زمین کا حکم ۳۰۱

۱۳۲- سالانہ اجرت پر دی گئی زمین کی پیداوار میں عشر کا حکم ۳۰۱

۱۳۳- کس قسم کی گھاس میں عشر ہے اور کس میں نہیں ۳۰۲

۱۳۴- سبزیوں میں عشر ہے یا نہیں ۳۰۴

۱۳۵- جو رقم زمین کی اجرت کے طور پر دی ہے تاجر پر اس کی زکوٰۃ واجب نہ ہوگی ۳۰۵

۱۳۶- خشخاش کا کاشت کرنا جائز ہے یا نہیں ۳۰۶

۱۳۷- نہری زمینوں میں بیسواں حصہ واجب ہے ۳۰۶

۱۳۸- قسطوں سے ٹریکٹر خریدنے والے پر عشر واجب ہوگا ۳۰۷

۱۳۹- باغ اگر پھل پکنے سے پہلے فروخت کیا جائے تو عشر کس پر ہوگا ۳۰۸

۱۴۰- عشر کن اجناس پر واجب ہوتا ہے ۳۰۸

۱۴۱- حکومت کے آبیانہ وغیرہ ٹیکس کے باوجود عشر واجب ہوگا ۳۰۹

۱۴۲- پاکستان کی موجودہ حکومت کے دور میں عشر کا کیا حکم ہے ۳۱۰

۱۴۳- بے دین حکومت کے ہوتے ہوئے عشر یا نصف عشر کا حکم ۳۱۰

۱۴۴- وقف شدہ زمین میں عشر کا حکم ۳۱۱

۱۴۵- اجرت پر دی گئی زمین کا عشر زمیندار پر یا کاشتکار یعنی مزارع پر ہوگا ۳۱۱

۱۴۶- والد کو اطلاع دیے بغیر عشر ادا نہ ہوگا ۳۱۲

صدقۂ فطر کا بیان

۱۴۷- صدقۂ فطر کا نصاب کیا ہے ۳۱۳

۱۴۸- نصف صاع کی مقدار کیا ہے اور صدقۃ الفطر کس حساب سے نکالا جائے ۳۱۳

۱۴۹- صدقۃ الفطر اور قربانی کی کھالوں کی رقم تنخواہوں اور مدرسے کی تعمیر پر خرچ کرنا ۳۱۵

۱۵۰- اگر پورے ملک میں صدقۂ فطر ایک جگہ جمع کر کے اس رقم سے انڈسٹری لگائی جائے ۳۱۶

٢٠٣-	امام کو عشر اور کھالیں دینا	٣٥٢
٢٠٤-	یتیم لڑکوں کی فیس کے لیے زکوٰۃ کی رقم اکٹھی کرنا	٣٥٢
٢٠٥-	کسی کو ذاتی مکان بنانے کے لیے مال زکوٰۃ دینا	٣٥٣
٢٠٦-	کیا عشر اور زکوٰۃ کے مصرف میں کچھ فرق ہے	٣٥٣
٢٠٧-	گھر میں ساتھ رہنے والی بہو کو زکوٰۃ دینا	٣٥٣
٢٠٨-	مال زکوٰۃ اور کھالوں کی رقم سے نظریاتی پمفلٹ چھپوانا	٣٥٥
٢٠٩-	حج کے لیے جانے والے کو مال زکوٰۃ سے زاد راہ دینا	٣٥٥
٢١٠-	سفیروں کو زکوٰۃ دینے سے ادا ہو جائے گی	٣٥٦
٢١١-	چندہ کی جو رقم چندہ کنندگان کے ہاتھ میں پڑی ہے	٣٥٧
٢١٢-	صاحب نصاب امام کو مال دے سکتے ہیں قیمت نہیں	٣٥٩
٢١٣-	مکان پر زکوٰۃ خرچ کرنے سے تعمیر کے ساتھ تملیک ہوتی رہے گی	٣٦٠
٢١٤-	زکوٰۃ کی رقم سے مسجد یا سکول میں نلکا لگوانا	٣٦٠
٢١٥-	کسی رجسٹرڈ ادارہ یا تنظیم کو صدقات دینا	٣٦١
٢١٦-	مہاجرین کے لیے مال جمع کرنا	٣٦٢
٢١٧-	یونین کونسلوں کا فنڈ بیت المال کے حکم میں ہے یا نہیں	٣٦٢
٢١٨-	قریشی النسل کو زکوٰۃ نہ لینی چاہیے	٣٦٣
٢١٩-	صدقات واجبہ کو حیلۂ تملیک کے بعد تنخواہوں میں صرف کرنا جائز ہے	٣٦٣
٢٢٠-	مدرسہ والے زکوٰۃ دینے والوں کے وکیل ہوتے ہیں	٣٦٣
٢٢١-	صدقات واجبہ کو حیلے کے بعد تعمیر پر صرف کرنا	٣٦٤
٢٢٢-	مدرسہ کی رقم کسی کو قرض دیا جو مدرسہ کا قرض واپس نہ کرے اس کا کیا حکم ہے	٣٦٥
٢٢٣-	سید کو زکوٰۃ دینا	٣٦٥
٢٢٤-	رائس مل کاروبار میں شریک بھتیجوں کو عشر دینا	٣٦٥
٢٢٥-	کسی مستحق کو تعمیر کرانے کے لیے زکوٰۃ دینا درست ہے	٣٦٧
٢٢٦-	مدرسہ کے مدرسین اور طلبہ کے کھانے پر کس مد سے خرچ کیا جائے	٣٦٨
٢٢٧-	بنگالی طلبہ یا بے گھر ہونے والوں پر زکوٰۃ خرچ کرنا	٣٦٨
٢٢٨-	عشر زکوٰۃ وغیرہ کو تنخواہوں میں خرچ کرنا کیا حیلہ تملیک شرط ہے	٣٦٩

تقریظ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ وکفی وسلام علی عبادہ الذین اصطفی' اما بعد'

فاعوذ باللہ من الشیطان الرجیم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

قل ھل یستوی الذین یعلمون والذین لا یعلمون انما یتذکر اولو الالباب

مفکر اسلام حضرت مولانا مفتی محمود رحمۃ اللہ علیہ کا تفقہ اور تصلب فی الدین اور مسائل میں احتیاط ایسے امور ہیں جس سے کوئی ذی شعور شخص صرف نظر نہیں کر سکتا اور آپ کی زندگی میں دین کا کوئی مسئلہ ایسا نہیں تھا جس کے لیے آپ سے رجوع کیے بغیر چارہ ہو سکتا تھا۔ آپ کی فقاہت سے نہ علماء کرام مستغنی تھے اور نہ ہی امت مسلمہ کا کوئی فرد و بشر زندگی کے اکثر لمحات آپ کی تدریس اور اجراء فتاویٰ میں گزرے۔ میری معلومات کے مطابق آپ کے جاری کردہ وہ فتاویٰ جو قاسم العلوم کے رجسٹری میں محفوظ ہیں تیس ہزار سے متجاوز ہیں' قاسم العلوم سے قبل آپ نے کتنے فتاویٰ جاری کیے ہوں گے اور قوم کی رہنمائی کے لیے اہم مسائل پر آپ نے کتنی گفتگو فرمائی ہوگی اس کا اندازہ ان منضبط فتاویٰ سے کیا جا سکتا ہے۔ کاش وہ بھی محفوظ ہو جاتے' بہرحال قدرت میں کسی کو دخل نہیں۔ فتاویٰ کی پہلی جلد کے لیے عزیزم ریاض درانی نے لکھنے کی فرمائش کی۔ حضرت مفتی محمود صاحبؒ کی علو شان کی وجہ سے اپنے کو لکھنے کے قابل تو نہیں سمجھتا تھا مگر ان کے اصرار اور ان فتاویٰ میں اپنا حصہ رکھنے کی نیت سے چند کلمات تحریر کر دیے تھے۔ الحمدللہ توقع کے عین مطابق فتاویٰ کی پہلی جلد کو علماء کرام نے بہت ہی پسندیدگی کی نگاہ سے دیکھا اور دیگر جلدوں کی اشاعت پر اصرار بڑھتا گیا تاکہ امت حضرت مفتی محمود صاحب کی علمی میراث سے استفادہ کرے اور یہ نایاب علمی خزانہ کہیں حوادث زمانہ کا شکار ہو کر امت کی نظروں سے اوجھل نہ ہو جائے۔ الحمدللہ جلد ہی دوسری اور اب تیسری جلد کی اشاعت کا مرحلہ ہے اپنے ضعف اور بیماری کی بنا پر تفصیلی مضمون لکھنے کا متحمل نہیں۔ چند حروف مفتی محمد جمیل خان کی وساطت سے تحریر کر دیے ہیں۔ اس کے لیے اتنا ہی لکھنا کافی ہے کہ حضرت مفتی محمود کا اسم گرامی ہی اس کتاب کے مستند ہونے کے لیے کافی ہے۔ حضرت مفتی محمودؒ اگرچہ عمر میں مجھ سے چھوٹے تھے

لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کو علوم حدیث وقرآن اور فقہ کا بہت وافر حصہ عطا فرمایا تھا۔ دراکی، ذہانت اور قوت بیان ان پر مستزاد تھی۔ تحقیق اور جستجو اور دقیق مطالعہ اور بہترین حافظہ ان کا قیمتی سرمایہ تھا۔ تصلب فی الدین اور اپنے مدلل دلائل پر عزم و استقامت ان کی امتیازی شان تھی۔ زندگی بھر کبھی بھی دین کے معاملہ میں انہوں نے معمولی سی کوتاہی بھی گوارا نہیں کی۔ اعلائے کلمۃ الحق کی عملی تصویر تھے۔ پاکستان میں ماڈرن اسلام اور سیکولرزم اور لادینی لوگوں کے سامنے ہمیشہ سدِ سکندری کی حیثیت سے کردار ادا کرتے رہے۔ مفتی محمود کا اسم گرامی ہی علماء کی عظمت و وقار کا عنوان تھا۔ رب کائنات سے دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ حضرت مفتی محمود صاحب کی دیگر خدمات جلیلہ کی طرح فتاویٰ کے اس مجموعہ کو بھی قیامت تک کے لیے صدقہ جاریہ بنائے۔ عزیزم مولانا فضل الرحمن اور عزیزم محمد ریاض درانی اور اس فتاویٰ کے لیے کام کرنے والے علماء کرام مبارک باد کے مستحق ہیں۔ اللہ تعالیٰ اس کو ان کے لیے نافع بنائے۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ محمد وآلہ وصحبہ اجمعین

ابوالزاہد محمد سرفراز خان صفدر

شیخ الحدیث جامعہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ

عرضِ ناشر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اللہ تعالیٰ کا بے پایاں فضل و کرم و احسان ہے کہ اس نے مجھ جیسے بے بضاعت اور ناکارہ شخص کو مفکر اسلام مولانا مفتی محمود رحمۃ اللہ علیہ کی محبت و عقیدت سے نوازا اور میں برملا اس کا اعتراف کرنا ضروری سمجھتا ہوں کہ اس میں میرا کوئی عمل و دخل نہیں بلکہ میرے والد محترم حضرت مولانا صاحبزادہ خان نور اللہ مرقدہٗ کی تربیت اور علماء کرام سے محبت کا کمال ہے۔ وہ چونکہ خود حضرت مفتی محمود رحمۃ اللہ علیہ کے علم و تقویٰ فقاہت و تدبر کے بہت زیادہ قائل و مداح تھے وہ ان کی ذات کو امت کے لیے ایک بڑا احسان تصور کرتے تھے اس لیے بچپن سے اپنی تمام اولاد کے ذہن و شعور میں علماء کرام کی عمومی طور پر اور مفکر اسلام مولانا مفتی محمود رحمۃ اللہ علیہ کی خصوصی طور پر محبت و عقیدت راسخ کر دی تھی اور چونکہ میں ان کی سب سے بڑی اولاد تھا اس لیے فطری طور پر اس کا سب سے زیادہ اور وافر حصہ مجھے ملا اور بچپن ہی سے میرے ذہن میں مفتی محمود صاحب کی شخصیت لاشعوری طور پر ایک عظیم ہیکل اور بہت بڑے قد و قامت کے ساتھ نقش ہو گئی اور اگرچہ شعوری طور پر اپنی کم علمی کی وجہ سے ابھی تک مفتی محمود صاحب کے علوم و معارف کا صحیح طور پر ادراک نہیں ہوا لیکن عملی میدان میں جب بھی مفتی محمود کو دیکھا آپ کی محبت و عقیدت میں اضافہ ہوتا گیا۔ خصوصی طور پر جب علماء کرام کی مجالس میں بڑے بڑے اکابر کو مفتی محمود رحمۃ اللہ علیہ کی تعریف میں رطب اللسان اور چھوٹا ہونے کے باوجود مفتی محمود کا احترام کو ملحوظ رکھتے دیکھا تو آپ کی علمی قد و قامت کو مزید بلند سے بلند تر محسوس ہوتا دیکھا۔ اس بنا پر ابتدا ہی سے حضرت مفتی محمود رحمۃ اللہ علیہ کے علوم و معارف کی ترویج و اشاعت کی لگن دل میں پیدا ہوتی رہی۔ اب جب اللہ تعالیٰ نے کتابوں کی طباعت کا ذوق دیا تو حضرت مفتی محمودؒ کے علوم کی اشاعت کا جذبہ مزید بیدار ہوا اور اللہ تعالیٰ نے فضل فرمایا کہ قائد محترم مولانا فضل الرحمٰن کے ایماء اور برادرم مفتی محمد جمیل خان کی معاونت سے "فتاویٰ مفتی محمودؒ" کی اشاعت کی گراں قدر ذمہ داری ناتواں کندھوں پر آن پڑی۔ برادران محترم مولانا عبد الرحمٰن خطیب جامع مسجد لاہور، مولانا محمد عرفان استاذ جامعہ مدنیہ لاہور اور مولانا نعیم اللہ کی معاونت سے ان فتاویٰ کی پہلی دوسری جلد کی اشاعت کے بعد اب تیسری جلد کی اشاعت کی سعادت میرے لیے دنیا و آخرت کے لیے عظیم ذخیرہ ہے۔

اس جلد میں باب الجنائز، باب الزکوٰۃ، باب الصوم، باب الحج سے متعلق فتاویٰ کو جمع کر دیا گیا ہے۔ باب

الصوم کے ذیل میں رویت ہلال کے حوالے سے حضرت مفتی صاحب کے ایک نایاب عربی رسالہ زبدۃ المقال فی رویۃ الہلال کو شامل کر دیا گیا ہے۔ یہ رسالہ چونکہ عربی زبان میں تھا اس کی افادیت کے پیش نظر اس رسالے کا اردو ترجمہ بھی کروا کر شامل اشاعت کر دیا گیا ہے تاکہ افادہ عام ہو سکے۔ اس سلسلہ میں ہم برادر مکرم مولانا محمد شریف ہزاروی خطیب مسجد دارالسلام اسلام آباد کے ممنون ہیں جنہوں نے اپنی گوناگوں مصروفیات کے باوجود ترجمہ کی خدمت سرانجام دی۔ رویت ہلال ہی کے باب میں جمعیۃ علماء اسلام پنجاب کے امیر حضرت مولانا محمد عبداللہ زید مجدہم کا ارسال کردہ ۱۹۷۲ء میں لیا ہوا جمعیۃ علماء اسلام کی مرکزی شوریٰ کا ایک فیصلہ بھی شامل اشاعت کیا جا رہا ہے تاکہ جمعیۃ علماء اسلام کی سیاسی خدمات کے ساتھ ساتھ دیگر دینی خدمات سے بھی آگاہی ہو سکے۔

میں ان تمام حضرات کا تہہ دل سے ممنون ہوں کہ جنہوں نے ان فتاویٰ کی اشاعت میں تعاون فرمایا۔ اللہ تعالیٰ ان کو جزائے خیر عطا فرمائے۔ میں خصوصی طور پر شیخ الحدیث حضرت مولانا سرفراز خان صفدر کا تہہ دل سے شکر گزار ہوں کہ انہوں نے پیرانہ سالی کے باوجود پہلی اور تیسری جلد پر اپنا گرانقدر تبصرہ مرحمت فرمایا جو ترجمان علماء دیوبند کا حضرت مفتی محمود کے لیے عظیم خراج عقیدت اور آپ کے علمی مقام کا شاہد ہے۔ اللہ تعالیٰ حضرت کا سایہ تا دیر سلامت رکھے۔ یہاں پر خاص طور پر برادر مکرم مولانا محمد شریف ہزاروی کا شکریہ ادا کرنا ضروری سمجھتا ہوں جنہوں نے پہلی دونوں جلدوں کو حرفاً حرفاً پڑھا اور پروف ریڈنگ میں رہ جانے والی غلطیوں کی نشاندہی فرمائی۔ ہمیں امید ہے کہ تیسری جلد میں بھی رہ جانے والی غلطیوں کی نشاندہی کر کے ہماری رہنمائی کی جائے گی۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ مجھے اس سعادت کی توفیق سے سرفراز فرماتا رہے اور ہم سب کے لئے اس کو صدقہ جاریہ بنائے۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ محمد وآلہ وصحبہ اجمعین۔

محمد ریاض درانی

خاکپائے مفتی محمود رحمۃ اللہ علیہ

رمضان المبارک ۱۴۲۲ھ

پیش لفظ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ سید الانبیاء والمرسلین

وعلیٰ آلہ واصحابہ اجمعین، اما بعد

والدِ محترم و قبلہ حضرت مولانا مفتی محمود رحمۃ اللہ علیہ کے فتاویٰ کی پہلی اور دوسری جلد کی مقبولیت نے اگلی جلدوں کی اشاعت کے لیے علماء کرام کے اصرار میں اضافہ کر دیا۔ برادرم ریاض درانی اور فتاویٰ پر کام کرنے والے علماء کرام سے درخواست کی گئی کہ اگلی جلدوں پر کام کو تیز کر دیں۔ اللہ تعالیٰ جزائے خیر عطا فرمائے ان حضرات کو جنھوں نے اپنی ہمت اور طاقت سے زیادہ کوشش اور محنت کر کے اگلی جلدوں کے کام کو تیز کیا اور الحمد للہ اب تیسری جلد کی اشاعت کی خوشخبری سنائی جو ایک طرف حضرت مفتی محمودؒ کے متوسلین کے لیے تو بہت بڑی خوشخبری ہے ہی امت مسلمہ کے لیے بھی اس اعتبار سے بہت ہی بشارت ہے کہ ایک عظیم علمی ذخیرہ اور خزانہ جو ہماری کوتاہی اور غفلت کی وجہ سے پردۂ خفا میں تھا منظر عام پر آیا اور امت کے علماء کرام اور صلحاء اور طلباء دین اس سے استفادہ کر سکیں گے۔ پہلی جلد میں مختصر طور پر حضرت اقدس کی فقاہت کے سلسلے میں شیخ الحدیث والتفسیر استاذ العلماء مخدوم المشائخ حضرت مولانا سرفراز خان صفدر زید مجدہم اور عزیزم مولانا محمد جمیل خان نے تفصیلی طور پر کافی کچھ لکھا اور راقم الحروف نے بھی چند کلمات تحریر کیے تھے مگر اس بات میں کوئی شک نہیں کہ اس کے باوجود حضرت مفتی محمود کی فقاہت میں علوِ شان کا حق ادا نہیں ہو سکا۔ شیخ الحدیث حضرت مولانا سلیم اللہ خان صاحب اور حضرت مولانا محمد تقی عثمانی زید مجدہم سے درخواست کی گئی کہ وہ دوسری اور تیسری جلد کے لیے حضرت مفتی محمود صاحب کی شان کے مطابق کچھ تحریر فرما دیں مگر مصروفیت کی وجہ سے ان حضرات کے مقالات بروقت پہنچ نہیں سکے۔ توقع ہے کہ اگلی جلدوں میں یہ حضرات ضرور کچھ تحریر فرمائیں گے۔

میں تو حضرت اقدس امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ اور محدث العصر حضرت علامہ سید محمد

یوسف بنوری رحمۃ اللہ علیہ کے تاثرات اور حضرت مفتی صاحب کے دور کے جید علماء کرام کی جانب سے حضرت مفتی محمود صاحب پر کیے گئے اعتماد اور محبت و عقیدت کو حضرت مفتی محمود کی علو شان کے لیے کافی سمجھتا ہوں۔ درحقیقت مفتی محمود اس دور کی شخصیت نہیں تھی اللہ تعالیٰ نے ان کو معارف کے علوم وسیع رتبہ عطا کرنے کے ساتھ ساتھ اور اکابر کی عزیمت سے بھی نوازا ہے۔ وہ شیخ الہند مولانا محمود الحسن، حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی، شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنی، حضرت مولانا محمد میاں، شیخ الاسلام مولانا شبیر احمد عثمانی، شیخ التفسیر مولانا احمد علی لاہوری کے جانشین اور علوم کے ترجمان تھے۔ رب کائنات سے دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ حضرت والد صاحب قدس سرہ کے اس فتویٰ کو شرف قبولیت عطا فرمائے اور ہم سب کے لیے صدقہ جاریہ بنائے اور امت کے لیے نافع۔ میں اس جلد کی اشاعت کے لیے برادرم مولانا عبداللہ ربانی درانی اور ان کے ساتھی علماء کرام کا شکرگزار ہوں اور دعا گو ہوں کہ اللہ تعالیٰ مزید ہمت و توفیق فرمائے تاکہ تمام جلدیں جلد شائع ہوجائیں۔ وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ محمد وآلہ وصحبہ اجمعین

(مولانا) فضل الرحمن

امیر جمعیت علماء اسلام پاکستان

كتاب الجنائز

بوقت غسل میت کو کس رخ لٹایا جائے

(سوال)

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارہ میں غسل میت کے وقت تختہ پر لٹانے کے لیے میت کے پاؤں قبلہ کی طرف کیے جا سکتے ہیں یا نہیں۔

(الجواب)

بسم اللہ الرحمن الرحیم میت کو غسل دیتے وقت تختہ پر لٹانے کے لیے مشرق مغرب یا شمال جنوب کو لٹانا دونوں طرح درست ہے۔ وہ دونوں طریقے موافق شریعت کے ہیں

فی الدر المختار (ویوضع) کما مات (کما تیسر) فی الاصح (علی سریر مجمر) وترا ... الخ قال فی الشامی وقیل یوضع الی القبلة طولا وقیل عرضا کما فی القبر افاده فی البحر الخ (جلد اول ص ۱۳۹ کتاب الجنائز) اس عبارت سے صحیح ہوا کہ بعض نے فرمایا ہے کہ غسل کے وقت میت کو قبلہ کی طرف پیر کر کے لٹا دیں اور بعض نے فرمایا منہ قبلہ کی طرف کر کے لٹا دیں جیسا کہ قبر میں لیکن صحیح مذہب یہ ہے کہ جو طریق آسان ہو اور سہل ہو وہ اختیار کریں۔ معمول یہ ہے کہ قبلہ کی طرف کرتے ہیں۔

بوقت غسل میت کو کس سمت لٹایا جائے؟

(سوال)

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ میت کو غسل جنوباً شمالاً لٹا کر دیا جاوے یا طول لقبلہ لٹا کر دیا جاوے اور حضور علیہ السلام کا غسل مبارک کیسے تھا۔ اور حضور علیہ السلام کو غسل حضرت علیؓ نے دیا۔ ان دو باتوں میں کون سے طریقہ سے فرمایا تھا اور امام ابوحنیفہؒ کی فقہ کے مطابق کس طریقہ پر عمل کرنا چاہیے اور اگر ایک عالم یہ کہے کہ میت کو جنوباً وشمالاً لٹا کر غسل دیا جاوے کیا یہ درست ہے یا غلط باوجود عدم ضرورت کے۔ اور اگر درست ہو تو فضیلت کس طریقہ کی ہے۔ بینوا توجروا۔

(الجواب)

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ اس مسئلے کے متعلق دونوں قسم کی روایتیں کتب فقہ میں موجود ہیں۔ ظاہر روایت میں اس کا کوئی ذکر نہیں مشائخ میں سے بعض نے ایک طریقے کو پسند فرمایا ہے اور بعض نے دوسرے طریقے کو اس بندہ

کو اپنے نظریہ کے مطابق طولاً الی القبلۃ والی صورت اولیٰ معلوم ہوتی ہے۔ ویسے دونوں صورتیں جائز ہیں۔ قال فی الکبیر شرح منیۃ المصلی ص ۵۳۴

قال فی المبسوط والبدائع والمرغینانی یوضع علی تخت طولاً الی القبلۃ کما فی صلوۃ المریض بالایماء وقال الاسبیجابی لا روایۃ فیہ عن اصحابنا ان یوضع علی قفاہ

اس روایت سے طولاً الی القبلۃ والی صورت اولیٰ معلوم ہوتی ہے جب کہ مکان وسیع ہو ورنہ کیف ما تیسر حضور ﷺ کے عمل مبارک کے متعلق کسی کتاب میں نظر سے نہیں گزرا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ باقی امام اعظم کے متعلق تو علماء نے اپنی کتابوں میں لکھ دیا ہے لا روایۃ فیہ عن اصحابنا رہا امام مذکور کا یہ قول تو اس کا یہ عمل بھی درست ہے اس پر تشنیع کرنا یا اسے غلط کہنا نہیں چاہیے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

میت نہلانے کے بعد جو لینا اور اسکو زکوٰۃ میں دینا

(س)

کیا فرماتے ہیں علماء اس مسئلہ میں کہ ایک شخص ایک محلے کے لیے مقرر کیا گیا ہے جو فوت ہو جائے اس کو نہلائے اور جنازہ پڑھائے پھر لوگ اس کو کپڑے یا جرابیں وغیرہ دیتے ہیں یا کوئی اور چیز دیتے ہیں اور وہ اجرت کے طور پر بھی نہیں ہوتا ہے جیسے اللہ واسطے دیتے ہیں اور وہ آدمی مانگتا بھی نہیں کیا ان کپڑوں کو یہ لینے والا زکوٰۃ میں دے سکتا ہے یا نہیں۔

(ج)

صورت مسئلہ میں جو کپڑے اس شخص نے لیے ہیں وہ اس کی ملک ہیں۔ ان کپڑوں کو زکوٰۃ میں دے سکتا ہے لیکن جب کہ یہ شخص غنی ہے اور وہ نہلانے کی اجرت نہیں لیتا تو وہ اموات کے کپڑے نہ لے کیونکہ اموات کے کپڑوں میں ورثاء چھوٹے بڑے اپنے حصہ شرعی کے بقدر حقدار ہوتے ہیں تو سب کی اجازت سے کپڑے دیے جائیں اور بعض وارث نابالغ ہوں تو بالغ ورثاء اپنے حصے میں سے دیں۔ تب یہ کپڑا صحیح طور سے اس کی ملک میں آ سکتا ہے۔ ورنہ اس کے ملک آ جانے میں شبہ ہے اور سب کی اجازت سے ہو یا بالغ اپنے حصے سے دیں پھر بھی اس شخص کے غنی ہونے کی صورت میں فقراء اور مساکین حاجتمند ان کپڑوں کے زیادہ مستحق ہیں اور اگر یہ شخص بغیر کچھ لیے بھی نہیں رہ سکتا تو نہلانے کی اجرت مقرر کر کے اسے لے لے چاہے قلیل مقدار ہی لے۔

بہتر تو یہ ہے کہ یہ کپڑے مالکان کو واپس کر دے اور اگر یہ نہ چاہے تو فقراء میں ان کی طرف سے صدقہ کرے اور زکوٰۃ میں نہ دے بصورت مجبوری اگر دیدے تو برأت ذمہ شبہ ہو جائے۔ فقط والجواب صحیح عبداللہ عفا اللہ عنہ

میت کو نہلانے والے پر غسل کرنا ضروری نہیں

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ہم اہل ضلع قطب پور بستی کانیاں بالمقابل بلاک تحصیل شجاع آباد روڈ ملتان چھاؤنی اس بارے میں فتویٰ چاہتے ہیں کہ اگر کوئی امام مسجد میت کو غسل کروا دے تو وہ خود بغیر غسل کیے صرف وضو کر کے نماز پڑھا دے تو نماز ہو جاتی ہے یا نہیں۔ اس بارے میں علماء کا کیا فیصلہ ہے۔

﴿ج﴾

اگر میت کو غسل دینے سے غسل دینے والے کے بدن اور کپڑوں کو ناپاک پانی نہیں لگا تو پھر وہ شخص وضو کر کے نماز پڑھا سکتا ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ میت کو غسل دینے سے اس پر اپنا غسل واجب نہیں ہوتا۔ کذا فی کتب الفقہ۔
فقط واللہ تعالیٰ اعلم

(نوٹ) اور اگر غسل دینے والے کے بدن کو ناپاک پانی لگ گیا تو پھر بھی اسی جگہ کا پاک کرنا ضروری ہے۔ جس حصہ کو پانی لگا ہے۔ سارے بدن کا غسل واجب نہیں۔

میت کو نہلاتے وقت سہولت کو پیش نظر رکھے، امام بھی غسل دے سکتا ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین مندرجہ ذیل مسائل میں

(۱) جب کسی میت کو غسل دیا جاتا ہے۔ بتائیے کہ مردہ کو کس طرح تخت پر لٹانا چاہیے۔ دوران غسل مثلاً جنوباً شرقاً غرباً۔ اس کا منہ اور پاؤں کس سمت ہونے چاہئیں۔ (۲) میت کو غسل کون دے سکتا ہے۔ بشرح بتائیے کہ جو امام پانچ وقت کا نمازی ہے اور جمعۃ المبارک کا خطبہ بھی دیتا ہے۔ کیا وہ غسل دے سکتا ہے۔ یا نہیں۔

﴿ج﴾

فی الدر المختار (ویوضع) کما مات (کما تیسر) فی الاصح (علی سریر مجمر الخ) قال فی الشامی بوضع الی القبلة طولا وقیل عرضا کما فی القبر افاده فی البحر ص ۱۹۳ ج ۱ کتاب الجنائز

اس عبارت سے واضح ہوا کہ بعض نے فرمایا کہ غسل کے وقت میت کو قبلہ کی طرف پاؤں کر کے لٹا دیں۔ اور بعض نے کہا کہ سر بجانب شمال اور پاؤں بجانب جنوب ہوں۔ جیسا کہ قبر میں لیکن صحیح طریقہ یہ ہے کہ جو طریقہ آسان ہو اور سہل ہو۔ یہ کہ ان دونوں طرح میں شرعاً دونوں ہی طریقے درست ہے۔ اور دونوں طریق موافق شریعت کے ہیں۔ معمول یہ ہے کہ منہ قبلہ کی طرف سر بجانب شمال اور پاؤں بجانب جنوب ہوں۔

(۲) غسل دینے والا صالح اور دیندار ہونا چاہیے۔ بہتر یہ ہے کہ اپنے رشتہ داروں میں سے کوئی میت کو غسل دے۔ لیکن اگر رشتہ داروں میں کوئی غسل کا اچھا طریقہ نہ جانتا ہو تو دوسرا صالح اور نیک آدمی غسل دے۔ پنج وقتہ کا امام اور خطیب بھی غسل دے سکتا ہے۔ اور غسل دینے کی وجہ سے اس کی امامت میں کوئی کراہت نہیں آتی۔ البتہ غسل کو بطور پیشہ اختیار کرنا اور اس پر اجرت لینا اچھا نہیں۔ والاولی فی الغاسل ان یکون اقرب الناس الی المیت فان لم یحسن الغسل فاھل الامانۃ والورع غنیۃ المستملی ص ۵۷۳ فقط واللہ اعلم

میت کو غسل دینے والے کے پیچھے نماز بلا کراہت درست ہے مردوں کو نہلانا گناہ نہیں ہے

سوال

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک آدمی میت کو غسل دیتا ہے اور جنازہ بھی کوئی اور نماز فرض پڑھاتا ہے تو کیا میت کو غسل دینے والے کے پیچھے نماز درست ہے یا نہیں۔

الجواب

مردوں کا نہلانا گناہ نہیں ہے۔ اس کے پیچھے نماز صحیح ہے۔ البتہ غسل کی اجرت لینے کے جواز میں اختلاف ہے۔ درمختار میں ہے۔ (والافضل ان یغسل) المیت (مجانا فان ابتغی الغاسل الاجر جاز ان کان ثمہ غیرہ الخ وفیہ تفصیل ذکرہ الشامی وعبارۃ الفتح ولا یجوز الاستئجار علی غسل المیت ویجوز علی الحمل والدفن واجاز بعضھم فی الغسل ایضاً شامی ص ۲۳۳ ج ۱

اس لیے اس کو بطور پیشہ اختیار کرنا اور اجرت لینا اچھا نہیں۔ البتہ امامت اس کی صحیح ہے۔ فقط واللہ اعلم

میت کو قبلہ کی جانب پاؤں کر کے نہلانا جائز ہے

سوال

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک مولوی صاحب نے ایک میت کے پاؤں قبلے کی طرف کر کے

غسل دیتے ہیں حالانکہ عام طور پر پاؤں دوسری جانب یعنی جانب مغرب کیے جاتے ہیں۔ اور پاؤں نیچے کر دیے تھے۔ جس سے سر کعبے کی طرف ہو جاتا تھا۔ کیا یہ صورت جو مذہب پر درست ہے تو حوالہ تحریر فرما دیں چونکہ لوگ مولوی صاحب مذکور کے خلاف ہو چکے ہیں۔

﴿ج﴾

فی الدر المختار (ويوضع كما مات كما تيسر) في الاصح (على سرير مجمر) الخ قال في الشامي وقيل يوضع الى القبلة طولا وقيل عرضا كما في القبر (شامی ص ۱۳۱ ج ۱) اس عبارت سے واضح ہوا ہے کہ بعض نے فرمایا ہے کہ غسل کے وقت میت کو قبلہ کی طرف پاؤں کرکے لٹا دیں۔ اور بعض نے فرمایا کہ منہ قبلہ کی طرف کرکے لٹا دیں۔ جیسا کہ قبر میں۔ غرض دونوں طریقے ٹھیک اور درست ہیں۔ جو طریقہ آسان اور سہل ہو وہ کیا کریں۔ لیکن منہ قبلہ کی طرف ہو۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

بوقت غسل میت کو کس طرح لٹایا جائے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ جب کوئی مر جاتا ہے تو اس کو غسل دیا جاتا ہے۔ اور غسل دیتے وقت میت کا سر قطب کی جانب اور ٹانگیں جنوب کی جانب کرکے غسل دیا جاتا ہے اس طرح منہ کعبہ شریف کی طرف ہو جاتا ہے۔ لیکن اب بعض علماء اس طرح میت کو غسل دینے سے منع کرتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ میت کو غسل دیتے وقت اس کا سر مشرق کی طرف اور ٹانگیں کعبہ شریف کی طرف کرکے غسل دینا چاہیے۔ اب حضور کی خدمت میں گزارش ہے کہ کس طرح میت کو لٹا کر غسل دینا چاہیے۔ بینوا توجروا۔

﴿ج﴾

فی الدر المختار ص ۱۳۱ ج ۱ (ويوضع كما مات كما تيسر في الاصح على سرير مجمر الخ قال في الشامي وقيل يوضع الى القبلة طولا وقيل عرضا كما في القبر افاده في البحر

اس عبارت سے واضح ہوا کہ بعض نے فرمایا ہے کہ غسل کے وقت میت کو قبلہ کی طرف پاؤں کرکے لٹا دیں اور بعض نے فرمایا ہے کہ منہ قبلہ کی طرف کرکے لٹا دیں۔ جیسے کہ قبر میں لیکن صحیح تر یہ ہے کہ جو طریقہ آسان ہو اور سہل ہو وہ کیا کریں معمول یہ ہے کہ منہ قبلہ کی طرف کرتے ہیں۔ کسی ایک طریقے پر اصرار کرنا اور دوسرے سے منع کرنا جہالت ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

مردے نہلانے کی ذمہ داری لینے والے کی امامت کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک آدمی نے مردے نہلانے کا کام اپنے ذمے کر رکھا ہے۔ اور وہ موضع کے مردوں کو غسل دیتا اور نہلانا اپنی ذاتی اور اپنے لیے ملکیت کر رکھی ہے۔ کیا اس آدمی کے پیچھے نماز پڑھنا یا جمعہ پڑھنا جائز ہے یا نہیں یہ بات بھی ہے اگر کوئی آدمی اس مولوی سے مردہ نہ نہلوائے یعنی غسل کا کام نہ کرائے تو مولوی صاحب ان سے بائیکاٹ کر دیتا ہے۔ ان کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں۔

﴿ج﴾

مردہ کو غسل دینا جائز کام ہے۔ خواہ اجرت لے کر خواہ بلا اجرت۔ درمختار ص ۴۲۳ ج اول میں ہے۔

والافضل ان یغسل المیت مجانا وان ابتغی الغاسل الاجر جاز ان کان ثمہ غیرہ والالا۔ لتعینہ علیہ وان یکون حکم الحمال والحفار کذلک۔ لہٰذا اس کی امامت درست ہے۔ لیکن اگر وہ کسی اور کو غسل دینے کی اجازت نہیں دیتا اور کسی اور سے غسل دینے کی صورت میں اس کے ساتھ بائیکاٹ کر دے یا جو ان سے مردہ نہ نہلائے ان سے بائیکاٹ کر کے بول چال بند کر لیتا ہے۔ تو مومن کے ساتھ قطع تعلق فسق ہے۔ اور فاسق کی امامت مکروہ ہے۔ لہٰذا اس کی امامت مکروہ ہوگی۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

میت کو غسل دینے والے کی امامت کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص مثلاً زید امام مسجد ہے۔ اور مردہ شو ہے۔ اور اس پر دوسرے مولوی مثلاً عمر نے کہا کہ اس زمانہ میں لوگ غسل دینے والے کو حقارت کی نظر سے دیکھتے ہیں۔ اس وجہ سے مردہ شو غاسل کے پیچھے نماز پڑھنا مکروہ ہے۔ اور زید نے جواب دیا کہ غسل کرانا کوئی ایسا فعل نہیں جس کی وجہ سے شریعت مطہرہ میں مجرم اور گنہگار ٹھہرے۔ لہٰذا غسال مردہ کے پیچھے نماز بلا کراہت جائز ہے۔ چونکہ غسل دینا ایک اسلامی کام ہے۔ اور حقوق العباد میں سے ہے۔ جس پر عمل کرنا چاہیے۔ بغیر اجرت کے ثواب کا کام ہے۔ بڑے بڑے بزرگوں نے غسل دیا ہے۔ صحابہ نے غسل دیا۔ اس کی اجرت بھی جائز ہے۔ اگرچہ اولیٰ نہیں۔ مفتی عزیز الرحمن صاحبؒ نے فتاویٰ دارالعلوم دیوبند ص ۱۵۰ ج اسوال نمبر ۰ ے میں لکھا ہے۔ مردہ شو کے پیچھے نماز

درست ہے یا نہیں اور جس کا پیشہ مردہ نہلانے کا ہے۔ اور امام بھی ہے۔ الجواب مردہ شو کے پیچھے نماز درست ہے اور غسال کو اجرت غسل پر لینا بھی درست ہے۔ اگر چہ اولیٰ نہیں۔ اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ غسال کے پیچھے نماز مکروہ ہے یا نہیں۔

﴿جواب﴾

امام مسجد اگر مردوں کو غسل دے۔ اگر غسل دینے میں نجاست وغیرہ لگی ہوں تو غسل دینے کے بعد ان کو دھو کر صاف ستھرا لباس پہن کر نماز پڑھاتا ہے تو اس میں کسی قسم کی کراہت نہیں ہے۔ امام کی امامت بغیر کراہت کے جائز ہے۔ البتہ بہتر یہ ہے کہ لوگوں کو غسل کرنے کی تعلیم دے تاکہ مردوں کو خود غسل دے سکیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

لاوارث لاش پر جنازہ پڑھا جائے یا نہ

﴿سوال﴾

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک لاش جو کہ چار دن سے پڑی ہوئی ہے اور لاش کی بدبو سے خلق خدا کو تکلیف ہو رہی ہے۔ کیا اس لاش کو صلوۃ جنازہ دے سکتے ہیں۔ اگر لاش مدفون اور غیر مدفون میں فرق ہو۔ تو تفصیل سے آگاہ کریں۔ کیونکہ علماء بلوچستان میں اختلاف شدید پایا جاتا ہے۔ البتہ حوالہ جات و دلائل کی ضرورت ہے۔ نیز اس مسئلہ میں بھی اختلاف ہے کہ ایک شخص جو کہ مالک زمین و باغ ہے۔ وہ باغ کے پھل نکل پھل کے لگنے سے ایک سال یا کئی سالوں کے لیے فروخت کرتا ہے۔ امید ہے کہ اول فرصت میں ہمارے شبہات کو دور فرمائیں گے۔ فوت باغ کی زمین مشتری کے لیے نفع یا دل کا کام نہیں دیتی البتہ ایک یا دو پیچ کھود کے اگر رکھے تو ممکن ہے۔

﴿جواب﴾

تمام فقہاء کا اتفاق ہے اس بات پر کہ جس میت کو بغیر صلوۃ جنازہ کے دفن کیا جائے۔ اس پر نماز جنازہ پڑھنا فرض ہے۔ بشرطیکہ میت کے اجزاء متفرق نہ ہوئے ہوں۔ اگر میت کو بغیر صلوۃ جنازہ دفنایا گیا تو اس کی قبر پر نماز پڑھی جائے۔ لیکن تفسخ سے قبل نیز مدفون کے متعلق یہ تفصیل بھی آئی ہے کہ اگر میت کو قبر میں رکھا ہو لیکن مٹی نہیں ڈالی گئی ہو۔ (چاہے لحد پر اینٹیں لگائی گئی ہوں یا نہ) پھر اس صورت میں میت کو قبر سے نکال کر اس پر جنازہ پڑھیں۔ ایسی صورت میں یعنی جس میں مٹی نہیں ڈالی گئی۔ اگر قبر پر نماز جنازہ پڑھی گئی تو یہ نماز واقع ہوگی۔ بدبو کی وجہ سے جب کہ میت میں تفسخ نہیں ہے۔ نماز جنازہ ساقط نہیں ہوسکتی۔ ملاحظہ ہو۔ البحر الرائق ص ۱۸۲ ج ۲ مطبوعہ ایچ ایم

۲۔ کفنانے اور نماز جنازہ کے بعد میت کا منہ دیکھنا کیسا ہے اگر کوئی منہ دیکھنے سے رہ جائے تو قبر میں منہ دیکھ سکتا ہے یا نہیں۔

۳۔ قبر میں ہر آدمی مٹی ڈالنے کی کوشش کرتا ہے کیا یہ فعل سنت ہے۔

۴۔ امام بالغ باقی سب مقتدی نابالغ تو کیا نماز جماعت میں کوئی فرق آتا ہے۔

۵۔ اور نابالغ، بالغ کے پاس جماعت میں کھڑا ہو جائے تو کہتے ہیں کہ بالغ کی نماز نہیں ہوتی کیا یہ صحیح ہے۔

﴿ج﴾

۱۔ نابالغ کا کفن بالغ کے موافق ہو تو بہتر ہے اور جائز یہ بھی ہے کہ ایک یا دو کپڑے میں ہوں۔ والمراھق کالبالغ ومن لم یراھق ان کفن فی واحد جاز (الدر المختار ص ۱۲۳۸ ج ۱)

اقول فی قولہ (فحسن) اشارۃ الی انہ لو کفن بکفن البالغ یکون احسن (رد المحتار ص ۱۲۳۸ ج ۱)

اس میت کا چہرہ دیکھنا درست ہے قبر میں منہ نہ دیکھنا چاہیے۔

تین تین مٹی قبر میں ڈالنا تمام حاضرین کو مستحب ہے ویستحب لمن شھد دفن المیت ان یحثو فی قبرہ ثلث حثیات من التراب بیدیہ جمیعاً ویکون من قبل رأس المیت ویقول فی الحثیۃ الاولی منھا خلقناکم وفی الثانیۃ وفیھا نعیدکم وفی الثالثۃ ومنھا نخرجکم تارۃ اخری کذا فی الجوھرۃ النیرۃ۔ عالمگیری باب الجنائز فصل سادس ص ۱۶۶ ج ۱ مطبوعہ مکتبہ ماجدیہ کوئٹہ۔

مقتدی بالغ ہوں یا نہ ہوں بچوں کو مقتدی بنانے سے جماعت کا ثواب حاصل ہو جائے گا۔

وتحصل فضیلۃ الجماعۃ بصلوتہ مع واحد ولو من الصبیان الا فی الجمعۃ فلا تصح بثلاثۃ منھم (الاشباہ والنظائر احکام الصبیان ص ۳۸۰)

۵۔ بالغ کی نماز صحیح ہے بچوں کو پیچھے کھڑا کرنا چاہیے اگر ایک بچہ ہو تو بڑوں کی جماعت میں کھڑا کیا جائے فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

آیت قرآنیہ لکھی چادر میت پر ڈالنے کی شرعی حیثیت

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک مسلمان مرد کا جنازہ جب قبرستان کی طرف لے جاتے ہیں تو

اس کی میت پر احتراماً ایک ایسا کپڑا ڈالتے ہیں جس پر کلمہ طیبہ اور قرآنی آیات لکھی ہوتی ہیں۔ یا بعض دفعہ ویسے ہی ایک سادہ کپڑا ڈال دیتے ہیں۔ کیا ایسا کپڑا ڈالنا جائز ہے یا نہیں۔

(۲) ایک رواج یہ ہے کہ جب کسی کے عزیز کی موت کی خبر آتی ہے تو اس کی برادری کے لوگ اور آشنا اور دوست اس کے پاس تعزیت کے لیے آتے ہیں اس کو تسلی بھی دیتے ہیں۔ اور میت کی مغفرت کے لیے دعائے خیر بھی کرتے ہیں۔ کیا شرعی طور پر یہ درست ہے

﴿الجواب﴾

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ بے ادبی کے اندیشے اور میت سے نجاست خارج ہونے کے اندیشے کے سبب ایسے کپڑے کو جس پر کلمہ طیبہ یا قرآنی آیات تحریر ہوں میت پر ڈالنا مکروہ ہے۔ ویسے سادہ کپڑے کا ڈالنا درست ہے۔

کما قال فی رد المحتار علی الدر المختار ص ۱۳۱ ج ۱۔ بساط او غیرہ کتب علیہ الملک للہ یکرہ بسطہ واستعمالہ لاتعلیقہ للزینة وینبغی ان لایکرہ کلام الناس مطلقا وقیل یکرہ مجرد الحروف والاول اوسع وتمامہ فی البحر وکراھیة القنیة قلت وظاھرہ انتفاء الکراھة بمجرد تعظیمہ وحفظہ علق اولا زین بہ اولا وھل مایکتب علی المراوح وجدر الجوامع کذلک بحر۔

(۲) اس کو تعزیت کہتے ہیں اور یہ مستحب ہے۔ لیکن مرنے والے کا اس کو دعا کے لیے کہہ کر ہاتھ اٹھوانا اور اس کو تعزیت کا حصہ سمجھنا یا تعزیت کے لیے مرنے والے کا ہاتھ اٹھا کر دعا کرنے کو مسنون سمجھنا غلط ہے۔ تعزیت کے استحباب پر یہ عبارت ملاحظہ فرمائیں۔ کما قال فی المراقی وتستحب التعزیة للرجال والنساء اللاتی لایفتن لقولہ صلی اللہ علیہ وسلم من عزی اخاہ بمصیبة کساہ اللہ من حلل الکرامة یوم القیمة وقولہ صلی اللہ علیہ وسلم من عزی مصاباً فلہ اجرہ وقولہ صلی اللہ علیہ وسلم من عزی ثکلی کسی بردین فی الجنة ولاتسمی لمن عزی مرة ان یعزی اخری۔ فقط واللہ تعالی اعلم

جنازہ کے آگے پیچھے مولود پڑھنا، کفن پر کلمہ لکھنا مکروہ ہے

سوال

بعد نماز جنازہ دعا مانگنا جائز ہے یا نہیں۔ ۲۔ جنازہ کے بعد آگے یا پیچھے مولود شریف پڑھنا جائز ہے یا نہیں۔
۳۔ کفن کے اوپر کلمہ شریف لکھنا جائز ہے یا نہیں۔

جواب

نماز جنازہ کے بعد قبل از دفن دعا مانگنا بدعت ہے۔ بعد از دفن جائز ہے۔ نماز جنازہ چونکہ خود ایک دعا ہے۔ شامی میں ہے فقد صرحوا عن آخرهم بان صلوة الجنازة هي الدعاء للميت اذ هو المقصود منها۔ ص ۲۴۴ ج ۱ تو ایک دعا کے بعد دوسری دعا کا کیا معنی اس ہیئت اجتماعی کے ساتھ ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنے کا رواج نہ تو نبی کریم ﷺ کے زمانے میں تھا اور نہ دیگر سلف صالحین سے اس کا ثبوت ملتا ہے۔ پس جو چیز جس کا التزام واجب کی طرح کرے اگرچہ وہ چیز مباح بھی ہو تب بھی اس کا چھوڑنا ضروری ہے۔ جملہ کتب فقہ میں تصریح ہے کہ مسبوق امام کے سلام پھیرنے کے بعد اپنی تکبیروں میں دعا نہ پڑھے اور اس کی وجہ تمام فقہاء نے یہی لکھی ہے کہ اگر وہ دعا پڑھے گا تو میت پر دعا کی جائے گی۔ درمختار ص ۲۴۶ ج ۱ میں ہے ثم يكبران ما فاتهما بعد الفراغ نسقا بلا دعاء ان خشيا رفع الميت على الاعناق اور جس حدیث میں آیا ہے کہ اذا صليتم على الميت او الجنازة فاخلصوا له بالدعاء اس سے دعا فی صلوۃ الجنازہ مراد ہے۔ جیسا کہ ابن ماجہ نے اس پر باب باندھا ہے۔

۲۔ جنازہ کے آگے پیچھے مولود پڑھنا مکروہ ہے۔ درمختار ص ۶۵۸ ج ۱ میں ہے۔ كما كره فيها رفع صوت بذكر او قراءة۔ اس پر شامی نے لکھا ہے۔ قيل تحريما وقيل تنزيها كما في البحر عن الغاية وفيه عنها وينبغي لمن تبع الجنازة ان يطيل الصمت وفيه عن الظهيرية فان اراد ان يذكر الله تعالى يذكره في نفسه۔

۳۔ کفن کے اوپر کلمہ لکھنا مکروہ ہے۔ شامی ص ۶۶۸ ج ۱ میں ہے۔ وقد افتى ابن الصلاح بانه لا يجوز ان يكتب على الكفن يس والكهف ونحوهما خوفا من صديد الميت۔ اس مسئلہ کو شامی نے مفصلا بیان کیا ہے۔ تو جو میں لکھا ہے کہ نبی کریم ﷺ سے ثابت نہیں ہے۔ البتہ بعض سلف سے ثابت ہے کہ انگلی سے بغیر سیاہی کے کچھ لکھا جائے۔ جس میں روشنائی سے نہ ہو۔ واللہ اعلم

﴿الجواب﴾

۱۔ صحیح نہیں ہے۔ اس کی وجہ جواب نمبر ۳ میں ملاحظہ کریں۔ ۲۔ یہ بھی ناجائز ہے اس کی بحث نمبر ۵ پر دیکھیں۔
۳۔ میت کے سینے وغیرہ پر روشنائی سے کلمہ طیبہ لکھنا ٹھیک نہیں۔ البتہ اگر شہادت کی انگلی سے بغیر روشنائی یا پانی کے کلمہ لکھا جائے تو گنجائش ہے۔ شامی جلد اول ص ۶۶۸ میں ہے۔ وقد افتی ابن الصلاح بانه لا یجوز ان یکتب علی الکفن یٰس والکهف ونحوهما خوفا من صدید المیت الی قوله نعم نقل بعض المحشین عن فوائد الشرجی ان مما یکتب علی جبهة المیت بغیر مداد بالاصبع المسبحة ... خوفا من صدید المیت۔ یہ بات بھی معلوم ہوئی کہ میت کے ساتھ قرآن رکھ کر دفن کرنا مکروہ ہے۔ ۴۔ اور اس کی تحقیق نمبر ۵ پر ملاحظہ ہو نمبر ۵۔ ۶۔ میت والوں کے گھر میں اس رات یا دوسری رات گوشت چاول وغیرہ پکانا مکروہ اور سخت بدعت ہے۔ شامی جلد اول ص ۶۶۳ میں ہے ویکره اتخاذ الطعام فی الیوم الاول والثالث وبعد الاسبوع ونقل الطعام الی القبر فی المواسم الی قوله واتخاذ قراءة القرآن لاجل الاکل یکره۔ اور بعض حدیث سے بعض بدعتی مولوی اس طعام کو جائز قرار دیتے ہیں اس حدیث کو شامی نے نقل کر کے فیه نظر کہا ہے اور اس کے متعدد جوابات دیئے ہوئے ہیں۔ نمبر ۶ جائز ہے ضروری نہیں۔ نمبر ۷ مسجد میں تعزیت کے ارادہ سے بیٹھنا مکروہ ہے جیسا کہ صاحب درمختار نے اس کو نقل کیا ہے حیث قال وبالجلوس لها فی غیر مسجد ثلاثة ایام اھ۔ اس پر شامی نے لکھا ہے قوله فی غیر مسجد اما فیه فیکره کما فی البحر عن المجتبی الی قوله وما فی البحر من انه علیه الصلوٰة والسلام جلس لما قتل جعفر وزید بن حارثة والناس یاتون ویعزونه ۔ یجاب عنه بان جلوسه لم یکن مقصودا للتعزیة شامی جلد اول ص ۶۶۲ واللہ اعلم۔

کفن پر کلمہ لکھنے کا حکم؟

﴿سوال﴾

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ہذا کے بارے میں کہ یہ جو عام لوگوں میں رائج ہے کہ مردے کے کفن پر کلمہ وغیرہ لکھتے ہیں۔ کیا یہ جائز ہے یا نا جائز اگر جائز نہیں تو کیا لکھنے والا گنہگار ہوگا یا نہ۔ بینوا توجروا۔

﴿الجواب﴾

کفن پر لکھنا مکروہ تحریمی ہے کیونکہ اس میں بے ادبی ہے۔ لکھنے والا گنہگار ہوگا شامی صفحہ ۶۶۸ میں ہے

وقدمنا قبيل باب المياه عن الفتح انه تكره كتابة القرآن و اسماء الله تعالى على الدراهم والمحاريب والجدران وما يفرش وما ذاك الا لاحترامه وخشية وطئه ونحوه مما فيه اهانة فالمنع هنا اولى مالم يثبت عن المجتهد او ينقل فيه حديث ثابت. اگر میت کی پیشانی پر بغیر سیاہی کے ہاتھ کے ساتھ لکھا جائے تو جائز ہے۔ کذا فی الشامی صفحہ ۲۴۹ ج ۱

کلمہ لکھا ہوا کپڑا تبرکاً میت پر ڈالنے کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ ایک کپڑا عرب شریف سے لایا گیا ہے۔ جس میں متعدد بار کلمہ شریف لکھا ہوا ہے۔ اور اس کو میت کے اوپر ڈال کر جنازہ گاہ کی طرف روانہ کیا جاتا ہے اور یہ کوئی ضروری نہیں سمجھے صرف تبرکاً کرتے ہیں۔ تو یہ کپڑا میت کے اوپر رکھنا کیسا ہے۔ یعنی کہ مردے کے واسطے جائز ہے یا ناجائز اور بعض لوگ کہتے ہیں کہ اس کا استعمال کفر ہے۔ بینوا توجروا۔

﴿ج﴾

اس کا استعمال کفر تو یقیناً نہیں ہے۔ ویسے محض تبرک کے لیے اس کے استعمال کرنے میں کوئی قباحت نہیں ہے۔ ہاں اس کا ترک اولیٰ ہے۔ کیونکہ اس سے عوام کے عقیدہ کے فاسد ہو جانے کا قوی اندیشہ ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

مرد و عورت کا کفن؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین مندرجہ ذیل مسائل کے بارہ میں

(۱) مرد و عورت کا شرعی کفن کیا کیا ہے۔ نیز عورت کو سراویل دی جائے گی۔ (۲) میت کو کفنانے کے بعد کسی ملک میں اگر رواج ہو کفن کے کپڑے دینے کا یہ کیسا ہے۔ یعنی میت کے ورثاء کو لوگ کپڑا برائے کفن دیتے ہیں یا اس کی رقم دیتے ہیں۔ کہ یہ رقم برائے کفن میت ہم نے دی ہے۔ کیا شرعاً یہ رواج جائز ہے یا نہ۔ (۳) جس کے ہاں کوئی مر جاوے اب ان لوگوں میں یہ رواج ہے کہ میت کا اقرب بطریق رشتہ دعوت کرتے ہے لوگ جمع ہو کر اس کے ہاں کھانا کھاتے ہیں۔ قبل از فراغ طعام صاحب میت کو ایک روپیہ یا دو دو روپیہ یا کم و بیش

پڑھتے ہیں۔ یہ سب جائز ہے یا نہ اگر نہیں تو کیوں اور اس کا نام ختم رکھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اگر ہم المفلحون تک پڑھا جائے تو جائز ہے لیکن یہ بھی ہے کہ عرف عام میں اگر مذکورہ بالا ختم نہ پڑھا ہوئے تو مکمل قرآن مجید کا ختم پڑھنے کو ختم ہی نہیں سمجھتے۔ جب تک یہ نہ پڑھا جائے واضح فرمائیں میت دفن کر دینے کے بعد قبر پر اذان جائز ہے یا نہ اور دفن کرنے کے بعد ثواب کے لیے شیرینی قبرستان میں تقسیم کرتے ہیں یہ بھی جائز ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب

(۱) میت کے کفن پر کلمہ شہادت روشنائی وغیرہ سے لکھنا جائز نہیں اس لیے کہ میت کے پھٹنے کی وجہ سے بے حرمتی ہوگی۔ قال في الشامية وقد افتى ابن الصلاح بانه لا يجوز ان يكتب على الكفن يس والكهف ونحوهما خوفا من صديد الميت الخ البتہ اگر بغیر روشنائی وغیرہ کے صرف انگلی سے کفن میت پر یا پیشانی میت پر بعد الغسل قبل التکفین لکھا جائے اس طرح کہ لکھنے کے نشان ظاہر نہ ہوں تو یہ فی نفسہ جائز ہے۔ کمافی الشامیہ ص ۲۴۸ ج ا ونقل بعض المحشين عن فوائد الشرجي ان مما يكتب على جبهة الميت بغير مداد بالاصبع المسبحة بسم الله الرحمن الرحيم وعلى الصدر لا اله الا الله محمد رسول الله وذلك بعد الغسل قبل التكفين۔ (۲) حضرت عبداللہ ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ قبر کے سرہانے سورۃ بقرہ کی اول آیتیں اور پاؤں کے طرف سورۃ بقرہ کی آخری آیتیں پڑھنا مستحب ہے۔ شامی میں ہے۔ وكان ابن عمرؓ يستحب ان يقرأ على القبر بعد الدفن اول سورة البقرة وخاتمتها اور مشکوٰۃ شریف میں اس روایت کو مرفوع کیا ہے۔ آنحضرت ﷺ کی طرف بھی نقل کیا ہے بیہقی نے کہ صحیح یہ ہے کہ روایت موقوف ہے ابن عمرؓ پر بہرحال اس روایت سے اس فعل کا استحباب ثابت ہوا اور جب کہ یہ معلوم ہوا کہ یہ فعل مستحب ہے۔ تو اگر کوئی نہ کرے تو مستوجب طعن و عتاب نہیں ہے اور تارک گنہگار نہیں ہے۔

(۳) قبر پر اذان کہنا خلاف سنت اور بدعت سیئہ ہے جیسا کہ تصریحات فقہاء سے ثابت ہے تنبيه في الاقتصار على ما ذكر من الوارد اشارة الى انه لا يسن الاذان عند ادخال الميت في قبره كما هو المعتاد الآن وقد صرح ابن حجر في فتاواه بانه بدعة وقال من ظن انه سنة قياسا على ندبهما للمولود الحاقا لخاتمة الامر بابتدائه فلم يصب (رد المحتار باب صلوٰۃ الجنائز مطلب دفن المیت ص ۶۵۴ ج ا) اور درمختار میں لکھا ہے من البدع التي شاعت في بلاد الهند الاذان على القبر بعد الدفن انتهى اور شیخ شرح تنقیح حموی البلیغی میں مذکور ہے مما في الاثور من الاذان على القبر وليس بشيئ

انتہی۔ مردہ کے ساتھ شیرینی لے جانا ہرگز کہیں قرون ثلاثہ میں ثابت نہیں۔ اس کا کرنا بدعت اور گناہ ہے۔ بحر میں لکھا ہے۔ ویکرہ نقل الطعام الی المقبرۃ فی الاعیاد واسراج السراج۔ اور ردالمحتار ص ۶۶۲ ج ۱ میں لکھا ہے۔ واطال فی المعراج وقال فالا فعال کلہا للسمعۃ والریاء فیحترز عنہا لانہم لایریدون بہا وجہ اللہ تعالی انتہی الغرض اس فعل کو موجب گناہ جان کر ترک کرنا واجب ہے۔ فقط واللہ تعالی اعلم۔

کفن پر کلمہ لکھنے اور مروجہ ختم کی شرعی حیثیت

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ میت کے فوت ہو جانے کے بعد لوگ کفن میت پر کلمہ شریف لکھتے ہیں شریعت مطہرہ میں جائز ہے یا نہ اگر نا جائز ہے تو کیوں جو لوگ کوئی سورت پڑھ کر پھر قل ہو اللہ سو بار اور معوذتین پھر فاتحہ شریف اور ھم المفلحون سے آگے ان رحمت اللہ قریب یا ان محمد الا تک وغیرہ پڑھتے ہیں جائز ہے یا نا جائز اگر نہیں تو کیوں۔ اور اس کا نام ختم رکھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ الرحمن سے مفلحون تک پڑھا جائے تو جائز ہے لیکن یہ بھی ہے کہ عرف عام میں اگر مذکورہ بالا ختم نہ پڑھا جائے تو مکمل قرآن مجید کا ختم پڑھنے کو ختم ہی نہیں سمجھتے جب تک یہ نہ پڑھا جائے واضح فرمائیں کہ میت کو دفن کرنے کے بعد قبر پر اذان جائز ہے یا نہ اور دفن کرنے کے بعد ثواب کے لیے شیرینی قبرستان میں تقسیم کرتے ہیں یہ بھی جائز ہے یا نہ۔ بینوا توجروا۔

﴿ج﴾

(۱) میت کے کفن پر کلمہ شہادت روشنائی وغیرہ سے لکھنا جائز نہیں اس لیے کہ میت کے پھٹنے کی وجہ سے بے حرمتی ہوگی۔ قال فی الشامیۃ ۶۶۸ ج ۱ وقد افتی ابن الصلاح بانہ لایجوز ان یکتب علی الکفن یٰسین والکہف ونحوہما خوفا من صدید المیت۔ الخ۔ البتہ اگر بغیر روشنائی وغیرہ کے صرف انگلی سے کفن میت پر یا سینہ میت پر بعد الغسل قبل التکفین لکھا جائے اس طرح کہ لکھنے کے نشان ظاہر نہ ہوں تو پھر لکھنا جائز ہے۔ کما فی الشامیہ ص ۶۶۸ ج ۱ نعم نقل بعض المحشین عن فوائد الشرجی ان مما یکتب علی جبہۃ المیت بغیر مداد بالاصبع المسبحۃ۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم وعلی الصدر لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ وذلک بعد الغسل قبل التکفین۔ (۲) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ قبر کے سرہانے سورۃ بقرہ کی

اول آیتیں اور پیروں کی طرف سورۃ بقرہ کی آخری آیتیں پڑھنا مستحب ہے۔ شامی میں ہے۔ وکان ابن عمرؓ یستحب ان یقرأ علی القبر بعد الدفن اول سورۃ البقرۃ وخاتمتھا اور مشکوٰۃ شریف میں اس روایت کو مرفوع کیا ہے۔ آنحضرت ﷺ کی طرف پھر نقل کیا ہے بیہقی سے کہ صحیح یہ ہے کہ روایت موقوف ہے ابن عمرؓ پر بہرحال اس روایت سے اس فعل کا استحباب ثابت ہوا اور جب کہ معلوم ہوا کہ یہ فعل مستحب ہے تو اگر کوئی نہ کرے تو موجب طعن وعتاب نہیں ہے اور نہ کچھ گناہ نہیں ہے۔

(۳) قبر پر اذان کہنا خلاف سنت اور بدعت سیئہ ہے جیسا کہ تصریحات فقہاء سے ثابت ہے۔ تنبیہ فی الاقتصار علی ما ذکر من الوارد اشارۃ الی انه لایسن الاذان عند ادخال المیت فی قبرہ کما ھو المعتاد الآن وقد صرح ابن حجر فی فتاوٰہ بانه بدعة وقال من ظن انه سنة قیاسا علی ندبھا للمولود الحاقا لخاتمة الامر بابتدائه فلم یصب رد المحتار باب صلوٰۃ الجنائز مطلب دفن المیت ص ۶۲۰ ج ۱) اور دراالمختار میں لکھا ہے۔ من البدع التی شاعت فی بلاد الھند الاذان علی القبر بعد الدفن انتھی اور توضیح شرح تنقیح محو الحلبی میں مذکور ہے۔ ما فی الآثور من الاذان علی القبر ولیس بشیئ انتھی۔ مردہ کے ساتھ شیرنی لے جانا ہرگز کہیں قرون ثلاثہ میں ثابت نہیں اس کا کرنا بدعت اور گناہ ہے۔ عینی میں لکھا ہے۔ ویکرہ نقل الطعام الی المقبرۃ فی الاعیاد واسراج السراج اور درالمختار میں لکھا ہے۔ واطال فی المعراج وقال ھذہ الافعال کلھا للسمعة والریاء فیحترز عنھا لانھم لا یریدون بھا وجه اللّٰه تعالی انتھی۔ الغرض اس فعل کو مردود گناہ جان کر ترک کرنا واجب ہے۔ فقط واللّٰہ اعلم۔

میت کے کفن یا پیشانی پر عہد نامہ لکھنا

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ عموماً یہ دستور ہے کہ کفن پر اور پیشانی پر کچھ لکھتے ہیں نیز قبر پر اذان بھی دی جاتی ہے۔ شرعاً ان افعال کی کیا حیثیت ہے۔ حوالہ جات سے جواب تحریر فرمائیں۔

﴿ج﴾

میت کی پیشانی اور سینہ پر کفن یا سیاہی وغیرہ سے کچھ نہ لکھا جائے اس لیے کہ میت کی نجاست اور رطوبت سے ان پاک کلمات کے تلوث کا خطرہ ہے۔ ایسی بے حرمتی کی اجازت شرعاً نہیں ہو سکتی۔ بغیر انگلی کے اشارے سے میت کی پیشانی پر بسم اللہ الرحمن الرحیم اور کلمہ طیبہ لکھنے کا جواز شامی اور درمختار میں نقل کیا ہے بشرطیکہ نشان حروف

ہے کہ اگر ان کے جنازہ کی نماز کسی نے نہ پڑھی ہو تب تو پڑھ سکتے ہیں کیونکہ جنازہ مسلم کی نماز فرض علی الکفایہ ہے۔ اور اگر کسی نے پڑھ لی ہو مثلاً ان کے ہم مذہب لوگ موجود ہیں اور وہ پڑھ لیں گے تو اس صورت میں اہل سنت ہرگز نہ پڑھیں۔ قال فی الدر المختار ج ۳ ص ۴۰۰ الکافر بسب الشیخین او بسب احدھما فی البحر عن الجوھرۃ معزیا للشہید من سب الشیخین او طعن فیہما کفر ولا تقبل توبتہ وبہ اخذ الدبوسی وابو اللیث وھو المختار للفتوی انتھی۔ وجزم بہ فی الاشباہ واقرہ المصنف الخ قال المحقق الشامی بعد نقل الخلاف وان الراجح عند المحققین عدم تکفیر نعم لا شک فی تکفیر من قذف السیدۃ عائشۃ رضی اللہ عنہا۔ ص ۳۳۱ ج ۳ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

مرزائی کا جنازہ پڑھنا اور مسلمانوں کے قبرستان میں دفنانا جائز نہیں

﴿سوال﴾

کیا فرماتے ہیں علمائے دین دریں مسئلہ کہ ایک مرزائی فوت ہوا ہے۔ اس کی قبر مسلمانوں نے کھودی ہے۔ اور اس کا جنازہ مسلمانوں اور مرزائیوں نے الگ الگ اپنے مسلک کے مطابق پڑھا۔ جنازہ و قبر تک مرزائی اٹھا کر لے گئے۔ اور [illegible] مسلمان تھے۔ اس کو مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کیا گیا ہے۔ مسلمان مرزائیوں کے ساتھ ماتم وغیرہ میں بھی شریک رہے ہیں۔ [illegible] کہ مرزائی ہو گیا ہے۔

اب شرعاً اس مدفون کو قبرستان سے نکال کر باہر کرنا چاہیے یا نہیں۔ اور جن مسلمانوں نے جنازہ میں شرکت کی ہے ان سے شرعی بائیکاٹ جائز ہے یا نہیں۔ اور ان کی سزا کیا ہے۔

﴿جواب﴾

مرزائی باتفاق اہل سنت والجماعت کافر و دائرہ اسلام سے خارج ہیں۔ مسلمانوں کو ان کی نماز جنازہ میں شرکت جائز نہیں ہے۔ اور نہ ہی مرزائی میت کو اہل اسلام کے قبرستان میں دفنانا جائز ہے۔ فقط واللہ اعلم

مرزائی کا جنازہ پڑھنے والے مسلمان کو توبہ کرنا ضروری ہے

﴿سوال﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک مرزائی فوت ہو گیا۔ جو کہ مرزائیت کا بڑا پرچار بھی کرتا تھا۔ اور

مسلمانوں میں تفریق بھی ڈالتا رہا۔ تو اس کی نماز جنازہ جب کہ ان کی پارٹی کے امام نے پڑھائی تو کئی مسلمانوں نے اس میں شرکت کی۔ تو اب جن مسلمانوں نے اس کی نماز جنازہ پڑھی ان کے بارے میں جو شرعی حکم ہے بتلایا جائے؟

﴿ج﴾

مرزائی شرعاً قطعاً کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہیں۔ ان کی نماز جنازہ پڑھنا جائز نہیں جو مسلمان ان کے جنازہ میں شریک ہوئے ہیں۔ گنہگار ہیں ان پر توبہ تائب ہونا لازم ہے۔ اور ونخلع ونترک من یفجرک کے عہد پر قائم رہنا چاہیے۔ فقط واللہ اعلم۔

عیسائی پر نماز جنازہ پڑھنا درست نہیں

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں (۱) چوہڑے جو آج کل عیسائی کہلاتے ہیں ان کا بچہ تقریباً سال کا فوت ہو گیا۔ مسلمان عالم نے جنازہ پڑھایا اور مقتدی بھی مسلمان ہی تھے۔ وارث الگ بیٹھے تھے ایسا جائز ہے یا ناجائز (۲) اگر جنازہ ناجائز پڑھایا گیا تو جس عالم نے نماز پڑھائی اس عالم کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں۔ اگر جائز نہیں تو کیا سزا ہونی چاہیے (۳) اگر جنازہ ناجائز پڑھایا گیا تو عالم کے پیچھے نماز جائز ہے یا ناجائز اگر جائز ہے تو کس صورت میں اور کیسے۔ (۴) جن لوگوں نے اس عالم کے پیچھے نمازیں پڑھی ہیں۔ دوبارہ پڑھیں یا نہ (۵) رسم کے مطابق تیسرے دن عالم نے خود ہی اشیاء پر ختم پڑھا اور مسلمانوں نے کھایا ایسا جائز ہے یا ناجائز۔ مکمل بیان کی گئی کہ اہل کتاب ہے۔ بینوا توجروا۔

﴿ج﴾

چوہڑے عیسائی اگرچہ اہل کتاب بھی ہوں تب بھی ان کی میت پر نماز جنازہ پڑھنی جائز نہیں ہے۔ کیونکہ کافر ہیں اور نماز جنازہ صرف مسلمانوں پر ہی پڑھنی جائز ہے۔

(۲۔۳۔۴) عالم مذکور نے اگر جان کر نماز جنازہ پڑھائی تو ایسا کرنے سے وہ گنہگار ہو گیا ہے۔ توبہ کرے اور پھر اس کے پیچھے نماز پڑھنی جائز ہے۔ جو لوگ اس کے پیچھے نمازیں پڑھ چکے ہیں۔ ان کی نمازیں درست ہیں۔ دوبارہ پڑھنے کی ضرورت نہیں ہے۔ (۵) ناجائز کیا ہے فقط واللہ تعالیٰ اعلم

اور اگر چوہڑا مذکور مسلمان کہلاتا ہو تو اس کی نماز جنازہ درست ہے۔ اور عالم مذکور پر کوئی اعتراض نہیں ہے

حررہ محمد ... مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

کفریہ عقائد رکھنے والے شیعہ کی نماز جنازہ اہل سنت کو پڑھنا جائز نہیں

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ متوفی شیعہ ہے۔ کیا اس کا جنازہ اہل سنت پڑھ سکتے ہیں۔ یا کوئی اہل سنت امام اس کا جنازہ پڑھا سکتا ہے۔ اور اگر امام مذکور کو یہ کہا جائے کہ متوفی اہل سنت ہے۔ حالانکہ وہ اہل تشیع ہو یا امام مذکور کو معلوم ہو لیکن وہ داڑھی کو دیکھ کر پڑھا دے۔ تو کیا اس صورت میں امام مذکور پر از روئے شریعت کچھ ہے یا نہیں۔

﴿ج﴾

شیعہ کا وہ فرقہ جو سب شیخین نہ کرے اور اصحاب کو برا نہ کہے اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے افک کا قائل نہ ہو اور کوئی عقیدہ کفریہ نہ رکھتا ہو تو اس کی نماز جنازہ پڑھی جا سکتی ہے۔ اور اگر اہل سنت والجماعت بھی ان کے جنازہ کی نماز پڑھیں یا پڑھا دیں۔ تو کچھ حرج نہیں ہے۔ لیکن جو شیعہ سب شیخین کرے۔ یا اصحاب کو برا کہے اور دیگر کوئی عقیدہ کفریہ رکھتا ہو تو اس کی نماز جنازہ پڑھنا اہل سنت والجماعت کے لیے جائز نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

قادیانیوں پر نماز جنازہ پڑھنے اور ان سے مناکحت جائز قرار دینے والے شخص کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ قادیانی و احمدیہ لاہوری شریعت محمدی کی نگاہ میں کیسے ہیں (۱) آیا وہ کافر ہیں یا نہیں (۲) ان پر جنازہ پڑھا جا سکتا ہے یا نہیں (۳) ان پر نماز جنازہ کی امامت کیسی ہے اور اس امام کا جس کو وہ جائز قرار دیتا ہے۔ کیا حکم ہے (۴) ان کے ساتھ نکاح کیسا ہے۔ اور نکاح کے جائز قرار دینے والے کا کیا حکم ہے۔

﴿ج﴾

حضور نبی کریم ﷺ کے بعد جو بھی نبوت کا مدعی ہو وہ کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہے۔ اسے نبی ماننے والے قادیانی ہوں یا احمدی اور مسلمان ماننے والے لاہوری ہوں۔ دونوں طرح کے لوگ دائرہ اسلام سے خارج ہیں۔ ان کی نماز جنازہ پڑھنا یا پڑھانا جائز نہیں ہے۔ ان سے کسی مسلمان عورت کا نکاح نہیں ہو سکتا۔ اگر نکاح کے بعد خاوند مرزائی مذہب اختیار کر لے۔ تب بھی بوجہ مرتد ہونے کے اس کا نکاح ٹوٹ جاتا ہے۔ ان کے ساتھ

نکاح جائز قرار دیتے والا شخص یا ان کی نماز جنازہ کے جواز کا قائل اگر مرزا صاحب کے دعویٰ نبوت کو جان کر یہ فتویٰ اس بنا پر دیتا ہے کہ ختم نبوت کا عقیدہ اس کے نزدیک اسلام کا بنیادی عقیدہ نہیں ہے۔ تو وہ بھی کافر ہے۔ اور اگر ختم نبوت کا اجماعی عقیدہ جو کتاب و سنت سے صراحۃً ثابت ہے۔ اس پر کامل عقیدہ رکھ کر مرزا صاحب کے دعویٰ نبوت یا اس کے عقائد باطلہ اور اس کے ضلال سے مطلع نہیں ہے۔۔۔ تو وہ کافر نہیں ہے۔ البتہ اس کا فرض ہے کہ بغیر تحقیق مذہب قادیانی اس طرح کا فتویٰ نہ دے۔ اور اس فتویٰ سے رجوع کر کے توبہ کرے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عیسائی میت کو کندھا دینے والے امام کے پیچھے نماز مکروہ ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک امام مسجد نے ایک عیسائی لڑکی کے جنازہ کو کندھا دیا۔ اور ساتھ جا کر اس کی قبر پر دعائے مغفرت مانگی اور ہر قدم پر پھر دعائے مغفرت مانگی۔ اس بارے میں مفتی صاحب کیا فتویٰ صادر فرماتے ہیں۔

﴿ج﴾

بسم اللہ الرحمن الرحیم: عیسائی شخص کے جنازے کو کندھا دینا اور اس کے لیے دعائے مغفرت مانگنی شرعاً ناجائز ہے۔ عیسائیوں کے ساتھ اس قسم کی رواداری کرنا شرعاً نادرست ہے۔ اللہ تعالیٰ نے مشرکین کے لیے دعائے مغفرت سے نہی فرمائی ہے۔ لقولہ تعالیٰ ما کان للنبی والذین امنوا ان یستغفروا للمشرکین ولو کانوا اولی قربی الآیہ۔ اس لیے امام موصوف کا توبہ کر لینی ضروری ہے۔ اگر وہ توبہ نہ کرے تو اس کی امامت مکروہ ہے۔ اور مستحق عزل ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

مرزائیوں اور شیعوں کی نماز جنازہ پڑھانے والوں اور پڑھنے کا حکم؟

﴿س﴾

مسلمانوں کے بعض چکوں میں ایک ایک یا دو دو گھر مرزائیوں اور بد دین شیعوں کے ہیں جب ان میں سے کوئی مرتا ہے تو امام مسجد ان کے چھوٹوں اور بڑوں کی نماز جنازہ پڑھاتا ہے اور چک والے مسلمان امام کے پیچھے کھڑے ہو کر نماز جنازہ پڑھتے ہیں۔ امام کا نظریہ اپنا فیصلہ ہوا کرتا ہے۔ اگر جنازہ نہ پڑھاویں تو مرزائیوں اور شیعوں کا فیصلہ بند سوال یہ ہے کہ امام اور مسلمانوں کو یہ فعل درست ہے یا کہ اس فعل سے اجتناب اور توبہ کریں۔

والجماعت تھا اور میت مرزائی تھی ان کے بارے میں کیا حکم ہے (۴) میت مرزائی کے وارثوں نے مسلمان امام
کے پیچھے نماز جنازہ نہیں پڑھا بلکہ اپنا امام مرزائی مقرر کر کے نماز جنازہ دوبارہ پڑھا نہ مسلمان اس میں شامل ہوئے
اور نہ مرزائی مسلمانوں کے ساتھ جنازہ میں شامل ہوئے۔ لہذا مہربانی فرما کر جو بھی حکم ہو اہل سنت والجماعت کے
نزدیک وہ تحریر فرمایا جاوے۔ امام کے بارے میں اور لوگوں کے بارے میں جنہوں نے نماز جنازہ پڑھا۔

(ج)

غلام احمد قادیانی کو نبی ماننے والے باجماع امت کافر مرتد اور دائرہ اسلام سے خارج ہیں اور اگر مر جائے تو
اس کی جنازہ کی نماز پڑھنا جائز نہیں۔ بقوله تعالى ولا تصل على احد منهم مات ابدا ولا تقم على
قبره انهم كفروا بالله ورسوله وماتوا وهم فاسقون (پ ۱۰ توبہ ع ۱۱)
وفي الدر المختار اما المرتد فيلقى في حفرة كالكلب (در مختار ص ۵۹۲ ج ۱ باب
لا یغسل ولا یکفن (در المختار باب صلوۃ الجنازۃ) بنا بریں صورۃ مسئولہ میں دوسرے مسلمانوں کے کہنے کے
باوجود بھی اس پر نماز جنازہ پڑھانا جائز نہ تھا جن مسلمانوں نے اس پر نماز جنازہ پڑھ لیا ہے وہ سب گنہگار ہو گئے
ہیں سب کو توبہ کرنا لازم ہے اور امام صاحب جب کہ اپنی غلطی کا اعتراف و اقرار کرتے ہوئے توبہ تائب ہو گیا ہے تو
اس کی امامت بلا کراہت درست ہے۔ لقوله عليه السلام التائب من الذنب كمن لا ذنب له الحديث
(۳-۴) ان کا جواب اوپر کے جوابات میں آ چکا ہے۔ فقط واللہ اعلم

شیعہ کا جنازہ پڑھانے والے امام کی امامت کا حکم

(س)

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک امام نے (جو اہل قریہ کو دلیل مقتدا بھی شمار ہوتا ہے) ایک شیعہ
کا جنازہ پڑھایا ہے۔ وہ شیعہ حضرت سیدنا امیر معاویہؓ کو خصوصاً اور صحابہ کو عموماً برا کہتا تھا ہر وقت ایسا ہی کرتا
تھا۔ کسی کی مجلس میں بحث ہوتی تو اس کی زبان سے تبرا نکلتا تھا۔ اور شیخین رضی اللہ عنہما وغیرہ کا تمسک کے الفاظ بھی
وہ کہتا۔ اگر اس امام نے اسے مسلمان سمجھا اور اس کے جنازہ کو جائز سمجھ کر پڑھایا تو کیا حکم ہے۔ اور اگر محض کسی
دباؤ یا دنیاوی غرض سے پڑھایا ہے تو کیا حکم ہے۔ کیا یہ امام فاسق ہے یا نہیں اگر فاسق ہے تو اس کے پیچھے نماز جائز
ہے یا نہ جائز۔ مزید یہ اس کی توبہ کی کیا صورت ہے۔ اعلانیہ توبہ ضروری ہے یا مخفی توبہ کافی ہے۔ بینوا توجروا۔

﴿ج﴾

واضح رہے کہ جو شیعہ کسی مسئلہ ضروریہ کا انکاری ہو مثلاً حضرت علی رضی اللہ عنہ کی الوہیت کا قائل ہو یا تحریف قرآن کا قائل ہو۔ یا جبریل علیہ السلام کو وحی پہنچانے میں غلطی کرنے کا قائل ہو۔ یا صحبت صدیق رضی اللہ عنہ کا انکاری ہو۔ یا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر تہمت (قذف) لگاتا ہو۔ یا سب صحابہ کو جائز اور ان کی تکفیر کرتا ہو تو یہ کافر ہے۔ اور اس کی نماز جنازہ پڑھنا جائز نہیں۔

قال ابن عابدین فی ردالمحتار ص ۳۱۴ ج ۲ وبهذا ظهر ان الرافضی ان کان ممن یعتقد الالوهیة فی علی او ان جبریل غلط فی الوحی او کان ینکر صحبة الصدیق او یقذف السیدة الصدیقة فهو کافر لمخالفة القواطع المعلومة من الدین بالضرورة . اه اور اگر اسلام کے کسی مسئلہ ضروریہ کا انکاری نہ ہو تو وہ مسلمان ہے۔ اور اس کی نماز جنازہ پڑھنا جائز ہے۔ قال فی ردالمحتار بخلاف ما اذا کان یفضل علیا او یسب الصحابة فانه مبتدع لا کافر . الخ ص ۳۱۴ ج ۲

مسئولہ صورت میں اگر یہ شیعہ نوع اول سے تھا۔ تو اس کی نماز جنازہ پڑھنا ناجائز تھا۔ اور دوسری قسم کا تھا تو جائز۔ باقی یہ ایک خاص واقعہ ہے مولوی صاحب نے جس شیعہ کا جنازہ پڑھا ہے وہ کس قسم کا تھا اور مولوی صاحب نے کس بنا پر جنازہ پڑھا۔ تحقیق سے پتہ چل سکتا ہے۔ لہذا سوال میں مختلف قسم کے شیعوں کے بارے میں علیحدہ حکم کا تعین تحقیق کے بعد ظاہر ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

منکر حدیث پرویزی کا جنازہ پڑھانے والے کی امامت کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء شریعت محمدی ﷺ اس مسئلے میں کہ مشہور منکر الحدیث غلام احمد پرویز جس کو جمہور علماء امت نے کافر قرار دیا ہے۔ اس کا ایک دیرینہ ہم عقیدہ ہم مسلک اور مسلک پرویز کا مبلغ مر گیا ہے۔ جب کہ جمہور علماء امت نے پرویز کے متبعین کو بھی خارج از اسلام قرار دیا ہے۔ اس پرویزی پر اہلسنت والجماعت کے ایک پیش امام نے جنازہ پڑھا ہے۔ لہذا (ا) شریعت اسلامی میں مذکور امام کا کیا حکم ہے (ب) نماز جنازہ کی اس امامت کے بعد اس امام کے پیچھے اقتدا جائز ہے۔

﴿ج﴾

بسم اللہ الرحمن الرحیم ۔ امت مسلمہ کے تمام علماء کا متفقہ فیصلہ ہے کہ غلام احمد پرویز بوجہ انکار حدیث کافر ہے۔ لہذا اس فرقہ سے تعلق رکھنے والا پرویز کا متبع دین و فادار بھی کافر ہوگا۔ اور کافر کی نماز جنازہ پڑھنا ناجائز ہے۔

﴿ج﴾

شیعہ دو قسم کے ہیں ایک وہ جن کے عقائد حد کفر تک پہنچ گئے ہوں جیسے قرآن میں تحریف کے قائل ہوں یا حضرت صدیقہ عائشہ رضی اللہ عنہا پر قذف (تہمت) باندھتے ہوں وغیرہ ایسے شیعہ دائرہ اسلام سے خارج ہیں۔ اور ایسے شخص کے جنازہ کی نماز اصلاً درست نہیں۔ کیونکہ شرائط صلوۃ جنازہ میں سے میت کا مسلمان ہونا ہے۔

دوسرے وہ جن کے عقائد حد بدعت تک پہنچے ہوں جیسے کہ وہ سب شیخین کرتے ہوں وغیرہ ان کا یہ حکم ہے کہ اگر جنازہ کی نماز کسی نے نہ پڑھی ہو تب تو پڑھ لینا چاہیے۔ کیونکہ جنازہ مسلم کی نماز فرض علی الکفایہ ہے اور اگر کسی نے پڑھی ہو مثلاً اس کے ہم مذہب لوگ موجود ہیں اور وہ پڑھ لیں گے۔ تو اس صورت میں اہل سنت ہرگز نہ پڑھیں۔ قال فی الدر المختار ص ۳۲۱ ج ۳ الکافر بسب الشیخین او بسب احدھما فی البحر عن الجوھرۃ معزیا للشہید من سب الشیخین او طعن فیھما کفر ولا تقبل توبتہ اخذ الدبوسی وابو اللیث وھو المختار للفتوی انتھی۔ وجزم بہ فی الاشباہ واقرہ المصنف قال المحقق الشامی بعد نقل الخلاف وان الراجح عند المحققین عدم تکفیر نعم لاشک فی تکفیر من قذف السیدۃ عائشۃ رضی اللہ عنہا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

شیعہ کے جنازہ میں اہل سنت کی شرکت کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ ایک جنازہ شیعہ کا ہے۔ جنازہ پڑھنے کے لیے شہرداری یا اخلاق کے طور پر اہلسنت بھی موجود ہیں۔ اہلسنت اہل شیعہ کو کہتے ہیں کہ جنازہ ہم کو پہلے پڑھنے دو لیکن شیعہ کہتے ہیں کہ ہمارا جنازہ ہے۔ خود پہلے پڑھیں گے۔ تم بعد میں پڑھ لینا اب بعض آدمی اہل سنت کے کہتے ہیں کہ ہم جنازہ پہلے پڑھ سکتے ہیں۔ بعد میں نہیں پڑھ سکتے اور بعض کہتے ہیں کہ بعد میں بھی ہم جنازہ پڑھ سکتے ہیں۔ آیا ہم جنازہ پڑھ سکتے ہیں یا نہ ان کے پڑھ لینے کے بعد پڑھ سکتے ہیں۔ اگر پڑھ سکتے ہیں تو پہلے اگر پہلے نہیں پڑھنے دیتے تو ان کے پڑھ لینے کے بعد پڑھ سکتے ہیں۔ بینوا توجروا۔

﴿ج﴾

اگر اس شیعہ میت کے عقائد حد کفر کو پہنچے ہوئے تھے۔ ضروریات دین میں سے کسی مسئلہ کا منکر تھا۔ تو پھر تو اہل سنت اس کا جنازہ نہ پہلے پڑھ سکتے ہیں نہ بعد میں اور اگر محض تفضیلی شیعہ تھا۔ اور مسلمان تھا اور پڑھانے والا امام بھی تفضیلی شیعہ ہے تو پھر تو ان کے ساتھ مل کر جنازہ پڑھنا چاہیے۔ بعد میں نہیں اور اگر مرنے والا مسلمان تھا

وہ اس کا جنازہ پڑھنے والا عقائد کفریہ رکھتا ہے۔ تو پھر آپ اہلسنت کی میت کا جنازہ پہلے بھی پڑھ سکتے ہیں۔ اور بعد میں بھی۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

لیکن اس کے پیچھے نہیں پڑھ سکتے۔ آج کل اس فرقہ کے لوگوں کے عقائد اچھے نہیں۔ اس لیے ان کے جنازہ میں شرکت نہ پہلے کرنی چاہیے نہ بعد میں۔

کسی مرزائی کے قبول اسلام کے حق میں گواہیوں کے سبب جنازہ پڑھانے کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک شخص نے مرزائی (جو کہ متفقہ طور پر کافر ہے) کا جنازہ پڑھایا۔ جب اس شخص سے پوچھا گیا کہ تو نے کافر کا جنازہ کیوں پڑھایا ہے تو اس نے جواب دیا۔ کہ چار پانچ آدمیوں نے گواہی دی ہے کہ وہ مرزائی شخص ہمارے سامنے کلمہ پڑھ کر مسلمان ہوا تھا۔ لیکن لوگوں نے اس سے کہا کہ جو لوگ گواہی دیتے ہیں۔ ان سے یہی گواہی لکھوا کر واضح کرو۔ تو اس شخص کے کہنے پر گواہوں نے گواہی دینے سے انکار کردیا۔ کہ ہم لکھ کر نہیں دیتے۔ اب غور طلب یہ بات ہے کیا وہ شخص جس نے جنازہ پڑھایا ہے۔ وہ مسلمان رہا ہے یا نہیں اور اس کا نکاح باقی ہے یا نہیں۔ مہربانی فرما کر قرآن و سنت کی روشنی میں اس امر کی وضاحت فرمادیں۔

﴿ج﴾

اگر واقعی اس شخص کے مسلمان ہوجانے پر پانچ آدمیوں کی شہادت دینے کی بناء پر امام نے اس کا نماز جنازہ پڑھایا ہے تو شرعاً گنہگار نہیں ہوگا۔ اگر گواہ زبانی شہادت دیتے ہیں تو بھی شہادت کافی ہے۔ گواہوں پر تحریری شہادت لازم نہیں۔

اس امام نے مرزائی کو اس شہادت کی بناء پر مسلمان سمجھ کر جنازہ پڑھایا ہے لہٰذا اس امام کے کفر یا تجدید نکاح کا حکم نہیں کیا جائے گا۔ لیکن اگر اس کے مسلمان ہونے کی کوئی شہادت موجود نہیں تو مرزائی کو مسلمان سمجھنا کفر ہے۔ اور مرزائی کو کافر سمجھتے ہوئے اس کا نماز جنازہ پڑھانا فسق اور گناہ کبیرہ ہے۔ بہرحال امام پر کفر کا حکم نہیں دیا جائے گا۔ مرزائی بالاتفاق کافر ہیں۔ اور ان کا جنازہ پڑھنا پڑھانا اور ان سے میل جول رکھنا حرام اور ناجائز ہے۔ اس لیے آئندہ پوری احتیاط کریں کہ جب تک مسلمان ہونے کا یقینی ثبوت نہ ہو جنازہ نہ پڑھایا جاوے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

جنازہ پڑھانے والا خود گواہ ہے کہ متوفی مرزائیت سے تائب ہو گیا تھا

﴿سوال﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک شخص نے مرزائی کا جنازہ پڑھایا اور وہ کہتا ہے کہ اس نے مرتے وقت میرے سامنے کلمہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھا اور کہا کہ جو شخص نبی علیہ السلام کے بعد نبوت کا دعویٰ کرے وہ کافر ہے۔ نیز اس مرزائی کے رشتہ دار کہتے ہیں کہ متوفی نے کلمہ نہیں پڑھا بلکہ کافر مرا ہے۔ کیا اس کی نماز جنازہ پڑھانے والے امام کا نکاح باطل ہوتا ہے۔ یا نہیں یا اس کا نماز جنازہ پڑھانا کیسا ہے۔ ویسے مرزائی کے نماز جنازہ پڑھانے والے کے لیے کیا حکم ہے۔

﴿جواب﴾

مرزائی بالاتفاق اہل سنت والجماعت کی نظر میں کافر دائرہ اسلام سے خارج ہیں۔ مسلمانوں کے لیے ان کی نماز جنازہ پڑھنا ہرگز ہرگز جائز نہیں۔ لہٰذا جس مولوی صاحب نے دیدہ دانستہ مرزائی کی نماز جنازہ پڑھی ہے۔ اس پر توبہ استغفار لازم ہے۔ نکاح اس کا باطل نہیں ہوا۔ اور اگر مرزائی مذکور نے مرنے سے قبل ہوش کی حالت میں کلمہ طیبہ پڑھ لیا ہے۔ اور حضور ﷺ کے بعد اور مدعی نبوت کو کافر کہا ہے تو پھر وہ شرعاً مسلمان ہو گیا تھا۔ تمام مسلمانوں کو اس کی نماز جنازہ میں شریک ہونا چاہیے تھا۔ فقط واللہ اعلم

شیعہ کا جنازہ پڑھانے والے کی امامت کا حکم

﴿سوال﴾

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ امام اہل سنت والجماعت مسجد کرم پور نے جان بوجھ کر میت شیعہ کی نماز جنازہ پڑھائی ہے۔ کیا یہ جائز ہے یا ناجائز قرآن شریف وحدیث کے حوالہ کے ساتھ تحریر فرما دیں۔ اگر ناجائز ہے تو شریعت نے کیا سزا رکھی ہے۔ یہ بھی آپ قرآن شریف کے حوالہ سے تحریر فرما دیں۔ (۲) جس دن سے امام صاحب نے شیعہ کی نماز جنازہ پڑھائی ہے۔ اس دن سے اہل سنت والجماعت نے امامت سے علیحدہ کر دیا ہے (۳) اب اگر اس امام کو دوبارہ رکھا جاوے تو کس طرح رکھا جائے معہ حوالہ حدیث تحریر فرما دیں (۴) اور جن لوگوں نے یعنی اہل سنت والجماعت کے آدمیوں نے بھی نماز پڑھی ہے۔ ان کے لیے کیا حکم ہے (۵) کیا شیعہ صاحبان کے ہاں کھانا پینا یا شادی۔ موت زندگی دوستانہ۔ لین دین ان لوگوں سے جائز ہے یا ناجائز ہے۔

زید اس کے جواز کے لیے یہ دلیل پیش کرتا ہے کہ حکومت نے رہن وغیرہ اب ختم کردی۔ اب کوئی رہن وغیرہ نہیں ہے۔ تو اب دریافت طلب یہ امر ہے کہ اس زمین مذکورہ کی بیع شرعاً درست ہے یا نہیں اور حکومت کے قانون سے کوئی صورت جواز بیع کی ہوسکتی ہے یا نہیں اور زید اگر امام ہے تو ایسے افعال کے ہوتے ہوئے اس کی امامت درست ہے یا نہیں۔ ان اشیاء سے زید کا فسق ثابت ہوتا ہے یا نہیں (۲) تعریف فاسق از روئے فقہ حنفی اور امامت فاسق کا کیا حکم ہے۔ بحوالہ کتب مفصل تحریر فرمادیں۔ (۳) شیعہ اثنا عشری خارج از اسلام ہے یا نہیں۔ بحوالہ کتب تمام مسائل تحریر فرمادیں۔

الجواب

تنبیہ الولاۃ والحکام علی احکام شاتم خیر الانام مولانا محمد امین الشہیر بابن عابدین الشامی صفحہ ۳۶۷ میں ہے۔ وان سب احدا من الصحابۃ فھو فاسق ومبتدع بالاجماع الا اذا اعتقد انہ مباح او یترتب علیہ الثواب کما علیہ بعض الشیعۃ او اعتقد کفر الصحابۃ فانہ کافر بالاجماع۔ موجودہ وقت میں پاکستان کے شیعہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے سب کو حلال موجب ثواب سمجھتے ہیں اس لیے یہ اسلام سے خارج ہیں۔ ان کا جنازہ پڑھنا جائز نہیں۔ جو شخص امام مذکورہ فی غیرت سے محروم ہے۔ ایسے شخص کی امامت جائز نہیں۔ اسے معزول کردینا واجب ہے۔ حضرت مولانا شبیر احمد صاحب مرحوم کے فعل سے استدلال صحیح نہیں..... یہ فعل کے خود ذمہ دار ہیں ان کا فعل شرعی حجت نہیں (۲) جو زمین اس نے فروخت کردی ہے۔ اس کا فروخت کرنا جائز ہے۔ زمین میں جب مرتہن کا قبضہ رہا تو مرتہن کے ضمان سے زمین مرہونہ نکل گئی۔ اور اب اس کو فروخت کرنا بلاشبہ صحیح ہے۔ البتہ یہ ضروری ہے کہ وہ راہن سابق مرتہن کو اس کی رقم ادا کردے۔ وہ رقم اس مرتہن کی اس کے ذمہ واجب ادا ہے۔ اگر وہ ادا کرنے سے انکاری ہے تو مجرم ہے۔ اس کی زمین سے جو اس مرتہن نے نفع اٹھایا ہے۔ وہ اگرچہ اس کے لیے ناجائز تھا۔ لیکن اس نفع سے بدلے میں اس کا دین ساقط نہیں ہوتا۔ منافع الغصب لا تضمن فقہاء کا مشہور قاعدہ ہے۔ کیونکہ رہن کا معمول (جو مروج) ہے۔ زمین مرہونہ بحکم اراضی مغصوبہ میں ہوتی ہے۔ فاسق مرتکب کبیرہ کو کہتے ہیں۔ اسی طرح صغیرہ کے ارتکاب پر مصر ہونے سے بھی فاسق ہوتا ہے شامی مطبوعہ ایچ ایم سعید ج ۴ ص ۳۷۶ پر مذکور ہے۔ العدل من یجتنب الکبائر کلھا حتی لو ارتکب کبیرۃ تسقط عدالتہ وفی الصغائر العبرۃ للغلبۃ او الاصرار علی الصغیرۃ فتصیر کبیرۃ۔ بعض نے یہ تعریف کی ہے۔ جس کے سیئات حسنات پر غالب ہوں۔ فاسق کی امامت مکروہ تحریمی ہے۔ منحۃ الخالق علی البحر الرائق حاشیہ صفحہ ۳۳۹ ج ا میں ہے۔ قال الرملی فی شرح منیۃ المصلی ذکر الحلبی ان کراھۃ تقدیم الفاسق والمبتدع کراھۃ التحریم. الخ

چار فرض رکعتوں کو دو فرض ماننے والے کے جنازہ کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اندریں مسئلہ کہ ایک شخص نبی کریم ﷺ کو آخری نبی مانتا ہے۔ کلمہ بھی پڑھتا ہے۔ نماز روزہ حج زکوٰۃ صدقہ خیرات بھی کرتا ہے۔ لیکن نماز کے بارے میں یہ کہتا ہے کہ ہر نماز کی صرف دو ہی رکعتیں ہیں۔ اور اسی پر اس کا عمل رہا۔ شخص مذکور کا اسی حالت میں انتقال ہو جاتا ہے۔ کیا اس شخص کا جنازہ پڑھنا جائز ہے یا نہیں اور اگر کچھ لوگوں نے اس کا جنازہ پڑھ دیا ہے تو جنازہ پڑھانے والے امام صاحب اور مقتدیوں کے متعلق کیا حکم ہے۔ ایسے امام صاحب کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں۔ شخص مذکور دیوبندیوں کے پیچھے جمعہ و تراویح بھی پڑھتا تھا اور نماز جنازہ بھی پڑھتا تھا۔ لیکن خود عالم نہیں تھا۔

﴿ج﴾

اگر اس بات کا شرعی ثبوت ہے کہ واقعی یہ شخص ظہر عصر مغرب اور عشاء نمازوں کی دو سے زائد رکعات کی فرضیت کا منکر تھا۔ اور حضر میں اس کا عمل بھی یہی رہا ہے۔ مثلاً ظہر عصر کی دو ہی رکعت پڑھتا رہا ہے۔ تو اس کی نماز جنازہ پڑھنا درست نہ تھا۔ اور جس نے پڑھایا ہے۔ اگر وہ توبہ تائب ہو جائے تو اس کی امامت درست ہے ورنہ امامت سے الگ کیا جاوے۔ مقتدیوں پر بھی لازم ہے کہ وہ بھی توبہ تائب ہو کر استغفار کریں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

مسجد حرام میں جنازہ پڑھے جانے سے استدلال

﴿س﴾

۱۔ کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ مسجد کے اندر نماز جنازہ جائز ہے یا نہیں؟

۲۔ زید کہتا ہے کہ مسجد حرام میں نماز جنازہ پڑھتے ہیں۔ اس لیے یہاں بھی پڑھنا جائز ہے۔ کیا زید کا استدلال درست ہے۔ بینوا توجروا۔

﴿ج﴾

قال في الدر المختار ص ۶۵۲ ج ۱ (وكرهت تحريما) وقيل (تنزيها في مسجد جماعة هو) اي الميت (فيه) وحده او مع القوم (واختلف في الخارجة) عن المسجد وحده او مع بعض القوم (والمختار الكراهة) مطلقا خلاصة بناء على ان المسجد انما بني

للمكتوبة وتوابعها . الخ وهو الموافق لاطلاق حديث ابي داؤد من صلى على ميت في المسجد فلا صلوة له فان في رد المحتار قوله فلا صلوة له هذه رواية ابن ابي شيبة ورواية احمد وابي داؤد فلا شيء له وابن ماجة فليس له شيء وروى فلا اجر له وقال ابن عبد البر هي خطأ فاحش والصحيح فلا شيء له رد المحتار باب صلوة الجنائز ص ۵۹۳ ج ۱

ان روایات سے واضح ہے کہ عند الحنفیہ مساجد میں نماز مکروہ ہے۔

۲۔ مسجد حرام میں نماز جنازہ پڑھنے سے دیگر مساجد میں نماز جنازہ کے جواز پر استدلال نہیں کیا جا سکتا ایک تو اس وجہ سے کہ مسجد حرام اس حکم سے مستثنیٰ ہے۔ جیسا کہ عیدین کی نماز عیدگاہ میں پڑھنا مسنون ہے۔ مسجد میں مسنون نہیں۔ لیکن مسجد حرام میں پڑھنا مسنون ہے۔ اسی طرح نماز جنازہ بھی دیگر مساجد میں جائز نہیں لیکن مسجد حرام میں جائز ہے۔ جیسا کہ اوجز المسالک میں ملا علی کے حوالے سے شرح الموطا للقاری سے نقل کیا ہے ینبغی ان لا یکون خلاف فی المسجد الحرام فانه وضع للجماعات والجمعة والعیدین والکسوفین والاستسقاء وصلوة الجنازة قال وهذا احد وجوه اطلاق المساجد عليه في قوله تعالى انما يعمر مساجد الله الآية ا ه

قلت فلو دخل في حكم المسجد النبوي فلا اشكال في الصلوة على النبي ايضا اه (اوجز المسالک ص ۲۹۶ ج ۲)

دوسری وجہ یہ ہے کہ وہاں کے باشندگان اکثر حنبلی المذہب ہیں۔ اور امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک مسجد میں نماز جنازہ پڑھنا بلا کراہت جائز ہے۔ الغرض یہ دوسرے مذہب والوں کا فعل ہے۔ اور ممکن ہے کہ مسئلے سے ناواقف ہونے کے سبب احناف بھی وہاں نماز جنازہ میں شریک ہوتے ہوں۔ تو اس فعل سے تمسک نہیں کیا جا سکتا۔ الحاصل مسجد میں نماز جنازہ عند الاحناف مکروہ ہے۔ لہٰذا مسجد میں بلا عذر جنازہ نہ پڑھا جائے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم واحکم۔

مسجد میں نماز جنازہ پڑھنا مکروہ ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین دریں مسئلہ کہ مسجد شریف میں نماز جنازہ کا پڑھنا جائز ہے یا نہیں اگر نا جائز ہے تو عرب شریف کے صوبوں میں کیوں مسجد میں نماز جنازہ پڑھی جاتی ہے۔

﴿ج﴾

قال في الدر المختار (وكرهت تحريما) وقيل (تنزيها في مسجد جماعة هو) اي الميت (فيه) وحده او مع القوم (واختلف في الخارجة) عن المسجد وحده او مع بعض القوم (والمختار الكراهة) مطلقا خلاصة بناءً على ان المسجد انما بني للمكتوبة وتوابعها الخ. وهو الموافق لاطلاق حديث ابي داؤد من صلى على ميت في المسجد فلا صلوة له قال في رد المحتار قوله فلا صلوة له هذه رواية ابن ابي شيبة ورواية احمد وابي داؤد فلا شيء له الخ. وليه قوله من صلى على ميت في مسجد يقتضي كون المصلي في المسجد سواء كان الميت فيه او لا فيكره ذلك اخذا من منطوق الحديث ويؤيده ماذكره العلامة قاسم في رسالته من انه روى ان النبي صلى الله عليه وسلم لما نعى النجاشي الى اصحابه خرج فصلى عليه في المصلى قال ولو جازت في المسجد لم يكن للخروج معنى اه مع ان الميت كان خارج المسجد شامی ص ۶۵۳ ج ۱ باب صلوة الجنائز ان روایات سے واضح ہے کہ عند الحنفیہ مسجد جماعت میں نماز جنازہ مکروہ ہے۔ اور اس میں اختلاف ہے کہ مکروہ تحریمی ہے یا تنزیہی۔ حاشیہ مشکوٰۃ کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ مکروہ تنزیہی کو ترجیح ہے۔ ویظہر ان الاولیٰ کونها تنزیها الا لحدیث ليس هو نصا غير مصروف ولا مقرون بالفعل بل وعيد (حاشیہ مشکوٰۃ شریف ص ۱۴۵) فقط واللہ اعلم

کیا عیدگاہ میں نماز جنازہ ادا کرنا جائز ہے؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اندریں صورت کہ میت کا جنازہ عیدگاہ میں جائز ہے پڑھنا جائز ہے۔ بینوا توجروا

﴿ج﴾

واللہ اعلم بالصواب بعد ملاحظہ مفہوم صورت مندرجہ الصدر نماز جنازہ عیدگاہ میں مطلقاً جائز ہے۔ جیسا کہ فتاویٰ عالمگیریہ مترجم کے صفحہ ۲۴۲ پر مرقوم ہے کہ نماز جنازہ گھروں میں مکانوں میں عیدگاہ میں جائز ہے علی ھذا القیاس شامی کتاب الجنائز میں بھی مرقوم ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔ الجواب صحیح۔ فتاویٰ عالمگیریہ سے یہ مسئلہ ثابت ہوتا ہے کہ عیدگاہ میں نماز جنازہ ادا کرنا جائز ہے کراہت جنازہ والی مسجد میں ہے جہاں نماز پنجگانہ ادا ہوتی ہے۔ کما قال وصلوة الجنازة في المسجد الذي تقام فيه الجماعة مكروهة الخ عالمگیری مطبوعہ مکتبہ ماجدیہ کوئٹہ ص ۱۶۵۔

قبرستان کی حدود میں واقع مسجد میں نماز جنازہ پڑھنے کا حکم

﴿س﴾

ایک مسجد جو کہ قبرستان کی حد میں ہے۔ یہاں وقتی امام اور موذن مقرر نہیں اکثر تین وقت یا کئی مہینے گزر جاتے ہیں کوئی اذان اور جماعت نہیں ہوتی۔ اسی مسجد کے صحن میں نماز جنازہ ادا ہوتی ہے۔ جب کہ مسجد کے قریب اور جگہ موجود ہے اگر کوشش کریں تو وہ معین ہو اور جو کہ جنازہ گاہ کا کام دے سکتی ہے۔ (۱) اسی مسجد کے اسی صحن میں جہاں نماز جنازہ ادا ہوتی ہے۔ وہاں کبھی کبھار ایک صاحب آ کر جمعہ پڑھاتے ہیں۔ کیا نماز جمعہ جائز ہے یا نہیں۔ (۲) کیا نماز فرض با جماعت جائز ہے یا نہیں کیونکہ وہاں اسی صحن میں نماز جنازہ ادا ہوتی ہے (۳) کیا نماز جنازہ جائز ہے۔

﴿ج﴾

اگر یہ مسجد پنج وقتہ نماز کے لیے تعمیر کی گئی ہے۔ نماز جنازہ کے لیے خصوصاً نہیں بنائی گئی ہے تو اس مسجد میں بلاعذر نماز جنازہ پڑھنا مکروہ ہے۔ نماز جنازہ مسجد سے باہر پڑھا کریں۔ اگر اس بستی میں جمعہ کے شرائط موجود ہیں تو اس مسجد میں نماز جمعہ جائز ہے۔ مسلمانوں پر لازم ہے کہ اس مسجد کو باقاعدہ طور پر آباد کریں۔ اس میں پانچ وقتہ نماز با جماعت کا اہتمام کریں۔ جمعہ بھی شروع کر دیا جائے۔ اگر جمعہ کا اس مسجد میں دوام نہیں کر سکتے تو اگر قریب کوئی اور جامع مسجد ہو تو پھر بہتر ہے۔ اس مسجد میں نماز جمعہ ادا کریں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

گرمی کے سبب جنازہ مسجد میں پڑھنے کی شرعی حیثیت

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ہمارے یہاں جامع مسجد کی محراب میں کوئی کھڑکی اور دروازہ وغیرہ نہیں ہے اور نہ بننے کی گنجائش ہے کیونکہ محراب کی طرف دیواریں پتھر کی بنی ہوئی بہت موٹی ہیں۔ جمعہ کے دن سخت گرمیوں میں نماز جنازہ کے لیے نماز جمعہ کے بعد باہر جانا پڑتا ہے۔ جس کی وجہ سے بہت سے لوگ شرکت نہیں کر سکتے اور سخت سردی میں باہر جانے کی صورت میں بھی نماز جنازہ میں سب شرکت نہیں کر سکتے (الف) کیا ہم مسجد کے اندر میت رکھ کر نماز جنازہ ادا کر سکتے ہیں۔ جیسے کہ تمام عرب میں بھی مسجد کے اندر نماز جنازہ ادا کرتے ہیں۔ (ب) یا محراب سے باہر کی طرف میت رکھ کر اندر تمام لوگ نماز جنازہ ادا کر لیں۔ اس صورت میں میت صرف آنکھوں سے اوجھل ہوگی لیکن میت کا آنکھوں کے سامنے ہونا ضروری ہے۔ آخری دو صورتوں میں کون سی صورت پر عمل کیا جا سکتا ہے۔ دلائل کے ساتھ جواب سے نوازیں۔

مسجد کے صحن میں نماز جنازہ پڑھنے کا حکم

﴿س﴾

ایک مسجد جو کہ قبرستان کی حد میں ہے۔ وہاں کوئی امام اور موذن مقرر نہیں۔ اکثر کئی ہفتے بلکہ کئی مہینے گزر جاتے ہیں کوئی اذان اور جماعت نہیں ہوتی۔ اسی مسجد کے صحن میں نماز جنازہ ادا ہوتی ہے۔ جب کہ مسجد کے قریب اور جگہ موجود ہے۔ اگر کوشش کریں۔ تو وہ زمین ہموار ہو کر جنازہ گاہ کا کام دے سکتی ہے۔

۱۔ اسی مسجد کے اسی صحن میں جہاں نماز جنازہ ادا ہوتی ہے۔ وہاں کبھی کبھار ایک صاحب آ کر جمعہ پڑھاتے ہیں۔ کیا نماز جمعہ جائز ہے یا نہیں۔

۲۔ کیا نماز فرض با جماعت جائز ہے یا نہیں کیونکہ وہاں اسی صحن میں نماز جنازہ ادا ہوتی ہے۔

۳۔ کیا نماز جنازہ جائز ہے یا نہیں۔ کیونکہ جہاں نماز جمعہ کبھی کبھار ہو اور کبھی کبھی جماعت ہوتی ہے۔

﴿ج﴾

اگر یہ مسجد پنجوقتہ نماز کے لیے تعمیر کی گئی ہے۔ نماز جنازہ کے لیے خصوصاً نہیں بنائی گئی ہے تو اس مسجد میں عند الاحناف نماز جنازہ پڑھنا مکروہ ہے۔ نماز جنازہ مسجد سے باہر پڑھا کریں۔ نماز پنجوقتہ با جماعت ہو یا منفرداً ہو جائز ہے۔ اگر اس بستی میں جمعہ کے بقیہ شرائط موجود ہیں۔ تو اس مسجد میں نماز جمعہ جائز ہے۔ مسلمانوں پر لازم ہے کہ اس مسجد کو باقاعدہ طور پر آباد کریں۔ اس میں پنجوقتہ با جماعت نماز کا اہتمام کریں۔ جمعہ بھی دائما شروع کر دیا جائے۔ اگر جمعہ کا اس مسجد میں دوام نہیں کر سکتے تو اگر قریب کوئی اور جامع مسجد ہو تو پھر ہمیشہ اس مسجد میں نماز جمعہ ادا کریں۔ فقط واللہ اعلم۔

ساس سے ناجائز تعلقات رکھنے والے پر نماز جنازہ

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ مسمی زید کا تعلق ناجائز اپنی ساس کے ساتھ مدت تک رہا۔ حرمت مصاہرت کے مطابق اس پر اس کی زوجہ ہمیشہ کے لیے حرام ہو گئی۔ ملزم کے اقرار کے مطابق مفتی صاحب نے فتویٰ صادر کیا۔ ترک سوال ۱ کی لیکن ملزم بدستور اپنی زوجہ کے ساتھ تعلق زوجیت قائم رکھے رہا۔ اب وہ ملزم فوت ہو چکا ہے۔ اس کا جنازہ از روئے شرع شریف جائز ہے یا نہیں۔ (۲) اگر کوئی امام اس مجرم کا جنازہ دیدہ و دانستہ کرائے

اس کی امامت اب جائز ہے یا نہیں (۳) جو لوگ دیدہ و دانستہ اس ملزم کے جنازہ میں شریک ہوئے شرع شریف میں ان کے لیے کیا حکم ہے۔ (۴) زوجہ طلاق سے اگر فوت ہو جائے تو اس کا جنازہ جائز ہے یا نہیں۔

﴿ج﴾

بسم اللہ الرحمن الرحیم (۱) چونکہ یہ شخص مسلمان ہی تھا۔ باقی یہ حرام کاری اس کی گناہ کبیرہ ہے۔ اس لیے اس کی نماز جنازہ ادا کرنا بھی فرض کفایہ ہے۔ مسلمان شخص اگرچہ زانی شرابی ہی ہو تب بھی اس کی نماز جنازہ فرض کفایہ ہے۔ حدیث شریف میں وارد ہے صلوا علی کل بر و فاجر او کما قال (۲) اس کی امامت درست ہے (۳) یہ لوگ بدستور مسلمان ہی ہیں جنازہ پڑھنے سے کوئی فرق نہیں آیا ہے۔ (۴) اس کا بھی جنازہ فرض کفایہ ہوگا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح محمد انور شاہ غفر لہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

عدالتی طلاق کی بنیاد پر دوسری جگہ بیاہنے والے کے جنازہ کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک شخص نے دعویٰ تنسیخ نکاح کر کے اپنی لڑکی کو عدالت کے ذریعہ چھوڑوا کر دوسری جگہ نکاح کروایا ہے۔ جب کہ اس کے پہلے خاوند نے طلاق نہیں دی۔ اور وہ لڑکی دوسرے گھر آباد ہے۔ کیا اس لڑکی کے والدین اور اس کے والدین کے بالغ و نابالغ بچوں کا جنازہ پڑھنا پڑھانا جائز ہے یا نہیں۔ اس کا مدلل و مفصل جواب تحریر فرماویں۔

﴿ج﴾

لڑکی اور اس کے والدین اور بالغ و نابالغ بچوں کا جنازہ پڑھنا لازم ہے۔ حدیث شریف میں ہے۔ صلوا علی کل بر و فاجر الحدیث. شرح فقہ اکبر ملا علی قاری ص ۱۴۱۔ فقط واللہ اعلم

بدکار کے جنازہ کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک لڑکی جو کنواری تھی اس نے زنا کروایا۔ زنا کو حلال جان کر کرواتی رہی۔ چند آدمیوں سے تقریباً سات ماہ پہلے اس کے محلے والوں نے اس کے والدین کو روکا کہ تم اس

برے فعل سے باز آ جاؤ۔ اس کے والدین نہ حرام اور نہ حلال جانتے ہیں۔ چند ماہ قبل اس کے وارثوں کو معلوم ہوا اس زانیہ کے ماموں تھے اپنے گھر لے گئے۔ بجز اس فروخت کرنے کے کہ حمل گرا کر فروخت کر دیں گے۔ لیڈی ڈاکٹر سے علاج کراتے ہوئے ہلاک ہو گئی ہے اور ایک ماہ قبل قاضی کو پتہ چلا اس کے والدین کو سمجھایا کہ اس فعل سے باز آ جاؤ لیکن وہ نہ رکے۔ دوائی جاری رکھی۔ دوائی کرتی ہوئی ہلاک ہو گئی۔ پھر قاضی صاحب کے پاس آئے کہ جنازہ کے لیے آئیں لیکن قاضی نے کہا میں جنازہ نہیں کرتا اور بزرگ بھی عالم باعمل جامعہ اسلامیہ بہاولپور کے فارغ التحصیل تھے۔ اسی گاؤں میں تشریف فرما تھے۔ انھوں نے بھی کہا کہ جنازہ نہیں ہوتا۔ یہ واقعہ سچا ہے۔ مدرسے کے پاس بیٹھ کر قاضی نے بیان بھی لیے گواہ حافظ عبدالغفور اور دونوں ماموں حافظ سعید خان کئی لوگ یہ اعتراض کرتے ہیں۔ دنیاداری کے لیے جنازہ کر لیا تھا۔ آپ جو کہتے ہیں کہ پڑھنا تھا اور جو کہتے ہیں کہ نہیں ہوتا۔ ان کے متعلق قرآن اور حدیث کی روشنی میں بیان کر دیں۔

﴿ج﴾

زناکاری گناہ کبیرہ ہے۔ اور اس کا مرتکب فاسق و فاجر ہے۔ کافر نہیں ہے لہٰذا اس کے جنازہ کی نماز پڑھنی چاہیے تھی۔ حدیث شریف میں ہے۔ صلوا علی کل بر و فاجر الحدیث (شرح فقہ الاکبر ص ۱۱۹) یعنی ہر ایک نیک و بد کے جنازہ کی نماز پڑھو البتہ اگر زجراً ایسے لوگ شریک نہ ہوں کہ جو مقتدا ہیں اور دوسرے لوگ نماز پڑھ لیں تو ایسا کرنا درست ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

تین طلاقیں دے کر کسی شیعہ کے کہنے پر دوبارہ عورت رکھنے والے کے جنازہ کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک مرد نے اپنی عورت کو طلاق دی ہے۔ بعد میں وہ مرد شیعہ کے ذاکروں کے پاس چلا گیا۔ تو انھوں نے کہا کہ یہ عورت تم پر حرام نہیں ہے۔ تو اس مرد نے دوسری دفعہ نکاح نہیں کیا۔ وہی پہلے نکاح میں رکھا جس میں طلاق مغلظہ ہو چکی ہے۔ بعد میں وہ مرد فوت ہو گیا تو مولویوں نے فتویٰ دیا کہ اس کی نماز جنازہ پڑھنا شریعت میں منع ہے۔ تو اس آدمی کو بغیر جنازہ پڑھے دفن کیا گیا ہے۔ اب حضور کی خدمت میں عرض ہے کہ ایسے آدمی کا نماز جنازہ پڑھنا چاہیے تھا یا نہیں اور جس مولوی نے فتویٰ دے کر بغیر نماز جنازہ پڑھے دفن کرایا۔ اس کے لیے کیا حکم ہے۔

﴿ج﴾

مطلقہ مغلظہ کے ساتھ بغیر حلالہ کے دوبارہ نکاح کرنا حرام ہے۔اس لیے یہ شخص مرتکب کبیرہ ہے اور مرتکب کبیرہ کے جنازہ کی نماز پڑھی جاوے گی۔ اور کافر کی نماز جنازہ نہیں پڑھی جاوے گی۔ لقولہ علیہ الصلوٰۃ والسلام صلوا علی کل بر وفاجر وفی الدر المختار علی ھامش رد المحتار باب الجنائز ص ۶۴۲ ج ۱ وھی فرض علی کل مسلم مات خلا اربعۃ بغاۃ وقطاع طریق الخ

اور جس مولوی صاحب نے نماز جنازہ نہ پڑھنے کا حکم دیا ہے۔اس کو توبہ تائب ہونا چاہیے۔البتہ اگر زجراً ایسے لوگ شریک نہ ہوں جو مقتدا ہیں۔اور دوسرے لوگ نماز پڑھ لیں تو ایسا کرنا درست ہے۔ فقط واللہ اعلم

منکوحۂ غیر کو بغیر طلاق ونکاح رکھنے والے کے جنازہ کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک علاقہ میں علی الاعلان لوگ منکوحہ غیر کو استعمال کرتے ہیں۔اس طریقہ سے مثلاً زید کی منکوحہ ہے۔وہ زید سے اغوا ہو کر بکر کے پاس چلی گئی۔اب بکر کئی سال اپنی زوجہ کی طرح اپنے گھر میں رکھتا ہے اور اپنے گھر کا سارا کام خورد ونوش اسی عورت کے ہاتھ سے کراتا ہے اور اس سے کئی اولاد بھی جنے گئے۔وہ بھی بکر کو اور بکر کی اس منکوحہ کو والد اور والدہ کے لفظ سے پکارتے ہیں۔ اور اس کام سے منع نہیں ہوتے اگرچہ کئی دفعہ علماء وقت نے منع کیا۔مگر ہمارے علاقہ میں جاہلیت ہے۔کہ زید کی منکوحہ اگر بکر کو چلی گئی بطریقہ اغوا تو بکر کی منکوحہ یا بکر کے قبیلہ میں دوسرے کسی کی منکوحہ زید کو یا زید کے قبیلے کو بطریقہ اغوا چلی جاتی ہے۔وہ بھی بکر کا قبیلہ اس منکوحہ کو اپنی منکوحہ کی طرح تا حین موت استعمال کرتے ہیں۔اور اس سے اولاد بھی جنتے ہیں اور ایک دوسرے کو والدین کے لفظ سے پکارتے ہیں اب اگر ایسا آدمی مرگیا۔مرد ہو یا زن ایسے آدمی کا جنازہ کس طرح کریں گے۔حضور ﷺ نے تو مرجوم کا جنازہ نہیں پڑھا تھا تو حضور ﷺ کا جنازہ نہ پڑھنا ظاہر ہے کراہتہً وزجراً تھا۔نیز امام مالکؒ صاحب کا قول ہے کہ مرجوم پر جنازہ نہ پڑھے نیز زہری کا قول ہے کہ لایصلی علی المرجوم اصلاً نقلاً عن حاشیہ الھدایہ تو جب مرجوم کے جنازہ میں اختلاف ثابت ہے۔باوجودیکہ یسلم نفسہ لاستیفاء حق مستحق عنہ بھی ہے۔تو زانی جو مدوامت کرتا ہے۔تا حین موت اور توبہ بھی نہیں کرتا اس کا کیا حکم ہے۔نیز دلالۃ النص یا عبارۃ النص سے بھی ایسا مستفاد ہوتا ہے۔کہ اس آدمی نے تو حرام کو حلال کہا۔اب اس آدمی کے بے علماء وقت پر کیا فرض ہے۔اگر اس طریقہ سے منع ہو جاتا ہے کہ علماء وقت ایسے آدمی پر جنازہ نہ پڑھیں اعانۃً یا زجراً یا اور کسی طالب علم سے پڑھنے کو کہہ دیں یا اور کوئی جنازہ پڑھے یا کسی اور طریقہ سے کیا جاوے۔علماء وقت اگر اس بات پر اتفاق کریں کہ اس پر جنازہ نہ پڑھیں گے تو کیا کچھ مواخذہ ہوگا یا ثواب۔علماء وقت کو یہ معلوم ہو گیا ہے کہ اگر یہ اتفاق کریں کہ ایسے آدمی سے قطع

تعلق کریں اور جنازہ بھی نہ پڑھیں تو لوگ ایسے حرام کام سے منع ہو جاتے ہیں۔ مگر بعض علماء کہتے ہیں کہ کوئی صریح کفر نہیں ہے کہ ہم جنازہ نہ پڑھیں اس وجہ سے جنازہ پڑھتے ہیں اور بعض علماء من رای منکم الحدیث سے استدلال پکڑتے ہیں۔ باقی جواب جو بھی ہو۔ وہ از روئے شرع عنایت فرماویں مگر حوالہ کتب ضروری ہے۔ ہمارے علاقہ میں اس مسئلہ پر بہت اختلاف ہے۔ لوگ حرام کام سے علماء کے اتفاق سے منع ہو جاتے ہیں اور اختلاف سے اور بھی مرتکب ہو جاتے ہیں۔ بینوا توجروا۔

﴿ج﴾

ایسے شخص کی نماز جنازہ علماء تغلیظاً نہ پڑھیں۔ البتہ اگر عامۃ المسلمین میں سے کوئی پڑھ لے۔ تو جائز ہے۔ انہیں روکا نہ جاوے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی بعض لوگوں کا جنازہ خود تو زجراً نہیں پڑھا۔ اور دوسروں کو اجازت دی کما ورد فی الاحادیث الکثیرۃ۔ علامہ شامی نے قاتل نفس کے متعلق یہی تحقیق فرمائی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

خودکشی کرنے والے کی نماز جنازہ

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ۔

کہ ایک شخص مجنون تھا اور اس جنون کی حالت میں اس نے خودکشی کر لی۔ کیا اس کی نماز جنازہ اس پر جائز ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا۔

﴿ج﴾

اس شخص پر نماز جنازہ ضرور پڑھی جائے گی۔ لحدیث صلوا علی کل بر و فاجر۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

خودکشی کرنے والے اور زانی پر نماز جنازہ

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں۔ علماء دین دریں مسئلہ اگر زانی عورت قتل ہو جائے تو اس کا جنازہ شرعاً درست ہے یا نہیں۔

(۲) خودکشی کرنے والے کے متعلق مشہور ہے کہ یہ حرام موت ہے۔ کیا خودکشی کرنے والے کا جنازہ پڑھنا درست ہے یا نہیں۔

﴿ج﴾

(۱۔۲) زانی وزانیہ کا بغیر جنازہ دفنانا جائز نہیں۔ البتہ ایسے بزرگ کو جو قوم کا مقتدا ہو ان کی نماز جنازہ میں زجراً و توبیخاً شریک نہ ہونا چاہیے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

خودکشی کرنے والے مسلمان کی نماز جنازہ پڑھی جائے گی؟

﴿س﴾

مسلمان خودکشی کرنے والے شخص کا چاہے وہ مرد ہو یا عورت نماز جنازہ اسلامی رو سے جائز ہے یا ناجائز۔ ذرا وضاحت سے سمجھائیں اور فتویٰ دیں۔

﴿ج﴾

فتویٰ اسی پر ہے کہ جو شخص خودکشی کرے اس کے جنازہ کی نماز پڑھی جاوے۔ کما فی الدر المختار ص من قتل نفسه (ولو عمدا يغسل ويصلي عليه) به يفتى. ص ۱۲۳۳ ج ۱

محمد [illegible] مفتی مدرسہ قاسم العلوم کچہری روڈ ملتان

خودکشی کرنے والا فاسق ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک شخص نے ایک عورت کے ساتھ نکاح کرنے کی کوشش کی لیکن نکاح نہ ہو سکا۔ پھر اس عورت کے گھر جا کر اسے کہا کہ ساتھ چلو۔ لیکن اس نے ساتھ جانے سے انکار کیا۔ اس آدمی نے عورت کو گولی مار دی۔ پھر اس آدمی نے اپنے آپ کو بھی گولی مار دی۔ بعد ازیں تین گھنٹے تک زندہ رہے۔ پھر اس نے توبہ بھی کی۔ آیا یہ شخص شہید کہلا سکتا ہے۔

﴿ج﴾

جان بوجھ کر اپنے آپ کو قتل کرنے والا شہید نہیں کہلاتا۔ یہ شخص اپنے نفس پر باغی اور فاسق کہلاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ معاف فرمائے۔ فقط واللہ اعلم

غائبانہ نماز جنازہ درست نہیں

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک مریض عرصہ دس سال کے بعد بیماری کی وجہ سے انتقال کر گیا

جس کی نماز جنازہ مطابق مورخہ ۲۳۔۷۔۹۰ء کو بعد از نماز عصر جامع مسجد ریلوے کوارٹر میں حضرت مولانا [illegible]
الرضوی خطیب نے تقریباً تیس چالیس آدمیوں کے ساتھ پڑھائی۔

اب اس کی نماز جنازہ غائبانہ مورخہ ۲۳ جولائی ۹۰ء کو دفن کرنے کے بعد ملتان ریلوے اسٹیشن پر دوبارہ پڑھانے کا بندوبست کیا جا رہا ہے۔ مجھے آپ تحریری عنایت فرماویں کہ یہ نماز جنازہ اس شہر میں متوفی کے دفن کیے جانے کے بعد تیسرے دن بمذہب حنفیہ میں جائز ہے یا کہ نہیں۔

﴿ج﴾

صورت مسئولہ میں غائبانہ نماز جنازہ حنفیہ کے ہاں درست نہیں۔ لہذا ایک دفعہ نماز جنازہ پڑھنے اور دفن کرنے کے بعد جس کو تین دن گذر چکے ہوں دوبارہ نماز جنازہ نہ پڑھا جاوے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

شہید کی نماز جنازہ بھی ادا کی جائے گی

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ شہید کی نماز جنازہ پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟

﴿ج﴾

احناف کے نزدیک جیسے دوسرے اموات مسلمین کا جنازہ پڑھنا واجب ہے۔ اسی طرح شہید کی نماز جنازہ پڑھنا بھی واجب ہے۔ چنانچہ حضور اکرم ﷺ نے غزوہ احد میں سید الشہداء حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور دوسرے شہداء کی نماز جنازہ پڑھی ہے۔ متعدد روایات سے یہ ثابت ہے۔ اور سید الشہداء رضی اللہ عنہ کا تو حضور اکرم ﷺ نے بار بار جنازہ پڑھا۔ غزوہ احد میں ستر صحابہ شہید ہو گئے تھے ان کی نماز پڑھنے کے وقت حضرت حمزہ کا پہلے جنازہ پڑھا اور پھر میت سامنے ان کی رکھی رہتی تا آنکہ سب شہداء کی نماز جنازہ ادا کی۔ فتح القدیر مصری ص ۲۴۵ ج ۱ وقد روى الحاكم عن جابر رضي الله تعالى عنه قال فقد رسول الله صلى الله عليه وسلم حمزة حين فاء الناس من القتال فقال رجل رأيته عند تلك الشجرة فجاء رسول الله صلى الله عليه وسلم نحوه فلما رآه ورأى ما مثل به شهق وبكى فقام رجل من الانصار فرمى عليه بثوب ثم جئ بحمزة فصلى عليه ثم بالشهداء فيوضعون الى جانب حمزة فيصلي عليهم ثم يرفعون ويترك حمزة حتى صلى على الشهداء كلهم وقال ﷺ حمزة سيد الشهداء عند الله يوم القيامة (الحديث) البتہ امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کا مذہب یہ ہے کہ شہید

کی نماز و نہیں ہے۔ ھدایہ مع الفتح ص ۴۷۴ ج ا پر ہے۔ ویصلی علیہ ولا یغسل الی ان قال فیہ والش یخالفنا فی الصلوۃ ویقول السیف محاء للذنوب فاغنی عن الشفاعۃ ونحن نقول الص ۃ علی المیت لاظھار کرامتہ والشھید اولی بھا والطاھر عن الذنوب لایستغنی عن الدعاء کالنبی والصبی الخ وفی شرحہ فتح القدیر مصری صفحہ ۴۷۵ فنقول اذا اوجب الصلوۃ علی المیت علی المکلفین تکریماً فلان یوجب علیھم علی الشھید اولٰی لان استحقاقہ لکرامۃ اظھر الخ وکذافی کتب الحدیث والفقہ" لہٰذا ان عبارات حدیثیہ اور فقہیہ سے شہید کی نماز جنازہ کا ثبوت اور وجوب واضح ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

خنزیر کو مارتے ہوئے جو زخمی ہو کر مر جائے، اس پر نماز جنازہ پڑھنا فرض ہے

﴿س﴾

(۱) کسی مسلمان آدمی کو اچانک خنزیر آ کر زخمی کر دے اور وہ فوت ہو جاوے۔ تو اس کو جنازہ اور غسل دینا جائز ہے۔ یا نہیں ۲۔ کوئی مسلمان شغلیہ طور پر شکار کو جا رہا ہے تو اس کو خنزیر زخمی کر دے اور فوت ہو جائے۔ تو اس کو غسل دینا اور نماز جنازہ جائز ہے۔ یا نہیں (۳) کوئی مسلمان اس غرض سے کہ خنزیر علاقے میں بہت ہیں ان کو مار ڈالوں مگر خود زخمی ہو کر مر جائے۔ شریعت اسلام میں اس کے متعلق کیا حکم ہے۔ نیز ایک آدمی کو بغیر غسل اور نماز جنازہ کے دفنایا ہے۔ اس کے متعلق کیا حکم ہے۔ اور جن مولویوں نے فتویٰ دیا ہے کہ غسل اور نماز جنازہ جائز نہیں ان کے متعلق کیا حکم ہے۔ فوراً مر جائے تو کیا حکم ہے۔ اور کئی گھنٹوں تک یا مہینوں تک مر جائے تو کیا حکم ہے۔

﴿ج﴾

خنزیر کا شکار جس نیت سے بھی کرے۔ خنزیر کے لگائے ہوئے زخموں سے مر جانے والے کی نماز جنازہ پڑھنا اسی طرح فرض ہے جس طرح باقی مسلمان اموات کو غسل دینا اور ان کی نماز جنازہ پڑھنا خواہ فوراً مر جائے یا بعد میں مرے کسی مسئلے میں فرق نہیں آتا اگر دفن کر دیا گیا۔ اور غسل نہیں دیا گیا۔ تو قبر کا کھودنا اور اس کو نکالنا درست نہیں۔ البتہ اگر اس کے بدن کے سالم ہونے کا گمان غالب ہے۔ تو قبر پر اس کی نماز جنازہ پڑھ لی جاوے۔ ضروری ہے۔ اور اگر غالب گمان یہ ہے کہ بدن سالم نہیں ہوگا تو نماز جنازہ کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دے میت کا اس میں خاص نقصان نہیں ہے۔ غسل نہ دینے والے اور جنازہ نہ پڑھنے والے گنہگار ہیں۔ ان کو توبہ کرنی لازم ہے جس نے یہ فتویٰ دیا ہے۔ وہ احکام شرعیہ سے بالکل ناواقف معلوم ہوتا ہے۔ اس کو بھی توبہ کرنا علانیہ لازم ہے اور آئندہ اس کو احکام شرعیہ میں فتویٰ دینے سے احتراز کرنا لازم ہے۔ واللہ اعلم۔

بے نماز آدمی کے کفن دفن کا حکم

﴿سوال﴾

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک آدمی نے کبھی بھی اپنی زندگی میں نماز نہیں پڑھی اور ایک شاید بھی نہیں لگتا ہے کہ اس نے نماز پڑھی ہو اب اگر یہ آدمی فوت ہو جائے تو کیا اس کو غسل یا کفن دیں گے یا نہیں۔ اور مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کریں گے یا نہیں۔

﴿جواب﴾

تارک نماز کافر حقیقی نہیں ہے۔ فاسق و فاجر ہے۔ لہٰذا مسلمانوں کی طرح اس کی بھی تجہیز و تکفین کرنی چاہیے۔ اور نماز جنازہ بھی پڑھی جانی چاہیے۔ بے نماز کے دفن کرنے یا مسلمانوں کے قبرستان میں دفن نہ ہونے دینا جائز نہیں ہے۔ حدیث شریف میں ہے۔ صلوا علی کل بر و فاجر (الحدیث)

البتہ عبرت کے لیے ایسا ہو سکتا ہے کہ تارک نماز وغیرہ فساق کی نماز جنازہ مقتدا لوگ نہ پڑھیں۔ بلکہ عوام لوگوں سے کہہ دیں کہ نماز جنازہ پڑھ کر دفن کر دیں تاکہ تارکین نماز کو تنبیہ و عبرت ہو۔ کما ورد فی الحدیث فقط واللہ اعلم۔

میت سامنے نہ ہو تو نماز جنازہ درست نہیں

﴿سوال﴾

کیا فرماتے ہیں علماء اس مسئلہ میں کہ کسی کی غائبانہ نماز جنازہ یعنی اس طرح کہ میت لاہور ہو اور نماز جنازہ ملتان یا کسی دوسرے مقام میں پڑھی جائے۔ کیا یہ نماز جائز ہے اور کیا اس کا کوئی ثبوت کتاب و سنت یا آثار صحابہ میں ہے۔

﴿جواب﴾

مذہب حنفی میں کسی شخص کی غائبانہ نماز جنازہ پڑھنا جائز نہیں ہے۔ البتہ امام شافعیؒ کے نزدیک جائز ہے اور ان کا استدلال یہ ہے کہ نجاشی بادشاہ حبشہ میں فوت ہوا اور حضور ﷺ نے اس کی نماز جنازہ مدینہ منورہ میں پڑھی اور تمام صحابہ نے آپ کی اقتداء کی جیسا کہ حدیث سے ثابت ہے۔ اس کا جواب احناف کی طرف سے یہ دیا جاتا ہے کہ نجاشی بادشاہ کا جنازہ مدینہ میں حضور ﷺ کے سامنے آپ کے معجزے کے طور پر پیش کر دیا گیا تھا اور حضور ﷺ ملاحظہ فرما رہے تھے۔ تو یہ نماز غائب کی نہ ہوئی۔ بلکہ حاضر پر ہوئی۔ یا یہ صرف نجاشی کی خصوصیت تھی

مسنمامنه علی تدبها للمولود المحاق لخاتمه الا رابعة انه فلا يصب زه. نیز مالی اذان کی التو کسی شرعی دلیل سے ثابت نہیں اور حدیث فی امرنا یہ بدعت اور گناہ ہے۔

(۳) جائز ہے۔ وجاز التیمم لخوف فوت صلوٰۃ الجنازۃ (در مختار)

(۴) قبر بنانا یا مکان میں دفن کرنا سوائے انبیاء کے اور کسی کو جائز نہیں۔ ولا ینبغی ان یدفن المیت فی الدور ولو کان صغیرا لاختصاص ھذہ السنۃ بالانبیاء ویہال التراب علیہ وتکرہ الزیادۃ من التراب لانہ بمنزلۃ البناء (درمختار و شامی) طاق فسبح ثم عن جابر قال نہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان یجصص القبر وان یبنی علیہ (مشکوٰۃ باب دفن المیت)

باقی امور کے بارے میں علیحدہ سوال کیا جائے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور عفا اللہ عنہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

تکرار نماز جنازہ، غائبانہ جنازہ پڑھنے کا حکم؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک مریض عرصہ دس سال کے بعد بیماری کی وجہ سے انتقال کر گیا ہے جس کی نماز جنازہ ملتان مورخہ ۲۳-۷-۷۰ کو بعد از نماز عصر ۵ بجے جامع مسجد ریلوے کوارٹر میں حضرت مولانا ضیاء القاسمی خطیب جامع مسجد نے تقریباً تیس چالیس آدمیوں کے ساتھ پڑھائی۔ اب اس کی نماز جنازہ غائبانہ طور پر مورخہ ۲۳ رجولائی ۷۰ء کو دفن کرنے کے بعد ملتان ریلوے اسٹیشن پر دوبارہ پڑھانے کا بندوبست کیا جا رہا ہے مجھے آپ فتویٰ عنایت فرمادیں کہ یہ نماز جنازہ اسی شہر میں دفن کے تقریباً پانچ ایام دفن ہونے کے بعد مذہب حنفیہ میں جائز ہے یا کہ نہیں۔

﴿ج﴾

صورت مسئولہ میں غائبانہ نماز جنازہ حنفیہ کے ہاں درست نہیں۔ لہٰذا ایک دفعہ نماز جنازہ پڑھنے اور دفن کرنے کے بعد جس کو کئی دن گزر چکے ہوں اس کا دوبارہ نماز جنازہ پڑھا جاوے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

شیعہ نماز جنازہ میں بندگی کے لفظ سے نماز فاسد نہیں ہوتی

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علمائے دین مسئلہ ذیل میں کہ ایک میت کا جنازہ کرایا گیا اور جس امام صاحب نے نماز

جنازہ پڑھائی انھوں نے نیت باندھی۔ نیت کرتا ہوں میں اس نماز جنازہ کی نماز پڑھتا ہوں میں واسطے اللہ تعالیٰ جل جلالہ کے چار تکبیر نماز جنازہ فرض کفایہ ثنا واسطے اللہ تعالیٰ کے درود واسطے حضرت محمد ﷺ کے دعائیں واسطے حاضر میت کے منہ طرف خانہ کعبہ شریف کے بندگی اللہ تعالیٰ کی۔ اللہ اکبر ایک معترض نے اعتراض اٹھایا کہ بندگی کا لفظ کہنے سے نماز جنازہ فاسد ہو چکی ہے اور جواب میں دلیل یہ پیش کی کہ بندگی یہ اس چیز کا نام ہے جس میں رکوع سجود پایا جاوے چونکہ جنازہ میں رکوع وسجود نہیں اس لیے جنازہ فاسد ہے۔ اور اس نے حلفیہ بیان دیا ہے کہ نماز جنازہ عبادت نہیں ہے۔ کیونکہ رکوع سجود سے خالی ہے۔

(۲) قربانی کے لیے ایک جانور خریدا گیا اور مکمل حصے ہو گئے رقم ادا کر دی گئی بعد ازاں عیب دار ہو گیا یعنی ٹانگ ٹوٹ گئی اس جانور کے متعلق کیا فرماتے ہیں آیا ذبح کر کے گوشت فروخت ہو سکتا ہے۔ یا کہ صدقہ کرنا چاہیے ان دونوں مسئلوں کے متعلق تفصیلاً جواب مع حوالہ جات بمعہ مہر دار الافتاء ارسال فرماویں۔

﴿ج﴾

ا۔ صورت مذکورہ میں نماز جنازہ صحیح اور درست ہے۔ معترض کا اعتراض سراسر بے جا اور غلط ہے۔ معترض کا یہ کہنا کہ بندگی ہر اس عمل کا نام ہے جس میں رکوع وسجود پایا جاوے۔ اور اس کا حلفیہ بیان دینا کہ نماز جنازہ عبادت نہیں ہے۔ کیونکہ رکوع وسجود سے خالی ہے بالکل غلط ہے۔ اس معترض نے بندگی اور عبادت کا یہ معنی کہاں سے لیا ہے۔ بندگی تو مطلق طاعت کو کہتے ہیں؟ خواہ وہ دل سے ہو زبان سے ہو یا جوارح واعضا کے ذریعے سے ہو۔ مالی طاعت ہو یا بدنی ہو رکوع اور سجدہ اس میں ہو یا نہ ہو۔ یاایھا الناس اعبدوا کے کلام ربانی میں کیا نماز وروزہ زکوۃ حج وغیرہ عبادات داخل نہیں' معترض کا یہ کہنا دعوی بے دلیل ہے۔ اگر بطریق تنزل معترض کی بات مان بھی لیں تو بھی نماز جنازہ کی صحت میں کوئی نقصان لازم نہیں آتا کیونکہ نیت تو دل کے ارادے کا نام ہے۔ زبان سے کہنے کا تو کوئی اعتبار نہیں ہے ظاہر ہے کہ امام مذکور کا ارادہ اس نماز کا ہے جس میں رکوع اور سجدہ نہیں اگرچہ لفظ بندگی کہہ کر بزعم معترض اس نے زبان سے یہ کہا ہے کہ وہ نماز پڑھتا ہوں جس میں رکوع اور سجدہ ہے۔ کما قال فی العالمگیری مطبوعہ مکتبہ ماجدیہ کوئٹہ ص ۶۵ ج ۱ النیۃ ارادۃ الدخول فی الصلوۃ والشرط ان یعلم بقلبہ ای صلوٰۃ یصلی وقال ایضا عزم علی الظہر وجری علی لسانہ العصر یجزیہ کذافی شرح مقدمۃ ابی اللیث ایضاً ص ۶۶ ج ۱ (۲) قربانی کے لیے جو جانور خریدا جائے اور ذبح کرنے سے پہلے وہ ایسا عیب دار ہو جائے کہ اس کے ساتھ قربانی جائز نہ ہو تو ایسی صورت میں غنی

شخص تو اس کی جگہ دوسری قربانی کر لی تو بہتر ورنہ عیب دار جانور کو اس کی مرضی ہے۔ جو کچھ کرے فراغت کرے یا ذبح کرکے اس کا گوشت بیچے یا صدقہ کرے اس کی مرضی پر موقوف ہے۔ اور اگر وہ شخص فقیر ہے تو اس کی طرف سے وہ عیب دار جانور کافی ہے۔ اس کو ہی قربانی کے طور پر ذبح کرے۔ یہ ضروری ہے۔ کما قال فی الدر المختار مطبوعہ ایچ ایم سعید کراچی ص ۳۲۶ کتاب الاضحیہ (ولو اشتراها سليمة ثم تعيبت بعيب مانع) كما مر (فعليه اقامة غيرها مقامها إن) كان غنيا وإن كان (فقيرا اجزاءه ذلك) وكذا لو كانت معيبة وقت الشراء لعدم وجوبها عليه بخلاف الغني الخ والله تعالى اعلم وعلمه اتم واحكم۔ حرره عبد اللطيف غفرله۔ معین مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

نماز جنازہ کی نیت میں دل سے ارادہ ضروری ہے

﴿ س ﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ زید نے قرض دینا ہے کسی کافر ہندو کا اب وہ قرضہ کہاں خرچ کرے۔ (۲) ہمارے علاقہ میں ایک مولوی صاحب نے جنازہ پڑھایا نماز پنجگانہ کی طرح نیت باندھی اور بعد نماز جنازہ بغیر دعا کے ختم کر دی وہ مولوی فرمانے لگے کہ نیت نماز جنازہ ظاہر کرنا غلط ہے۔ نیت میں ارادہ دل کا کافی ہے لہذا نماز جنازہ غلط ہے حالانکہ بڑے بڑے بزرگوں کو دیکھا ہے کیا شرع کے لحاظ سے عمل مولانا کا درست ہے یا نہیں۔ معتبر کتابوں کا حوالہ بخشیں۔ یہ ایک نیا طریقہ نماز جنازہ کا ایجاد مولانا نے شروع کردیا۔

﴿ ج ﴾

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ (۱) زید نے جس شخص کا قرض دینا ہے، اگر وہ شخص اس کو معلوم ہو تو یہ قرض اسی قرض خواہ کو دینا لازم ہے۔ اگر وہ خود موجود نہ ہو تو اس کی فوتگی کی صورت میں اس کے وارثوں کو واپس کر دینا ضروری ہے۔ اگر نہ اس کے وارث معلوم ہوں اور بالکل لاپتہ ہوں۔ تب اس صورت میں اس رقم کو فقراء اور مساکین پر صدقہ کرنا ضروری ہے۔ (۲) (الف) نیت دل کے ارادے کو کہتے ہیں۔ زبان سے کہنا ضروری نہیں اگر کہے بہتر ہے۔ البتہ نیت اگر زبان سے نہ ضروری نہیں۔ والمستحب في النية أن ينوي بالقلب ويتكلم باللسان بأن يقول أصلي صلوة الخ ولو نوى بالقلب ولم يتكلم باللسان جاز بلا خلاف بين الائمة لان النية عمل القلب لا عمل اللسان واستحباب ضمه اليه لما ذكرنا (منية المصلي) ص ۱۵۳ بحواله فتاوى دار العلوم الخامس النية بالاجماع وهي الارادة

لا العلم والمعتبر فيها عمل القلب اللازم للارادة الخ (والتلفظ بها مستحب) وهو المختار (وقيل سنة) يعني احبه السلف او سنه علماؤنا اذلم ينقل عن المصطفى (صلى الله عليه وسلم) ولا الصحابة ولا التابعين بل قيل بدعة درمختار ص ٣٠٦ نقله في الفتح وقال في الحلية ولعل الاشبه انه بدعة حسنة عند قصد... ردالمحتار باب شروط الصلوة بحث النية ص ٣٠٣۔

(۳)(ب) نماز جنازہ کے بعد متصلاً قبل از دفن ہیئت اجتماعیہ کے ساتھ دعا مانگنا مشروع نہیں مکروہ ہے۔ كما في ردالمحتار باب صلوة الجنازة فقد صرحوا عن آخرهم بان صلوة الجنازة هي الدعاء للميت الخ ص ٢٣٣ ج ١. وفي خلاصة الفتاوى ص ٢٢٥ ج ١ لايقوم بالدعاء بعد صلاة الجنازة ومثله في البزازية وفي البحر الرائق ص ١٨٣ ج ٢ وقيد بقوله بعد الثالثة لانه لايدعو بعد التسليم كما في الخلاصة وعن الفضلي لاباس به اه وقال في البرجندي شرح مختصر الوقاية ص ١٨٠ ج ١ ولايقوم بالدعاء بعد صلوة الجنازة لانه يشبه الزيادة فيها كذا في المحيط وعن ابي بكر بن حامد ان الدعاء بعد صلوة الجنازة مكروه وقال محمد بن الفضل لاباس به كذا في القنية وفي مرقات شرح المشكوة باب المشي بالجنازة والصلوة عليها لانه يشبه الزيادة في صلوة الجنازة۔ ان فقہی جزئیات سے معلوم ہوا کہ میت کے جنازہ کے بعد کچھ دعا نہ کرے کہ صلوۃ جنازہ خود دعا میت ہے۔ ان دلائل کے علاوہ یہ بھی واضح ہو کہ جس چیز کا ثبوت نبی کریم ﷺ صحابہ و تابعین و سلف صالحین سے نہ ہو اس پر اقدام کرنا اور اس کو موجب ثواب کہنا اور تارکین پر نکیر کرنا اور ان سے اختلاف و نزاع پیدا کرنا بدعت سیئہ ہے۔ من احدث في امرنا هذا ما ليس منه فهو رد (الحديث مشکوٰۃ) دعا اس ہیئت کے ساتھ کہیں منقول نہیں ہے۔ اس لیے اس کا ترک لازم ہے۔

ہاں دفنانے کے بعد واپس ہونے سے قبل میت کے لیے مغفرت اور تثبیت کی دعا مانگی جا سکتی ہے۔ اور حدیث سے ثابت ہے۔ كما في المشكوة ص ٢٦ وعنه (اي عن عثمان) قال كان النبي صلى الله عليه وسلم اذا فرغ من دفن الميت وقف عليه فقال استغفروا لاخيكم ثم سلوا له بالتثبيت فانه الآن يسأل (رواه ابوداؤد) فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

جنازہ کی آخری تکبیر کہنا امام کو یاد نہیں مقتدیوں کو یاد ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ودریں مسئلہ کہ ایک شخص قضائے الٰہی سے فوت ہوا ہے جس کے جنازہ میں کافی آدمی شامل تھے جنازہ پڑھانے والے پیش امام صاحب نے بعد نماز دعا مانگے میت پر اس نے گواہی دی ہیں۔ کہ ہمیں آخری تکبیر جو چوتھی ہوتی ہے امام نے نہیں کہی تھی وہ امام نے کہہ دی تھی امام کو یاد نہیں اس نے کہا ہے یا نہیں۔ اور سلام پھیر دیا براہ مہربانی شرعی حکم کی وضاحت فرمائیں آیا اس میت کا جنازہ ادا ہوا یا نہیں ہوا۔

﴿ج﴾

سائل کی زبانی معلوم ہوا کہ امام نے کہا کہ مجھے یاد نہیں کہ میں نے چوتھی تکبیر کہی ہے یا نہیں اور سائل نے یہ بھی کہا کہ چھ اور آدمی گواہی دیتے ہیں کہ ہم نے امام کی چوتھی آخری تکبیر سنی ہے۔ لہذا بشرط صحت بیان سائل نماز جنازہ ادا ہو گیا۔ وفی الدر المختار (ورکنها) شیئان (التکبیرات) الاربع الخ (والقیام) ص ۱۲۳ ج ۲ فقط واللہ اعلم۔

نماز جنازہ میں پہلی تکبیر کے علاوہ رفع یدین کرنا خلاف سنت ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین مندرجہ ذیل مسائل کے بارہ میں (۱) کہ اگر امام نماز جنازہ میں رفع یدین قصداً کرے اعادہ صلوٰۃ لازم ہے یا نہیں اور اگر بھول کر رفع یدین کیا تو پھر کیا حکم ہے۔

(۲) آج کل جن زمینوں کو نہروں کا پانی سیراب کرتا ہے اور ٹھیکہ آبیانہ وصول کیا جاتا ہے ان زمینوں پر عشر ہے یا بیسواں حصہ نکالنا واجب ہے؟ بینوا توجروا۔

﴿ج﴾

۱۔ نماز جنازہ میں تکبیر تحریمہ کے بعد ہر تکبیر کے ساتھ کانوں تک ہاتھ اٹھانا خلاف سنت ہے۔ اعادہ صلوٰۃ لازم نہیں۔

(۲) نہری زمینوں میں جن میں پانی کا محصول دیا جاتا ہے۔ نصف عشر واجب ہے۔ کما فی الدر المختار ج ۲ ص ۵۵ ویجب نصفه (ای نصف العشر) فی مسقی غرب ودالیة الخ. وفی کتب الشافعیة او سقاه بماء اشتراه وقواعدنا لاتاباه الخ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

ایک وارث نے جبراً پکی قبر بنوادی

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ۔ میری والدہ کا انتقال تقریباً ۳ سال ہوئے ہو گیا ہے۔ میری والدہ کی قبر جو والدہ کی نصیحت کے مطابق کچی تھی کچھ عرصہ ہوا ایک اور صاحب جو کہتے ہیں یہ میری والدہ کی قبر ہے۔ انھوں نے اس کو پکا بنانا شروع کر دیا۔ جھگڑا بہت ہوا مگر اس صاحب کا تعلق پولیس سے ہے۔ لہٰذا اتنے جھگڑے کے بعد انھوں نے قبر کو پکا بنا لیا۔ مگر میری والدہ کی نصیحت یہ تھی کہ وہ کچی رہے۔ اس بارے میں کیا کیا جائے۔

﴿ج﴾

ایسی بات میں نزاع نہ کریں۔ آپ کو اس میں کوئی گناہ نہیں۔ واللہ اعلم

محمود عفا اللہ عنہ
۲۶/۱۰/۱۳۹۶ھ

میت کو قبر سے نکال کر دوسری جگہ دفنانے کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ مسمی کرم دین مرحوم چند داد خان کا سکونتی تھا۔ اور وہ عرصہ سے تقریباً ملتان میں رہائش اختیار کیے ہوئے تھا۔ مگر جمعہ ۳۱ اکتوبر کو وہ بتقاضائے الٰہی فوت ہو گیا۔ اس کا کوئی وارث موجود نہ تھا اور نماز جنازہ میں شامل نہ ہو سکا۔ چونکہ ان کے ورثاء کو بروقت اطلاع نہ مل سکی اب ان کے ورثاء چاہتے ہیں کہ وہ میت کو قبر سے نکال کر چند داد خان لے جائیں۔ کیا شریعت میں اس کی اجازت ہے کہ پھر قبر سے نکال کر اسے اس کے اصلی گاؤں میں دفن کیا جائے۔

﴿ج﴾

اجازت نہیں ہے۔

اگر قبر میں مدفون نعش تک پانی پہنچنے کا اندیشہ ہو تو؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلے کے بارے میں کہ ہم مدت مدید سے ایک مرحوم بزرگ کی زیارت کو ہر

اصلاح کی خاطر اینٹیں بھی لگا کر سیدھی کر سکتے ہو۔ اور حسب ضرورت میت کو بھی نکال کر قبر کی صفائی وغیرہ کر سکتے ہو۔ اور اگر ایک دفعہ میت پر مٹی ڈال دی ہے تب اگر قبر گر گئی ہے تو اس صورت میں فقط اوپر اوپر سے قبر کی اصلاح کر سکتے ہیں۔ نہ میت کو نکال سکتے ہو اور نہ اس کے اوپر سے لحد کی اینٹیں اٹھا سکتے ہو۔

كما قال في الدر المختار على هامش رد المحتار ص ٦١٠ ج ١ ولا ينبش ليوجه اليها وقال الشامي تحته (قوله ولا ينبش ليوجه اليها) اى لو دفن مستدبرا لها واهالوا التراب لا ينبش لان التوجه الى القبلة سنة والنبش حرام بخلاف ما اذا كان بعد اقامة اللبن قبل اهالة التراب فانه يزال ويوجه الى القبلة عن يمينه حلية عن التحفة وفي الدر المختار على هامش رد المحتار ص ٦٦٢ ج ١ (ولا يخرج منه) بعد اهالة التراب (الا) لحق آدمي كـ (ان تكون الارض مغصوبة او اخذت بشفعة)

(٣) ان دونوں صورتوں میں میت کو نکال کر کے منتقل کرنا جائز نہیں ہے۔ ہاں پانی کے سیلاب کے خطرہ سے حفاظتی بند وغیرہ باندھ سکتے ہیں۔ کما قال فی الشامی ص ٦٦٣ ج ١ واما نقله بعد دفنه فلا مطلقا قال في الفتح واتفقت كلمة المشائخ في امرأة دفن ابنها وهي غائبة في غير بلدها فلم تصبر وارادت نقله على انه لا يسعها ذلك فتجويز شواذ بعض المتأخرين لا يلتفت اليه واما نقل يعقوب ويوسف عليهما السلام من مصر الى الشام ليكونا مع آبائهما الكرام فهو شرع من قبلنا ولم يتوفر فيه شروط كونه شرعا لنا اه ملخصا وتمامه فيه فقط واللہ تعالیٰ اعلم

قبر بیٹھ گئی اور اندر پانی داخل ہو گیا تو کیا کیا جائے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص کا عرصہ قریباً ایک سال سے انتقال ہو چکا ہے۔ امسال بارش کی کثرت کے سبب متوفی کی قبر پھٹ گئی۔ اور اندر پانی داخل ہو چکا ہے۔ اب سوال طلب امر یہ ہے کہ مندرجہ ذیل چار صورتوں میں سے کون سی صورت جائز اور کون سی ناجائز یا حسب حکم شرع شریف کے موافق ہیں۔ (١) نعش کسی دوسرے مقام پر منتقل کر دی جائے۔ (٢) نعش نکال کر قبر کو درست کر کے دوبارہ اس میں دفن کر دیجئے (٣) نعش اپنے مقام پر پڑی رہے۔ اور لحد دوبارہ تیار کر کے قبر مکمل کر دی جائے۔ (٤) قبر جیسے بیٹھ گئی ویسے ہی رہے۔ اور اوپر مٹی ڈال کر قبر مکمل کر دی جائے۔ دوم۔ تارک ہندو اگر مال مویشی مسلم کو امانتاً یا مشترکہ دے کر انقلاب میں چلا گیا۔ اس مال میں سے قربانی وخیرات وغیرہ جائز ہے یا نہیں۔ اگر مالک پہنچایا نہ جا سکے تو اس صورت میں کیا کیا جاوے۔ بینوا توجروا۔

﴿ج﴾

صرف چوتھی صورت جائز ہے۔ (۲) اس کی اجازت حاصل کی جاوے تو بہتر ہوگا۔ احتیاط اس میں ہے کہ اس میں سے قربانی نہ کی جاوے۔ اگرچہ بوجہ استیلاء کے ظاہر یہ ہے کہ وہ مسلمان کا مملوک ہو چکا ہے۔ اس لیے تصرف جائز ہے۔

قبر بیٹھ جائے تو نعش کو نکال کر دوبارہ غسل وکفن دینا درست نہیں

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ مسماۃ غلام یسین اللہ ایلو خان عرصہ تین ماہ ہو گئے کہ فوت ہو گیا تھا جس کو قبرستان میں دفن کر دیا تھا۔ آج مورخہ ۱۷-۶-۲ کو بوجہ بارش کی غلام یسین کی قبر کچھ بیٹھ گئی اس کو دیکھ کر اس کے وارث جناب حاجی محمد یوسف صاحب پاس آئے اور انھوں نے مسمی غلام یسین کی نعش کو باہر نکلوا کر چارپائی پر لٹا کر دوبارہ غسل دے کر کپڑے وغیرہ نئے پہنا کر دوسری قبر تیار کر کے دفن کیا۔ دیگر اس کے وارث اس کو دیکھ کر بہت پریشان ہوئے وہ بار دوا اس کی یادتازہ کی گئی کیا حاجی محمد یوسف نے یہ جائز کام کیا ہے یا ناجائز بینوا توجروا۔

﴿ج﴾

صورۃ مسئولہ میں قبر کے بیٹھ جانے کے بعد قبر سے میت کو نکالنا اور اس کو دوبارہ غسل وکفن دینا یہ سب ناجائز کیا ہے۔ ایسا کرنے والے سب گنہگار ہیں۔ ان کو توبہ کرنا ضروری ہے۔ شامی ص ۶۰۰۔ جلد اولی پر ہے (قوله ولا ینبش لیوجه الیها) ای لو دفن مستدبرا لها واهالوا التراب لاینبش لان التوجه الی القبلة سنة والنبش حرام الخ فقط واللہ اعلم

مالک زمین کی اجازت کے بغیر میت کو دفنایا گیا تو مالک کو نکلوانے کا حق ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع اس مسئلہ میں کہ اگر کوئی شخص اپنے مردے مالک کی اجازت کے بغیر اس کی مملوکہ زمین میں دفن کرے تو مالک زمین کو حق ہے کہ وہ اپنی زمین سے مردہ کو نکال لے جو کچھ حق ہو اس کو دلائل قویہ کے ساتھ کتب معتبرہ کے حوالے کے ساتھ مفصلاً بیان فرمادیں۔ بینوا توجروا۔

﴿ج﴾

اگر میت کو کسی کی زمین میں اس کی اجازت کے بغیر دفن کر دیا گیا ہو تو مالک زمین کو اختیار ہے کہ وہ اس میت کو نکال لینے کا حکم کرے یا اس دفن شدہ میت کے باقی رہنے پر راضی ہو جائے عالمگیری مطبوعہ مکتبہ ماجدیہ کوئٹہ ص ۱۶۷ ج ا میں مذکور ہے اذا دفن المیت فی ارض غیرہ بغیر اذن مالکہا فالمالک بالخیار ان شاء رضی بذلک وان شاء امر باخراج المیت اور وہ چاہے تو زمین ہموار کرکے اس زمین کو استعمال میں بھی لا سکتا ہے۔ وان شاء سوی الارض و زرع فیہا۔ فقط واللہ اعلم۔

مسلمانوں کے قبرستان میں ہندو کی قبر کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارہ میں کہ ایک کافر ہندو کو مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کیا گیا ہے۔ وہ کافر ہندو جو میت کو جلاتے ہیں اور بعض ان میں سے دفن بھی کرتے ہیں۔ وہ کافر ہندو جو بغیر ذبح کرنے کے مردار جانور کو کھاتے ہیں اور بعض کافران کے ہاتھ سے روٹی اور پانی کو نجس لیتے ہیں کافر ہندو کا مسلمان کے قبرستان میں دفن کرنا جائز ہے یا نہیں اگر جائز نہیں تو اس کافر ہندو مدفون کو نکال سکتے ہیں یا نہیں اور مسلمانوں کے قبرستان کی حدود سے کتنا دور دفن کیا جا سکتا ہے۔ دلائل سے واضح فرماویں۔

﴿ج﴾

غیر مسلم میت کو مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کرنا درست نہیں۔ اگر دفن کیا گیا ہو تو اس کا نکال لینا درست ہے۔ صورت مسئولہ میں چونکہ میت گل سڑ گئی ہو گی تو اس تکلیف اور اختلاف سے بچنے کے لیے بہتر صورت یہ ہے کہ بجائے نکال لینے کے قبر کے نشان کو مٹا کر زمین سے ہموار کرایا جاوے اور آئندہ کے لیے کسی غیر مسلم کو مسلمانوں کے قبرستان میں دفن نہ کرنے دیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

مرنے سے قبل قبر کھدوانا

﴿س﴾

ایک شخص لاولد ہے نہ اس کی اولاد ہے اور نہ کوئی اس کا وارث ہے چچا ماموں بھائی وغیرہ کوئی نہیں ہے اس نے نیک ارادہ سے اپنی قبر کھدوائی ہے کہ میں جس وقت مر جاؤں تو اس وقت میری قبر کے لیے کوئی فرد بھیک مانگ کر میری قبر تیار نہ کرے اور ممکن ہے کہ خدانخواستہ میں مرگ کی بیماری سے پہلے لاچار ہو جاؤں تو اس لیے میں نے

اپنی زندگی و ہوش حواس میں قبر تیار کرائی ہے۔ اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ آیا میری موت کہاں ہوگی اگر میں اس جگہ دفن نہ بھی ہوا اور میرے بعد جو بھی اس میں دفن ہوگا تو اس شخص کو اللہ کے واسطے بخش دوں گا ارادہ نیک کر کے قبر تیار کرائی ہے باقی توکل اللہ پر ہے۔ ایمان شریعت پر ہے برائے کرم حکم محمدی یا فعل صحابہ کرام یا عمل تابعین جہاں سے اس کا ثبوت ملے آگاہ کریں اور مشکور فرمائیں۔

﴿ج﴾

زندگی میں قبر تیار کرنے میں اختلاف ہے۔ بعض نے اس کو مکروہ لکھا ہے۔ لیکن جس خیال اور عقیدہ کے تحت سائل نے قبر تیار کرائی ہے۔ اس میں کوئی قباحت معلوم نہیں ہوتی۔ تابعی جلیل القدر و امام عادل حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ سے بھی یہ عمل ثابت ہے۔ ویحفر قبرا لنفسه وقيل يكره در مختار وقال الشامی تحت هذا القول وفي التتار خانيه لاباس به ويؤجر عليه هكذا عمل عمر بن عبدالعزيز والربيع بن خيثم وغيرهما انتهى. ص ۶۶۷ ج ۱.

قبر کے اردگرد احاطہ بنانا اور مختصر تعارف لکھنے کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک بزرگ جن کی تمام زندگی راہ مستقیم پر چلتے اور باطل کے خلاف جہاد کرتے گزری ہو۔ ہزاروں انسان ان کی تبلیغ سے ہدایت پا کر راہ مستقیم پا گئے ہوں۔ ان کی وفات پر ان کی قبر کے اردگرد نشان باقی رکھنے کی نیت سے پختہ یا خام اینٹوں سے احاطہ بنا کر اس پر ان کا نام اور زندگی کا مختصر سا تعارف لکھنا کیسا ہے۔ رہنمائی فرما کر عند اللہ ماجور ہوں۔

﴿ج﴾

بسم الله الرحمن الرحيم. في تيسير الاصول عن جابر رضي الله عنه قال نهى رسول الله صلى الله عليه وسلم ان يجصص القبر وان يبنى عليه وان يقعد عليه وان يوطا اخرجه الخمسة الا البخاري وفيه عن ابن عمر رضي الله عنهما انه راى فسطاطا على قبر عبدالرحمن فقال يا غلام انزعه فانما يظله عمله اخرجه البخاري وفي رد المحتار ص ۶۶۲ ج ۱ واما البناء عليه فلم ار من اختار جوازه الى قوله وعن ابى حنيفة (رحمه الله) يكره ان يبنى عليه بناء من بيت او قبة او نحو ذلك لما روى جابرؓ وذكر الحديث المذكور انتهى. ا ہ

بزرگوں کی قبروں کے نشانات باقی رکھنے کے لیے پکا کرنا درست نہیں

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ اسلاف کے قبوں کی حفاظت یا ان کے نشانات باقی رکھنے کی خاطر ان کی منتشر مٹی کو اکٹھی کرنا۔ یا نئی مٹی ڈالنا۔ یا لپائی کرنا۔ یا پتھر وغیرہ ان پر رکھنا۔ یا کتبات لگانا۔ یا ان کو چونہ کرنا جائز ہے یا نہیں اور ان میں سے کونسی صورت احسن و اولیٰ ہے۔

﴿ج﴾

نشانات قبر کو باقی رکھنے کے لیے قبر کو پختہ کرنا جائز نہیں مٹی سے لپائی وغیرہ کر کے نشان قبر کو باقی رکھا جا سکتا ہے۔ اور لپائی کے لیے مٹی باہر سے بھی لانا جائز ہے فقط واللہ اعلم۔

پکی لحد بنا کر اوپر کچی قبر کھڑی کرنا

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کہ اگر لحد (ساری) کو پکی اینٹوں سے بنا کر مٹی سے بھر دیا جائے اور اس کے اوپر کچی قبر بنائی جائے کیا جائز ہے یا نہیں بینوا توجروا

﴿ج﴾

شامی میں صحیح مسلم کی یہ حدیث نقل فرمائی ہے۔ **نهى رسول الله صلى الله عليه وسلم عن تجصيص القبور وان يكتب عليها وان يبنى عليها رواه مسلم** (ردالمحتار ص ۶۲۷ ج ۱ باب صلوٰۃ الجنائز ص ۲۲۸) (مشکوٰۃ باب دفن المیت ص ۱۴۸) یعنی منع فرمایا رسول اللہ ﷺ نے قبروں کے پختہ کرنے سے اور ان پر کچھ لکھنے سے اور تعمیر کرنے سے پس صورت مسئولہ شرعاً درست نہیں۔ فقط واللہ اعلم

پانی سے بچاؤ کے لیے قبر کے اردگرد پکی اینٹوں کی دیوار بنانے میں کوئی حرج نہیں

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ بارش کی وجہ سے ایک قبر کو سوراخ ہو گیا جس کی وجہ سے پانی کثیر قبر کے اندر داخل ہو گیا ہے۔ اور اس سے قبر کی زمین بہت نیچے ہو گئی ہے۔ اور یہ بھی معلوم نہیں کہ پانی کی وجہ سے صاحب قبر کے ساتھ کیا گزری۔ تقریباً صاحب قبر کے جسم کو تکلیف کا امکان ضرور ہے۔ لہٰذا ارادہ ہے

کہ قبر کے اردگرد سے مٹی ہٹا کر حسب قبر کے چہار طرف تقریباً تین فٹ دیوار قائم کر لی جائے تا کہ اچھی طرح حفاظت رہے کیا شریعت میں اس کے جواز کا ثبوت ہے یا نہیں اگر ہے تو کس طرح ہے اگر نہیں تو کیوں۔

﴿الجواب﴾

قبر کے اردگرد پختہ اینٹوں کی دیوار یا اس کے اوپر قبر بنانا جائز نہیں البتہ اگر پانی رکنے سے بچاؤ کی خاطر چاروں طرف سے ایک دو فٹ اونچی دیوار کچی اینٹوں کی بنائی جائے تو اس میں ظاہر یہی ہے کہ کوئی حرج نہیں ہے۔ جزئیہ کے بارے میں کافی کوشش کی گئی لیکن کوئی جزئیہ میسر نہیں ہوا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

سیم زدہ علاقہ میں قبر بنانے کے لیے پختہ اینٹیں استعمال کرنے کی شرعی حیثیت؟

﴿السوال﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ہمارے علاقہ میں نہر کی وجہ سے سیم ہو رہی ہے ریت کا علاقہ ہے۔ قبریں کچی اینٹوں سے شق بنانے کا دستور ہے۔ اب کچی اینٹیں لگائی جائیں تو سیم کے زیادہ اثر سے قبریں بیٹھ جاتی ہیں۔ کیا ان حالات میں شق کے لیے پختہ اینٹیں استعمال کرنا شرعاً جائز ہے یا نہیں۔

﴿الجواب﴾

کچی اینٹ سے لحد اور شق قائم کرنا جائز ہے۔ اور بلا ضرورت پختہ اینٹ سے لحد یا شق بنانا مکروہ ہے۔ اور اگر سخت ضرورت ہو تو پختہ اینٹ استعمال کرنے کی بھی گنجائش ہے۔ جیسا کہ عبارات کتب فقہ سے ظاہر ہے۔

ويسوى اللبن عليه (درمختار) اي على اللحد بان يسد من جهة القبر ويقام اللبن فيه الخ. شامي. ولا بأس باتخاذ تابوت ولو من حجر او حديد له عند الحاجة كرخاوة الارض الخ (درمختار) وفي رد المحتار قوله ولا بأس باتخاذ تابوت الخ اي يرخص ذلك عند الحاجة والا كره كما قدمناه آنفا. قال في الحلية نقل غير واحد عن الامام ابن الفضل انه جوزه في اراضيهم لرخاوتها وقال لكن ينبغي ان يفرش فيه التراب وتطين الطبقة العليا مما يلي الميت ويجعل اللبن الخفيف على يمين الميت ويساره ليصير بمنزلة اللحد والمراد بقوله ينبغي يسن. شامي ص ۲۶۰ ج ۱ الخ صورت مسئولہ میں مقامی طور پر مقتدر علماء اور اہل تجربہ سے تحقیق کریں اگر کچی اینٹوں سے کام چل سکتا ہے تو بلا ضرورت پختہ اینٹ استعمال نہ کریں۔ اور اگر ضرورت شدیدہ ہو تو گنجائش ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

قبر کو پختہ بنانے کی شرعی حیثیت

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ قبر کو پختہ بنانا۔ اس پر پکی اینٹیں لگانا، قبر کا احاطہ بنانا، قبر کا کتبہ بنانا یا کسی قبر پر میت کے نام کی اینٹ لگانا۔ چونہ سیمنٹ لگانا، قبر پر قبہ بنانا، چراغ جلانا، خیمہ لگانا وغیرہ امور جائز ہیں یا نہ۔ بینوا توجروا۔

﴿ج﴾

صحیح مسلم کی حدیث ہے۔ نهى رسول الله صلى الله عليه وسلم عن تجصيص القبور وان يكتب عليها وان يبنى عليها. رواه مسلم مشکوٰۃ باب دفن المیت ص ۱۴۸ یعنی منع فرمایا رسول اللہ ﷺ نے قبروں کے پختہ کرنے سے اور ان پر کچھ لکھنے سے اور تعمیر کرنے سے۔ پس امور مذکورہ فی السوال شرعاً درست نہیں ہیں۔ قبر پر شناخت کے لیے کوئی علامت رکھنا جائز ہے۔ لما اخرجه ابو داؤد باسناد جيد ان رسول الله صلى الله عليه وسلم حمل حجرا فوضعه عند راس عثمان بن مظعون وقال اتعلم به قبر اخى وادفن اليه من مات من اهلى. ردالمحتار باب صلوٰۃ الجنائز ص ۶۶۲ ج ۱۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

کسی کو بطور امانت دفن کرنا پھر نکالنا

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک شخص غیر وطن میں فوت ہو گیا اور وہاں اس کا کوئی وارث نہیں تھا اور غیر ورثاء نے اس شخص کو وہاں بطور امانت دفن کیا۔ کیا اب وارث اس مدفون شخص کو وہاں سے نکال کر اپنے وطن لا سکتے ہیں یا نہیں۔ نیز یہ کہ بطور امانت کسی شخص کو دفن کرنے کی اصطلاح شرع محمدی میں وارد ہے۔ اگر وارد ہے تو مع حوالہ جواب سے روشناس فرمائیں۔ بینوا توجروا

﴿ج﴾

دفن کرنے کے بعد میت کا قبر سے نکالنا اور دوسری جگہ دفن کرنا شرعاً جائز نہیں۔ جیسا کہ درمختار میں ہے۔ ولا يخرج منه بعد اهالة التراب الخ ص ۶۶۲ ج ۱۔ اس کا حاصل یہ ہے کہ دفن کرنے کے بعد میت کا نکالنا درست نہیں اور یہ حکم عام ہے کہ امانۃً دفن کیا جائے یا نہیں اور امانۃً دفن کرنا شریعت سے ثابت نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

الجواب صحیح محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ

۱۳ جمادی الاولیٰ ۱۳۹۳ھ

نماز جنازہ کے فوراً بعد اور دفنانے کے بعد چالیس یا ستر قدم چل کر دعا مانگنا بدعت ہے

(س)

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ آیا نماز جنازہ کے بعد دعا مانگنا یا قبر پر اذان دینا اور چالیس یا ستر قدم پر دعا مانگنا کیا حدیث اجماع اور فقہ سے ثابت ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا۔

(ج)

بسم اللہ الرحمن الرحیم: (۱) نماز جنازہ کے بعد دفن سے قبل دعا بطریق مروج مانگنا مکروہ ہے۔ کما فی المرقاۃ لملا علی القاری ص ۳۱۹ ج ۳ ولا یدعو للمیت بعد صلوۃ الجنازۃ لانہ یشبہ الزیادۃ فی صلاۃ الجنازۃ وفی البزازیہ علی ھامش العالمگیریہ لا یقوم بالدعاء بعد صلاۃ الجنازۃ لانہ دعا مرۃ لان اکثرھا دعاء اھ۔

وفی البحر الرائق ص ۱۸۳ ج ۲ وقید بقولہ بعد الثالثۃ لانہ لا یدعو بعد التسلیم کما فی الخلاصۃ وعن الفضلی لا باس بہ وقال فی البرجندی شرح مختصر الوقایہ ص ۱۸۰ ج ۱ ولا یقوم بالدعاء بعد صلوۃ الجنازۃ لانہ یشبہ الزیادۃ فیھا کذا فی المحیط وعن ابی بکر بن حامد ان الدعاء بعد صلوۃ الجنازۃ مکروہ وقال محمد بن الفضلی لا باس بہ کذا فی القنیۃ اھ۔ (۲) اذان علی القبر جائز نہیں ہے۔ کما قال فی الشامیۃ ص ۲۸۳ ج ۱ قیل وعند انزال المیت القبر قیاساً علی اول خروجہ للدنیا لکن ردہ ابن حجر فی شرح العباب (۳) اس کا شرعاً کوئی ثبوت نہیں ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

دعا بعد الجنازہ اور قل خوانی کو دین کا جزء قرار دینا بدعت ہے

(س)

کیا فرماتے ہیں علماء دین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ دعا بعد نماز جنازہ فرض ہے یا واجب ہے۔ سنت ہے جائز ہے یا نہ؟ اور اگر کوئی شخص جنازہ کے بعد میت کے ہوتے ہوئے ہاتھ اٹھا کر دعا نہ مانگے اور اس پر لوگ ناراض ہو جائیں۔ اور کہیں کہ فلاں مولوی مانگتا تھا۔ فلاں مانگتا تھا۔ لہٰذا شریعت میں اس کا ثبوت ہے۔ اور مانگنی ضروری ہے تو کیا یہ اور قرآن و حدیث اس کو توڑنا چاہیے یا نہ؟ اور نہ مانگنے والے کو وہابی نجدی کہا جائے۔ قرآن و حدیث

جنازہ کے بعد صفیں توڑ کر دعا کرنا بھی سنت سے ثابت نہیں

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ حال میں ایک اشتہار نظر سے گزرا ہے۔ جس کا عنوان تھا کہ نماز جنازہ کے بعد صفیں توڑ کر دعا مانگنا سنت ہے۔ یہ صحیح ہے یا غلط اگر صحیح ہے تو واضح کردیں کہ سنت مؤکدہ ہے یا غیر مؤکدہ اور غلط ہے تو کیا دلیل ہے۔ آنحضور ﷺ نے کسی جنازہ کے بعد دعا مانگی ہے۔ یا کبھی دعا مانگنے کا حکم فرمایا ہو۔ یا صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے کوئی ایسی چیز منقول ہو۔

﴿ج﴾

پیارے نبی ﷺ صحابہ کرام تابعین عظام و تبع تابعین نے نماز جنازہ کے بعد مستقل دعا (جو کہ آج کل معروف ہے) نہیں مانگی۔

ا۔ خیر القرون میں معمول نہیں تھا۔ یہ صفوف کے توڑنے سے قبل اور بعد اس کے اس لیے اس کو مسنون قرار دینا اور نہ مانگنے والے کو مطعون وملامت کرنا بدعت ہے۔ اور احتراز لازم ہے۔

دلائل عدم جواز دعاء بعد الجنازہ

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ بعد صلوۃ جنازہ کے دعا جائز ہے یا اور کوئی ثبوت قرآن واحادیث نبوی سے بھی ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا

﴿ج﴾

دلائل عدم جواز دعاء بعد الجنازہ بحر الرائق ص ۱۸۳ ج ۲ **وقیدہ بقولہ بعد الثالثۃ لانہ لایدعو بعد التسلیم کما فی الخلاصۃ** فتاویٰ بزازیہ جو عالمگیری جلد چہارم کے حاشیہ پر ہے **الباب الخامس والعشرون فی الجنائز** ص ۹۰ کے حاشیہ میں تحریر ہے **ولا یقوم بالدعاء بعد صلوۃ الجنازۃ لانہ دعا مرۃ لان اکثرھا دعاء** فتاویٰ سراجیہ۔ کتاب الجنائز باب الصلوۃ علی الجنازۃ کے آخر میں درج ہے **واذا فرغ من الصلوۃ لا یقوم بالدعاء** اور مرقات شرح مشکوۃ میں ہے۔ **ولا یدعو للمیت بعد صلوۃ الجنازۃ لانہ یشبہ الزیادۃ فی صلوۃ الجنازۃ** خلاصۃ الفتاویٰ میں ہے **لا یقوم بعد صلوۃ الجنازۃ بالدعاء**

فتح القدیر میں ہے۔ ثم المسبوق یقضی ما فاته من التکبیرات بعد سلام الامام نسقاً بغیر دعاء لانه لو قضاها به ترفع الجنازة فتبطل الصلوٰة لانها لا تجوز الا بحضورها (وهذا المضمون یوجد فی العنایة علی هامش فتح القدیر والشامی وغیرهما۔ (العرف الشذی) (قاضی خان) مصنف ابن ابی شیبہ میں ہے۔ حدثنا ابو الاحوص عن مغیرة عن ابراهیم قال اذا فاتتك تکبیرة او تکبیرتان علی الجنازة فبادر فکبر ما فاتك ان یرفع (ص ۲ ج ۳) برجندی شرح مختصر الوقایہ میں ہے عن ابی بکر بن حامد ان الدعاء بعد صلوٰة الجنازة مکروه ان دلائل کے علاوہ یہ بھی واضح ہو کہ جس چیز کا ثبوت نبی کریم ﷺ صحابہ و تابعین و سلف صالحین سے ہرگز نہ ہو اس پر التزام کرنا اور اس کو موجب ثواب کہنا اور تارکین پر انکار کرنا اور اس سے اختلاف و نزاع پیدا کرنا بدعت سیئہ ہے من احدث فی امرنا هذا ما لیس منه فهو رد۔ (الحدیث مشکوٰۃ) اور اس ہیئت کے ساتھ کہیں دعا منقول نہیں ہے اس لئے اس کا ترک لازم ہے حضرت علامہ مفتی کفایت اللہ صاحب قدس سرہ کا ایک فتویٰ پیش کرتا ہوں۔ جب نماز جنازہ کے بعد اجتماعی دعا کی ہیئت کذائیہ منقول اور خیر القرون میں معمول نہیں ہے تو انہیں دعائے اجتماعی کے التزام کی ... لو کان خیراً لکان علیہ السلف الصالحون اور قرون ہیں۔ لہٰذا اس دعائے اجتماعی مروج کا ترک لازم ہے۔ محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ۔ اور حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے فتویٰ کے نیچے دارالعلوم دیوبند کی مہر ہے اور مفتی محمد شفیع صاحب دیوبندی کی تصدیق ہے۔ الجواب صحیح

دعا بعد الجنازہ نہ کرنے کے سبب امامت سے معزول کرنا درست نہیں

(سوال)

کیا فرماتے ہیں علماء دین مسئلہ ذیل میں

ایک شخص کسی مسجد کا پیش امام ہے۔ حنفی مذہب رکھتا ہے۔ خود عالم ہے۔ احادیث اور کتب فقہ حنفی کی رو سے نماز جنازہ کے بعد مستقلاً اجتماعی دعا کے التزام کو مکروہ سمجھتا ہے۔ اسی بنا پر وہ جنازہ نماز کے بعد دعا نہیں کرتا۔ اسی مسئلہ کی وجہ سے کچھ لوگ اسے امامت سے ہٹانے پر مصر ہیں اور اس کے پیچھے نماز پڑھنے سے لوگوں کو روکتے ہیں۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ ایک عالم باعمل متشرع پیش امام کو صرف اسی وجہ سے امامت سے معزول کیا جا سکتا ہے اور اس کے پیچھے نماز پڑھنے سے روکنے والے کس جانب ہیں۔ بینوا توجروا۔

﴿ج﴾

نماز جنازہ کے بعد اجتماعی رنگ میں دعا کرنا فقہاء حنفیہ کے نزدیک مکروہ ہے۔ پس پیش امام مذکور کا حق اور قول درست ہے۔ اس بناء پر اس کو امامت سے ہٹانا درست نہیں۔ بحر میں ہے۔ ولا یدعو بعد التسلیم ص ۱۸۳ جلد ۲ حضرت ملا علی قاری لکھتے ہیں۔ ولا یدعو للمیت بعد صلوۃ الجنازۃ لانہ یشبہ الزیادۃ فی صلوۃ الجنازۃ۔ فقط واللہ اعلم۔

صرف بعد نماز جنازہ دعا نہ مانگنے کی وجہ سے یا اس کو مکروہ سمجھنے کی وجہ سے کوئی امام جب کہ وہ عالم باعمل اور حنفی مذہب کا مقلد ہو۔ اور اس میں دوسرا کوئی عیب مانع عن استحقاق امامت نہ ہو۔ نہ مطعون ہوتا ہے۔ اور نہ قابل ملامت اور نہ اسے اس بناء پر امامت سے معزول کیا جا سکتا ہے۔ مقتدیوں پر لازم ہے۔ کہ وہ آئمہ مساجد اور علماء پر ایسے مسائل میں اس طرح کی خرافات چھوڑ دیں۔ اور علماء دین کی قدر کریں۔ اس طرح کے مسائل میں پڑ کر نزاع کرنا اور مسلمانوں میں افتراق ڈالنا۔ جائز نہیں۔ نیز پیش امام کو بھی چاہیے کہ عوام الناس کو ایسے مسائل میں حکمت اور مصلحت کے ساتھ محبت پیار سے سمجھائیں۔ واللہ اعلم

نماز جنازہ دراصل میت کے لیے دعا ہے اس لیے بعد نماز جنازہ کوئی اور دعا مشروع نہیں

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اندریں مسئلہ کہ دعا بعد جنازہ ہاتھ اٹھا کر مانگنا جائز ہے یا نہ۔ کہیں قول و فعل حضور اکرم ﷺ و فعل صحابہ و امام اعظمؒ ثابت ہے۔ بینوا توجروا۔

﴿ج﴾

دعا بعد از جنازہ قبل از دفن مکروہ ہے۔ سلف صالحین کے زمانہ میں یہ دعا بالکل نہیں تھی۔ نیز احادیث اور اقوال فقہاء کرام میں بھی اس کا ثبوت نہیں ملتا۔ البتہ بعد از دفن دعا کا ثبوت ہے۔ جس کو علامہ شامی نے جلد اول ص ۶۶۱ پر نقل کیا ہے۔

كان النبي صلى الله عليه وسلم اذا فرغ من دفن الميت وقف على قبره وقال استغفروا لاخيكم واسئلوا الله له بالتثبيت فانه الآن يسئل۔ اس میں صاف ظاہر ہو گیا کہ یہ دعا بعد از دفن ہے۔ جیسا کہ فانہ الآن یسئل کے الفاظ اس پر دال ہیں۔ شامی نے اسی صفحہ پر لکھا ہے کہ مسبوق امام کے سلام پھیرنے کے بعد تکبیرات کو متتابعاً ادا کرے کیونکہ سلام کے بعد میت فوراً اٹھا لی جاتی ہے۔ بحر الرائق جلد ثانی ص

۱۸۵ میں ہے۔ وقید بقوله بعد الثالثة لانه لا یدعو بعد التسلیم کما فی الخلاصة۔ نیز سراجیہ میں ہے۔ ولا یقوم بالدعاء علی الجنازة بعد السلام۔ ان تمام فقہاء کی عبارات سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ دعا ایک شنیع بدعت ہے۔ خاص کر اس کو التزام کے ساتھ تو اور بھی برا ہے اور جہاں دعا کا ثبوت ملتا ہے۔ اس سے مراد قبل از دفن نہیں ہے۔ ورنہ فقہاء اس کے خلاف قدم نہ اٹھاتے بلکہ بعد از دفن مراد ہے اور اسی پر عبداللہ بن سلام کے قول کو محمول کرنا پڑے گا۔ انہوں نے جو فرمایا ہے ان سبقتمونی بالصلوة علیه فلا تسبقونی بالدعاء اور جس دعا کا احادیث اور اقوال صحابہ میں قطعاً ثبوت نہ ہو اس پر کیسے ان الفاظ کو محمول کیا جائے نیز یہ حدیث جو بدعتی حضرات پیش کرتے ہیں کہ اذا صلیتم علی الجنازة فاخلصوا الدعاء له اس سے قبل از دفن دعا ہرگز مراد نہیں ہے کیونکہ اس پر ابن ماجہ نے باب باندھا ہے کہ اس سے مراد دعا فی صلوة الجنازة ہے۔ یعنی اثناء تکبیرات میں جو دعا پڑھی جاتی ہے۔ وہی اس حدیث سے مراد ہے۔ بدعتی کہتے ہیں کہ اس حدیث میں فاخلصوا الدعاء له ہے یہ فا تعقیب کے لیے ہے لہذا مطلب یہ ہوگا کہ نماز پڑھنے کے بعد دعا مانگو اس سے ثابت ہو گیا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ فا مالکی ہے۔ جیسا کہ حدیث میں انما جعل الامام لیؤتم به فاذا کبر فکبروا واذا رکع فارکعوا یا اذا کانت الشمس طالعة فالنهار موجود ہے۔ فما هو جوابكم فهو جوابنا۔ واللہ اعلم۔

عدم دعا بعد الجنازہ کے تفصیلی دلائل

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید دعا بعد الجنازہ کا انکار کرتا ہے اور اس کے مقابلہ میں عمرو کہتا ہے کہ دعا بعد الجنازہ مانگنی چاہیے حتی کہ یہاں تک کہتا ہے کہ جو شخص دعا بعد الجنازہ نہ پڑھے۔ وہ مرتد اور کافر ہے۔ لیکن آپ اس مسئلہ متنازع فیہ کو از روئے شرع شریف بالتفصیل اور بدلائل واضح فرمائیں۔

﴿ج﴾

نماز جنازہ کے بعد جو مروجہ دعا مانگی جاتی ہے یعنی نماز جنازہ سے فارغ ہو کر قبل از دفن ہاتھ اٹھا کر ہیئت اجتماعیہ کے ساتھ اس کا ثبوت نہ حضور ﷺ سے ہے۔ جو کہ امت پر انتہائی شفقت کرنے والے تھے۔ اور نہ خلفائے راشدین سے اور نہ ان کے بعد صحابہ اور تابعین سے اگر اس کا ثبوت ہوتا تو وہ اس کے کرنے میں ہم سے سبقت کرتے تو خیر القرون میں عدم ثبوت صاف دلیل ہے اس بات کی کہ یہ بدعت اور ضلالت ہے جس کا ترک

لازم ہے۔ اگر بالفرض یہ دعا مباح بھی ہو جائے پھر بھی اس کا ترک لازم و واجب ہے۔ اس وقت جب کہ نہ مانگنے والوں کو ملامت کیا جاتا ہے۔ خصوصاً جب کہ یہ دعا نہ مانگنے والوں کو بعض جگہ کافر و مرتد کہا جاتا ہے۔ لحدیث عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ لا یجعل احدکم للشیطان شیئا من صلاتہ یری ان حقا علیہ ان لا ینصرف الا عن یمینہ لقد رایت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کثیرا ینصرف عن یسارہ قال القاری فی المرقات ص ۱۳۱ ج ۳ فی شرح ھذا الحدیث من اصر علی امر مندوب و جعلہ عزما ولم یعمل بالرخصۃ اصاب منہ الشیطان من الاضلال فکیف من اصر علی بدعۃ او منکر انتہی۔ نیز فقہاء کے مسلم اصل کے تحت کہ جو امر مباح یا مندوب جس کو عوام سنت یا واجب کا درجہ دیدیں۔ وہ مکروہ ہو جاتا ہے۔ اور اس کا ترک ضروری ہے۔ جیسا کہ صاحب ردالمختار نے سجدہ شکر کی بحث میں لکھا ہے۔ لان الجھلۃ یعتقدونھا سنۃ او واجبۃ و کل مباح یؤدی الیہ فمکروہ الخ ص ۷۷۵ ج ۱۔ تو جب کہ یہ دعا بدعت ہے۔ تو اس پر مصر رہنا اور اضلال کو حاصل کرنے والے ہیں۔ اور فعل اس کا قریب بہ حرام بلکہ حرام ہونا چاہیے۔ نیز فقہاء کرام کی عبارتیں صراحۃً دلالت اس دعا کی نفی کرتی ہیں۔ چنانچہ بعض فقہاء نے سرخی سے نقل کیا ہے۔ لا یقوم الرجل بالدعاء بعد صلوۃ الجنازۃ اور کبیری سے منقول ہے فی السراجیۃ اذا فرغ من الصلوۃ لا یقوم بالدعاء اور علامہ ملا علی قاری حنفی رحمۃ اللہ علیہ مرقات شرح مشکوٰۃ کی کتاب الجنائز باب المشی بالجنازۃ والصلوٰۃ علیہا میں تحت حدیث مالک بن ہبیرہ تحریر فرماتے ہیں۔ لا یدعو للمیت بعد صلوۃ الجنازۃ لانہ یشبہ الزیادۃ فی الصلوۃ ص ۱۰۵ ج ۴ یعنی صلوٰۃ الجنازہ جو حضور ﷺ سے ثابت ہے۔ اس میں نماز جنازہ کے علاوہ دعا وغیرہ ثابت نہیں۔ لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ تو دعا وغیرہ کرنا سنت پر زیادتی ہو جائے گی۔ جو کہ بدعتی صورت میں ظاہر ہوئی لہذا دعا نہ مانگی جائے۔ بلکہ دعا تو نماز جنازہ ہی ہے۔ چنانچہ علامہ شامی رحمۃ اللہ ردالمختار ص ۱۳۲ ج ۱ میں تحریر فرماتے ہیں۔ لقد صرحوا عن آخرھم بان صلوۃ الجنازۃ ھی الدعاء للمیت اذ ھو المقصود منھا انتہی۔ اور بزازیہ علی ہامش عالمگیریہ ص ۸۰ ج ۴ میں ہے۔

لا یقوم بالدعاء للمیت بعد صلوۃ الجنازۃ لانہ دعا مرۃ لان اکثرھا دعاء الخ۔ اور اسی طرح جملہ کتب فقہ میں اس دعا کی نفی کی ہے۔ درمختار علی ہامش ردالمحتار ص ۸۲۷ ج ۱ میں ہے والمسبوق لا یبدأ بما فاتہ وقال ابو یوسف یکبر حین یحضر (کما لا ینتظر الحاضر) فی (حال التحریمۃ) بل یکبر اتفاقاً للتحریمۃ لانہ کالمدرک ثم یکبران ما فاتھما بعد الفراغ

دعاء بعد الجنازہ قرونِ مشہود لہا بالخیر میں رائج نہ تھی

سوال

۱۔ بعد نماز جنازہ کے ہاتھ اٹھا کر دعا مروجہ اجتماعیہ مانگنا جائز ہے یا ناجائز ہے؟

۲۔ دعا بعد جنازہ اور اسقاط مروجہ کو بدعت سیئہ کہنا جائز ہے یا نہ؟ ۳۔ کیا ختم آگے طعام رکھ کر پڑھنا جائز ہے؟ ۴۔ ہم مسلمانوں کے ہاں ختم پڑھتے جیسے ان رحمۃ اللہ قریب من المحسنین سالانہ کان محمد وغیرہ پڑھنا۔

۵۔ مندرجہ ذیل الفاظ اسقاط مروجہ بعد صلوٰۃ جنازہ کے میت کی چارپائی کے دائیں جانب بیٹھ کر مولوی صاحب وارث میت کو قرآن پکڑا کر کہلوایا جاوے جائز ہے یا نہ؟

موجب فدیہ نماز اس دے اور روزہ کے حق خدا پاک کے اوپر گردن اس میت کے تھے بعض ادا ہوئے اور بعض رہ گئے وغیرہ وغیرہ

جواب

نماز جنازہ خود دعا ہے۔ اسلام نے میت کے لیے جو دعا کا یہ طریقہ تجویز کیا ہے اس کے بعد دعا مانگنا ہیئت اجتماعیہ کے ساتھ کہیں ثابت نہیں ہے۔ بلکہ فقہاء کرام نے اس کو منع فرمایا ہے۔ جملہ کتب فقہ میں تقریباً اس کا منع موجود ہے۔ البتہ بعد دفن کرنے پر انفرادی دعا ثابت ہے۔ وہاں ویسے مانگ لیا کریں۔ نبی کریم ﷺ نے صحابہ سے ایک میت دفن کرنے کے بعد فرمایا۔ سلوا اللہ له بالتثبیت فانه الآن یسئل الحدیث مشکوٰۃ

۲۔ یہ بدعت حسنہ نہیں ہے۔ بدعت حسنہ وہ ہوتی ہے کہ جس کا تقاضا زمانہ نبوت میں موجود نہ ہو۔ وہاں بوجہ عدم ضرورت نہ کیا گیا۔ اور اب اس کی ضرورت پیدا ہو گئی ہے۔ جیسے تدوین کتب حدیث وغیرہ لیکن دعا و اسقاط وغیرہ کی ضرورت وہاں بھی ایسی تھی جیسے اب ہے۔ لیکن اس کے باوجود حضور ﷺ صحابہ کے حالات میں ایسا عمل ثابت نہیں۔ اور اس کو من الدین اور ثواب سمجھنا ضرور بدعت سیئہ ہوگا۔ جس سے بچنا لازم ہے۔ ۳۔ یہ بھی بدعت ہے اس لیے کہ ثابت نہیں۔ ۴۔ یہ طریقہ بھی ثابت نہیں اس لیے بدعت ہے۔ ۵۔ یہ طریقہ بھی خیر القرون میں معمول اور سلف الصالحین سے ثابت و منقول نہیں۔ اس لیے بدعت ہے۔ واللہ اعلم۔

نماز جنازہ کے بعد دعا مانگنے کو ضروری سمجھنے اور نہ مانگنے والوں پر طعن کرنے والے امام کے پیچھے نماز مکروہ ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ نماز جنازہ کے سلام کے بعد میت وفنانے سے پہلے امام اور مقتدیوں کو مل کر ہاتھ اٹھا کر میت کے لیے دعا مانگنا شریعت میں ثابت ہے۔ یا نہیں اور جو امام جنازہ کی نماز کے بعد میت اٹھانے سے پہلے اجتماعی دعا نہ مانگتا ہو صرف اس وجہ سے اس کے پیچھے نماز نہ پڑھنا کیسا ہے۔ مدلل جواب دیں۔

﴿ج﴾

کتب فقہ میں لکھا ہے کہ نماز جنازہ دعا ہے۔ واسطے میت کے لہٰذا اور کوئی دعا بعد نماز جنازہ کے دفن سے پہلے مشروع نہیں۔ صحابہ و تابعین اور تبع تابعین سے یہ دعا ثابت نہیں۔ شامی میں ہے۔ فقد صرحوا عن آخرهم بان صلوة الجنازة هي الدعاء للميت الخ ص ۲۳۲ ج ا . وفي خلاصة الفتاوى لايقوم بالدعاء بعد صلوة الجنازة. وفي البزازية لايقوم بالدعاء بعد صلوة الجنازة. وفي شرح المشكوة ولايدعو للميت بعد صلوة الجنازة لانه يشبه الزيادة في صلوة الجنازة

پس معلوم ہوا کہ میت کے جنازہ کے بعد اور کچھ دعا نہ کرے۔ کہ صلوۃ جنازۃ خود دعا للمیت ہے۔ لہٰذا اس مروجہ دعا کو ترک کرنا چاہیے۔ اور امامت اس کی درست ہے۔ البتہ اگر وہ دعا کو لازم اور ضروری سمجھتا ہے اور اس کو کبھی بھی ترک نہیں کرتا۔ اور دعا نہ مانگنے والوں پر طعن کرتا ہے تو اس کی امامت مکروہ ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

جنازہ کے بعد بیٹھ کر یا کھڑے ہو کر دعا کرنے کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ آج کل بعض لوگ نماز جنازہ کے بعد متصلاً بیٹھ کر یا کھڑے ہو کر میت کے لیے دعا و استغفار کرتے ہیں۔ یہ دعا حضور اکرم ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے قولاً۔ فعلاً یا تقریراً ثابت ہے یا نہیں اگر ثابت ہے تو یہ دعا فرض ہے یا واجب یا سنت ہے۔ یا مستحب ہے۔ بینوا توجروا۔

﴿ج﴾

نماز جنازہ کے بعد دفن سے پہلے دعا مانگنا چونکہ حضور اکرم ﷺ اور صحابہ و تابعین سے ثابت نہیں۔ اس لیے فقہاء اسے ناجائز اور مکروہ کہتے ہیں۔ ملا علی قاری فرماتے ہیں۔ ولايدعو للميت بعد الجنازة لانه يشبه

کی قبر پر کھڑا ہو کر یا بیٹھ کر بارفع یدین دعا مانگنا از روئے حدیث وفقہ ثابت ہے یا نہیں۔ (۲) نماز جنازہ کے بعد دعا مانگنا صحیح ہے یا نہیں (۳) قبر پر اذان جو دی جاتی ہے۔ کیا از روئے شریعت جائز ہے یا نہ۔ نوٹ ہر سوال کا جواب کتب معتبرہ احناف سے دیکر مشکور فرمائیں۔ سائل غلام صدیق ڈیروی

﴿ج﴾

نماز جنازہ کے بعد دفن سے پہلے مروجہ دعا جو کہ ہمارے دور میں علی الالتزام مانگی جاتی ہے۔ سخت بدعت ہے۔ جس کا ثبوت نبی کریم علیہ الصلوۃ والتسلیم سے بالکل نہیں ملتا۔ نہ فقہاء کرام نے اس کے جواز کا فتویٰ دیا ہے۔ بلکہ فقہاء نے برعکس عبارات لکھی ہیں۔ جو چیز حضور اکرم ﷺ کے زمانے میں نہ ہو اور نہ صحابہ کرام اور تابعین کے زمانہ میں ہوئی ہو اس کو بدعت کہا جاتا ہے اور بدعت کے متعلق حضور اکرم ﷺ نے فرمایا ہے۔ کل بدعة ضلالة وکل ضلالة فی النار نیز دوسری حدیث میں ہے۔ من احدث فی امرنا هذا ما لیس منه فهو رد درمختار ج اول ص ۱۲۷ میں ہے ثم یکبر ان سالکا لهما بعد الفراغ نسقا بلا دعاء ان خشیا رفع المیت علی الاعناق نیز قاضی خان بحاشیہ عالمگیریہ مطبوعہ مکتبہ ماجدیہ کوئٹہ ص ۱۹۲ جلد اول ص ۹۶ میں مسبوق کے متعلق لکھا ہے۔ ثم یکبر ثلاثا قبل ان یرفع الجنازة متتابعا لا دعاء فیها۔ جس کا حاصل یہ ہے کہ مسبوق سے جتنی تکبیریں رہ گئی ہیں۔ ان کو پے در پے ادا کرے۔ حتیٰ کہ ان کے درمیان میں جو دعا ہے۔ وہ بھی نہ پڑھے کیونکہ اگر وہ دعا پڑھنے لگ جائے گا۔ اتنے میں میت اس کے سامنے سے اٹھائی جاوے گی۔ تو اس کی نماز باطل ہو جانے کا اندیشہ ہے۔ جیسا کہ البحر الرائق مطبوعہ ایچ ایم سعید کراچی ج ۲ ص ۱۸۵ میں تصریح فرمائی ہے ثم عندهما یقضی ما فاته بغیر دعاء لانه لو قضی الدعاء رفع المیت فیفوت له التکبیر۔ ان عبارات سے صاف معلوم ہوا کہ نماز کے بعد میت اٹھائی جائے۔ نہ یہ کہ وہ کافی دیر پڑی رہے اور عوام دعا مانگتے جائیں۔ ہاں دفنانے کے بعد دعا ثابت ہے اور وہ بالکل جائز ہے۔ جیسا کہ حضور ﷺ نے فرمایا ہے۔ کہ اپنے بھائی میت کے لیے دعا مانگو۔ فانه الآن یسئل اور ظاہر بات ہے کہ میت سے سوال دفن کے بعد ہوتا ہے نہ کہ قبل۔ نیز جس حدیث میں آتا ہے۔ اذا صلیتم علی المیت فاخلصوا له الدعاء تو اس سے مراد دعا اثناء صلوۃ ہے۔ جیسا کہ ابن ماجہ نے اس پر باب باندھا ہے۔ "اذا" کے جواب میں جب فا آ جائے تو اس سے ہمیشہ کے لیے تعقیب نہیں لی جاتی ہے۔ جیسا کہ حدیث میں ہے۔ انما جعل الامام لیؤتم به فاذا کبر فکبروا واذا رکع فارکعوا واذا قرأ فانصتوا یا یہ قول اذا کانت الشمس طالعة فالنهار موجود نہار

کے حکم میں ہوتا ہے۔ نیز بعض فقہاء نے تصریح کی ہے کہ بعد نماز جنازہ دعا اس لیے بدعت ہے کہ نماز جنازہ خود دعا ہے جیسا کہ تاتارخانیہ میں ہے۔ ۲۔ وقت دفن میت پر اذان لہٰذا بدعت ہے۔ سلف سے منقول نہیں ہے۔ شامی میں ہے۔ انه لا یسن الاذان عند ادخال المیت فی قبره کما هو المعتاد الآن وقد صرح ابن حجر فی الفتاوی بانه بدعة۔ الخ ص ۱۹۰ ج ۱

نماز جنازہ میں اگر مقتدی دعا وغیرہ نہ پڑھے

﴿س﴾

۱۔ نماز جنازہ میں مقتدیوں کو جو کچھ کہ امام ثناء اور درود شریف آخری دعا پڑھتا ہے وہی پڑھنا چاہیے یا کہ صرف آمین (۲) نماز جنازہ میں مقتدیوں کو اگر درود شریف اور اس کے بعد کی دعا یاد ہو پڑھ سکتے ہیں؟ ان کو پڑھنے کی اجازت نہیں ہے۔ (۳) اس میں دیدہ و دانستہ اگر مقتدی درود شریف یا آخری دعا پڑھنے کے لیے یاد نہ کریں تو ان کے نہ پڑھنے کی صورت میں ان کی نماز ہو سکتی ہے یا نہیں۔ (۴) نماز پنجگانہ کے بعد امام صاحب اگر عربی یا فارسی وغیرہ زبان میں بحیثیت واحد متکلم دعا طلب کرے تو یہ دعا صرف اسی کی طرف سے ہوگی یا آمین کہنے والے کی طرف سے بھی ہوگی۔

﴿ج﴾

ثناء اور درود شریف بالاتفاق سنت ہیں۔ جن کو اگر ترک کیا جاوے تب بھی نماز جنازہ صحیح لیکن مکروہ ہوگی اور دعا میں اختلاف ہے بعض اس کو واجب کہتے ہیں بعض رکن کہتے ہیں۔

اگر رکن ہے تو اس کے ترک سے نماز نہ ہوگی۔ شامی نے بعد تحقیق کے اس کو واجب قرار دیا ہے۔ لہٰذا اگر امام اس کو ترک کر دے تو اعادہ ہونا چاہیے اور اگر مقتدی ترک کر دے تو نقص نماز مقتدی کی ہو جائے گی البتہ اعادہ نہ ہوگا۔

۴۔ نماز پنجگانہ میں امام کے لیے دعا میں مقتدیوں کو شامل کرنا بہت ضروری ہے حدیث میں اس کی سخت تاکید وارد ہے۔ لیکن اس کے باوجود چونکہ احادیث میں خود نبی کریم ﷺ سے صیغہ واحد متکلم سے بہت سی دعوات منقول ہیں اس لیے یہ بھی جائز ہے۔ اور مقتدی آمین کہنے کی وجہ سے شامل ہو جائے گا۔ واللہ اعلم

کیا قبرستان کو گزرگاہ بنانا جائز ہے

سوال

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارہ میں کہ ایک بوسیدہ قبرستان تھا کہ جہاں اب قبروں کے نشانات بھی نہیں۔ کیا عرصے کے بعد اس کو عام گزرگاہ بنانا جائز ہے یا نہیں۔ اور اب بعض لوگوں نے شارع عام بنایا ہوا ہے۔ کیا یہ جائز ہے۔ سائل ... صاحب

جواب

اس کی تحقیق کی جائے کہ یہ بوسیدہ قبرستان وقف ہے یا مملوک ہے۔ یا ارض موات وغیرہ غیر مملوک و غیر موقوف ہے۔ اگر وقف ہے تو اسے مردوں کے دفنانے کے علاوہ دوسری غرض میں استعمال کرنا جائز نہیں ہے۔ ہاں اگر قبریں اتنی پرانی ہیں کہ مردے مٹی بن گئے ہوں تو پھر کسی ضرورت کے تحت جائز ہے۔ مگر یہاں سے مستقل شارع عام بنانا اور یہاں پر مردوں کو دفن نہ کرنے دینا پھر بھی ناجائز ہے۔ اور اگر یہ زمین کسی کی مملوک ہے۔ وقف نہیں ہے تو اگر مردے مٹی بن گئے ہوں تو مالک کی رضامندی سے اسے ہر غرض میں استعمال کیا جا سکتا ہے۔ عام گزرگاہ بنانا بھی جائز ہے۔ اور اگر نہ وقف ہے اور نہ مملوک ہے۔ تو مردوں کے مٹی بن جانے کی صورت میں اسے عام گزرگاہ میں تبدیل کرنا جائز ہے۔

قال في الدر المختار على هامش رد المحتار ص ۲۴۲ ج ۱ : إلا لحق آدمي كأن تكون الأرض مغصوبة أو أخذت بشفعة ويخير المالك بين إخراجه ومساواته بالأرض كما جاز زرعه والبناء عليه إذا بلي وصار ترابا زيلعي فقط والله تعالى أعلم

قبرستان کی زمین پر ذاتی رہائش کے لیے مکان بنانا جائز نہیں

سوال

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کہ ایک جگہ اراضی قبرستان کے لیے وقف ہو چکی ہے۔ جس میں کثیر تعداد میں قبریں موجود ہیں۔ بعض لوگ خود ناجائز قبضہ کر کے اس جگہ مکان تعمیر کر لیتے ہیں۔ کیا یہ جائز ہے یا ناجائز۔

جواب

بحوالہ کتب معتبرہ یہاں وضاحت ہے کہ شرط واقف اور جہت وقف کے خلاف کرنا جائز نہیں ـــــــــــ

﴿ج﴾

بسم اللہ الرحمن الرحیم: فی تیسیر الاصول عن جابر رضی اللہ عنہ قال نھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان یجصص القبر وان یبنی علیہ وان یقعد علیہ وان یوطاء اخرجہ الخمسۃ الاالبخاری وفیہ عن ابن عمر رضی اللہ عنہ انہ رای فسطاطاً علی قبر عبدالرحمن فقال یا غلام انزعہ فانما یظلہ عملہ اخرجہ البخاری' وفی ردالمحتار ص ۶۹۲ ج ۱ واما البناء علیہ فلم ارمن اختار جوازہ' الی قولہ وعن ابی حنیفۃ (رحمہ اللہ) یکرہ ان یبنی علیہ بناء من بیت اوقبۃ او نحو ذلک لماروی جابرؓ رذکر الحدیث المذکور انتھا اھ ان روایات صریحہ فقہیہ اور خود صاحب مذہب کی تصریح سے قبر کے گرد چار دیواری اور تعمیر کی کراہت وممانعت ثابت ہوگی۔ بالخصوص اس پرفتن زمانہ اور بدعت وخرافات کے زمانہ میں اس قسم کے اسباب ضلالت سے احتراز نہایت ضروری ہے۔۔۔البتہ قبر پر بقدر ضرورت نام وغیرہ لکھنا تاکہ شناخت ہو سکے اور نشان باقی رہے جائز ہے۔ کما فی ردالمحتار ص ۶۹۲ ج ۱ تحت قولہ (لاباس بالکتابۃ الخ) لان النھی عنھا وان صح فقد وجد الاجماع العملی بھا (الی ان قال) نعم یظھر ان محل ھذا لاجماع العملی علی الرخصۃ فیھا ما اذا کانت الحاجۃ داعیۃ الیہ فی الجملۃ کما اشار الیہ فی المحیط بقولہ وان احتیج الی الکتابۃ حتی لایذھب الاثر ولا یمتھن فلا باس بہ فاما الکتابۃ بغیر عذر فلا. اھ واللہ تعالیٰ اعلم۔

قبرستان کی زمین میں جنازہ گاہ بنانا

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علمائے دین دریں مسئلہ کہ شہر مظفر گڑھ سے بجانب ملتان شریف سڑک جو نکلی کنارہ شمال خانقاہ قبرستان سید روشن شاہ بخاری واقع ہے۔ شہر مظفر گڑھ و بستی کے درمیان قبرستان مذکور ہے۔ تقریباً ۱۶ بیگہ اراضی اقوام کھچڑا خاندان کے بزرگان نے دی ہوئی ہے۔ اس کے قبرستان و جنازہ گاہ کے لیے خالی رقبہ میں حدود قبرستان کے اندر شمالی طرف جنازہ و نماز بوقت ضرورت ادا کی جاتی تھی۔ میرے چچا صاحب مرحوم ملک کریم بخش صاحب نے قبرستان مذکور کے سامنے سڑک کے جنوبی کنارہ پر مسجد بنوائی اور چشمہ پانی کا لگوایا۔ ایک وقت میرے دل میں شوق پیدا ہوا کہ جنازہ گاہ کسی ایک کی نہیں میں نے مناسب موقع پر مقرر کردہ تعمیر کے چاروں

(۳) جن لوگوں نے جان بوجھ کر وقف قبرستان کی زمین پر مکانات پختہ بلند تک بنا لیے ہیں۔ کیا ان سے قبضہ واگذاشت کرانے کے واسطے یہ دلیل قابل قبول ہوسکتی ہے کہ ان کو ناجائز قبضے ہٹانے میں ایسے شخص کو بڑا بھاری مالی نقصان ہوگا۔

(۴) کیا بلدیہ کے افسران جن کی تولیت میں قبرستان ہو حقیقتاً اہل اسلام کو بطور امانت حق پہنچتا ہے کہ قبرستان کے حصے یا قبرستان کی زمین میں مالکانہ تصرف یا نجی استعمال کی اجازت دے دیں۔

﴿ج﴾

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ (۱، ۲، ۳) واضح رہے کہ جو زمین مملوک ہو اور اس کو اس کا مالک بقاعدہ شرعیہ قبرستان یا مسجد کے لیے وقف کردے۔ تب وہ زمین اس کے مالک سے نکل جاتی ہے۔ اور جس غرض کے لیے اس نے وقف کی ہے اسی مقصد کے سوا استعمال میں نہیں لائی جاسکتی۔ اس کو کسی دوسرے مقصد میں استعمال کرنا یا اس کو فروخت کرنا کسی طرح جائز نہیں ہے۔ کما قال فی الدر ص ۴۲۳ **والملک یزول بالقضاء لا الی مالک وقال بعد اسطر ولا یملک ولا یقسم** ۔ اور یہ بھی مشہور اور مسلم قول ہے **شرط الواقف کنص الشارع وفی العالمگیریۃ ص ۴۷۰ ج ۲ (کتاب الوقف) وسئل هو ایضا عن المقبرة فی القری اذا اندرست ولم یبق فیها اثر الموتی لا العظم ولا غیره هل یجوز زرعها واستغلالها قال لا ولها حکم المقبرة کذا فی المحیط وقال مصححه (۱) قوله قال لا هذا یخالف ما قاله الزیلعی فی باب الجنائز من المیت اذا بلی وصار ترابا جاز زرعه والبناء علیه اه لان المانع هنا کون المحل موقوف علی الدفن فلا یجوز استعماله فی غیره فلیتأمل ولیحرر اه**

اور جو زمین مملوک نہ ہو لیکن شاملات میں سے ہو۔ وہ چونکہ کسی کی مملوک نہیں ہوتی اس لیے اگر کوئی زمین ایسی ہو جس کو لوگ قبرستان کے طور پر استعمال کرتے ہوں۔ وقف نہ ہو۔ تو ایسی زمین قبروں کے بوسیدہ ہونے کے لیے قائم نہیں رہ جاتی بلکہ دوسرے مقاصد میں بھی استعمال کیا جاسکتا ہے۔ **کما قال فی الدر المختار علی هامش رد المحتار ص ۶۶۲ ج ۱ ویخیر المالک بین اخراجه ومساواته بالارض کما جاز زرعه والبناء علیه اذا بلی وصار ترابا** ۔ صورت مسئولہ میں اگر وقف قبرستان پر کوئی بلڈنگ تیار کی گئی ہے۔ تب تو اس کا ازالہ ضروری ہوگا۔ اگرچہ مالک مکان کو نقصان بھی پہنچے اور اگر وقف قبرستان نہیں ہے۔ غیر مملوک شاملات قبرستان ہے۔ تب ضروری نہیں ہے کہ گرا دیا جائے۔ کیونکہ اس کو دوسرے مقاصد میں شرعاً استعمال کیا جاسکتا

ہے۔ (۳) افسران مجاز یہ وقف قبرستان میں اجازت نہیں دے سکتے اور غیر وقف قبرستان میں اجازت دے سکتے ہیں۔ جس کی تفصیل اوپر گزر چکی۔ فقط واللہ اعلم۔

مسجد کی توسیع کے لیے قبر ہموار کرنے کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک مسجد میں پرانی قبر موجود ہے۔ اگر اس کو مسجد کی توسیع کی خاطر ہموار کر کے مسجد میں شامل کر دیا جائے اور لوگ اس پر نماز پڑھیں تو کیا یہ جائز ہے یا نہیں۔

﴿ج﴾

مشرق کی طرف قبر کے متصل دیوار کھڑی کی جائے تاکہ نماز پڑھنے والے کے روبرو قبر نہ ہو۔ مسمار کرنا درست نہیں ہے۔ اس طرح قبر کے سرہانے اور پائنتی کی طرف بھی دیوار بنائی جائے۔ فقط واللہ اعلم۔

قبرستان کے درخت مدرسہ میں استعمال کرنے کی شرعی حیثیت

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک قبرستان ہے جس کے اندر درخت ہیں۔ کیا ہم ان کو کاٹ کر مدرسہ عربیہ کے کام میں لا سکتے ہیں یا نہیں۔

﴿ج﴾

یہ درخت چونکہ قبرستان کے لیے وقف ہے اور وقف کو کسی اور جگہ خرچ کرنا جائز نہیں ہوتا۔ اس لیے ان درختوں کو کاٹ کر مدرسہ عربیہ کی عمارت میں لگانا درست نہیں۔ بلکہ ان کو قبرستان کی ضروریات پر صرف کریں۔ مثلاً قبرستان کے لیے مزید زمین اس سے خرید لیں۔ یا قبرستان کی احاطہ وغیرہ کا انتظام اس رقم سے کر لیں۔ وغیر ذلک۔ فقط واللہ اعلم۔

اس جگہ کا حکم کہ جس میں کسی زمانہ میں قبریں تھیں؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک خالی جگہ پر ہمارے بڑے بتاتے ہیں کہ کچھ قبریں تھیں۔ لیکن عرصہ تقریباً ۲۰ سال سے یہاں پر قبریں نہیں ہیں۔ تو کیا یہ جگہ قبرستان کے حکم میں ہے یا نہیں۔ یہ جگہ جو ہے کسی خاص آدمی کی ملکیت ہے اور نہ ہی قبرستان وقف ہے۔ بلکہ ویسے ہی آباد زمین ہے۔

﴿ج﴾

صورت مسئولہ میں بر تقدیر صحت واقعہ جب یہ بات یقینی ہے کہ یہ زمین قبرستان پر وقف نہیں ہے۔ اور نہ کوئی اس میں اس وقت کسی قبر کا نشان موجود ہے۔ تو اس کو قبرستان کے حکم میں شمار نہیں کیا جا سکتا ہے۔ اس زمین کا حکم بھی دیگر سرکاری زمینوں کا ہے۔ حکومت کی اجازت سے اس زمین کو اہل اسلام بوقت ضرورت میں استعمال کر سکتے ہیں۔ هكذا في عامة كتب الفقه۔ فتاوی دار العلوم ص ۴۸۲ ج ۲۔ فقط واللہ اعلم

قبرستان کی جگہ مسجد کے صحن میں شامل کرنے کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارہ میں کہ بستی سرنڈیاں والی سے ملحق قبرستان واقع ہے۔ قبرستان کا رقبہ ایک شخص نے کافی عرصہ سے وقف کیا ہوا ہے۔ بستی کے جانب شمال تھوڑا سا رقبہ ایک شخص نذیر خان پٹھان نے برائے مسجد وقف کیا ہے۔ جس پر ایک کوٹھہ برائے مسجد تیار کیا گیا ہے۔ کوٹھہ کے آگے صرف چند فٹ جگہ بقایا رہتی ہے۔ جو کہ مسجد کے لیے صحن بنایا گیا ہے۔ چونکہ مسجد کے صحن کی جگہ بہت تنگ تھی اور مسجد کے صحن کے لیے کچھ رقبہ درکار تھا۔ چنانچہ مولوی صاحب نے قبرستان کے رقبہ کا کچھ حصہ ملا کر صحن مسجد بنا دیا ہے۔ اور اس کے گرد چار دیواری بنا دی ہے۔ اہل محلہ نے اس پر اعتراض کیا۔ کہ اس صحن مسجد میں نماز پڑھنا درست نہیں ہے۔ جناب اس مسئلہ پر روشنی ڈالیں کہ آیا اس جگہ پر نماز پڑھنا درست ہے یا نہیں۔

﴿ج﴾

وفي الشامية ص ۳۶۳ ج ۳ على انهم صرحوا بان مراعاة غرض الواقفين واجبة. وفي الدر ص ۴۵۲ ج ۳ شرط الواقف كنص الشارع. عبارت مذکورہ سے معلوم ہوا کہ اس جگہ میں جب کہ میت دفن کرنے کی صلاحیت موجود ہے۔ تو واقف کی غرض کے مطابق اس کو قبرستان کے لیے استعمال کرنا ضروری ہے۔ مسجد کو اس جگہ میں بڑھانا جائز نہیں ہے۔ فقط واللہ اعلم

مسجد کی توسیع کے لیے قبروں کی جگہ کے استعمال کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ہمارے محلہ کی مسجد کے ساتھ بیرون مسجد چند قبریں ملحق ہیں۔ جن

کے متعلقین کی یہ قبریں ہیں ان کا مکان بھی مسجد کے ساتھ ہے اور قبریں بہت پرانی ہیں۔ لیکن قبروں کے نشان باقی ہیں۔ قبروں کی زمین وارثان اہل قبور کی ملکیت ہے۔ وقف عام نہیں ہے۔ قبرستان بننے کے بعد کسی میت کو وہاں دفن نہیں کیا گیا۔ مسجد چونکہ تنگ ہے اس لیے اہل محلہ کا ارادہ ہے کہ باجازت وارثان اہل قبور ان قبروں کے نشانات کو مٹا کر اس جگہ کو مسجد میں شامل کیا جائے۔ کیا شرعی نقطہ نگاہ سے باجازت وارثان اہل قبور ان قبروں کو مٹا کر اس جگہ کو مسجد میں شامل کرنا جائز ہے۔ یا نہیں۔ بینوا توجروا۔

نقشہ قبرستان و مسجد

یہ جگہ خالی ہے	قبریں	کمرہ مسجد
		صحن مسجد

﴿ج﴾

اگر واقعی قبرستان کسی کا مملوک ہے۔ اور اس سے قبور مٹ چکی ہوں اور اتنا زمانہ گزر گیا ہے کہ یہ یقین ہو جائے کہ اہل قبور کی ہڈیاں مٹی ہو گئی ہوں گی۔ تو مالک کی اجازت سے اس جگہ مسجد بنانا جائز ہے۔ کما فی الشامیة عن الزیلعی ولو بلی المیت وصار ترابا جاز دفن غیرہ وزرعه والبناء علیه ومقتضاه جواز المشی فوقه (شامی ص ۶۵۸ ج ۱) ورنہ جائز نہیں۔

میت دفنانے کے بعد قبر پر اذان کہنا بدعت ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ میت کو جب قبر میں دفن کیا جاتا ہے۔ دفن کرنے کے بعد اذان قبر پر کہنا سنت نبوی سے جائز ہے یا ناجائز۔

﴿ج﴾

دفن کرنے کے بعد قبر پر اذان دینا ثابت نہیں ہے۔ لہٰذا یہ بدعت ہے۔ فی الاقتصار علی ما ذکر من الوارد اشارة الی انه لا یسن الاذان عند ادخال المیت فی قبره کما هو المعتاد الآن وقد صرح ابن حجر فی فتاواه بانه بدعة الخ رد المحتار ص ۲۶۰ ج ۱۔ فقط واللہ اعلم

میت دفنانے کے بعد قبر پر کونسے اعمال مشروع ہیں

(س)

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین ان مندرجہ ذیل مسائل کے بارہ میں۔ میت کو دفن کرنے کے بعد قبر پر کونسا عمل مشروع ہے۔ اور کونسا غیر مشروع ہے۔ مثلاً بعض لوگ اذان دیتے رہتے ہیں اور بعض لوگ قرآن کی آیات پڑھتے ہیں۔ مثلاً سورۃ البقرہ کی اول آیات مفلحون تک اور آخری دو آیت آمن الرسول سے آخر تک پڑھتے ہیں اور بعد میں ایک دعا پڑھتے ہیں جسے دعا تلقین کے نام سے تعبیر کرتے ہیں جو دعاؤں کے رسائل میں ملتی ہے۔ لہذا حدیث نبوی علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام اور فقہ حنفی کے رو سے صحیح حکم صادر فرمادیں۔ (۲) ایک آدمی مثلاً زید نے ایک عورت اغوا کرلی ہے جس کا پہلے خاوند مثلاً عمرو سے نکاح تھا اور اولاد بھی تھی اب وہ عورت زید کے پاس ہے جس کو دس برس کے قریب ہو چکے ہیں اور زید نے عمرو سے مطالبہ کیا کہ اسے طلاق دے اور رقم عوض میں لے لے تو عمرو نہ طلاق دیتا ہے۔ اور نہ گھر لے جاتا ہے۔ اور زید سے اس عورت کی اولاد ہے۔ اور زید اس فعل کو یعنی بغیر نکاح کے عورت گھر رکھنا گناہ سمجھتا ہے۔ اور کہتا ہے کہ یہ گناہ اللہ تعالیٰ معاف فرمادے گا اور اس فعل کو حلال قطعاً نہیں سمجھتا تو اب اس کے ساتھ قربانی کرنا اور احکام شادی وغیرہ میں تعلق رکھنا جائز ہے یا نہیں۔ جواب مفصل تحریر فرمائیں بینوا توجروا۔

(ج)

الدر المختار برحاشیہ رد المحتار ص ۶۲۶ ج ۱ ویستحب حثیہ من قبل رأسہ ثلاثا وجلوس ساعۃ بعد دفنہ لدعاء وقراءۃ بقدر ماینحر الجزور ویفرق لحمہ الخ شامی کی تحت (قولہ وجلوس الخ) لما فی سنن ابی داؤد کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم اذا فرغ من دفن المیت وقف علی قبرہ وقال استغفروا لاخیکم واسئلوا اللہ لہ التثبیت فانہ الآن یسئل وکان ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما یستحب ان یقرأ علی القبر بعد الدفن اول سورۃ البقرۃ وخاتمتہا وروی ان عمرو بن العاص قال وھو فی سیاق الموت اذا انا مت فلا تصحبنی نائحۃ ولا نار فاذا دفنتمونی فشنوا علی التراب شنا ثم اقیموا حول قبری قدر ماینحر جزور ویقسم لحمہا حتی استأنس بکم وانظر ماذا اراجع رسل ربی جوھرۃ الخ

نیز الدر المختار برحاشیہ الشامی ص ۶۲۸ ج ۱ میں ہے۔ (ولا یلقن بعد تلحیدہ) وان فعل لا ینہی

محمدا رسول الله وان الجنة حق والنار حق وان البعث حق وان الساعة اٰتية لاريب فيها وان الله يبعث من في القبور وانك رضيت بالله ربا وبالاسلام دينا وبمحمد صلى الله عليه وسلم نبيا وبالقرآن اماما وبالكعبة قبلة وبالمؤمنين اخوانا ۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حدود سے تجاوز نہ ہو تو مرثیہ خوانی جائز ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ کسی بزرگ کے متعلق مرثیہ لکھنا اور پڑھنا جائز ہے۔ یا نہیں۔
بینوا توجروا۔

﴿ج﴾

اوصاف واقعی کو صحیح کلمات کے ساتھ بطور مرثیہ لکھنا پڑھنا جس میں حدود شرعیہ سے تجاوز نہ ہو جائز ہے۔ اور جس مرثیہ کا مضمون خلاف شرع ہو ناجائز ہے۔ اسی طرح اگر کوئی امر خارج سے موجب گناہ ہو تو بھی ناجائز ہے۔ جیسے مرثیہ کا قواعد موسیقی سے پڑھا جانا یا مرثیہ خوان کا مشتہی ہونا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

آج کل حدود کی رعایت کوئی نہیں کرتا۔ مبالغہ آمیزی سے کام لیا جاتا ہے۔ لہٰذا مرثیہ خوانی سے احتراز اولیٰ ہے

تعزیت کے لیے ہر آنے والے کا ہاتھ اٹھا کر دعا کرنا سنت سے ثابت نہیں

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ جب لوگ میت کو دفن کر کے گھر واپس آ جاتے ہیں تو تین دن تک تعزیت کے لیے بیٹھ جاتے ہیں۔ اور لوگ افسوس کے لیے آنا شروع ہو جاتے ہیں۔ پھر ہاتھ اٹھا کر دعا مانگتے ہیں۔ ایک آتا ہے پھر دوسرا آتا ہے۔ الغرض تین دن تک لوگ آتے رہتے ہیں۔ اور ہاتھ اٹھا کر دعا کرتے ہیں میت کے لیے اب بعض لوگ کہتے ہیں کہ یہ اجتماعی دعا ہاتھ اٹھا کر مانگنا ثابت نہیں۔ اس کو چھوڑ دو ورنہ بدعت ہو جائے گی۔ دوسرے لوگ کہتے ہیں کہ ویسے فارغ بیٹھے رہتے ہیں تب بھی آتے ہیں اگر دعا مانگی جائے تو کیا اس میں حرج ہے۔ تو کیا یہ دعا میت کے لیے بدعت ہے یا کہ سنت ہے۔

﴿ج﴾

تعزیت کا مطلب ہے اہل میت کو تسلی دینا اور صبر کی رغبت دلانا اور ان کے لیے صبر کی اور میت کے لیے

عليه وتكره الزيادة من التراب لانه بمنزلة البناء (البحر الرائق ص ۱۹۴) لما في صحيح مسلم عن جابر قال نهى رسول الله صلى الله عليه وسلم ان يجصص القبر وان يبنى عليه (مشکوٰۃ باب دفن المیت)

باقی امور کے بارے میں علیحدہ سوال کیا جائے۔ فقط واللہ اعلم

اذان علی القبر کی شرعی حیثیت

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ ہمارے ہاں میت کو بعد دفن میت قبر پر اذان دی جاتی ہے۔ کیا از روئے شریعت محمدیہ مباح یا حرام یا مستحب ہے۔ اور قائل بالحرمت مخطی ہے۔ یا مصیب اور علامہ شامی نے مندوبات میں شمار کیا ہے۔ اس کا کیا مفہوم ہے۔ قوله لا يسن لغيرها اى من الصلوة والاذان۔ بينوا وتوجروا۔

﴿ج﴾

وجہ عدم تحقیق کی یہ ہے کہ علامہ شامی نے تو صراحۃً اس پر بدعت کا حکم لگایا ہے۔ کما قال في رد المحتار ج ۱ كتاب الجنائز صفحه ۶۲۰ وفي الاقتصار على ما ذكر من الوارد اشارة الى انه لا يسن الاذان عند ادخال الميت في قبره كما هو المعتاد الان وقد صرح ابن حجر في فتاويه بانه بدعة۔ جب تصریح اس کے بدعت ہونے کی کر دی تو یہ کہنا کہ یہ بدعت نہیں ہے۔ کیسے صحیح ہوگا کیا یہ شامی کی عبارت سے چشم پوشی نہیں ہے۔ نیز اس اذان کے بعد اس پر دوسرا حکم علامہ شامی مرتب کر رہے ہیں اور وہ کراہۃ مصافحہ بعد الصلوات ہے۔ اور اس کے بعد یہ کہتے ہیں کہ اس طرح اس دلیل سے اجتماع الصلوات الرغائب بھی منع ہے وہاں مسنون کا لفظ استعمال کیا ہے۔ اب جمع الصلوات الرغائب کا منع ہونا اور مصافحہ بعد الصلوات کا مکروہ ہونا۔ اذان عند القبر پر کیسے مرتب ہوگا جب کہ اذان کو مستحب یا مباح قرار دیا جاوے۔ فللعجب والطبيعة للتعلم۔ واللہ اعلم۔

اذان علی القبر کے بدعت ہونے کے تفصیلی دلائل

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اندریں مسئلہ کہ مردے کی قبر پر اذان دینا جائز ہے۔ یا ناجائز اگر جائز ہے تو کیا مستحب ہے۔ یا غیر مستحب۔ سنت ہے یا غیر سنت صحابہ کرامؓ سے ثابت ہے یا نہ۔ یا حدیث معتبر سے ثابت ہے یا نہ۔ ازراہ کرم حدیث وسنت کی روشنی سے ثابت کر کے مطمئن فرماویں۔

زوال کے وقت نماز جنازہ پڑھنا، فوتگی کے دن میت کے گھر میں کھانا پکانا
تیجہ، چالیسواں وغیرہ کا حکم

«س»

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ

(۱) رات کے بارہ بجے یعنی زوال کے وقت یا رات کے کسی بھی حصہ میں جنازہ پڑھنا جائز ہے یا نہیں اور کیا زوال کا وقت بغیر دن رات میں بارہ بجے کے ساتھ مخصوص ہے۔ (۲) میت کے مکان میں مرنے کے دن اہل میت خود یا دیگر کو متعلقہ جگہ پر حسب معمول کھانا پکانا جائز ہے یا نہیں۔ زید کہتا ہے کہ تین دن تک میت کے گھر میں کھانا پکانا بالکل جائز نہیں۔ نہ اپنے واسطے نہ ایصال ثواب کے لیے نہ فقراء کے واسطے بلکہ اہل میت کا کھانا تین دن تک اہل محلہ و رشتہ دار دیں۔ اب پوچھنا یہ ہے کہ تین دن تک اہل میت کو کھانا دینے اور گھر میں کھانا وغیرہ نہ پکانے کی قید صحیح ہے یا نہیں۔

(۳) تیجہ، دسواں، چالیسواں وغیرہ اسی طرح عرس اور ختم کا کرنا جائز ہے یا نہیں اور کرنے والے کو ثواب ملتا ہے یا نہیں۔

«ج»

(۱) زوال کا وقت دن کو بعد طلوع شمس کے بعد ہوتا ہے اور بارہ بجے کے ساتھ مخصوص نہیں۔ بلکہ اوقات زوال کی وجہ سے مختلف ہوتے ہیں۔ نماز جنازہ رات کے تمام حصوں میں پڑھنا جائز ہے اور مختلف ہے۔ اگر حضور جنازہ کا سبب ہے وہ سب ہو جنازہ کا تیں اوقات ثلاثہ میں ہو تو حنفیہ کے ہاں نماز کو مؤخر نہیں کرنا چاہیے۔ بلکہ افضل یہ ہے کہ فوراً ادا کی جائے۔ جیسا کہ حدیث ثلاث لا یؤخرن (مشکوۃ باب تعجیل الصلوۃ فصل ثانی) سے معلوم ہوتا ہے اور اگر حضور جنازہ اوقات ثلاثہ سے پہلے ہو چکا ہے تو حنفیہ کے نزدیک اوقات ثلاثہ میں نماز ادا کرنا مکروہ ہے۔ جیسا کہ حدیث عقبہ بن عامر (مشکوۃ باب اوقات النہی فصل اول) اسی پر دال ہے۔ (۲) بغیر کسی قید اور تعین وقت کے ایصال ثواب جائز اور مستحسن ہے۔ لیکن اس کے ساتھ قیودات لگا کر کرنا درست نہیں۔ میت کے گھر سے تین دن تک کھانا کھانا درست نہیں۔ میت کے گھر میں رشتہ داروں کی طرف سے جو کھانا آتا ہے اس کا کھانا مہمانوں کے لیے درست ہے۔ میت والوں کا اپنے لیے کھانا پکانے میں کوئی قباحت نہیں۔ (۳) تیجہ، دسواں، چالیسواں وغیرہ کو لازم اور ضروری سمجھا جاتا ہے۔ یہ تمام امور بدعت ہیں۔ میت کے بعد ان مخصوص ایام میں مروجہ قیودات کے ساتھ دعوت شرعاً درست نہیں۔ ان سے احتراز کریں۔ کذا فی فتاوی رشیدیہ وغیرہ۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
ربیع الاول ۱۳۹۲ھ

وغیرہ از طعام صرف فقراء او بدہند و آں را صدقہ گفتہ شود ۔ و آں کہ مروج است کہ فقراء و اغنیاء جملہ را بغیر از تمیز تقسیم میکنند ایں صدقہ نیست ایں قسم عمومی تقسیم را در شریعت جواز است مگر در شادی یا ختنہ و ولیمہ و عقیقہ و قدوم حاج و شفاء مریض وغیرہ امور کہ مسکین و غریب ہمہ را ای دہند و اباحۃ لہما مشروع نیست مگر صرف صدقہ، علامہ شامی در کتاب الجنائز در رد المحتار تقریر کردہ ویکرہ اتخاذ الضیافۃ من الطعام من اہل المیت لانہ شرع فی السرور لا فی الشرور وہی بدعۃ مستقبحۃ روی الامام احمد و ابن ماجہ باسناد صحیح عن جریر بن عبد اللہ قال کنا نعد الاجتماع الی اہل المیت وصنعہم الطعام من النیاحۃ اھ وفی البزازیۃ و یکرہ اتخاذ الطعام فی الیوم الاول و الثانی و الثالث و بعد الاسبوع ونقل الطعام الی القبر فی المواسم الخ. ثم قال فی الآخر وان اتخذ طعاماً للفقراء کان حسنا واطال ذلک فی المعراج وقال وہذہ الافعال کلہا للسمعۃ و الریاء ص ۶۶۳ ج ۱ ۔ از عبارت مذکورہ معلوم شد کہ صرف تصدق کہ شرعاً مخصوص بفقراء است درست است بشرائط ذیل ۔

(۱) بہ تعیین لزوم کہ ایں بدعت است (۲) نقل خرما وغیرہ در قبرستان نباشد ۔ بلکہ در خانہ بفقراء صدقہ کند (۳) مقصود ریاء و سمعہ و تفاخر نباشد ایں خیال در دل نیاید کہ اگر تقسیم نکنم مردماں مرا بدنام کنند ایں برائے کن تنگ و عار است اگر برائے رفع کردن تنگ و عار و اظہار فخر و ریاء (کما ہو المروج و المتعارف فی زماننا) است ؟ جائز است، الحاصل اغنیاء و فقراء ہمہ را تقسیم کردن اصلاً ہیچ مشروع است و محض فقراء را تصدق کردن جائز و موجب ثواب است بشرائطہا بالا مذکورہ و روایت بخاری در بارہ وصیت است یا تصدق کہ بوقت زندگی و در آخر وقت خود کنندہ کہ بعد از مرگ کما ہو المصرح در دیگر عبارات باہم تصدق مذکور است کہ مخصوص بفقراء است ۔

اللہ کا تقرب حاصل کرنے اور ایصال ثواب کی غرض سے کسی دن کا التزام کیے بغیر خیرات کرنا درست ہے

❁ س ❁

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ رضائے الٰہی کے لیے ماہ محرم میں شہداء کربلا اور عامۃ المسلمین کی ارواح کے لیے ایصال ثواب کے واسطے کھانا پکانا اور کسی بزرگ ولی شہید کے لیے جب کہ یہ اہتمام کرنے والے کی نیت محض رضاء الٰہی ہو اور یہ کہ بفضلہ اس نیک عمل کا ثواب اس مقبول خدا کو مل جائے گا۔ اور مجھے بھی ثواب ہوگا۔ اس طرح طعام کے علاوہ کسی بزرگ کی فاتحہ کے لیے کوئی حلال حیوان رکھا جائے جیسے اور مواقع خوشی دلی

س ایصال ثواب جائز و مستحسن ہے اپنی طرف سے اوقات و کیفیات کا تعین بدعت ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ ہمارے علاقہ میں قل پڑھنے کی رسم اس طریق پر ہوتی ہے کہ تیسرے دن صبح بعد نماز فجر مسجد میں لوگ جمع ہو جاتے ہیں اکثر لوگ آ جاتے ہیں تو مولوی صاحب سورہ ملک کی تلاوت کر کے ختم پڑھتے ہیں۔ یعنی مروجہ چند آیات ملا کر اور سامعین اس سننے کا ثواب مولوی صاحب کے حوالے کرتے ہیں۔ اور مولوی صاحب وہ ثواب میت کی روح کو بخش دیتا ہے اور اس پڑھنے پر مولوی صاحب کو سیر یا دو سیر دانے بھی دیے جاتے ہیں۔ بعض مولویوں نے اس کو بدعت کہا ہے بعد میں اس علاقہ کے مفتی صاحب سے پوچھا گیا تو انھوں نے فرمایا یہ قل پڑھنا شریعت میں نہ فرض ہے اور نہ واجب لیکن حدیث شریف میں آیا ہے۔ تعزیت تیسرے دن ختم ہو جاتی ہے۔ لہٰذا جس شخص نے یہ تجویز نکالی ہے۔ احسن ہے۔ بلکہ میں صبح کی بجائے ظہر کو ترجیح دیتا ہوں اور یہ بھی فرمایا کہ مولوی صاحبان مسجد میں جمع ہونے پر اعتراض کرتے ہیں۔ یا قرآن پر اب دریافت طلب یہ امر ہے کہ مولوی صاحب کا فتویٰ صحیح ہے یا نہ۔

﴿ج﴾

معلوم ہو کہ میت کے لیے دعا و استغفار کرنا اور صدقہ و خیرات دینا اور بلا اجرت کے قرآن کریم پڑھ کر ایصال ثواب کرنا اور نفلی عبادات سے میت کو ثواب پہنچانا شرعاً نہ صرف جائز و صحیح ہے بلکہ مستحب و مستحسن اعمال ہیں۔ لیکن ایصال ثواب کے لیے شریعت مطہرہ نے دنوں اور تاریخوں کی کوئی تعیین و تخصیص نہیں کی ہے۔ اس لیے عبادت کے اندر اپنی طرف سے اوقات اور کیفیات کا تعین کرنا بدعت ہے۔ مندرجہ ذیل نصوص شرعیہ و عبارات فقہیہ اس پر دال ہیں مسلم شریف ص ۳۶۱ ج ۱ میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ عن النبی ﷺ قال لاتختصوا لیلة الجمعة بقیام بین اللیالی ولاتختصوا یوم الجمعة بصیام من بین الایام الا ان یکون فی صوم یصومہ احدکم الحدیث۔ نیز حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کتب حدیث میں ایک جماعت کے خاص ہیئت و خاص کیفیت کے ساتھ مسجد میں ذکر کرنے پر بدعت و ضلالت کا ارتکاب کرنے کا حکم فرمانا مختلف الفاظ کے ساتھ وارد ہوا ہے۔ جب کہ آپ کا اس جماعت پر گزر ہوا۔ جس میں ایک شخص کہتا تھا سو دفعہ اللہ اکبر پڑھو تو حلقہ نشین لوگ کنکریوں پر سو دفعہ اللہ اکبر پڑھتے پھر وہ کہتا سو دفعہ لا الہ الا اللہ پڑھو۔ وہ سو بار تہلیل پڑھتے پھر وہ کہتا سو دفعہ سبحان اللہ پڑھو وہ سنگریزوں پر سو دفعہ تسبیح پڑھتے۔ حضرت ابن مسعود

ہو جاتی ہے۔ صرف ایک پارہ قرآن سے ختم شریف کیوں نہیں ہوتا۔

(۴) چوتھی دلیل یہ لکھی ہوئی ہے کہ جہاں مولوی ایک ہو۔ باقی لوگ ناخواندہ ہوں۔ تو وہاں ایک پارہ تیس آدمیوں کو سنا کر تمام قرآن شریف کا ختم ہو جاتا ہے۔

نوٹ: اس مولوی مذکور کے اس فتویٰ کی وجہ سے اب اکثر علاقہ میں اس طرح سے ختم قرآن کرتے ہیں۔ صرف ایک پارہ پڑھتے ہیں۔ اور ختم ہو جاتا ہے۔ اور پورے قرآن کا پڑھنا ترک کر دیا ہے۔

﴿ج﴾

قراءۃ قرآن ایک ثواب ہے۔ اور سماع قرآن دوسرا ثواب ہے۔ لہذا اگر ایک قاری ایک پارہ قرآن کا پڑھ لے۔ اور باقی سن لیں۔ اور قاری پڑھنے کا اور سامع سننے کا ثواب میت کی روح پر بخش کر دیں۔ تو قراءۃ اور سماع دونوں کا ثواب اس کی روح کو موصول ہوگا۔ لیکن یہ ختم قرآن نہیں کہلائے گا۔ ختم قرآن اسے کہتے ہیں کہ قرآن کریم کو اول سے آخر تک جو مصحف میں مسطور ہے۔ پڑھا جاوے۔ حتیٰ کہ اگر صرف پہلا پارہ مختلف تیس آدمی پڑھ لیں۔ تب بھی ختم قرآن نہیں کہلایا جائے گا۔ بلکہ یوں کہا جائے گا۔ کہ پہلا پارہ تیس مرتبہ پڑھا گیا۔ تو صرف سماع اور وہ بھی صرف ایک پارہ کے سننے کو ختم قرآن کس طرح کہا جاوے گا۔ لہذا صورۃ مسئولہ میں پہلی صورت گرچہ ثواب ہے۔ اور میت کو بخشا جا سکتا ہے۔ لیکن ختم قرآن نہیں ہے۔ واللہ اعلم۔

چالیسویں کا کھانا ایک رسم ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء شرع اس مسئلہ کے بارہ میں ہمارے علاقہ میں یہ رواج ہے کہ چالیسویں پر جو طعام پکایا جاتا ہے۔ اس کو برادری میں تقسیم کیا جاتا ہے۔ اور بعض اوقات برادری خود مجبور کرتی ہے۔ کہ ہماری دعوت کرو کیا یہ طعام برادری کو کھلانا چاہیے۔ یا کہ نہیں تو آپ اس مسئلہ کے بارے میں جو کچھ بھی تحریر کریں اس کے کا حوالہ اور کتاب کا صفحہ بھی ضرور تحریر کریں۔ اس کے علاوہ اپنے مدرسہ کے مہتمم کے دستخط اور مدرسہ کی مہر بھی ضرور لگائیں۔ تاکہ مسئلہ ایک فتویٰ کی صورت اختیار کرے۔

﴿ج﴾

واضح ہے کہ چالیسویں پر جو طعام پکایا جاتا ہے۔ شرع میں اس کا کوئی ثبوت نہیں ہے۔ بلکہ یہ ایک رسم اور بدعت ہے۔ البتہ بلا التزام تعین مروجہ و پابندی رسم و قیود ایصال ثواب جائز اور مستحسن ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

جنازہ کے بعد جانور ذبح کرکے گوشت تقسیم کرنے کو ضروری سمجھنا بدعت ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک جگہ یہ صورت پائی جاتی ہے۔ جو آدمی مرجاتا ہے۔ یا کسی کا کوئی فوت ہو جاتا ہے۔ تو اسی متوفی کے مال سے ایک موٹا تازہ جانور اچھے سے اچھا خاص کر بیل اس میت کے ساتھ قبرستان میں لے جا کر ذبح کرتے ہیں اور پھر گھروں پر تقسیم کرتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ خدا کے نام پر ہم نے یہ کیا ہے۔ اور اگر کوئی نہ کرے تو اس پر آپس میں چہ میگوئیاں کرتے ہیں اور دفن کرنے کا بیٹھ کر انتظار کرتے ہیں۔ پھر ہر کوئی گوشت کا اپنا حصہ لے کر گھر جا کر کھاتے پکاتے ہیں۔ کیا ایسی خیرات کا کھانا جائز ہے یا ناجائز دلائل سے بیان فرما کر مشکور فرمائیں۔

۲۔ اور دفن کرنے کے بعد قبر پر اذان دینا جائز ہے۔ یا نہیں بینوا توجروا

۳۔ جنازہ کے بعد متصل مجموعی طور پر بیٹھ کر کچھ تسبیح وغیرہ پڑھ کر امام صاحب کا ملک کر کے دعا مانگنا جائز ہے یا نہ اور مٹھائی وغیرہ تقسیم کرنا جائز ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا۔

﴿ج﴾

ا۔ یہ ذبح مروجہ ناجائز اور بدعت ہے۔ بچند وجوہ شریعت میں غمی کے موقع پر دعوت مشروع نہیں کتب فقہ میں تصریح ہے۔ ان الدعوة شرعت فی السرور لا فی الشرور۔ اس ذبح کو لازم سمجھا جاتا ہے اور التزام مالا یلزم ناجائز ہے۔ اس جانور پر جو رقم صرف ہوتی ہے۔ اس میں عموماً نابالغ یتامیٰ کا حصہ بھی ہوتا ہے۔ والذین یاکلون اموال الیتامی ظلما انما یاکلون فی بطونهم نارًا الایه نابالغ کا مال صدقہ و خیرات دینا کسی صورت میں بھی روا نہیں۔

اس دعوت سے مقصود ایصال ثواب نہیں ہوتا۔ بلکہ ریا ءو نمود مطلوب ہوتی ہے۔ یا لوگوں کے طعن و تشنیع کے ڈر سے ذبح کرتے ہیں۔ جب کہ خود سوال میں بھی اس کی طرف اشارہ ہے۔ ایصال ثواب مقصود نہ ہونے پر چند قرائن ہیں۔ اخفاء صدقہ افضل ہے اس کے باوجود اگر اخفاء صدقہ کی ترغیب ان لوگوں کو دی جائے۔ تو ہرگز قبول کرنے کو تیار نہیں ہوتے۔ (ب) صدقہ بصورت نقد زیادہ بہتر ہے۔ کیونکہ اس میں اخفاء بھی سہل ہے۔ اور فقراء کے لیے نافع بھی زیادہ ہے۔ مع ہذا نقد صدقہ سے ایصال ثواب پر کوئی راضی نہیں۔ دوسرے درجہ میں صدقہ کی بہتر صورت یہ ہے کہ حاجت مند کی ضرورت کے پیش نظر صدقہ دیا جائے۔ مگر یہاں تو بہر کیف گوشت ہی دینا ہے

۴۔ نماز شب معراج ہی میں فرض ہوئی ہے جیسا کہ صحیح احادیث سے ثابت ہے در مختار میں ہے (ھی فرض عین علی کل مکلف، بالاجماع فرضت فی الاسراء لیلۃ السبت سابع عشر رمضان قبل الھجرۃ بسنۃ و نصف و کانت قبلہ صلاتین قبل طلوع الشمس و قبل غروبھا ص ۳۵۸ ج ۱۔ فقط واللہ اعلم

جنازہ پر آنے والوں کے لیے اہل میت کا انتظام دعوت مکروہ ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء کرام و مفتیان دین متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ جب کوئی فوت ہو جاتا ہے تو اس کی تجہیز و تکفین میں ہر کس و ناکس برائے اعانت شرکت کرتے ہیں تو اہل میت اسی دن ان شرکاء کے لیے لازماً علی سبیل الوجوب ایک دنبہ یا بکرا یا گائے یا بھینس وغیرہ ذبح کر کے ان کو کھانا کھلاتا ہے۔ قدرتاً اب ایک رسم بن چکی ہے اگر اہل میت کھانا وغیرہ نہ کھلائے تو مطعون و معتوب و بے وفا سمجھا جاتا ہے نیز مقامی نیم خواندہ ملا صاحبان اور جہلاء کا طبقہ خبیث ما الفینا علیہ آباءنا کی رٹ لگاتے ہیں اور جہلاء کی ایک یہ بھی دلیل ہے کہ اگر اس طرح کھانا نہ کھلائیں تو پہاڑی بعض علاقوں میں قلت الناس کی وجہ سے آئندہ میت کی تجہیز و تکفین کے لیے کوئی نہیں آئے گا تو کیا میت کو باہر چھوڑ دیں۔ الجواب صورت مسئلہ مذکورہ میں کیا یہ طعام کھانا اور کھلانا عند الشرع و مذہب حنفیہ حلال ہے یا حرام ہے اور دلائل و حوالہ جات کی اشد ضرورت در پیش ہے کیونکہ بلوچستان کے بعض پہاڑی علاقوں میں نیم خواندہ ملا تو ہوتے ہیں مگر کتابیں نایاب ہوتی ہیں۔ لہٰذا برائے کرم اس مسئلہ کو دلائل قطعیہ و حدیث رسول اللہ ﷺ و عبارات فقہاء سے متوشح و مبرھن فرما کر عبد اللہ اور ماجور ہو کر عنایت فرمائیں۔

﴿ج﴾

مذہب احناف میں مکروہ اور حرام ہے جیسا کہ ملا علی قاری نے مرقات شرح مشکوۃ ص ۲۲۳ ج ۴ میں لکھا ہے۔ واصطناع اھل المیت لہ لاجتماع الناس علیہ بدعۃ مکروھۃ بل صح عن جریرؓ کنا نعدہ من النیاحۃ وھو ظاہر فی التحریم قال الغزالی ویکرہ الاکل منہ قلت وھذا اذا لم یکن من مال الیتیم او الغائب والا فھو حرام بلا خلاف مشکوۃ شریف ص ۱۵۱ ج ۱ کی حدیث بھی اس پر دال ہے وعن عبد اللہ بن جعفرؓ قال جاء نعی جعفرؓ قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم اصنعوا لال جعفر طعاماً فقد اتاھم ما یشغلھم فتاوی عالمگیریہ ص ۱۰۲ ج ۴ میں ہے۔ ولا یباح اتخاذ الضیافۃ ثلثۃ ایام فی ایام المصیبۃ فتاوی ج ۳ تاتارخانیہ وغیرہ میں بھی یہ مسئلہ مدلل مذکور ہے۔

ایضاً

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ شخص زید فوت ہو جاتا ہے تو اس کی تجہیز و تکفین میں جو کسی دور دراز کے مقامات شرکت کرتے ہیں۔ تو اہل میت ان مذکورہ شرکاء کے لیے لازمی طور پر حسب الوسعہ ایک دنبہ یا بکرہ گائے بھینس وغیرہ ذبح کرکے ان کو طعام کھلاتے ہیں۔ یہ رسم قدیم سے ایک قسم کی رسم بن چکی ہے۔ کہ اگر اہل میت کھانا وغیرہ نہ کھلائیں تو مطعون اور معتوب و معیوب و بے وقار سمجھا جاتا ہے۔ مقامی نیم خواندہ ملا صاحبان اور جہلاء کا طبقہ نتبع ما ألفينا عليه آباءنا کی رٹ لگاتے ہیں۔ لہٰذا صورت مسئلہ مذکورہ میں کیا یہ طعام کھلانا عندالشرع جائز ہے؟ مدلل دلائل کے ساتھ جوابات کی اشد ضرورت ہے۔

﴿ج﴾

یہ طعام اگر صدقہ کے طور سے ہو تو جائز ہے۔ اور اگر ضیافت کے طور سے ہو تو تین دن تک ناجائز ہے۔ اور اگر رسم و رواج کے طور سے ہو تو ہر وقت ناجائز اور بدعت ہے۔ (فی رد المحتار ص ۲۲۴ ج ۱) ویکرہ اتخاذ الضیافة من الطعام من اهل المیت لانه شرع فی السرور لا فی الشرور وهی بدعة مستقبحة روی الامام احمد وابن ماجة باسناد صحیح عن جریر بن عبدالله رضی الله عنه کنا نعد الاجتماع الی اهل المیت وصنعهم الطعام من النیاحة اه وفی البزازیة ویکره اتخاذ الطعام فی الیوم الاول والثالث وبعد الاسبوع ونقل الطعام الی القبر فی المواسم ... وفیها من کتاب الاستحسان وان اتخذ طعاما للفقراء کان حسنا انتهی ص ۲۲۴ ج ۱ . مختصرا قلت وماروی من حدیث داعی امرأته فالروایة الذائعة بغیر الاضافة ولو سلمت الاضافة فالترجیح للمحرم وایضا کان طعامهم طعام الحاجة لا طعام الضیافة المعروفة ولا طعام الرسم فقط.

نوٹ: یہ صدقہ بھی اگرچہ مختلف فیہ تو ہے۔ اگر بالفرض جائز بھی ہو تو یہی صورت ہے کہ اپنے گھر کا طعام پکا کر باہر غرباء و فقراء کو یا کسی دینی مدرسہ میں دے دیں۔ اور اہل میت کے گھر میں جمع ہو کر سرور کی صورت پیدا کرکے کھانا بالاتفاق قطعاً جائز نہیں ہے۔ خواہ کھانے والے فقراء ہوں یا اغنیاء یا امراء کیوں ہوں۔

محمد فرید عفی عنہ پشاور مفتی دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک

یہ رسم زمانۂ نبوی علی صاحبہا الوف التحیۃ والسلام اور حضرات صحابہ کرام و تابعین عظام کے بعد بھی نہ تھی گویا

کہ قرآن شریف پڑھایا تکبیر کے بعد کی ایجاد ہے۔ اور اسے ضروری قرار دیا جاتا ہے۔ اور ترک پر نکیر کی جاتی ہے۔ جس بموجب ارشاد نبوی من احدث فی امرنا ھذا (الحدیث) یہ بدعت قبیحہ ہے۔ جیسا کہ محقق ابن ہمام نے تصریح فرمائی ہے۔ وھی بدعۃ مستقبحۃ ۔ یدعم واجب الترک ہے۔ نیز اس میں معارضہ ہے۔ ارشاد نبوی اصنعوا لآل جعفر طعاما فانھم اتاھم ما یشغلھم کہ لہٰذا ان کا کھانا ضروری ہے۔ واللہ اعلم۔

مروجہ محفل میلاد و معراج، اسم محمدؐ پر انگوٹھے چومنا، میت کے آگے درود شریف پڑھنے کا شرعی حکم

(س)

کیا فرماتے ہیں علماء دین مسائل ذیل کے بارہ میں

۱۔ مروجہ مجلس میلاد و معراج جائز ہے یا ناجائز ہے۔

۲۔ نماز جنازہ کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنا جائز ہے یا ناجائز ہے۔

۳۔ اذان کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنا جائز ہے یا ناجائز ہے۔

۴۔ حضورؐ کے نام مبارک پر انگلیوں کا چومنا جائز ہے یا ناجائز ہے۔

۵۔ کسی مصیبت کے وقت درود شریف کا ختم یا ختم قرآن شریف پڑھانا اور اس کے عوض رقم دینا یا پڑھنے والوں کو طعام کھلانا جائز ہے یا ناجائز۔

۶۔ میت کی چارپائی کے آگے درود شریف پڑھنا جائز ہے یا ناجائز ہے۔

(ج)

۱۔ اگر منکرات شرعیہ اور تعیین تاریخ اور التزام بدعات سے خالی ہو تو جائز ہے ورنہ نہیں۔

۲۔ بدعت ہے۔ چونکہ یہ صحابہ کرام و تابعین وسلف صالحین سے منقول نہیں اور نہ خیر القرون میں معمول ہے۔ اس لیے اس پر التزام کرنا اور مانعین پر انکار کرنا گناہ ہے۔ اس کا ترک کرنا لازم ہے۔

۳۔ دعاء اذان میں ہاتھ اٹھانے کا ثبوت نہیں ہے۔ یہ دعا بطور ذکر ہے۔ الفاظ منقولہ سے کی جاتی ہے۔ جس دعا میں ابتدائی درخواست دربار خداوندی میں پیش ہو اور وہ منقول ہونے کی حیثیت سے نہ مانگی جاوے۔ وہاں رفع یدین مسنون ہوتا ہے۔

۴۔ بعض ضعیف کتب میں یہ بات پائی جاتی ہے۔ لیکن چونکہ خیر القرون میں معمول نہ تھا اس لیے اس کو ترک کر دیا جاوے۔

«توضیح»

لوجہ اللہ میت کو قرآن شریف وغیرہ پڑھ کر ثواب پہنچانا درست ہے۔ اور اس میں کسی کا خلاف نہیں ہے۔ (وفی البحر من صام او صلی او تصدق وجعل ثوابه لغيره من الاموات والاحياء جاز ويصل ثوابها اليهم عند اهل السنة والجماعة كذا في البدائع (رد المحتار باب صلوة الجنائز مطلب في القراءة للميت ص ۶۰۶ ج ۱) سورۃ اخلاص پڑھ کر یا قیود رسوم مخترعہ کے ایصال ثواب کے حساب میں بھی کچھ دخل نہیں۔ لیکن اس طریقے سے (کہ نماز جنازہ کے فوراً بعد میت کو رکھ لیتے ہیں۔ اور درود شریف و قل وغیرہ پڑھتے ہیں۔ اور پھر دوبارہ دعا کرتے ہیں جائز نہیں۔

فقہاء رحمہم اللہ نے نماز جنازہ کے بعد دوبارہ دعا کرنے کو مکروہ اور ممنوع لکھا ہے۔ ولا يدعو للميت بعد صلوة الجنازة لانه يشبه الزيادة في صلوة الجنازة (مرقاة المفاتيح شرح مشكوة المصابيح) نماز جنازہ خود دعا للمیت ہے۔ اس میں اور کسی اپنی ایجاد کی حاجت نہیں۔ دین وہی معتبر ہے جو رسول اللہ ﷺ سے صحابہ تابعین و تبع تابعین نے نقل کیا ہے۔ خیر القرون میں جس چیز کا ثبوت نہ ہو۔ اس کو اپنی طرف سے لازم سمجھنا اور نہ کرنے والے پر طعن و ملامت کرنا سخت گناہ ہے۔ حدیث شریف میں ہے۔ من احدث في امرنا هذا ما ليس منه فهو رد۔ جنازہ کے بعد فوراً میت کو دفن کریں اور دفن کے بعد دعا کریں۔ حضور ﷺ نے یہی طریقہ بتلایا ہے۔ کما في سنن ابي داؤد كان النبي صلى الله عليه وسلم اذا فرغ من دفن الميت وقف على قبره وقال استغفروا لاخيكم واسئلوا الله له بالتثبيت فانه الان يسئل (شامی) اس طرح میت کے ساتھ گڑ وغیرہ لے جا کر قبرستان میں تقسیم کرنا فقہاء نے منع کیا ہے۔ اس میں یتامیٰ کا حق ہوتا ہے۔ بعض اوقات اہل میت لعن طعن سے بچنے کے لیے قرض لے کر رسومات بجالاتے ہیں۔ ویکرہ نقل الطعام الى القبر في المواسم میت کے گھر سے تین دن تک کھانا درست نہیں۔ اور نہ ان کے لیے ایصال ثواب کے لیے ان ایام میں دعوت کرنا درست ہے۔ ويكره اتخاذ الطعام في اليوم الاول والثالث وبعد الاسبوع الخ. واتخاذ الدعوة لقراءة القرآن وجمع الصلحاء والقراء للختم ولقراءة سورة الانعام والاخلاص ۔(رد المحتار باب الجنائز ص ۶۶۳ ج) پہلے روز اور تیسرے روز اور دسویں چہلم کی قید لگانا اور یہ سمجھنا کہ شرعاً اسی تاریخ کے اندر اس کے سبب سے ایصال ثواب کریں۔ یہ رسوم اور تخصیصات جو عوام نے مقرر کر رکھی ہیں۔ ان کی کچھ اصل نہیں ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

مرتفع نہیں ہوئی۔ اور اس حیاۃ کو بھی موت کہا جاتا ہے۔ اس میں دونوں اقوال علماء اہل سنت کے منقول ہیں۔
حضرت مولانا قاسم نانوتوی بانی دارالعلوم دیوبند اس کے قائل ہیں کہ آپ پر موت یقیناً طاری ہوئی ہے لیکن وہ
موت ساتر الحیاۃ تھی رافع الحیاۃ نہیں۔ گویا آپ کی حیات دنیوی مستمر چلی جارہی ہے۔ صرف چند لمحات کے لیے
وہ حیات ایسی مستور ہوئی کہ حرکات و افعال اس پر متفرع نہ ہوتے تھے۔ اور یہی آپ کی موت ہے۔ جو عوام کی
موت سے علیحدہ حقیقت ہے۔ ''آب حیات'' کو مطالعہ فرمادیں۔ آپ اگر اس حیات کو دنیوی نہیں تو بھی صحیح ہے اور
برزخی بدیں معنی کہیں کہ بعد الموت ہے۔ تب بھی گنجائش ہے۔ لیکن یہ عقیدہ اہل سنت والجماعۃ کے عقیدہ کے خلاف
ہے کہ آپ کی روح اب بحالت موجودہ آپ کے جسد اطہر سے متعلق نہیں ہے۔ اعلیٰ علیین میں ہے۔ اور جسد
اطہر بلا حرکت سالم قبر میں موجود ہے۔ (۴) شہید شدہ قرآن شریف جب پڑھنے کے قابل نہ ہو تو اس کو دفن کیا
جائے شامی ص ۲۲۲ ج ۱ مطبوعہ ایچ ایم سعید کراچی۔ وفی الذخیرۃ المصحف اذا صار خلقاً
وتعذر القراءۃ منه لایحرق بالنار الیه اشار محمد وبه ناخذ ولایکرہ دفنه الخ۔ اگر کسی نے
شہید شدہ قرآن شریف کو بے ادبی سے بچنے کی خاطر جلادیا ہے۔ تو رو سے شریعت اس پر کوئی جرم نہیں ہے۔
واللہ تعالیٰ اعلم

ختم قرآن کریم پر پیسے لینا

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کہ قبر پر جو قرآن مجید پڑھایا جاتا ہے۔ یا پڑھا جاتا ہے۔ موجودہ دور
میں اور پھر پیسے وغیرہ لینا درست ہے یا نہ۔

﴿ج﴾

ایصال ثواب برائے اموات کے استحباب میں کوئی کلام نہیں ہے۔ بلاقیود و رسوم مخترعہ ایصال ثواب الی
الاموات جائز ہے۔ فی البحر من صام او صلی او تصدق وجعل ثوابه لغیرہ من الاموات
والاحیاء جاز ویصل ثوابها الیهم عند اهل السنة والجماعة کذا فی البدائع (رد المحتار
باب صلوۃ الجنائز مطلب فی القراءۃ للمیت ص ۲۴۲ ج ۱)
ایصال معروف بالشرط پر جو قرآن شریف میت کے لیے پڑھواتے ہیں۔ اس میں محققین نے لکھا ہے کہ
میت کو ثواب نہیں پہنچتا کیونکہ جب پڑھنے والے کو ثواب نہ ہوا بوجہ نیت اجر وعوض کے تو میت کو کہاں سے پہنچے گا

پس صورت مسئولہ نیز بطریق درست نیست۔ قال تاج الشریعة فی شرح الهدایة ان القرآن بالاجرة لایستحق الثواب لا للمیت ولا للقاری (الی ان قال) فالآخذ والمعطی آثمان الخ واذا لم یکن للقاری ثواب لعدم النیة الصحیحة فاین یصل الثواب الی المستاجر (شامی کتاب الاجارة) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۱۸ محرم ۱۳۹۰ھ

اہل میت کا لوگوں کے لیے طعام تیار کرنا

﴿س﴾

چہ می فرمایند علماء دین ومفتیان شرع متین اندریں مسئلہ کہ مثلاً زید فوت شود پس تکفین وتجہیز او ہر کس وناکس برائے اعانت شرکت می کنند واہل میت آں روز برائے آں شرکاء ولازماً کل تکمیل الضیافت یک گوسفند یا بز یا گاؤ وغیرہ ذبح می کنند برائے پختن طعام می سازند حتیٰ کہ ایں رسم در رسم شدہ است کہ اگر اہل میت ایں چنیں نہ کنند مطعون ومعیوب وبے وقار کردہ شوند لہٰذا مسئلہ مسئول است کہ چنیں قسم طعام کہ دادہ شود در مذہب حنفیہ حلال است یا حرام امید است کہ با دلائل قطعیہ وحوالجات مسئلہ مذکورہ صحیح فرمایند بینوا توجروا

﴿ج﴾

طعام ضیافت کہ از پس موتی پختہ اول ایں شود مکروہ وتحریمی است چنانچہ وجہ ایں آنکہ در بحرالرائق ودیگر کتب تصریح کردہ اند کہ ضیافت وسماع در سرور وشادی مشروع است نہ در شرور ومصائب وفتح قدیر است ان طعام روز اول بخانہ کسیکہ موت شدہ باشد مسنون است نہ آنکہ از ان کس طعام طلب کنند ضیافت بخورند چنانکہ اگر او خود پختہ برو کنند کرہم طلب است پس بخلاف ایں طلب او طعام پختہ می کنند دوم آنکہ در حدیث جریر بن عبداللہ البجلی است کنا نعد الاجتماع الی اہل المیت وصنعہم الطعام من النیاحة یعنی ما جمع صحابہ جمع شدن مردم را نزد اہل میت سوائے خدمت تجہیز وتکفین وایں را کہ تیار کنند اہل میت طعام را از نوحہ می شمردیم وآں نوحہ خود حرام است پس ایں اجتماع مردم وساختن طعام ہم ناروا وحرام خواہد بود سوم آنکہ در کتب شرع مصرح است کہ ایں پختن طعام از اہل میت از رسوم وعادات جاہلیت عرب بود چوں اسلام آمد ایں رسم جاہلیت موقوف کردند لہٰذا در عہد صحابہ وتابعین ایں رسم منقول نیست پس آنچہ درمیان عوام در رسم سوم ودہم وبستم وچہلم وششماہی و

کر دیا جائے۔ یہ رواج ختم نہیں ہو سکتا اور اس رواج کو اس لیے ختم کرنا چاہیے کہ عوام نے اس کو واجب سے بھی اہم سمجھ رکھا ہے۔ کیونکہ عوام قبرستان میں خیرات نہ کرنے والے کو اچھا نہیں سمجھتے آپ کی خدمت میں گزارش یہ ہے کہ قبرستان میں جو کچھ مذکورہ طریقہ سے تقسیم کرتے ہیں۔ یہ فدیہ ہوگا۔ یا خیرات اور یہ خیرات بھی اس طریقہ کے ساتھ جس میں ریا کا شائبہ ہو اور غرباء کے لیے، وارثوں کو تکلیف کا باعث ہوتی کہ مجبوراً قرضہ لیتے ہیں یہ خیرات جائز ہے۔ یا نہیں۔ اگر جائز نہیں تو مہربانی فرما کر اس مروجہ فدیہ یا خیرات کے ناجائز ہونے والی دلیل بحوالہ تحریر فرما کر مشکور فرمادیں۔ اور خیرات وفدیہ کے جائز ہونے کی صورت بھی تحریر فرمائیں۔

﴿ج﴾

میت کے لیے صدقہ اور خیرات کرنا اس کے ساتھ ایک بہت ہی عمدہ حسن سلوک ہے۔ نصوص شرعیہ سے ثابت ہے۔ اہل سنت والجماعت کا اس پر اتفاق ہے۔ مگر ثواب کا وہی طریقہ معتبر ہوگا جو دلائل شرعیہ سے ثابت ہو۔ چنانچہ اگر کسی عاقل کے ذمہ کچھ نمازیں باقی ہوں۔ اور اسی حالت میں اس کی وفات ہو جائے تو فقہاء نے روزہ پر قیاس کرتے ہوئے اس کے لیے فدیہ تجویز کیا ہے اور یہ محض قیاس نہیں حضرت ابن عباس اور حضرت ابن عمر کی روایتیں بھی اس بارے میں موجود ہیں۔ **قال لا یصلی احد عن احد ولا یصوم احد عن احد ولکن یطعم عنه** (سنن کبریٰ) **وعن ابن عمر قال لا یصلین احد عن احد ولا یصومن احد عن احد ولکن ان کنت فاعلا تصدقت عنه** (ص ۲۵۷ ج ۴) پس ہر شخص کو اپنی نمازوں اور روزوں کا حساب کرکے حسب تصریح فقہاء کرام وصیت کر لینی چاہیے اور اگر بغیر وصیت کے وارث نے بطور تبرع فدیہ دیا تو بھی جائز ہے اور انشاء اللہ ثواب پہنچے گا ہر نماز کا فدیہ نصف صاع گندم ہے اور وتر کی نماز کے لیے مستقل فدیہ نصف صاع ادا کرنا ہوگا اندازہ پانچ نمازوں کا فدیہ مع وتر ساڑھے دس سیر گندم ہوتا ہے۔ اور اگر کسی شخص کے ذمہ نماز روزہ وغیرہ کے حقوق نہیں ہیں تو اس کے لیے فدیہ کی ضرورت نہیں ہے۔ اور اگر کوئی شخص مالدار ہے اور اس کے ترکہ سے وارثوں کی حق تلفی کے بغیر ثلث مال سے فدیہ دیا جا سکتا ہے تو فدیہ سے دیا جائے گا۔ البتہ اگر کوئی شخص غریب اور فقیر ہے اور اس کے ذمہ نماز روزہ وغیرہ حقوق ہیں اور اس کے ثلث ترکہ میں اتنی گنجائش نہیں کہ سب نمازوں کا فدیہ ادا ہو سکے تو فقہاء کرام نے اس کے لیے یہ حیلہ تجویز کیا ہے کہ جتنی مقدار میں گندم یا اس کی رقم کا اس کا وارث متحمل ہو سکتا ہے تو وہ گندم یا رقم میت کا وارث کسی فقیر کو دے پھر فقیر وارث میت کو ہبہ کر دے پھر وارث فقیر کو دے حتیٰ کہ اتنی بار یہ معاملہ ہوتا ہے۔ جتنی بار میں نمازوں اور روزوں کا فدیہ پورا ہو جائے۔ یہی صورت فقہ حنفی

کی متعدد کتب میں لکھی ہے۔ شامی ص ۴۹۲ ج ۱ اور فقہاء احناف نے اس کی تصریح کی ہے کہ اگر فدیہ نماز کا عوض بن سکا فبہا ورنہ صدقہ کا ثواب تو میت کو ہو جاوے گا' پس آپ کے علاقہ میں جو یہ دستور ہے کہ حیلہ اسقاط کے لیے ایک خاص باکرامت گٹھڑی ہوتی ہے جس میں قرآن کریم کے علاوہ کچھ ریزگاری اور گڑ بھی شامل ہوتا ہے اور پھر اس کو ایک دائرہ کے اندر گھمایا جاتا ہے اور ایک مخصوص دعا ہے۔ کل حق من حقوق اللہ الخ شروع کر کے وہ گٹھڑی اصحاب دائرہ کو دی جاتی ہے اور قبلت و وھبت کہتے ہوئے ایک دوسرے کے حوالے کر دیتے ہیں' فقہاء کرام کی کتب میں بھی اور قرآن کریم اور احادیث میں کہیں اس کا ذکر ہی نہیں ہے۔ اس فدیہ معلومہ کے حیلہ کا ثبوت کہاں سے نکلا ہے۔ اس کا سرے سے سوال ہی پیدا نہیں ہوتا کہ میت کے نمازوں اور روزوں کا حساب لگایا ہے۔ اور کتنی بار چکر دینے سے وہ حساب بے باق ہو گا۔ لہٰذا یہ حیلہ محض دنیا کمانے کا ایک مذموم حیلہ رہ گیا۔ جس کا ترک کرنا لازم ہے اور زید نے جو اعتراض کیا ہے زید کا اعتراض بالکل درست ہے آپ تمام کو اس کی آواز پر لبیک کہنا چاہیے۔ فقط واللہ اعلم۔

اسقاط مروج اور منشیات کی چوری چھپے درآمد (سمگلنگ)

﴿س﴾

چہ میفر مایند علماء کرام و مفتیان عظام اندریں مسئلہ کہ یک شخص تریاق (افیون) را از برائے تجارت از ملک افغانستان بہ ملک ایران بطور روزوی (سمگلنگ) در کوہ و راہ پوشیدہ بغیر از اذن ملک ایران مے برد پس دریں خرید و فروخت آن پیسہ و روپیہ کہ حاصل شود بعوض تریاق آیا خوردن آن قیمت و منافع جائز است یا نہ و این تجارت از روئے شرع حلال است یا حرام نیز چونکہ بغیر از اذن و اجازت ملک ایران مے برد وقتے کہ آن مرد تریاق را براہ پوشیدہ مے برد اگر آن مرد را محکمہ پولیس کے او را قتل کند و بکشد پس حکم آن مرد قتیل او از روئے شریعت محمدیہ علیہ الصلوٰۃ والسلام چیست کہ آیا آن مقتول شہید است یا چہ حکم دارد بینوا توجروا۔۔

(۲) حکم اسقاط بعد از نماز جواز دارد یا نہ اگر از برائے جواز طریقے شرعیہ است آن کدام است و چہ گونہ مے باید ہر دو جواب مدلل ضرور است۔

﴿ج﴾

(۱) اس شخص کا یہ فعل جائز نہیں البتہ منافع تجارت حلال ہے اور اس کا قتل جائز نہیں اگر قتل کیا گیا تو شہید ہو گا۔

رواه الامام احمد و ابن ماجه باسناد صحيح عن جرير بن عبدالله قال كنا نعد الاجتماع الى اهل الميت وصنعهم الطعام من النياحة اه و فى البزازية ويكره اتخاذ الطعام فى اليوم الاول والثالث وبعد الاسبوع ونقل الطعام الى القبر فى المواسم الخ.

مردگان را ثواب تصدق بهر صورت بالا سے قبر نهادن تصدق نیست پس ثواب از چه رسد و نیز چونکه این تقرب الی غیر الله بنظر عقیده عوام مقصود باشد و این موجب گناه است و تشبه بآں کفار است که شیرینی پیش بتان سے نهادند و قصد تقرب ایشان میکردند تا بعد خوردن آن شیرینی و گندم وغیره اگر بدین قصد باشد جائز نیست و تعیین تاریخ بدعت محدثه است از این قسم عمل پرهیز باید کرد (ف) نذر عبادت است و آن مخصوص بذات الله است پس نذر را برائے الله تعالی خاص کردن ضروری است برائے غیر الله نذر کردن از مومن بعید تر است توبه لازم است چه جائیکه این عقیده باشد که ترک این قسم نذر موجب ضرر است والعیاذ بالله البته بغیر نذر کردن امداد آل محمد رسول الله کرده شود بوجه مسکنت ایشان موجب اجر عظیم است الدر المختار ص۱۳۹ ج۲ و اعلم ان النذر الذى يقع للاموات من اكثر العوام وما يؤخذ من الدراهم والشمع والزيت ونحوها الى ضرائح الاولياء الكرام تقربا اليهم فهو بالاجماع باطل وحرام ما لم يقصدوا صرفها لفقراء الانام وقد ابتلى الناس بذلك ولا سيما فى هذه الاعصار (الدر المختار) وقال الشامى على قول الدر (باطل و حرام) لوجوه منها انه نذر لمخلوق والنذر للمخلوق لا يجوز لانه عبادة والعبادة لا تكون لمخلوق الخ شامى ص ۱۳۹ ج ۲ كتاب الصيام نمبر۱ صدقات واجب (زکوٰۃ) عشر صدقۂ فطر و قیمت چرم قربانی بر سیدان جائز نیست البته نفلی چرم ایشان را دادن جائز است بوجه عدم معرفت ایشان شرافت است اوساخ الناس ایشان را نشاید کما هو مصرح فی جمیع الکتب والله اعلم بالصواب۔

حیلۂ اسقاط کا شرعی حکم

(س)

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص مر جاتا ہے اور اس کے پیچھے ورثہ بغیر وصیت میت حیلۂ اسقاط مروج کیا کرتے ہیں۔ جس میں یہ فرق نہیں ہوتا کہ میت فقیر ہے یا غنی بلکہ فقیر و غنی دونوں کے لیے بلا امتیاز حیلۂ اسقاط گول دائرہ کی شکل میں کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ بہ سبب وصیت یک سطر بقیۃ الاسقاط اور دائرہ میں بیٹھنے والے بھی فقیر و غنی ہر قسم کے لوگ شامل ہوجاتے ہیں کیا قرآن و حدیث اور فقہ حنفی کے رو سے یہ حیلۂ اسقاط مروج مذکورہ درست ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا۔

﴿ج﴾

واضح رہے کہ شامی و دیگر فقہاء نے حیلہ اسقاط کی جو اجازت دی ہے۔ اس میں تصریح ہے کہ یہ حیلہ اس وقت جائز ہے جب کہ ثلث سے فدیہ ادا نہ ہو سکتا ہو۔ اور یہ صورت کبھی اتفاقاً پیش آجاتی ہے اسے مستقل رسم بنانے کی اجازت نہیں۔ فی الشامیۃ ونص علیہ فی تبیین المحارم فقال لا یجب علی الولی فعل الدور وان اوصی بہ المیت لانہا وصیۃ بالتبرع والواجب علی المیت ان یوصی بما یفی بما علیہ ان لم یضق الثلث عنہ فان اوصی باقل وامر بالدور وترک بقیۃ الثلث للورثۃ او تبرع بہ لغیرھم فقد اثم بترک ما وجب علیہ اھ وبہ ظہر حال وصایا اھل زماننا فان الواحد منہم یکون فی ذمتہ صلوات کثیرۃ وغیرھا من زکوۃ واضاح وایمان ویوصی لذلک بدراھم یسیرۃ ویجعل معظم وصیتہ لقراءۃ الختمات والتہالیل التی نص علماءنا علی عدم صحۃ الوصیۃ بہا (شامی ص ۲ ۱۵۳ ج :)

مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی فتاویٰ رشیدیہ نمبر ۱۹ پر لکھتے ہیں۔ حیلہ اسقاط کا مفلس کے واسطے علماء نے وضع کیا تھا۔ اب یہ حیلہ تحصیل لذیذ حلوؤں کا ملانوں کے واسطے مقرر ہو گیا ہے۔ حق تعالیٰ نیت سے واقف ہے۔ وہاں حیلہ کارگر نہیں۔ مفلس کے واسطے بشرط صحت نیت ورثہ کیا عجب ہے کہ مفید ہو ورنہ تو خود حیلہ تحصیل دنیاوی کا ہے۔ انتہی۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

اسقاط مروجہ کی شرعی حیثیت

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین مندرجہ ذیل مسائل میں (۱) کہ میت کو دفن کرنے کے بعد قبر پر اذان کہنا جائز ہے یا کہ نہیں۔ عہد صحابہ رضوان اللہ علیہم میں اس کا کوئی ثبوت ہے۔ (۲) اسقاط مروجہ یعنی میت پر قرآن کریم کا مختلف آدمیوں میں ادل بدل کرنا زید نے کہا کہ میں نے آپ کو یہ دیا عمر نے جواباً بکر کو یہی کہا اور اسی طرح یہ مراد لی جاتی ہے کہ اس سے میت کے فوت شدہ روزے اور نماز وغیرہ کی معافی ہو جاتی ہے کیا زمانہ خیر القرون میں کوئی دلیل ہو تو واضح فرمائی جاوے (۳) کسی منکوحہ عورت کو بغیر طلاق حاصل کیے کسی دوسرے شخص کے رو برو بھی بلا نکاح محض برادری کی پنچایت حوالہ کر دے ایسی برادری کے افراد کے متعلق شرع شریف کا کیا حکم ہے۔ (۴) رفع الیدین آمین بالجہر اور فاتحہ خلف الامام کی احادیث صحیح ہیں یا ضعیف اور امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ سمیت علاوہ باقی تین آئمہ برحق تھے یا کہ نہیں۔ رفع الیدین آمین بالجہر کرنے والوں کی اقتداء کس صورت میں جائز ہے یا کہ نہیں۔ ہر چہار مسئول مسائل کے متعلق علماء میں کافی اختلاف پایا جاتا ہے۔

﴿توضیح﴾

(۱) حیلۂ اسقاط بے اصل ہے۔ یہ ہے کہ جس شخص سے نمازیں فوت ہوگئی ہوں یا روزے اس کے ذمہ رہ گئے ہوں اور وہ مر جائے تو اگر وصیت کرے کہ میرے مال سے میری نمازوں اور روزوں کا فدیہ دے دیا جائے۔ اس کی فوتگی کے بعد اس کے وارث اس کے تہائی مال سے اس کا فدیہ بحساب فی نماز بقدر فطرانہ اور فی روزہ بقدر فطرانہ دیں گے۔ کما في التنوير والدر وغيره: وعليه صلوات فائتة . وأوصى بالكفارة يعطى لكل صلوة نصف صاع من بر كذا حكم الوتر من ثلث ماله ص ۱۵۳ ج ۱ . اور جو دَور ہے۔ جس کو حیلۂ اسقاط کہتے ہیں۔ وہ فقراء اور مساکین کے لیے ہے۔ چنانچہ شامی یا دیگر فقہاء نے جو اجازت دی ہے اس میں تصریح ہے کہ یہ حیلہ اس وقت جائز ہے جب ثلث مال سے فدیہ ادا نہ ہوسکتا ہو اور یہ صورت بھی اتفاقاً پیش آجاتی ہے۔ اسے مستقل رسم بنا لینے کی اجازت نہیں ہے۔ پس ان جزئیات فقہاء سے معلوم ہوا کہ اسقاط مروجہ جو ایک مستقل رسم کی صورت اختیار کر چکا ہے جائز نہیں۔ فتاوی رشیدیہ صفحہ ۱۹۲ پر ہے۔ حیلۂ اسقاط کا مفلس کے واسطے علماء نے تجویز کیا تھا۔ اب یہ حیلہ تحصیل چند فلوس کا علماء کے مقرر ہو گیا ہے۔ حق تعالیٰ نیت سے واقف ہے۔ وہاں حیلہ کارگر نہیں۔ مفلس کے واسطے بشرط صحت نیت ورثہ کیا عجب ہے کہ مفید ہو ورنہ لغو اور حیلہ تحصیل دنیا دنیہ کا ہے انتہی۔ مفتی رشید احمد صاحب احسن الفتاوی میں اسقاط مروج کے عدم جواز کی وجوہ بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں۔ اس وقت جو اسقاط مروج ہے۔ اس میں اولاً تو تملیک فقراء اس طرح کی جاتی ہے کہ اس سے تملیک متحقق نہیں ہوتی۔ ثانیاً۔ اس سے فسادِ عقیدہ لازم آتا ہے۔ کہ عوام نمازوں پر دلیر ہو جاتے ہیں۔ اور صوم وصلوٰۃ کی کوئی پرواہ نہیں کرتے۔ ثالثاً اس کا ایسا التزام کیا جاتا ہے کہ اسے اعمالِ تکفین میں سے ایک مستقل عمل سمجھا جاتا ہے۔ التزام کرنے سے مباح بلکہ مندوب کام بھی ناجائز ہو جاتا ہے۔ كما صرح به في الشامية وغيرها. رابعاً ثلث مال سے فدیہ ادا نہیں کیا جاتا حالانکہ لازم ثلث تک فدیہ کی وصیت کرنا اور اس کا ادا کرنا لازمی ہے۔ اتمام ثلث کے بعد بھی فدیہ باقی رہے تو اس حالت میں فقہاء نے حیلہ کی اجازت دی تھی۔ مگر فی زمانہ فسادِ عقیدہ کی وجہ سے یہ بھی جائز نہیں۔ (احسن الفتاوی صفحہ ۲۰۵) قال في الشامية ونص عليه في تبيين المحارم فقال لا يجب على الولي فعل الدور وإن أوصى به الميت لأنها وصية بالتبرع والواجب على الميت أن يوصي بما يفي بما عليه إن لم يضق الثلث عنه فإن أوصى بأقل وأمر بالدور وترك بقية الثلث للورثة أو تبرع به لغيرهم فقد أثم بترك ما

وجب علیه امر به ظهر حال وصایا اهل زماننا فان الواحد منهم یکون فی ذمته صلوات کثیرة وغیرها من زکوٰة واضاحی وایمان ویوصی لذلک بدراهم یسیرة ویجعل معظم وصیته لقراءة الختمات والتهالیل التی نص علمائنا علی عدم صحة الوصیة بها الخ (رد المحتار باب قضاء الفوائت ص ۵۳۴ ج ۱)

(۲) جائز ہے لیکن اسے ضروری اور لازم سمجھنا اور اجتماعی دعا میں شریک نہ ہونے والے پر نکیر کرنا گناہ اور ناجائز ہے۔

(۳) ایصال ثواب کے لیے جو ختم کیا جائے اس کے عوض میں کچھ لینا یا کھانا ناجائز ہے۔

(۴) محرم الحرام کی دسویں تاریخ کو قبروں پر ٹہنیاں ڈالنا ایک رسم ہے اور درست نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

محمد انور عفا اللہ عنہ نائب مفتی خیر المدارس ملتان

الجواب صحیح محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ خیر المدارس ملتان

۹ جمادی الاخریٰ ۱۳۹۶ھ

حیلۂ مروجہ برائے اسقاط

﴿س﴾

چہ می فرمایند علمائے کرام و مفتیان عظام اندریں مسئلہ کہ در عوام الناس رائج شدہ است کہ قرآن شریف بجز و میت می آرند ملا صاحب را چیزے دہند مثلاً صاحب کہ یک نقرہ بارا بمع قرآن شریف دیگر کس را میدہند و می گوید کہ این قرآن شریف را بمع این نقرہ و بخشیدہ ام آن دیگر کس می گوید قبول کردم بخشیدم و همچنین سه دفعه این طور میکنند و بعض این طور میکنند که حلقه می بندند ملا صاحب گفته است مهدیه قرآن شریف بجز میت خود می گوید بتو بخشیده ام آن دو دیگر می گوید قبول کردم و امثال آن چهار کس را میدهند به مثالث رائج را میدهد علی هذا القیاس۔ تا آنکہ قرآن شریف بملا صاحب میرسد و این را التزام کردہ اند۔ آیا این فعل در خیر القرون ثابت شدہ است یا کہ نہ۔ و آیا این فعل جائز است یا کہ نہ۔ مہربانی نمودہ دلائل از قرآن و حدیث رقم کردہ مشکور و ممنون سازند۔ بینوا بالبرهان و توجروا عند الرحمن یوم الحساب

﴿ج﴾

قرآن کریم بصورت مذکورہ بیک دیگر بخشیدن شرعاً بدعت است و نہ جائز زیرا کہ این بر عقیدہ فاسدہ مبنی است۔ و عقیدہ فاسدہ این است کہ ایشان خیال میکنند کہ قرآن کریم چونکہ بیبہا می باشد ازین وجه فدیه صلوتها و روزه ها شود۔ و این عقیده فاسده است۔ زیرا که نص فدیه بنصف صاع گندم یا قیمت او وارد است۔ روزه و نماز را بر آن قیاس کرده اند۔ لهذا مالیت نخود قرآن کریم آن قدر معتبر باشد که بر آن قدر نماز گرفته شود و اگر کسی شخص در بازار برائے بیع

﴿ج﴾

متوفی کے کفن کے باب میں اختلاف ہے مگر فتویٰ اس پر ہے کہ شوہر کے ذمہ ہے۔ (فی الدر المختار و اختلف فی الزوج والفتوی علی وجوب کفنها علیه) عند الثانی (وان ترکت مالاً) خانیه ورجحه فی البحر بانه الظاهر لانه ککسوتها ص ۹۱۲ ج ۱۔ لیکن اگر کسی اور شخص نے اپنی خوشی سے کفن دیدیا ہو تو وہ اب شوہر سے مطالبہ نہیں کر سکتا۔ اگر زوجہ مر جائے تو اس کے شوہر کو مرنے کے بعد صرف دیکھنا اس عورت کا جائز ہے۔ ہاتھ لگانا جائز نہیں۔ ویمنع زوجها من غسلها ومسها لا من النظر الیها علی الاصح الدر المختار علی هامش رد المحتار باب صلوۃ الجنازۃ ص ۲۳۳ ج ۱ مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

وقف قبرستان میں عمارت بنانا جائز نہیں

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ اراضی قبرستان وقف شدہ میں جب کہ اس میں قبریں موجود ہوں۔ کسی قسم کی عمارت تعمیر کرنا کیسا ہے۔ اور تعمیر کرنے والے کے خلاف کیا سلوک کیا جائے۔ تعمیر شدہ عمارت کو مسمار کرنا کیسا ہے۔

﴿ج﴾

اگر قبرستان وقف ہے۔ اور اس میں لوگ اموات دفن کرتے ہیں۔ تو اس میں مکان بنانا جائز نہیں۔ اس لیے کہ جہت وقف کا بدلنا صحیح نہیں۔ لان شرط الواقف کنص الشارع۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

میت کے ساتھ قبرستان میں گڑ اور شیرینی لے جانے کو ثواب سمجھنا بدعت ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ مردے کے ساتھ قبرستان میں گڑ وغیرہ لے جانا اور وہاں تقسیم کرنا جائز اور ثواب ہے۔ یا نہیں۔

﴿ج﴾

میت کے ساتھ گڑ شیرینی وغیرہ لے جانا ہرگز کہیں قرون ثلثہ مشہود لہا بالخیر میں ثابت نہیں۔ یہ فعل بدعت ہے۔ اور گناہ ہے۔ علامہ طحطاوی حاشیہ مراقی الفلاح میں لکھتے ہیں

ذکر ابن الحاج فی المدخل فی الجزء الثانی ان من البدع القبیحۃ ما یحمل امام
الجنازۃ من الخبز والخرفان ویسمون ذلک عشاء القبر فاذا وصلوا الیہ ذبحوا ذلک بعد
الدفن وفرقوہ مع الخبز وذکر مثلہ الفاکہانی فی شرح الاربعین فی حدیث من احدث فی
امرنا ھذا ما لیس منہ فھو رد قال ویسمون ذلک بالکفارۃ فانہ بدعۃ مذمومۃ قال ابن امیر
الحاج ولو تصدق ذلک فی البیت سراً لکان عملاً صالحاً وسلم من البدعۃ اعنی ان یتخذہ
الناس سنۃ او عادۃ لانہ لم یکن من فعل من مضی والخیر کلہ فی اتباعھم انتھی۔ اور عینی شرح
ہدایہ میں لکھا ہے ویکرہ نقل الطعام الی المقبرۃ فی الاعیاد واسراج السرج۔ اور درمختار میں لکھا
ہے۔ واطال فی ذلک فی المعراج وقال وھذہ الافعال کلھا للسمعۃ والریاء فیحترز عنھا
لانھم لا یریدون بھا وجہ اللہ تعالی انتھی ص ۲۶۲ ج ۱ مولانا رشید احمد گنگوہی فتاوی رشیدیہ ص
۱۴۳ میں لکھتے ہیں۔ توشہ مردہ کے ساتھ لے جانا عادت یہود و ہنود و گبر کی ہے۔ (الی ان قال) پس اس فعل کو
مردود گناہ جان کر ترک کرنا واجب ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

نماز جنازہ کا تکرار اور ایصال ثواب کے لیے ختم قرآن پر معاوضہ لینا درست نہیں

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علمائے دین متین و مفتیان شرع مبین ان مسائل مندرجہ ذیل کے بارہ میں۔

(۱) ایسا عالم امام کہ جو عقیدۃ اہل سنت والجماعت سے وابستہ ہے نے اپنے مقتدی کا جنازہ ادا کیا پھر اسی
صلوۃ جنازہ کو ایسے شخص نے ادا کیا کہ جو اول میں مقتدی تھا۔ کیا یہ تکرار جنازہ جائز تھا یا نہ جبراً ادا ہوا۔

(۲) اسقاط (فدیہ) تقسیم کرنے کا ادائے صلوۃ جنازہ و دفن میت پر شرعاً کوئی توقف ہے یا نہیں؟ نیز حیلہ
اسقاط فقہیہ کس کے لیے اور کس طریقے پر جائز ہے۔ مفصل بیان فرما کر اجر دارین حاصل کریں۔

(۳) صاحب صنعت زرگری (خاندانی) عالم کی امامت مکروہ ہے یا نہیں۔

(۴) ایصال ثواب کے لیے قرآن کریم پڑھنا۔ ختم القرآن برائے تبرک مکان جدید یا افتتاح کاروبار
وغیرہ کرنا ان صورتوں میں کھانا پینا اور پیسے لینا جائز ہے یا نہیں۔ جیسے کہ مروج فی زمانہ ہے۔ اور بعض لوگ ختم
القرآن برائے ایصال ثواب پر اجرت لینے کے لیے جواز اجرت علی الامامت کو دلیل کے طور پر پیش کرتے ہیں کیا
یہ استدلال درست ہے یا نہ۔

ولی دوبارہ جنازہ پڑھنے کا حق ہے

﴿سوال﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک شخص کی والدہ ماجدہ کا انتقال ہوا اس نے قرب و جوار میں جنازہ کے وقت کا اعلان کروایا کہ فلاں وقت جنازہ ہوگا۔ اس وقت پر لوگوں کا اجتماع ہوا تو اس متوفی نے نماز جنازہ پڑھانے کی نہ اجازت دی۔ اور نہ روکا۔ اور نہ ہی جنازہ میں شرکت کی۔ بلکہ اس نے کہا کہ میں یہاں جنازہ نہیں پڑھتا بلکہ آگے ایک مخصوص مقام میں پڑھوں گا جہاں مجھے جانا ہے۔ یہ ان لوگوں نے اپنے میں سے کسی کو امام بنا کر جنازہ پڑھ لیا۔ دریں صورت وہ شخص اپنی والدہ ماجدہ کا جنازہ قبر پر پڑھ سکتا ہے یا نہیں۔ جب کہ بعض علماء نے فتاویٰ قاضی خان کی اس عبارت کے پیش نظر اعادہ صلوٰۃ جنازہ کی اجازت دی ہے۔ رجل صلی علی جنازۃ والولی خلفہ لم یامرہ بذلک ان تابعہ یصلی معہ لایعید الولی وان لم یتابعہ فان کان المصلی سلطانا او الامام الاعظم او القاضی او والی المصر او امام حیہ لیس للولی ان یعید فی ظاہر الروایۃ وان کان غیرہم فلہ الاعادۃ ص ۹۳ ج ۱

تنقیح: کیا شخص مذکور ولی ہونے کے بعد نماز جنازہ پڑھنا چاہتا ہے۔ یا کوئی اور صورت ہے۔ قبر پر نماز جنازہ پڑھنے کا کیا مطلب ہے۔ مسئولہ صورت میں وارث نماز جنازہ پڑھنا چاہتا ہے۔ کیونکہ نماز جنازہ اس نے ادا نہیں کی تھی۔ اس کا جواب ازروئے فتاویٰ عنایت فرمائیں۔

﴿جواب﴾

اگر ولی میت کے سوا کسی ایسے شخص نے نماز جنازہ پڑھائی۔ جس کو ولی پر مقدم ہونے کا حق نہیں تھا اور ولی نے اس کو اجازت بھی نہیں دی تھی۔ اور ولی نے ان کی متابعت بھی نہیں کی۔ تو ولی اگر چاہے تو دوبارہ نماز پڑھ سکتا ہے۔ اس لیے کہ اس کا حق باقی ہے۔ اگرچہ میت پر نماز پڑھنے کا فرض انہی کے پڑھنے سے ادا ہو چکا ہے۔ مگر ولی کو اس کے حق ولایت کی وجہ سے اعادہ کی اجازت ہے۔ نہ کہ ادائے فرض کے لیے۔ کیونکہ وہ تو پہلے ادا ہو چکا ہے اگر کوئی اعادہ نہ کرے تو اس پر کوئی گناہ نہیں ہے۔ اور اگر مردہ دفن ہو چکا ہے۔ تو ولی کو اختیار ہے کہ اس کی قبر پر پڑھ لے۔ جب تک کہ لاش پھٹی نہ ہو۔ یعنی تین دن تک پڑھ سکتا ہے کہ عام طور پر اس کے بعد جسم پھٹ جاتا ہے۔ اور جب ولی اس میت پر نماز کا اعادہ کرے تو جو لوگ پہلی نماز میں شریک تھے وہ دوبارہ ولی کے ساتھ شریک نہیں ہو سکتے۔

نماز جنازہ کی عربی دعائیں یاد نہ ہوں تو

﴾س﴿

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ میں کہ صلوۃ جنازہ میں جس مقتدی کو دعا ماثورہ عربی یاد نہ ہو۔ تو وہ مقتدی دعا کو اردو یا پنجابی ترجمہ دعا کے طور پر پڑھے یا نہ یا چپ رہے۔

﴾ج﴿

اگرچہ مسنون تو عربی کی دعا ماثورہ ہے۔ لیکن اگر وہ مقتدی نہ ہو تو کسی بھی زبان میں میت کے لیے دعا مانگ لیے یا اللھم اغفرلہ پڑھتا رہے۔ اس طرح نماز جنازہ ادا ہو جاتی ہے۔ خاموش نہ رہے۔ واللہ اعلم

شوہر کے مرنے پر عورت عدت کہاں گذارے

﴾س﴿

جناب عالی! گزارش ہے کہ سائلہ مسماۃ وزیراں بی بی بیوہ نواب غلام نقشبند خان المقیم 1054A خانیوال روڈ ملتان۔

(۱) میرا خاوند نواب غلام نقشبند خان ۲۱-۹-۷۷ء کو صبح تین بجے بقضائے الٰہی فوت ہو گیا ہے۔ (۲) میری عمر تقریباً ۶۰ سال ہے۔ (۳) میری اولاد ۵ لڑکیاں اور ایک لڑکا ہے۔ (۴) میری سب اولاد کی شادیاں ہو چکی ہیں۔ (۵) نواب غلام نقشبند خان مرحوم کو تدفین کی غرض سے ڈیرہ اسماعیل خان میں دفنایا گیا ہے۔ (۶) میں ۲۱-۹-۷۷ء کو مرحوم کی میت کے ساتھ ڈیرہ اسماعیل خان آئی ہوں۔ اور ابھی تک ڈیرہ اسماعیل خان میں ہوں۔ (۷) ہمارا گھر ڈیرہ اسماعیل خان میں بھی ہے اور ملتان بھی گھر ہے۔ مگر مستقل رہائش ملتان میں ہے۔ کیونکہ میرا لڑکا محمد صادق امین خان ملتان میں رہتا ہے۔ اس کی مستقل رہائش ملتان ہے۔ کیا میں عدت ۱۳۰ دن ۴/۱۰ ڈیرہ اسماعیل خان گزاروں یا ملتان۔ حکم شرعی کا فتویٰ لکھ کر دیا جائے۔ بہت نوازش ہوگی۔

﴾ج﴿

وفی الدر المختار ص ۴۲۰ ج ۲ (وتعتدان) ای معتدۃ طلاق و موت (فی بیت وجبت فیہ) ولا یخرجان منہ الخ عبارت بالا سے معلوم ہوا کہ عورت مذکورہ اپنی عدت کے یہ ایام ملتان میں پورے کرے گی۔ فقط واللہ اعلم

صورت میں ادا درست نہیں۔ (۳) انہیں قبر پر لگانے سے وقف نہیں ہوتیں۔ بلکہ لگانے والے کی ملک باقی رہتی ہے۔ اگر لگانے والے معلوم ہوں یا اس کے اقرباء معلوم ہوں تو ان سے اجازت لی جاوے۔ اگر یہ لوگ معلوم نہ ہوں تو لقطہ کے حکم میں ہے۔ اور لقطہ کا حکم یہ ہے کہ مالک کے نہ ملنے کی صورت میں کسی نیک کام میں صرف کر دیا جائے۔ فقط واللہ اعلم

رمضان المبارک یا جمعہ کے روز فوت ہونے والے کے لیے خوشخبری کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ ایک نانی ماہ رمضان المبارک میں فوت ہوئی اور اس کو شب جمعہ میں وفات ہے۔ اب پوچھنا یہ ہے کہ اس کو عذاب قبر اور عذاب منکر نکیر ہوگا یا نہ۔

﴿ج﴾

احادیث میں جو آتا ہے کہ جو جمعہ کو فوت ہو جائے تو اسے عذاب قبر نہیں ہوتا۔ وہ جمعہ کی رات سے لے کر جمعہ کے دن سورج غروب ہونے تک کوئی فوت ہو جائے جو جمعرات کے دن سورج غروب ہونے سے پہلے فوت ہو جائے اور دفن جمعہ کی رات ہو جائے۔ اس کے متعلق یہ حدیث ساکت ہے تو جمعہ کی رات یا دن کو فوت ہوں اور صرف دفن جمعہ کے دن یا رات کو ہوں ان کے متعلق یہ خوشخبری نہیں بلکہ اعمال پر ہے اور اللہ تعالیٰ رب العزت کے ان کے ساتھ معاملہ پر ہے۔ چاہے تو مغفرت کر دیں اور بے عذاب دے دیں۔ اور چاہے اس کو عذاب دے دیں۔ اس کا اللہ تعالیٰ کو علم ہے۔ فقط واللہ اعلم

کیا مردہ سلام کا جواب دیتا ہے؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ جب آدمی مر جاتا ہے اور اس کی قبر پر ہاتھ اٹھا کر دعا مانگتے ہیں۔ وہ دعا ہاتھ اٹھا کر مانگنی جائز ہے یا نہیں۔

(۲) جب کوئی آدمی اپنے دوست یا کسی غیر کی قبر پر جائے تو وہاں جا کر السلام علیکم یا اهل القبور کہتا ہے تو وہ جواب دیتا ہے یا نہیں۔

(۳) حیلۂ اسقاط میں میت کا والد بیٹھ گیا۔ امام مسجد کو ایک آدمی نے کہا کہ میت کے والد کو اس دائرے سے
اٹھا دو میت کا والد اس دائرہ سے اٹھ گیا۔ امام مسجد جو اسقاط پڑھ رہے تھے۔ اس نے کہا کہ کوئی فکر نہ کریں۔ آپ
اسقاط قبول کر سکتے ہیں۔ اب دوسرے آدمی کا بھی دعویٰ ہے کہ اگرچہ میت کا والد مسکین ہے۔ مگر فرزند کا اسقاط
قبول نہیں کر سکتا اس کے بارے میں کیا جواب تحریر فرمائیں۔

الجواب

مسئلہ حیلۂ اسقاط ہے وہ تو یہ ہے کہ جس شخص کی نمازیں فوت ہوئی ہوں یا روزے اس کے ذمے رہ گئے ہوں
اور وہ مرتا ہو تو وہ وصیت کرے کہ میرے مال سے میری نمازوں اور روزوں کا فدیہ دے دیا جائے۔ اس کے
فوت ہونے کے بعد اس کے وارث اس کے تہائی مال سے اس کا فدیہ بحساب فی نماز بقدر فطرانہ اور فی روزہ
بقدر فطرانہ دیں گے۔ كما في التنوير ولو مات وعليه صلوات فائتة واوصى بالكفارة يعطى
لكل صلوة نصف صاع من بر كذا حكم الوتر والصوم ۔ پھر فقہائے کرام نے جو اس حیلہ کو لکھا
ہے اس میں تصریح ہے کہ یہ حیلہ اس وقت جائز ہے جبکہ تہائی مال سے فدیہ پورا ادا نہ ہو سکتا ہو اور یہ صورت کہ
ثلث مال سے فدیہ پورا ادا نہ ہو سکتا ہو۔ کبھی اتفاقیہ آ جاتی ہے۔ اسے ایک مستقل رسم بنانے کی اجازت نہیں۔
قال في الشامية نص عليه في تبيين المحارم فقال لا يجب على الولي فعل الدور وان
اوصى به الميت لانها وصية بالتبرع والواجب على الميت ان يوصي بما يفي بما عليه ان
لم يضق الثلث عنه فان اوصى باقل وامر بالدور وترك بقية الثلث للورثة او تبرع به
لغيرهم فقد اثم بترك ما وجب عليه . وبه ظهر حال وصايا اهل زماننا فان الواحد منهم
يكون في ذمته صلوة كثيرة وغيرها من زكوة واضاح وايمان يوصي بذلك بدراهم
يسيرة ويجعل معظم وصيته لقراءة الختمات والتهاليل التي نص علماؤنا على عدم صحة
الوصية بها الخ. (رد المحتار باب قضاء الفوائت ص ۵۳۲ ج ۱) ان جزئیات فقہاء سے معلوم
ہوا کہ اسقاط مروجہ جو دائرہ کی شکل میں ایک مستقل رسم کی صورت اختیار کر چکا ہے اور اس کا ایسا التزام کیا جاتا
ہے کہ اسے اعمال حسنہ میں سے ایک مستقل عمل سمجھا جاتا ہو جائز نہیں۔ التزام کرنے سے مباح بلکہ مندوب عمل
بھی ناجائز ہو جاتا ہے۔ قال في شرح التنوير وكل مباح يؤدي اليه (اي الى الوجوب)
فمكروه ۔ اسقاط مروج میں ثلث مال سے فدیہ ادا نہیں کیا جاتا حالانکہ اتمام ثلث تک فدیہ کی وصیت کرنا اور اس

ہیں۔ تو یہ جائز نہیں۔ اور اس میں میت کو ثواب بھی نہیں پہنچتا۔ قال فی الشامیۃ معزیا الی الفتح ویکرہ اتخاذ الضیافۃ من الطعام من اہل المیت لانہ شرع فی السرور لا فی الشرور وہی بدعۃ مستقبحۃ روی الامام احمد وابن ماجہ باسناد صحیح عن جریر بن عبداللہ قال کنا نعد الاجتماع الی اہل المیت وصنعہم الطعام من النیاحۃ ص ۶۶۳ ج ۱ جریر بن عبداللہؓ سے روایت ہے کہ صحابہ کرام میت کے گھر میں جمع ہونے اور میت کے گھر کھانا تیار کرنے کو نوحہ میں داخل سمجھتے تھے حدیث میں آیا ہے کہ میت پر آواز کے ساتھ رونا، واویلا اور نوحہ کرنا اہل جاہلیت کا کام ہے اور نوحہ کرنا جمہور سلف اور خلف کے نزدیک حرام ہے اسی طرح میت کے گھر کا کھانا بھی سمجھا جائے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اہل میت کے گھر اجتماع کرنا اور وہاں کھانا صحابہ کرام کے نزدیک نوحہ جیسا ایک جرم تھا اس پر ان کا اجماع اور اتفاق رہا ہے۔ وفی البزازیہ ویکرہ اتخاذ الطعام فی الیوم الاول والثالث وبعد الاسبوع ونقل الطعام الی المقبر فی المواسم واتخاذ الدعوۃ لقراءۃ القرآن وجمع الصلحاء والقراء للختم او القراءۃ سورۃ الانعام او الاخلاص ص ۶۶۳ ج ۱ مروجہ طریقے سے ختم قرآن کے تحت اس کا ثواب نہ مردے کو پہنچتا ہے نہ پڑھنے والے کو بلکہ قرآن پاک پر اجرت دینے والے اور لینے والے دونوں گنہگار ہوتے ہیں۔ اگر لوجہ اللہ ثواب پہنچانا مقصود ہو تو اس میں تیسرے دن کا تعین کیوں کیا جائے۔ قال تاج الشریعۃ فی شرح الہدایۃ ان القرآن بالاجرۃ لا یستحق الثواب لا للمیت ولا للقاری (الی ان قال) والآخذ والمعطی آثمان الخ فاذا لم یکن للقاری ثواب لعدم النیۃ الصحیحۃ فاین یصل الثواب الی المیت۔ نیز جو رقم صرف ہوتی ہے اس میں عموماً نابالغ کا حصہ بھی ہوتا ہے نابالغ کا مال صدقہ وخیرات میں دینا کسی صورت بھی جائز نہیں ان الذین یاکلون اموال الیتمی ظلما انما یاکلون فی بطونہم نارا الآیہ

(۳) اسقاط مروجہ چونکہ جائز نہیں اس میں والد کے بیٹھنے کے جواز یا عدم جواز کا مسئلہ بھی خارج از بحث ہے۔ البتہ اسقاط کا جو جائز طریقہ ہے کہ ثلث مال سے فدیہ ادا ہو سکتا ہو اور وہ وصیت کرے تو وارث مثلاً والد مقدار فدیہ ایک فقیر کو دے پھر فقیر متعین کرنے والے وارث کو دے اسی طرح تا مقدار فدیہ یہ سلسلہ جاری رکھے تو اس طریقے سے اسقاط میں وارث مثلاً والد کا بیٹھنا جائز بلکہ ضروری ہے۔ قال فی الدر المختار علی ہامش رد المحتار ص ۳۵ ج ۱ ولو لم یترک مالا یستقرض وارثہ نصف صاع مثلاً ویدفعہ لفقیر ثم یدفعہ الفقیر للوارث ثم وثم حتی الخ واضح رہے کہ تمام اہل بدعات ورسومات

كتاب الزكوة

زکوٰۃ کے واجب ہونے کی شرطوں کا بیان

کسی شخص کا مکان اگر چہ استعمال میں نہ ہو اس پر زکوٰۃ واجب نہیں

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین مندرجہ ذیل مسئلہ میں۔ دو بھائیوں نے کچھ زمین خرید کر اس میں ایک مکان بنوایا ہے۔ جو کہ بالکل فارغ ہے۔ اور خالی پڑا ہے۔ وہ خود بھی استعمال نہیں کرتے۔ اور کرایہ وغیرہ بھی کچھ نہیں وصول ہوتا۔ اور اس کی قیمت مع زمین کے دونوں بھائی نصاب کے مالک ہو جاتے ہیں۔ کیا اس پر زکوٰۃ واجب ہوگی یا نہیں۔ اگر صرف زمین خریدی ہو لیکن اس پر مکان تعمیر نہ کیا ہو اور ویسے زمین پڑی ہو تو اس کے متعلق کیا حکم ہے۔ ایک آدمی دوسری جگہ اقامت کرتا ہے۔ اور اپنے وطن سے کوئی واسطہ نہیں۔ یہاں اس کا اپنا مکان خالی پڑا ہوا ہے۔ کیا اس پر زکوٰۃ واجب ہے۔

﴿ج﴾

اس مکان کی وجہ سے زکوٰۃ واجب نہیں ہوگی۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

[illegible]

نابالغ کے مال پر زکوٰۃ واجب نہیں ہوتی

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ آپ کے مدرسہ کا پمفلٹ بعنوان مسائل زکوٰۃ موصول ہوا۔ بندہ نے بغور مطالعہ کیا۔ مگر مجھے وجوب زکوٰۃ کے شرائط میں نمبر ۳ کی شرط پر شبہ ہے۔ کہ نابالغ کے مال میں زکوٰۃ واجب نہیں ہے۔ نابالغ باوجود مقدار صاحب نصاب ہونے کے باوجود زکوٰۃ کیوں فرض نہیں۔ جناب والا اس کی پوری پوری تشریح فرماویں۔ نیز باحوالہ دلائل قرآن و حدیث اور اقوال ائمہ سے تحریر فرما کر بندہ کو مطمئن فرماویں۔ بہت نوازش ہوگی۔

﴿ج﴾

وشرط افتراضها عقل وبلوغ واسلام. درمختار فلا تجب على مجنون وصبي لانها

نابالغ کے مال میں زکوٰۃ نہیں البتہ زمین میں عشر واجب ہے

﴿س﴾

کیا نابالغ لڑکے یا لڑکی کی جائیداد سے زکوٰۃ ادا کرنی پڑتی ہے۔ اگرچہ بالغان عزیزان کے ساتھ جائیداد مشترک ہو۔ اور بالغ عزیزان نابالغان کی سرپرستی کر رہے ہوں۔

﴿ج﴾

نابالغ لڑکے لڑکی پر نقد سونے چاندی مال تجارت مویشی وغیرہ کی زکوٰۃ واجب نہیں۔ اور زمین کا عشر واجب ہے۔ جب زکوٰۃ واجب نہیں تو بالغ ولی کو اس مال میں صدقہ نافلہ دینے کا اختیار نہیں ہے۔ اگر دے چکا ہے تو اس کا ضامن ہے۔ البتہ مال اپنے حصہ سے نابالغ کو ادا کرے گا۔ اگر مال مشترک ہے تو اپنے حصہ کی زکوٰۃ تو بالغ ولی ادا کرے گا۔ لیکن نابالغ کے حصہ کی ادا قطعاً نہ کرے۔ اور اس رقم کو خصوصاً اس کے لیے رکھ لیا جاوے۔ بعد بالغ ہونے کے اس کے حوالے کر دیا جاوے۔ عالمگیری میں ہے۔ و منہا (ای من شروط وجوب الزکوٰۃ) العقل والبلوغ فلیس الزکوٰۃ علی الصبی والمجنون الخ صفحہ ۱۷۲ جلد اول۔ واللہ اعلم

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ۲۲ صفر ۱۳۹۰ھ

ایک شخص کے پاس سونا چاندی دوکان میں کپڑا ہو تو زکوٰۃ کس طرح ادا کرے؟

نابالغ کے پاس جو سونا چاندی ہیں اس کا حکم

اگر سونا چاندی میں سے ہر ایک نصاب سے کم ہو تو زکوٰۃ کا کیا طریقہ ہوگا؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام دریں مسئلہ کہ ایک شخص احمد یار کے پاس ۳ تولہ سونا ہے اور ۴۰ تولہ چاندی۔ نصاب دونوں کا پورا نہیں ہے۔ اور ایک کپڑے کی دوکان ہے۔ جس میں تین ہزار روپے کی مالیت ہے۔ تو کیا اس پر زکوٰۃ دینا واجب ہے یا نہ؟

(۲) میرا چھوٹا بھائی محمد صفدر ہے۔ نابالغ۔ اس کے حصہ میں سونا اور چاندی دونوں نصاب سے کم ہیں اس کی زکوٰۃ ادا کریں یا نہ؟

(۳) اگر دونوں سونا چاندی نصاب سے کم ہوں تو دونوں کو ملا کر ایک نصاب بنا کر زکوٰۃ ادا کرنا واجب ہے یا نہ؟

﴿ج﴾

(۱) اگر سونا اور چاندی دونوں کی قیمت ملا کر ۵۲/۱/۲ تولے چاندی کی قیمت کو پہنچے تو نصاب زکوۃ تام ہے۔ صورت مسئولہ میں اس شخص پر سونا چاندی اور دو دکان میں جو کپڑا ہے۔ تینوں کی زکوۃ واجب ہے۔

(۲) نابالغ پر زکوۃ ادا کرنا لازم نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

مال مشترک اگر انفرادی طور پر نصاب کو نہ پہنچے تو زکوۃ واجب نہیں
حفاظت کی غرض سے رقم کو بینک میں جمع کرنا

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ مثلاً زید و بکر دونوں سگے بھائی ہیں۔ اور دونوں کی بالغ اولاد بھی موجود ہے۔ دونوں کی جائیداد غیر تقسیم شدہ ہے۔ اگر ان دونوں کی جائیداد ایک کی جائیداد تصور کی جائے۔ تو زکوۃ واجب ہو سکتی ہے۔ اور اگر موجودہ جائیداد میں سے ہر ایک کو اور ان کی اولاد کو حصہ دیا جائے۔ تو اتنا مال ہر ایک کو نہیں آتا کہ ہر ایک پر زکوۃ واجب ہو جائے۔ شرع شریف میں ایسے مال پر زکوۃ واجب ہے یا نہیں۔

نمبر۲۔ زید اپنا مال یعنی روپیہ، چاندی سونا چوروں کے خوف سے بینک میں داخل کراتا ہے۔ اور ان کا سود نہیں لیتا۔ لیکن وہ بینک سودی کاروبار پر چل رہا ہے۔ کیا ایسے بینک میں اپنی رقم وغیرہ حفاظت کی خاطر جمع کرانی جائز ہے یا نہیں۔

﴿ج﴾

۱۔ ایسی صورت میں زکوۃ واجب نہیں۔ جبکہ ہر ایک بھائی کی ملکیت مقدار نصاب کو نہیں پہنچتی۔

۲۔ زید کو چاہیے کہ اپنا مال کرنٹ اکاؤنٹ یعنی چالو کھاتے میں جمع کرائے جس پر سود نہیں ملتا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان ۶ رجب ۱۳۸۹ھ

وجوب زکوۃ کے لیے کتنا نصاب ہونا چاہیے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء کرام کہ زکوۃ کی فرضیت کا نصاب کیا ہے۔

﴿ج﴾

اس ۷ تولہ سونے کی زکوٰۃ کسی پر لازم نہیں ہے۔ فقط واللہ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان [illegible]

الجواب صحیح محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ [illegible]

یتیموں کے مال میں زکوٰۃ اور ایصال ثواب کے لیے خرچ کرنے کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کہ ایک آدمی فوت ہوا اس کی اولاد نابالغ ہے۔ اور وافی جائیداد چھوڑ کر گیا ہے۔ کیا از روئے شریعت متوفی کے مال سے خیرات مثلاً جمعرات قل خوانی کی جا سکتی ہے۔ یا یتیموں کا مال جو اب یتیموں کا ہے۔ اس پر زکوٰۃ واجب ہے یا نہیں۔

﴿ج﴾

ورثاء اپنے حصہ سے خیرات کر سکتے ہیں۔ نابالغوں کے حصہ سے خیرات کرنا جائز نہیں ہے۔ اسی طرح یتیموں کے حصہ میں جو جائیداد آگئی ہے۔ اس سے اور متوفی کے ذمہ جو زکوٰۃ واجب ہو گئی تھی۔ اور اس نے اپنی زندگی میں ادا نہیں کی اور وصیت بھی نہیں کی۔ ادا کرنا جائز نہیں اور بالغ ہونے تک ان کے اس مال پر زکوٰۃ نہیں آئیگی۔ فقط واللہ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان [illegible] ۱۳۹۶ھ

یتیم بچوں کے مال میں زکوٰۃ واجب نہیں
ڈاکخانہ میں جمع شدہ رقم میں زکوٰۃ واجب ہے

﴿س﴾

بخدمت عالی جناب مفتیان دین مدرسہ قاسم العلوم ملتان

السلام علیکم۔ بعد از خیریت بندہ کے دو سوال روانہ ہیں جواب سے مشکور فرماویں۔

(۱) یتیم بچوں پر زکوٰۃ واجب ہے یا نہیں جبکہ وہ تقریباً ۴۰۰۰ روپے کے مالک یا جائیداد کے ہوں اور نابالغ بھی ہیں اور ان کی پرورش بڑے بھائی کے ذمہ ہے۔

(۲) جو رقم ڈاکخانہ میں محفوظ ہے کیا اس کی زکوٰۃ بھی واجب ہے یا نہیں۔

خرچ کر دیتا ہے۔ اگر دوسرا شخص کوئی اور وجہ سے استعمال کر کے ایک سکول ماسٹر یہ نقد لے لیتا ہے۔ اور دوسرا سکول ماسٹر ایسا کوئی ذریعہ استعمال نہیں کر سکتا۔ لہذا نقد سے محروم کر دیا جاتا ہے۔ اس (ب) صورت میں دونوں سکول ماسٹر زکوٰۃ ادا کریں یا نہ کریں۔ اگر کریں تو اس کی صورت تحریر کریں۔ دوسرے سوال کے حصہ (ب) کی مندرجہ ذیل ممکنہ صورتوں کی وضاحت فرمائیں۔ (۱) اس ادارہ سکول ماسٹر کو نقد دینے کا ارادہ نہیں رکھتے اور سکول ماسٹر بھی لینا نہیں چاہتا مگر ملازمت کی میعاد ختم ہونے پر سکول ماسٹر ضرورت کی بنا پر نقد لے لیتا ہے۔ جو اس نے داخل نہیں کیا (۲) اس ادارہ دینا چاہتے ہیں مگر سکول ماسٹر نہیں لیتا۔ اس طرح وہ رقم ادارہ اپنے پاس رکھ لیتا ہے۔ (۳) اس ادارہ غصب کر لیتے ہیں چنانچہ مندرجہ بالا تینوں صورتوں میں زکوٰۃ کون ادا کرے اور کس طرح ادا کرے۔

(۳) الف۔ زید نے بکر کو چار سو روپیہ قرض پر دیے۔ بکر کا دیوالہ نکل گیا اور بکر تھوڑی رقم بھی زید کو نہیں دیتا۔ اور زید بکر سے ہر طرح مایوس ہو چکا ہے۔ اس مسئلہ کے مندرجہ ذیل صورتوں میں زکوٰۃ کس طرح ادا کی جائے اس مجبوری کی بنا پر زید صبر کر کے بیٹھ رہتا ہے۔ اور مزید تقاضا کرنا بے سود سمجھتا ہے۔ (ب) زید بکر کو پورا قرض معاف کر دیتا ہے۔ (ج) بکر قرض ادا کرنے کے کچھ عرصہ بعد اگر باوجود استطاعت کے کئی سالوں تک ادا تو کرے اور چار سو روپیہ کی زکوٰۃ اس طرح ادا کرتا رہے کہ مذکورہ کئی سالوں کی زکوٰۃ چار سو روپیہ ہو جائے یا کچھ کم رہ جائے۔ صورت (ب) میں بکر کئی سالوں سے قرض بھی نہ دے اور زکوٰۃ بھی ادا نہ کرے تو زکوٰۃ کون ادا کرے اور کس طرح ادا کرے۔

﴿ج﴾

(۱) الف۔ صورت مسئولہ میں پہلے رقم یا وہ سو روپیہ کے ساتھ ہی تین سو روپیہ کی زکوٰۃ ادا کریں۔ اس لیے کہ شرعاً مالک نصاب بن جانے کی تاریخ سے جب دوسرے سال آئے تو اس تاریخ تک جتنا مال زکوٰۃ اس شخص کے ملک میں ہو اس پر زکوٰۃ واجب ہوگی سال کے اول و آخر میں صاحب نصاب ہونا ضروری ہے۔ درمیان سال میں کمی زیادتی کا اعتبار نہیں ہے۔ مقدار نصاب سے کمی وہ رقم وغیرہ کیوں نہ پڑ جائے پھر بھی آخر سال میں مقدار نصاب کو پہنچ جائے پر زکوٰۃ واجب ہوگی اور کتنی ہی زیادہ رقم وغیرہ اس کی ملک میں آ جائے اس تمام پر زکوٰۃ واجب ہوگی۔

(۲) رقم ملنے کے وقت سال گزرنے کے بعد اس میں زکوٰۃ واجب ہوگی۔ اور اگر اس کے پاس اس کے علاوہ نقد روپیہ ہے اور اس میں زکوٰۃ ادا کرتا چلا آ رہا ہے۔ تو رقم اس دوسری رقم سے ملائی جائے گی۔ چاہے اس

مختلف اوقات میں ملنے والی رقوم پر زکوٰۃ کا حکم؟

﴿س﴾

(۳) سال کے دوران میں مختلف رقومات مختلف وقتوں یعنی مہینوں میں کسی شخص کو از قسم تنخواہ وغیرہ ملتی ہیں اور ساتھ ہی خرچ ہوتی رہتی ہیں۔ سال کے آخر میں زکوٰۃ کی ادائیگی کا کیا حکم ہے۔ اور کچھ رقم بچ جائے۔ اور یہ بھی معلوم نہ ہو کہ کس ماہ کی آمدنی سے یہ رقم بچت ہوئی ہے۔

﴿ج﴾

اگر سال کے آخر میں بقدر نصاب مال ہے تو زکوٰۃ واجب ہے خواہ کسی بھی آمدنی کا ہو۔ فقط واللہ اعلم

مال مضاربت میں زکوٰۃ کا حکم، زکوٰۃ دیتے وقت صراحتاً زکوٰۃ کا ذکر کرنا ضروری نہیں

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس بارے میں

۱۔ کہ میں اپنا کاروبار پارٹنرشپ میں کرتا ہوں یعنی رقم دوسرے کی ہے اور کام میرے ذمہ ہے۔ خرچہ نکال کر منافع برابر ہے۔ کیا اس میں زکوٰۃ ادا کرنی ہے یا نہیں؟ واضح کریں۔

۲۔ میں چونکہ خود یتیم ہوں اور جیسا کہ آپ کو معلوم ہے کہ والدہ کا کاروبار ہے میرے بڑے بھائی تو لے ہوئے کے زیورات ہیں ان کی زکوٰۃ میں اپنے بڑے بھائی و والدہ کو بطور امداد دے سکتا ہوں جبکہ میں بطور زکوٰۃ انہیں نہیں دینا چاہتا کہ والدہ اور بھائی کے جذبات کو ٹھیس نہ پہنچے بلکہ ایک قسم کی مالی امداد کے طور پر دینا چاہتا ہوں۔ کیا فقراء کو بھی اس طرح دے سکتا ہوں۔

نوٹ:۔ میں کسی نہ کسی طرح امداد کرتا رہتا ہوں۔

﴿ج﴾

۱۔ منافع میں سے آپ کا حصہ اگر بقدر نصاب ہے اور اس پر سال گزر جائے تو آپ کو اپنے حصہ کی زکوٰۃ ادا کرنا لازم ہوگا۔

۲۔ یہ بتانا ضروری نہیں ہے کہ یہ رقم زکوٰۃ کی ہے۔ البتہ والدہ کو زکوٰۃ کی رقم دینے سے زکوٰۃ ادا نہ ہوگی۔ بھائی بہن کو دے سکتے ہیں۔ بشرطیکہ مستحق ہوں۔ فقط واللہ اعلم

بندہ احمد عفا اللہ عنہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

(۳) بوقت زکوٰۃ دینے کے جو قیمت مارکیٹ میں ہے۔ اسی قیمت کا اعتبار ہے۔ زکوٰۃ ادا کرتے وقت اگر زیور خود اصل قیمت سے کم ہو یا زیادہ۔ گزشتہ سال اگر مارکیٹ کی قیمت سے کم کی زکوٰۃ ادا کی ہو تو بقیہ رقم کی زکوٰۃ واجب ہے۔ (وعندہما) تعتبر قیمتہا یوم الوجوب وقالا یوم الاداء الخ۔ الدر المختار ص ۳۳ ج ۲ وفی المحیط یعتبر یوم الاداء بالاجماع وھو الاصح رد المحتار ص ۳۳ ج ۲

(۴) زکوٰۃ جلد کام کے لئے قرض میں نہیں دی جاتی۔ تو زکوٰۃ کی ادائیگی میں فرق نہیں پڑتا۔

(۵) نوکروں میں زکوٰۃ دینا جائز نہیں البتہ نوکر مستحق ہو تو ان کو زکوٰۃ دینا جائز ہے۔ تنخواہ سے علیحدہ کر کے دیا جاوے۔ زکوٰۃ دیتے وقت ان کو بتلانا ضروری نہیں صرف نیت کافی ہے۔

(۶) اس صورت میں سونے کی قیمت کا حساب لگا کر نقد کے ساتھ جمع کر کے کل مجموعہ پر زکوٰۃ ادا کریں۔ اگرچہ سونے کا علیحدہ نصاب پورا نہیں لیکن نقد کے نصاب سے اس کی قیمت ملانا ضروری ہے۔ دونوں رقموں پر زکوٰۃ لازم ہے۔ فقط واللہ اعلم

حررہ محمد انور [illegible] مدرسہ قاسم العلوم ملتان [illegible]

پیشگی زکوٰۃ ادا کرنا جائز ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص صاحب نصاب ہے مال اس کی ملک میں اتنا موجود ہے جس پر زکوٰۃ فرض ہوتی ہے لیکن ابھی تک سال پورا نہیں گزرا اور کوئی ضرورت مند یا مستحق آ جاتا ہے تو آیا وہ صاحب نصاب آدمی ایک مسلمان کی ضرورت پوری کرنے کے لیے پیشگی زکوٰۃ ادا کر سکتا ہے۔ کیا زکوٰۃ ادا ہو جائے گی۔ تو سال میں کمی تو نہیں آئے گی۔ بینوا توجروا

﴿ج﴾

پیشگی زکوٰۃ دینا جائز ہے۔ دو سال پورا نہ ہوا ہو تب بھی اس کو ادا کیا جا سکتا ہے۔ فقط واللہ اعلم

حررہ محمد انور [illegible] مدرسہ قاسم العلوم ملتان [illegible]

الجواب صحیح محمد عبداللہ [illegible]

جو زمین کے ٹھیکے کے عوض اسے بصورت قسط وار وصول ہوں گے۔ وہ علی الاختلاف دین متوسط میں داخل ہے یا دین ضعیف میں اور دین متوسط میں وجوب زکوٰۃ کا جہاں تک قبل الوصول میں اختلاف ہے۔ بعض مطلق واجب کہتے ہیں۔ بعض بعد الوصول زکوٰۃ واجب کرتے ہیں۔ لیکن یہاں دین متوسط بدل منافع ارض کا ہے اور منافع ارض میں زکوٰۃ واجب نہیں۔ تو یہ دین متوسط بدل ہے غیر مال زکوٰۃ کا اور اس میں مذہب اصح یہ ہے کہ زکوٰۃ ما مضی کی واجب نہیں ہوتی۔ اور خود دین ضعیف ہے تو اس میں تو ما مضی کی زکوٰۃ واجب ہوتی ہی نہیں۔ اس لیے ثمن صد کی رقم جس وقت وصول ہوگی۔ اس وقت اگر اس کے پاس نصاب کامل پہلے سے موجود ہے۔ تو اس میں شامل ہو کر مال مستفاد کے حکم میں ہوگا۔ اور جب نصاب کا سال پورا ہوگا۔ تو ثمن صد کی زکوٰۃ بھی ساتھ دی جائے گی۔ اگرچہ ثمن صد پر بعد از وصول سال نہ گزرا ہو۔ اور اگر پہلے اس کے پاس نصاب نہ ہو۔ تو پھر بعد از وصول سال گزر کر زکوٰۃ ادا کی جائے گی۔ گزشتہ کی نہیں۔ واللہ اعلم

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان شہر

جہیز پر جو رقم خرچ کرنی ہو وہ مال سے منہا کی جا سکتی ہے یا نہیں؟
نصاب کے ساتھ درمیان سال میں ملنے والے مال کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص کے پاس کچھ روپیہ ہے اور وہ ہمیشہ زکوٰۃ دیتا ہے۔ آج سے ۲ یا ۳ ماہ میں لڑکی کی شادی کے سلسلہ میں کچھ روپیہ جہیز پر خرچ کرتا ہے۔ آیا جو روپیہ لڑکی کے جہیز پر خرچ کرتا ہے اس کی زکوٰۃ دے گا یا نہیں۔ کیونکہ جو روپیہ موجود ہے۔ اسی میں سے جہیز تیار ہوتا ہے۔ کیا رائے ہے۔ (۲) جو روپیہ ہے مگر کچھ روپیہ کلیم کا آ جاتا ہے مگر جہیز کے خرید و فروخت کے لیے کلیم کا جو روپیہ آتا ہے۔ وہ چند یوم میں جہیز کی خرید و فروخت میں ختم ہو جاتا ہے۔ جو روپیہ پہلے کا تھا ہے۔ جو کلیم کا ہے۔ آیا اس کو جمع کر کے زکوٰۃ دیں یا نہیں۔ کیا جمع میں اس روپیہ کو حساب کریں۔

﴿ج﴾

(۱) اگر یہ شخص صاحب نصاب رہتا ہے اور ہر سال زکوٰۃ ادا کرتا ہے۔ تو اس سال بھی اگر اس روپیہ پر سال گزر گیا ہے۔ یا دوسرا نصاب جس کے پاس موجود ہو مثلاً سونا چاندی یا مال تجارت وغیرہ اور اس پر حولان حول ہو گیا ہو۔ تو اس شخص پر زکوٰۃ اس روپے کی ادا کرنی واجب ہے۔ البتہ اگر وہ یہ مال اپنے ملک سے خارج کر کے لڑکی کو بخش دے اور اس کے بعد اس کے جہیز پر خرچ کرے تو زکوٰۃ معاف ہو جائے گی۔ (۲) اگر شخص مذکور

صاحب نصاب ہے۔ نصاب اس کے پاس موجود ہے۔ جس پر حولان حول ہوا ہے۔ تو کلیم کا جو روپیہ وصول ہو گیا ہے۔ یہ درمیانی سال میں وہ وصول کر لیں۔ تو وہ وصول شدہ روپیہ بھی نصاب کے ساتھ ضم ہو کر سب میں زکوٰۃ واجب ہوگی۔ جب روپیہ اس کے ملک میں ہو اور بینک سے خارج نہ کیا ہو تو اس پر زکوٰۃ واجب ہوگی۔ فقط واللہ اعلم

بندہ احمد عفا اللہ عنہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

بینک سے سود پر لیے گئے سرمایہ میں زکوٰۃ واجب ہوگی یا نہیں؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک شخص تجارت کرتا ہے۔ اسے کاروبار کو چلانے کے لیے سرمایہ کی ضرورت پڑتی ہے جو بینک سے ادھار لیتا ہے۔ جس پر اسے سود دینا پڑتا ہے۔ کیا ایسے سرمایہ اور مالی تجارت پر زکوٰۃ ادا کرنا ضروری ہے یا نہیں۔

﴿ج﴾

زکوٰۃ تو اس پر واجب ہے۔ البتہ سود پر قرضہ لینے کا گناہ ہوگا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان ۱۷ ذوالقعدہ ۱۳۹۶ھ

الجواب صحیح محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ ۱۷ ذوالقعدہ ۱۳۹۶ھ

اگر کسی خریدی ہوئی چیز کی رقم ذمہ میں قرض ہو تو زکوٰۃ سے قبل اسے منہا کیا جائے یا نہیں؟
اگر کوئی ادارہ بوقت بیع تصریح کیے بغیر قسطوں والی رقم پر اضافی رقم مانگے تو یہ جائز نہیں؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک قطعہ زمین امپروومنٹ ٹرسٹ سے ہم نے خریدی تھی۔ اس زمین کی رقم کا ۱/۴ حصہ اسی وقت موقع پر ادا کر دیا تھا۔ باقی رقم (کل کا ۳/۴ حصہ) چار قسطوں میں ادا کرنے کی سہولت انھوں نے ہمیں دی۔ اور عرصہ دو سال کے اندر ادا کرنا طے پایا تھا۔ اب ہمارے سامنے دو مسائل درپیش ہیں۔ پہلا مسئلہ تو زکوٰۃ کا ہے۔ میں لوہے کا کاروبار کرتا ہوں۔ اور صاحب نصاب ہوں اور جب میں نے زکوٰۃ ادا کرنی ہے تو زمین کی قیمت کا ۳/۴ حصہ جو مجھ پر ابھی واجب الادا ہے۔ اس کی زکوٰۃ بھی دے یا وہ رقم اپنے سرمایہ سے جو اس وقت کاروبار میں لگا ہوا ہے منہا کر کے بقایا رقم کی زکوٰۃ ادا کروں۔ کیونکہ وہ رقم مجھ پر ابھی قرض ہے۔ یہ تو ہوگئی زکوٰۃ کی بات۔ اب تقریباً دو سال گزر رہے ہیں۔ اور ہمیں اب امپروومنٹ کی جانب سے ایک نوٹس ملا ہے۔ جو رقم ہمارے ذمہ بقایا ہے۔ اس کا

یعنی زمین کی کل قیمت کا ۲/۳ حصہ جو ہم نے ان کو دو سال میں ادا کر دی ہے اس کے ساتھ ۹% زائد ادا کرنا ہوگا۔ اب جبکہ ان کو دوسری قسط ادا کر دی گئی تھی تو انھوں نے ۹ فیصد کے حساب سے نام سے زائد رقم وصول کر لی ہے اور آئندہ بھی اسی حساب سے مانگ رہے ہیں۔ قابل ذکر بات یہ ہے کہ جب ہم نے زمین لی تھی اور اس کا ۱/۱۲ حصہ ادا کیا تھا تو انھوں نے اس شرط کی کوئی وضاحت نہیں کی تھی۔ بلکہ اس کی کوئی شرط بتائی بھی نہیں تھی۔ اب ہم نے زمین کی تقریباً ۱۲/۱ حصہ رقم ادا کر دی ہے۔ اب مسئلہ یہ ہے کہ کیا یہ ۹ فیصد جو زائد رقم لے رہے ہیں۔ وہ سود تو تصور نہیں ہوگا۔ وہ شروع میں حساب جائز ہے۔ اور یہ بات مزید یاد رہے کہ انکاری صورت میں جو رقم ہم نے ابھی تک اسی سلسلہ میں ادا کی ہے۔ (کل رقم کا ۱۲/۱ حصہ) وہ پھر واپس نہیں ہوگی۔ اگر ہم نے ان سے واپسی کا مطالبہ کیا تو بقایا رقم بھی ادا کرنی ہوگی۔ اور دی ہوئی رقم ہرگز واپس نہ ہوگی۔ مہربانی فرما کر اس مسئلہ کے متعلق جواب وضاحت سے لکھیں۔

﴿ج﴾

(۱) صحیح یہ ہے کہ دین مؤجل مانع زکوٰۃ نہیں۔ کما فی الشامی تحت قولہ او مؤجلا والصحیح انہ غیر مانع (شامی ص ۱۹۰ ج ۲) لہٰذا زمین کی ۲/۳ حصہ کی قیمت نکالے بغیر تمام مال کی زکوٰۃ سال گزرنے کے بعد لازم ہے۔

(۲) مسئولہ صورت میں نو فیصد زائد رقم ادا کرنا آپ کے لیے شرعاً جائز ہے۔ تاکہ ادا کردہ رقم ضائع نہ ہو جائے۔ اور ابتداء عقد میں اگر اس کا ذکر نہیں کیا گیا تو اب بروقت ٹرسٹ والوں کو لینا درست نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان ۱۹ ذوالقعدہ ۱۴۰۱ھ

پراویڈنٹ فنڈ پر زکوٰۃ کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین مسئلہ ذیل میں ا۔ پراویڈنٹ فنڈ میں یعنی وہ رقم جو کہ محکمہ اپنے ملازمین کی تنخواہوں سے مقدار معین کاٹ لیتا ہے۔ اس کے ریٹائرڈ ہو جانے کے بعد اسے واپس کرتا ہے۔ یا اس کی فوتگی کے بعد پسماندگان کو دیتا ہے۔ زکوٰۃ واجب ہے یا نہ یعنی اس جمع شدہ رقم کی زکوٰۃ ہر سال نکالنی چاہیے۔ یا جب ملے گی تب زکوٰۃ واجب ہوگی ۲۔ ڈاکخانہ و بینک میں جمع کردہ رقم پر جو سود ڈاکخانہ یا بینک دیتا ہے۔ اس کا لینا جائز ہے یا نہ۔ سائل غلام محمد عربی ٹیچر گورنمنٹ سکول۔

﴿ج﴾

پہلے جاننا چاہیے کہ دین کی تین قسمیں ہیں (۱) دین قوی (۲) دین ضعیف (۳) دین متوسط۔ دین قوی وہ ہوتا ہے جو تجارتی مال فروخت کرنے سے کسی کے ذمہ واجب ہوا۔ ضعیف وہ ہوتا ہے جو غیر مال کے بدلہ میں واجب ہو۔ جیسے دین مہر نکاح کے بدلہ میں واجب ہوا۔ متوسط وہ ہے جو مال کے بدلہ میں ہو۔ لیکن تجارتی مال کے عوض کا نہ ہو۔ جیسے گھریلو سامان فروخت کر کے کسی پر دین واجب ہو جاوے۔ بدائع میں ہے۔ وجملة الكلام في الديون انها على ثلث مراتب في قول ابي حنيفة دين قوي و دين ضعيف و دين وسط كذا قال عامة المشائخ اما القوي فهو الذي وجب بدلا عن مال التجارة كثمن عرض التجارة من ثياب التجارة وعبيد التجارة ولا خلاف في وجوب الزكوة فيه الا انه لا يخاطب باداء شيء من زكوته مما يقبض اربعين درهما (الي ان قال) واما دين الضعيف فهو الذي وجب بدلاً عن شيء سواء وجب له بغير صنعه كالميراث او بصنعه كما بوصية او وجب بدلاً عما ليس بمال كالمهر وبدل الخلع والصلح عن القصاص وبدل الكتابة لا زكوة فيه مالم يقبض كله ويحول عليه الحول بعد القبض واما الدين الوسط فما وجب له بدلاً عن مال ليس للتجارة كثمن عبد الخدمة وثمن ثياب البذلة والمهنة وفيه روايتان عنه ذكر في الاصل انه تجب فيه زكوة قبل القبض لكن لا يخاطب بالاداء مالم يقبض مائتي درهم فاذا قبض مائتي درهم زكي لما مضي وروي ابن سماعة عن ابي يوسف وابي حنيفة رحمه الله انه لا زكوة فيه حتي يقبض المائتين ويحول عليه الحول من وقت القبض وهو اصح الروايتين عنه انتهى۔ نیز بدائع میں صاحبین کے قول کو اس طرح نقل کیا ہے کہ ان کے نزدیک مطلقاً تمام دیون برابر ہیں۔ وقال ابو يوسف و محمد الديون كلها سواء و كلها قوية تجب الزكوة فيها قبل القبض بدائع (ج ۲ صفحہ ۱۰)

اس عبارت سے معلوم ہوا کہ دین قوی میں امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک بعد الوصول تمام گزشتہ سالوں کی زکوٰۃ علی الحساب واجب الادا ہے۔ اور دین متوسط میں دو روایتیں ہیں۔ اصح روایت یہ ہے کہ زکوٰۃ واجب نہیں ہوتی فقط اس سال کا ادا کر دیا جاوے گزشتہ کا نہیں اور دین ضعیف میں بعد اختلاف آئندہ کا ادا کیا جاوے گا۔ گزشتہ کا نہیں۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ پراویڈنٹ فنڈ میں جمع شدہ رقم کو کسے دین میں شمار کی جاوے گی۔ تا کہ وہی حکم اس پر

میرے نام جمع ہوتی رہی۔ اس کی ابتک میں نے زکوۃ نہیں دی ہے اور ساتھ ہی کل رقم پر گورنمنٹ جمع سود بھی دے رہی ہے۔ زکوۃ نہ دینے کی وجہ یہ تھی۔ کہ میرے پاس جو تنخواہ ہر ماہ بچ جاتی تھی وہ بڑی مشکل سے گھریلو اخراجات کے لیے کافی ہوتی تھی اور پھر دینی سستی کے سبب بھی زکوۃ دینے کی ہمت پیدا نہ ہوئی۔ جتنی رقم بھی میرے نام پر جمع ہوتی رہی۔ وہ ابھی تک گورنمنٹ کے خزانہ میں ہے۔ اور وہ مجھے صرف اس وقت مل سکے گی جب پنشن ہوگی یعنی اگست ۱۹۶۳ء تک

سال	سالانہ رقم جو جمع کی گئی		
1953-1954	830.00	کل رقم آخر 53-54 سال پر	836.00
1954-1955	1740.00	کل رقم آخر 54-55 سال پر	2570.00
1955-1956	1800.00	کل رقم آخر 55-56 سال پر	4370.00
1956-1957	2000.00	کل رقم آخر 56-57 سال پر	6170.00
1957-1958	2400.00	کل رقم آخر 57-58 سال پر	82570.0
1958-1959	3750.00	کل رقم آخر 58-59 سال پر	2320.00
1959-1960	3000.00	کل رقم آخر 59-60 سال پر	320.00
1960-1961	3000.00	کل رقم آخر 60-61 سال پر	8320.00
1961-1962	3000.00	کل رقم آخر 61-62 سال پر	1320.00
1962-1963	3000.00	کل رقم آخر 62-63 سال پر	1320.00
1963-1964	3000.00	کل رقم آخر 63-64 سال پر	1320.00
	27320.00		**7320.00**

اب جمع اس رقم پر زکوۃ دینے کا طریق معلوم کرنا ہے۔ رقم میں کسی طرح کا سود وغیرہ شامل نہیں۔ (۱) جمع زکوۃ کس حساب سے دینا لازمی ہے۔ یعنی چالیسواں حصہ سے یا اور کسی حساب سے۔ (۲) کیا جمع کل رقم یعنی = /۲۷۳۲۰ روپے پر ہی زکوۃ دینی ہے۔ یا

(۱) ہر سال میں جو رقم جمع ہوتی رہی ہے۔ اس پر زکوۃ دے دوں یا

سے ریٹائرڈ ہوتے ہیں تو یہ رقم اس وقت ان کو ملتی ہے۔ اور اگر ریٹائرڈ ہونے سے پہلے ضرورت ہو تو اس رقم کا آدھا اس ملازم کو دیتے ہیں۔ بطور قرضہ پھر یہ رقم قسطوں میں واپس وصول کر کے جمع کرتے ہیں۔ اس فنڈ میں۔ اور اگر یہ ملازم دوران ملازمت مر جائے تو یہ رقم اس کے وارثوں کو دے دی جاتی ہے۔ اب گزارش یہ ہے کہ اس بالا مذکورہ صورت میں مذکورہ رقم پر زکوٰۃ واجب ہوتی ہے۔ یا نہیں۔ بینوا توجروا۔

﴿ج﴾

ملازم کی تنخواہ میں سے جو کچھ روپیہ وضع ہوتا ہے۔ اور پھر اس میں کچھ رقم ملا کر بوقت اختتام ملازمت ملازم کو ملتا ہے۔ اس کی زکوٰۃ گزشتہ برسوں کی واجب نہیں ہوتی۔ آئندہ کو بعد وصول کے جب سال بھر نصاب پر گزر جاوے گا۔ اس وقت زکوٰۃ دینا لازم ہوگا۔ نیز اصل وضع شدہ رقم تنخواہ کے ساتھ گورنمنٹ جو کچھ رقم ملا کر بوقت ختم ملازمت ملازموں کو دیتی ہے۔ یہ سود نہیں۔ اگرچہ گورنمنٹ اس کا نام سود ہی رکھے۔ شرعاً یہ ایک انعام ہے۔ اس کا لینا جائز ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان ۲ رجب ۱۳۹۱ھ

پراویڈنٹ فنڈ میں زکوٰۃ کا حکم

مذکورہ فنڈ سے بطور قرضہ لی گئی رقم میں زکوٰۃ کا حکم

مذکورہ فنڈ پر گورنمنٹ جو منافع دیتی ہے وہ حلال ہے یا حرام؟

﴿س﴾

بندہ کی تنخواہ ۲۷۵ روپیہ ہے۔ اور اس میں سے کچھ رقم کاٹ کر یہ رقم تنخواہ میں دیتے ہیں کٹوتی ریٹائرڈ ہونے کے بعد ملے گی۔ کیا اس جمع شدہ رقم پر زکوٰۃ ہے یا نہ۔

(۲) اس جمع شدہ رقم سے بطور قرض حسنہ کچھ رقم لی گئی۔ اور اس کی ادائیگی ماہانہ ہوئی۔ اس رقم کو کسی کاروبار میں لگایا گیا ہے۔ کیا اس کی زکوٰۃ ادا کرنی پڑے گی۔

(۳) اس جمع شدہ رقم پر محکمہ سود لگاتا ہے۔ اس کا کیا حکم ہے۔

﴿ج﴾

(۱) اس جمع شدہ رقم کی زکوٰۃ آپ پر نہیں ہے (۲) جو رقم آپ کے استعمال میں آگئی اور کاروبار میں لگائی

گی۔ اگر کاروبار میں لگائے ہوئے مال میں زکوٰۃ ہے۔ تو اس کے ضمن میں مذکورہ رقم سے حاصل شدہ مال پر بھی زکوٰۃ لگے گی۔

(۳) اس زیادتی کو شرعاً سود نہیں کہا جاتا اس لیے اس کا وصول کرنا درست ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

بندہ محمد اسحاق غفر لہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

کسی خاص غرض کے لیے جمع شدہ رقم میں ایک بار زکوٰۃ فرض ہوگی

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ میرے نوکری سے سبکدوش ہونے پر مجھے کچھ رقم نقدی کی صورت میں ملی۔ جو میں نے اپنی بچی کے نام بینک میں جمع کرادی۔ تاکہ دو چار سال بعد جب اس کی شادی ہو تو وہ کام آسکے۔ اس کو جمع کرانے تقریباً ایک سال ہو چکا ہے۔ اس لیے میں نے زکوٰۃ نکالنے کے لیے چند ایک کتابچے دیکھے۔ یہ معلوم کرنے کے لیے کہ اس رقم پر زکوٰۃ فرض ہے یا نہیں اور اگر فرض ہے۔ تو اس کا نصاب کیا ہے۔ مگر مطلوبہ معلومات کسی جگہ سے نہ مل سکیں۔ ہاں ایک کتابچہ (جو تاج کمپنی والوں نے مولوی بدر الدین بدر صاحب سے لکھوا کر چھاپا ہے) میں لکھا ہے کہ سرکاری نوٹوں کا نصاب بھی سونے چاندی کی طرح ہے۔ چونکہ یہ بھی نقدی کی ہی ایک شکل ہے۔ اس سے بھی نصاب کے متعلق ٹھیک طرح سے نہیں سمجھ سکا۔ چونکہ آج کل ساڑھے سات تولہ سونا کی قیمت تو =/۱۳۳۵ روپے ہے اور ساڑھے باون تولہ چاندی کی قیمت =/۳۳۲ روپے ہے۔ اس لیے یہ واضح نہیں ہوسکا کہ نصاب سونے کا لیا جائے یا چاندی کا۔ اس کے لیے مشکور ہوں گا اگر مندرجہ ذیل امور کی وضاحت فرمادیں۔

(۱) عام طور پر زکوٰۃ ماہ رجب المرجب میں دی جاتی ہے۔ مگر کسی بھی کتاب میں یہ لکھا ہوا نہیں ملا۔ تقریباً سب میں یہی لکھا ہوا ہے۔ کہ بچی ہوئی کل رقم پر اگر پورا قمری سال گزر جائے تو زکوٰۃ فرض ہے۔ اس کی ذرا وضاحت درکار ہے۔

(۲) کیا جو رقم میں نے اپنی بچی کی شادی کے لیے علیحدہ جمع کرادی ہے اور باوجود اور ضرورتوں کے اسے استعمال نہیں کرتا۔ اس پر بھی زکوٰۃ فرض ہے۔

(۳) اس طرح جو رقم میں نے کسی لمیٹڈ کمپنی کے حصے خریدنے یا نیشنل انوسٹمنٹ یونٹ کے حصے خریدنے کے لیے لگائی ہوئی ہے۔ جس پر مجھے موقع آنے پر نفع میں حصہ ملے گا۔ یا نقصان کی صورت میں رقم پر برا اثر پڑے گا۔ کیا اس پر بھی زکوٰۃ فرض ہے؟

(۴) نقد رقم کا نصاب کیا ہے۔ اور پہلے نصاب سے کس قدر رقم زیادہ ہو جائے تو دوسرا نصاب لازم ہو جاتا ہے۔ مثلاً دوسرے تیسرے اور چوتھے نصاب سے چند روپے کم ہوں تو کون سے نصاب تک زکوٰۃ فرض ہے۔ زکوٰۃ تو نصاب کی رقم کا چالیسواں حصہ ہی ہوگی۔

(۵) اگر میں زکوٰۃ کی رقم نکال کر علیحدہ رکھ لوں اور وقتاً فوقتاً فقراء و مساکین وغیرہ میں بانٹتا رہوں تو کیا جائز ہے یا یہ ساری رقم جو زکوٰۃ کے لیے نکالی جائے۔ فوراً ہی یکمشت ادا کرنا ہوتی ہے۔

(۶) یہ بھی فرما دیں کہ خاص موقع کے لیے جمع شدہ رقم پر ایک دفعہ ہی زکوٰۃ فرض ہے یا ہر سال اس پر زکوٰۃ دی جائے گی۔ جمع شدہ رقم حج کے لیے بھی ہو سکتی ہے۔ اس سلسلہ میں اور بھی کوئی اہم بات ہو تو تحریر فرما دیں۔

﴿جواب﴾

جس شخص کے پاس ساڑھے باون ۵۲½ تولہ چاندی یا ساڑھے سات ۷½ تولہ سونا ہو۔ یا ان میں سے کسی ایک کی قیمت کی مقدار نقد رقم یا سامان تجارت ہو اور ایک سال تک باقی رہے۔ تو سال گذر جانے پر اس کی زکوٰۃ چالیسواں حصہ دینا واجب ہے۔ اور جو نصاب سے زیادہ ہو جاوے۔ اس کا بھی اسی حساب سے یعنی چالیسواں حصہ دینا واجب ہے۔ آجکل ساڑھے سات تولہ سونے کی قیمت =/۱۳۳۵ ہے اور ساڑھے باون تولے چاندی کی قیمت تقریباً =/۳۴۲ روپے ہے۔ تو اگر کسی شخص کے پاس =/۳۴۲ روپے نقد یا اتنی قیمت کا سامان تجارت ہو۔ تو اس پر بھی زکوٰۃ واجب ہے۔ اگر کسی کے پاس نہ پوری مقدار سونے کی ہے۔ نہ پوری مقدار چاندی کی بلکہ تھوڑا سونا ہے۔ اور تھوڑی چاندی تو اگر دونوں کی قیمت ملا کر ساڑھے باون تولہ چاندی کے برابر ہو جائے۔ یا ساڑھے سات تولہ سونے کے برابر ہو جاوے۔ تو زکوٰۃ واجب ہے۔

(۱) ادائے زکوٰۃ کے لیے شرعاً کوئی مہینہ یا کوئی دن مقرر نہیں۔ البتہ بعض مہینوں اور دنوں کی فضیلت کا اس میں دخل ضرور ہے۔ یعنی جو مہینہ فی نفسہ متبرک ہے۔ جیسے رمضان شریف کہ اس میں صدقات وغیرہ کی ادائیگی بھی افضل ہے۔ ہاں ضرورت اس کی ہے کہ جس مہینے میں ادائے زکوٰۃ واجب ہو چکا ہے۔ اسی مہینہ میں ادا کرے۔

(۲) بعد سال بھر کے اس پر زکوٰۃ واجب ہے۔

(۳) بعد وصولی کے گذشتہ تمام سالوں کی زکوٰۃ دینا لازم اور واجب ہے۔ اگر منافع جائز ہوں۔ تو اس کی

زکوۃ بھی واجب ہے۔ اگر ناجائز منافع ہوں۔ تو کل منافع کا رفع الی المالک ضروری ہے۔ در بصورت عدم مالک کے کل منافع کا صدقہ کرنا ضروری ہے۔

(۴) آجکل ساڑھے باون تولہ چاندی کی قیمت تقریباً=/۳۴۴ روپے ہے اس لیے نقد کا نصاب ۳۴۴ روپے ہوگا۔ یہ بات ذہن نشین رہے کہ اصل نصاب سونے اور چاندی کا ہے۔ اور ان کی قیمت کے گھٹنے بڑھنے سے روپے کا نصاب بدلتا رہے گا۔

(۵) تمام زکوۃ یکمشت ادا کرنا ضروری نہیں۔ بلکہ مختلف فقراء و مساکین کو دینا جائز ہے۔ لیکن ادائیگی میں زیادہ تاخیر نہ کرے۔ ایک فقیر کو بقدر نصاب دینا مکروہ ہے۔

(۶) ہر سال زکوۃ واجب ہے۔ اگرچہ حج کے لیے بھی جمع کر لیے ہوں۔ یعنی بعد وصول کے تمام سالوں کی زکوۃ واجب ہوگی۔ اگرچہ وصولی سے قبل ادا کرنا بھی جائز ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان ۱۸ جمادی الاخریٰ ۱۳۹۳ھ

پراویڈنٹ فنڈ یا انشورنس کمپنی میں رکھی ہوئی رقم میں زکوۃ کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ جو رقوم ملازمین سرکاری بطور پراویڈنٹ فنڈ زندگی بیمہ یا دیگر وغیرہ جو ہر ماہ ان کی تنخواہ سے وضع کی جاتی ہے۔ ان رقوم پر فریضہ زکوۃ کا تفصیلی طور پر بیان واضح کر دیں۔ کہ آیا ان پر حولان حول شرط ہے۔ یا جب ان رقوم کی بازیابی ہوگی اس وقت کس حساب سے یہ کل رقوم پر ایک دفعہ بروئے شریعت واضح کر دیں۔

﴿ج﴾

صورت مسئولہ میں چونکہ ملازمین سرکار کا مہینہ بھر کام کرنے کے بعد پوری تنخواہ کا استحقاق ہوتا ہے۔ تو جتنی تنخواہ وہ وصول کر لیتا ہے۔ اتنی مقدار کے وہ مالک بن جاتے ہیں اور جو وضع کرتے ہیں۔ وہ محض استحقاق ہوتا ہے۔ اس لیے جب وصول کریں گے تب مالک بنیں گے اور اس کے بعد جب ان پر حول ہو جائے۔ تو زکوۃ واجب ہوگی۔ قبل از وصول جو فنڈ جمع ہے۔ اس کی زکوۃ واجب نہیں۔ واللہ اعلم بالصواب۔

بندہ احمد عفا اللہ عنہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

غائب شدہ رقم پر زکوۃ واجب نہیں
اُدھار رقم کی زکوۃ کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ واقعہ یہ ہے کہ میں آمد و خرچ کا حساب رکھتا ہوں۔ اس کی رو سے میری کتاب حساب میں -/۲۴۱۲ روپے بچت نکلتی ہے مگر حقیقت اس کے خلاف ہے۔ یعنی نقد ہاتھ میں کچھ بھی نہیں۔ وہ اس طرح کہ ظاہری بچت میں سے -/۱۵۱ روپے لوگوں کی طرف چڑھا ہوا ہے۔ اور باقی -/۲۲۶۱ روپیہ غائب ہے۔ حالانکہ یہ روپیہ موجود ہونا چاہیے تھا۔ اب حیران و ششدر رہ گیا ہوں مگر کچھ بھی تو پتہ نہیں چلتا۔ اندازہ یہی ہے کہ خرچ شدہ رقوم کے اندراج میں وقتاً فوقتاً کوتاہی اور بھول ہوتی رہی۔ اور کئی سال سے مسلسل حساب میں (کیونکہ حساب کا یہ فرق میں کئی سال سے محسوس کر رہا ہوں) اس قدر ناہمواری پیدا ہوگئی۔ اور غیر درج شدہ اخراجات کھاتہ بچت میں اضافہ کا موجب بنتے رہے۔ تو اب مسئلہ یہ ہے کہ (۱) اس غائب سرمایہ پر زکوۃ ہے یا نہ (۲) وہ سرمایہ جو لوگوں کے ذمہ چڑھا ہوا ہے اس کی زکوۃ کا کیا حکم ہے۔ (۳) اس طرح تجارتی کاروبار میں جو سرمایہ لوگوں کی طرف بقایا نکلتا ہو۔ اس کا کیا حکم ہوگا۔

المستفتی دوست محمد کرمانی کھوکھر ملتان۔ [illegible]

﴿ج﴾

(۱) غائب شدہ سرمایہ پر زکوۃ واجب نہیں۔ (۲) دوسروں کے ذمہ چڑھی ہوئی رقم پر زکوۃ واجب ہے۔ اگر اب ادا کر دی جائے تب بھی درست ہے۔ لیکن ادا کرنا واجب اس وقت ہوگا جب وہ وصول ہو جائے۔ وصول ہو جانے کے بعد گزشتہ میعاد کا بھی دینا ضروری ہے۔ واللہ اعلم

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان شہر کچہری روڈ ۱۲ رجب ۱۳۸۹ھ

زکوۃ کی رقم گم ہو جانے سے زکوۃ ادا نہیں ہوتی

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک شخص نے عبدالرزاق کو قبل ازیں ایک سو روپے زکوۃ کی مد میں اور کہا کہ جا کر فلاں صاحب کو دے دینا۔ یہ طالب علموں کے لیے ہے۔ مگر عبدالرزاق نے راستہ میں گم کر دیے یا گر گئے۔ تو کیا اس صورت میں زکوۃ دینے والے کی زکوۃ ادا ہو گئی ہے یا نہ؟

﴿ج﴾

زکوٰۃ ادا نہیں ہوئی اس لیے کہ تملیک مستحق نہیں پائی گئی۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

محمد انور شاہ غفر لہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

الجواب صحیح محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ صدر مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان ۱ جمادی الاخریٰ ۱۳۹۱ھ

اگر سال گزرنے کے بعد زکوٰۃ کی ادائیگی سے قبل سارا مال ہلاک ہو گیا تو زکوٰۃ واجب نہیں

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ زید صاحب نصاب تھا۔ مگر سال گزر گیا تھا بعد میں ہنگامے کی بنا پر قلاش اور تہی دست ہو گیا۔ کیا زید گذشتہ سال کی زکوٰۃ ادا کرنے کا شرعاً مکلف ہے؟ بینوا توجروا

﴿ج﴾

صورت مسئولہ میں زید پر گزشتہ سال کی زکوٰۃ کی ادائیگی واجب نہیں ہے۔ وان هلك المال بعد وجوب الزكوة (هدايه ج ۱ /ص ۱۹۳) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

محمد انور شاہ غفر لہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان ۱۰ ذی قعدہ ۱۳۹۱ھ

زکوٰۃ فرض ہے یا واجب

﴿س﴾

مولانا صاحب! آپ نے اپنے خط میں لکھا ہے کہ اتنے نصاب پر زکوٰۃ واجب ہوگی۔ خط میں واجب کا تکرار دو تین دفعہ ہوا کیا زکوٰۃ فرض نہیں۔

﴿ج﴾

زکوٰۃ کا حکم قرآن مجید میں نماز کے ساتھ ۳۲ جگہ آیا ہے۔ زکوٰۃ فرض ہے۔ اور اس کی فرضیت ہجرت کے دوسرے سال ہوئی۔ عمل میں فرض اور واجب دونوں برابر ہیں۔ اور دونوں کا کرنا ضروری ہے۔ اس لیے سوالات کے جوابات میں فرض کے لیے عام طور پر واجب کا لفظ استعمال کیا جاتا ہے۔ اس سے فرضیت میں شبہ نہ کیا جائے۔

محمد انور شاہ غفرلہ

زکوٰۃ کی نیت کا وقت

﴿سوال﴾

آپ کے فتویٰ کے مطابق میں نے اپنے کل روپیہ کا حساب رمضان المبارک تک کر کے زکوٰۃ کی رقم کا تعین کر لیا ہے۔ اس سلسلہ میں مندرجہ امور پر روشنی ڈال کر مجھے شکریہ کا موقع دیں۔

(۱) جس رقم کا تعین میں نے کر لیا ہے۔ کیا وہ بنک میں پڑی رہے۔ جب ادا میں وقتاً فوقتاً نکلوا کر خرچ کروں۔ حتیٰ کہ کل رقم بانٹ دی جائے۔ یا ضروری ہے کہ ساری رقم علیحدہ نکال کر رکھ لی جائے۔ اس رقم کی زکوٰۃ کی نیت کافی ہے۔

﴿جواب﴾

زکوٰۃ میں تملیک فقیر ضروری ہے۔ یعنی مالک بنانا ایسے شخص کو جو مالک نصاب نہ ہو لازم ہے۔ بینک میں تعین کافی نہیں۔ نکالنے کے بعد بوقت دینے نیت زکوٰۃ ضروری ہے۔ یعنی اگر بینک سے نکال کر علیحدہ زکوٰۃ کی رقم رکھ دی۔ تو پھر بوقت ادا الگ نیت کرنا ضروری نہ ہوگا۔

زکوٰۃ کے صحیح مصارف

﴿سوال﴾

تھوڑی تھوڑی رقم مندرجہ ذیل جگہوں پر بھیجنا چاہتا ہوں۔

(۱) ہمارے محلہ میں ایک ڈسپنسری کھولی گئی ہے۔ جو بہت اچھی چل رہی ہے۔ جہاں غریبوں کو مفت یا کم قیمت پر دوا دی جاتی ہے۔ (ب) انجمن حمایت اسلام لاہور (ج) کئی دینی مدرسے جہاں دینی تعلیم حاصل کرنے والے طالب علم ہوں۔ (د) جماعت اسلامی ایک شفاخانہ چلا رہی ہے۔ اس کو زکوٰۃ بھیجنا مناسب ہے یا نہیں۔ یہ اس لیے پوچھا ہے کہ جماعت اسلامی ایک سیاسی جماعت ہے۔

﴿جواب﴾

واضح رہے کہ زکوٰۃ کا مال محتاجوں کی ملک میں جا کر صرف ہونا ضروری ہے۔ جس جگہ کوئی انجمن یا جماعت والے ان کا اہتمام کریں کہ مال زکوٰۃ کو اس کے صحیح مصرف میں خرچ کریں۔ تو ان کو زکوٰۃ دی جا سکتی ہے۔ لیکن اگر ان کا اہتمام نہ ہو جیسے عام طور پر اکثر جماعتوں کے شفاخانوں میں اس کا لحاظ نہیں رکھا جاتا۔

بلکہ ملازمین کی تنخواہیں اور دیگر متفرق اخراجات بھی زکوٰۃ کے مال سے پورے کرتے ہیں ان کو زکوٰۃ دینا درست نہیں۔ اس لیے کہ تنخواہوں، کرایوں اور متفرق اخراجات میں زکوٰۃ کا مال خرچ کرنے سے سب زکوٰۃ ادا نہیں ہوتی۔ مدارس اسلامیہ میں جو زکوٰۃ کا روپیہ آتا ہے۔ وہ خاص طلبہ مساکین کی خوراک و پوشاک میں صرف ہوتا ہے۔ کسی مدرس و ملازم کی تنخواہ میں دینا یا تعمیر وغیرہ میں صرف کرنا اس کا درست نہیں ہے۔ اس کلی قاعدہ سے سوال (۲۔ کے ذیلی نمبرات ا سے ح تک کے جوابات سمجھ میں آ گئے ہوں گے)

جو رقم ضرورت کے لیے جمع کی ہو نصاب پورا ہو لیکن ضرورت کے لیے ناکافی ہو اس کی زکوٰۃ کا کیا حکم ہے؟ بھائی، بھائی کو اپنا حصہ رقم کی زکوٰۃ دے سکتا ہے؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ بندہ معمولی تنخواہ کا ملازم ہے۔ یعنی ۴۰ روپے کے قریب دستیاب ہوتی ہے۔ عمر ۵۰ سال ہے، بچے بہت معصوم ہیں۔ ایک بچہ شش ماہہ دوسرا ۲½ سالہ تیسرا بچہ ۹ سالہ جماعت اول میں ہے۔ چوتھا بچہ ۱۳ سالہ ہے۔ سب سے بڑی ۱۶ سالہ بچی ہے۔ بڑا بھائی ہے وہ مدرس ہے۔ اس کی عمر ۵۶ سال ہے۔ اس کی ابتداء ملازمت ۱۹۵۲ء سے ہے۔ وہ میری مدد کرتا ہے۔ جس سے کچھ گذر بسر ہوتی ہے۔ اگر کبھی دونوں کی تنخواہ سے کچھ بچ جائے تو اس خیال سے ڈاکخانہ میں جمع کرتے ہیں شاید کبھی کوئی صورت دو چار مرلے زمین برائے مکان کی نکل آئے زرعی زمین تو درکنار رہائشی مکان بھی کوئی نہیں۔ پھر دونوں بھائی بوڑھے گھر اولاد بے حد معصوم چند ایک معزز امیروں اور دوستوں نے بھی کچھ نقد پیسے سے امداد کی ہے۔ مگر تا حال دو چار مرلے زمین خریدنے کے لیے ناکافی ہے۔ بچی کی شادی کی بھی فکر ہے۔ تو دریافت طلب امر یہ ہے کہ اس جمع شدہ رقم پر (جو فی الحال تو کیا ابھی ضرورت کو بھی ناکافی ہے) زکوٰۃ واجب ہے؟ (۲) یہ پیسے بڑے بھائی کی تحویل میں ہے جس کی کوئی بیوی بچہ نہیں ہے۔ مجرد ہے۔ اگر زکوٰۃ واجب ہو تو کیا بڑا بھائی مجھے یا میرے بچوں کو بطور زکوٰۃ دے سکتا ہے۔ نوٹ۔ بڑا بھائی جدا رہتا ہے مگر اپنا خرچ روٹی وغیرہ کا مجھے دیتا ہے۔ فقط

﴿ج﴾

آپ کے بڑے بھائی کی تحویل میں جو رقم ہے۔ وہ اگر صرف ان کی ہی ملک ہے۔ اور وہ نصاب بنتا ہے۔ یعنی کم از کم اتنی رقم ہے۔ جس سے ساڑھے باون تولے چاندی خریدی جا سکتی ہے۔ اور اس کے اوپر کوئی قرضہ نہیں رہتا ہے۔ کہ قرضہ کو نکال کر پھر نصاب نہ بچے۔ تو آپ کے بھائی پر سال کے گزرنے سے زکوٰۃ واجب ہے۔ کیونکہ جب اس نصاب پر سال گذر گیا ہے۔ اور سال کے اندر وہ اسے مکان کی خرید میں نہیں لا چکا ہے۔ تو زکوٰۃ

دینی واجب ہوگی۔ باقی اگر آپ اور آپ کی اولاد نصاب یا قدر نصاب کے مالک نہیں ہیں۔ تو آپ کا بھائی آپ کو اور آپ کی اولاد کو زکوۃ کی رقم دے سکتا ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد عبد اللطیف غفر لہ معین مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان ۱۵ رجب ۱۳۸۹ھ

بغیر بتائے مستحق کو زکوۃ دینے کا حکم

﴿س﴾

کیا یہ ضروری ہے کہ جس کو رقم دی جائے اسے بتایا جائے کہ یہ زکوۃ کی ہے۔ یا کیا بغیر بتائے بھی دی جا سکتی ہے۔ چونکہ بعض لوگ خوددار اور صابر ہوتے ہیں۔ اور باوجود تنگی کے زکوۃ شاید قبول نہ کریں۔ مثلاً ہماری مسجد کے مولانا صاحب کو بہت قلیل تنخواہ ملتی ہے۔ مگر صابر قسم کے آدمی ہیں۔ ان کو نقد یا کپڑے لے کر دیں۔ یہ بتائے بغیر کہ یہ زکوۃ کے ہیں تو کیسا رہے گا۔

﴿ج﴾

زکوۃ کی اطلاع فقیر مسکین کو دینا ضروری نہیں۔

زکوۃ میں نقدی دینے کا حکم

﴿س﴾

زکوۃ کی رقم نقد دینا احسن ہے یا کوئی چیز لے کر دینا جیسے کپڑے، رضائیاں وغیرہ یا عید پر بچوں کو کپڑے وغیرہ۔

﴿ج﴾

نقد رقم دینا اولیٰ ہے۔ اس لیے کہ اس سے محتاج ہر قسم کی حاجت پوری کر سکتا ہے۔ ویسے حسب حال کپڑے یا رضائی خرید کر دینا بھی مستحسن ہے۔

نوٹ خود مال ہیں یا مال کی رسید ہیں؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ نوٹ مال ہے۔ یا مال کی رسید ہے۔ صورت اولیٰ میں اور صورت ثانیہ میں زکوۃ کی ادائیگی میں کچھ فرق پڑتا ہے یا نہیں۔ اگر ایک آدمی نے مثلاً نوٹ سے مال زکوۃ ادا کی اور لینے والے نے وہ نوٹ اپنے قرض کی ادائیگی میں دے دیا۔ تو کیا اس صورت میں زکوۃ ادا ہوئی یا نہیں۔

ایک آدمی نے دوسرے کو نوٹ دیا کہ میری طرف سے زکوۃ ادا کرو۔ کیا اس آدمی کے لیے گنجائش ہے کہ اپنے پاس سے کوئی نوٹ زکوۃ میں دے دے۔

کی قیمت ادا کرتا ہے۔ تو معلوم ہوا کہ روپیہ دھاتی مال ہے۔ اور نوٹ مال نہیں ہے۔ تو اس کا جواب یہ ہو سکتا ہے۔ کہ پہلے تو دھاتی روپیہ کی یہ قسم ہلاکت جو بالکل فانی ہو جائے۔ ایک امر نادر ہے والنادر کالمعدوم برخلاف کاغذ کے کہ اس کی ہلاکت کی صورتیں نادر نہیں ہیں۔ دوسرے یہ چونکہ دھاتی روپیہ پر نمبر تحریر نہیں ہوتا ہے۔ اس لیے اس کا ثبوت فراہم کرنا بڑا مشکل امر ہے۔ برخلاف نوٹ کے چونکہ اس پر نمبر تحریر ہوتا ہے۔ اس لیے اس نمبر پر اس کی ہلاکت کے دعویٰ کو ثابت کیا جا سکتا ہے۔ لہذا نوٹ و دھاتی روپیہ میں یہ تفاوت عدم مال و مال ہونے پر مبنی نہیں ہے۔ بہر حال ثابت ہوا کہ پاکستان میں موجود نوٹ اور دھاتی روپیہ کا شرعاً کوئی فرق نہیں ہے۔ باقی یہ اعتراض کہ ہمارے علماء دیوبند تو نوٹ کو حوالہ کہتے چلے آئے ہیں۔ تو اس کا جواب یہ ہے۔ کہ پہلے تو ان اکابر علماء میں اس مسئلہ پر اتفاق نہیں ہے۔ حضرت مولانا عبدالحی صاحب لکھنوی اس رائے سے اختلاف رکھتے ہیں۔ اور وہ نوٹ کو مال قرار دیتے ہیں۔ جیسا کہ فتاویٰ عبدالحی میں مذکور ہے فلینظر ثمہ دوسرے یہ کہ اکابر کے زمانے میں دھاتی روپیہ چاندی کا ہوا کرتا تھا۔ یا کم از کم چاندی اس مقدار میں اس کے اندر شامل ہوا کرتی تھی۔ جسے کالعدم شرعاً قرار نہیں دیا جاتا۔ اس لیے ان میں تفاوت کا قول کیا گیا۔ پاکستانی دھاتی روپیہ میں چونکہ چاندی کالعدم ہے۔ اس لیے دھاتی اور نوٹ میں کوئی فرق نہ ہوگا اور جب ان میں فرق نہ ہو تو فلوس اور دھاتی روپیہ کو تو تمام حضرات علماء سلف وخلف مال قرار دیتے ہیں۔ لہذا لامحالہ نوٹ بھی مال ہی شمار ہوگا۔ ویسے اگر مطالبہ پر پانچ روپے کی ادائیگی کا وعدہ پانچ روپے کے نوٹ کے حامل کے لیے ہے۔ اسی طرح یہ وعدہ دھاتی روپے کے حامل کے لیے بھی ہے۔

آخری اشکال یہ ہوتا ہے کہ اگر دھاتی اور نوٹ کو مال قرار دیا جائے۔ تو اس کے ٹوٹ جانے اور پھٹ جانے کی صورت میں بینک کیونکر سالم دھاتی اور سالم نوٹ یا دھاتی ادا کرتا ہے۔ تو اگر یہ مال ہوا کرتے تو حکومت یا بینک اس کے عوض صحیح سالم روپے کیوں ادا کرتی۔ لہذا معلوم ہوا کہ دھاتی بھی اور نوٹ بھی ہر دونوں مال نہیں بلکہ حوالے ہیں اور یہ اشکال ہر دو فریقین پر وارد ہو سکتا ہے۔ اس کا حل یہ ہے۔ کہ حکومت کی طرف سے اس ادائیگی کو عوض و ضمان شمار نہیں کیا جائے گا۔ بلکہ اسے محض ابتدائی تعاون بحساب خسارہ شمار کیا جائے گا۔ اور اگر اس کو عوض بھی شمار کیا جائے۔ تب تو اس بنا پر ہمارے ملک میں کوئی بھی ثمن مال نہ ہوگا۔ نہ فلوس نہ دھاتی اور نہ نوٹ۔ حالانکہ یہ قول بڑا بعید ہے۔ اور اگر ان تمام باتوں سے صرف نظر بھی کی جائے تب بھی نوٹ کو مال شمار کرنا شرعاً ضروری ہوگا۔ بچند وجوہ (۱) ان اشکالات سے بچنا جو نوٹ کو سند مال قرار دینے کی صورت میں زکاۃ ربوا صرف وغیرہ معاملات میں پیش آتے ہیں جیسا کہ ماہرین فن فقہ پر واضح ہے۔ نوٹ کو مال قرار دیے بغیر چارہ

اس لیے علماء کے سامنے یہ مسئلہ پیش ہے۔ میری رائے یہ ہے کہ تمام اشکالات کو دور کرنے اور عرف عام کے عین مطابق اور عموم بلوی کے پیش نظر نوٹ کو ثمن ہی قرار دیا جائے۔ واللہ اعلم بالصواب

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان [illegible]

قرضہ یا حج کے لیے جمع شدہ رقم پر زکوٰۃ کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ بندہ کا ارادہ حج کرنے کا ہے۔ بندہ کا سالا سعودی عرب جدہ میں ملازم ہے۔ وہ یہاں پاکستان میں آگیا ہے۔ اس نے مجھے کہا کہ میں اپنے ماتحت عملہ کو ٹیلیگراف کر دیتا ہوں۔ بندہ کے سامنے ٹیلیگراف جدہ کر دیا میرے بہنوئی کے نام ویزہ روانہ کر دیں۔ بندہ کے سالے نے کہا کہ اگر تیرا ویزا آخری ہفتہ رمضان المبارک میں نہ آیا تو میں آخری رمضان المبارک میں جدہ جاؤں گا اور میں خود جا کر تیرا ویزا روانہ کر دوں گا۔ وہ شوال کے پہلے یا دوسرے ہفتے تک آ جائے گا۔ اگر ان دونوں صورتوں میں ویزہ نہ آ سکا۔ تو بندہ ویزہ کے بغیر حج پر نہیں جا سکے گا۔ بندہ نے مبلغ اکیس صد ۲۱۰۰ روپیہ سالے کو بطور قرضہ دیا ہوا ہے۔ اس نے کہا یہ رقم وہاں سعودی عرب دے دوں گا۔ اس رقم کے علاوہ مبلغ چار ہزار روپیہ نقد اور ہیں جو بندہ کا ارادہ سفر حج کا ہے۔ اب جناب فرمائیں کہ ان دونوں رقومات کی زکوٰۃ معاف ہے یا دینی پڑے گی۔

﴿ج﴾

(۱) اکیس صد ۲۱۰۰ روپیہ جو آپ نے اپنے سالے کو بطور قرضہ کے دیا ہوا ہے۔ اس پر بھی زکوٰۃ واجب ہے۔ اگر ایک سال کے بعد یا دو تین برس کے بعد وصول ہو تو اگر اتنی مقدار میں وصول ہو جتنی پر زکوٰۃ واجب ہوتی ہے تو ان سب برسوں کی زکوٰۃ دینی واجب ہے اور اگر یکمشت نہ وصول ہو تو جب اس میں سے گیارہ تولہ چاندی کی قیمت وصول ہو تب اتنے کی زکوٰۃ ادا کرنی واجب ہے۔ اور گیارہ تولے چاندی کی قیمت بھی متفرق طور پر ملے تو جب بھی یہ مقدار پوری ہو جائے۔ اتنی مقدار کی زکوٰۃ ادا کرتے رہیں۔ اور جب مل جائے تو سب برس کی دیں۔ (۲) مبلغ چار ہزار ۴۰۰۰ روپیہ نقد جو آپ بارادہ سفر حج جمع رکھے ہوئے ہیں۔ اگر ان پر ایک سال کا عرصہ گزر چکا ہے۔ اور اپنی اصل ضرورتوں اور قرض سے بچے ہوئے ہیں تو بلا شبہ ان پر بھی زکوٰۃ واجب ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان [illegible] رمضان [illegible]ھ

الجواب صحیح محمد عبد اللہ عفا اللہ عنہ [illegible] رمضان [illegible]ھ

قرض کی جو رقم چار سال بعد مل جائے اس کی زکوٰۃ کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ زید نے بکر کو مثلاً پانچ سو روپیہ قرض بطور قرض حسنہ کے دے دیے۔ اور بکر نے یہ رقم چار سال کے بعد واپس کر دی تو گویا یہ درمیانی مدت چار سال کی زکوٰۃ ادا نہیں ہوئی۔ پھر اگر ادا کرنی ہوئی تو زکوٰۃ کون ادا کرے گا۔ کیا زید کے ذمہ ہی ہے یا کہ بکر زکوٰۃ ادا کرے گا۔ حالانکہ زید نے اس مدت چار سال کے اندر اس رقم مذکورہ سے استفادہ کچھ بھی نہیں کیا۔ آیا پھر بھی زید کو زکوٰۃ ادا کرنی ہوگی۔ بینوا توجروا

﴿ج﴾

صورت مسئولہ میں گذشتہ چار سال کی زکوٰۃ کی ادائیگی زید کے ذمہ لازم ہے۔ ولو كان الدين على مقر ملئ الخ فوصل الى ملكه لزم زكوة مامضى (الدر المختار على هامش رد المحتار كتاب الزكاة ص ۱۱۰ ج ۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

جو قرض کہ ابھی وصول نہیں ہوا اس کی زکوٰۃ کا حکم؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین مندرجہ ذیل مسائل کے بارے میں

(۱) کہ ایک شخص کا مختلف آدمیوں کے پاس قرضہ ہے۔ وہ انکار نہیں کرتے قرضہ کو تسلیم کرتے ہیں لیکن اپنی غربت وافلاس یا کسی اور وجہ سے قرضہ ادا نہیں کرتے۔ کئی سال گذر جاتے ہیں۔ ان کو قرضہ ادا کرنے کا خیال بھی نہیں آتا۔ کیا ان رقوم پر زکوٰۃ دینا فرض ہے۔

﴿ج﴾

ان رقوم کی زکوٰۃ دینا فرض ہے۔

مسافر خانہ ریسٹورنٹ سے وصول ہونے والے روپیہ پر زکوٰۃ واجب ہوگی

لوگوں کے ذمہ جو ادھار ہے اس کی زکوٰۃ کا حکم

رشتہ دار کو زکوٰۃ دینے کا زیادہ ثواب ہے

﴿س﴾

محترم المقام حضرت مفتی صاحب زید مجدکم۔ السلام علیکم۔

ہمارا ایک ہوٹل ہے مسافر ٹھہرتے ہیں ہماری ذاتی چارپائیاں بستر نلکے پنکھے اور دیگر فرنیچر کام میں آتا ہے کیا ان تمام چیزوں پر زکوٰۃ واجب ہے۔ (۲) کیا ان سب چیزوں کی قیمت لگا کر فیصد کے حساب سے زکوٰۃ نکال دینے سے زکوٰۃ ادا ہو جائے گی۔ (۳) جو رقم ادھار میں ہے کیا اس کی زکوٰۃ واجب ہے۔ اس کے اصلی مالک کے ذمہ۔ (۴) زکوٰۃ کہاں کہاں دینا چاہیے افضل اور زیادہ ثواب کے مقامات کیا ہیں۔ (۵) ہمارے ایک عزیز جو کام سیکھ رہے ہیں کارخانہ میں ابھی تنخواہ وغیرہ کچھ نہیں۔ ان کے بچے عدم روزگاری کی وجہ سے اپنے والدین کے یہاں پڑے ہیں اور بے حد تنگ حال ذریعہ کچھ نہیں ہے۔ بلکہ مقروض ہیں کیا ان کو زکوٰۃ دی جا سکتی ہے؟

﴿ج﴾

نہیں۔ جب ان چیزوں پر زکوٰۃ واجب نہیں تو قیمت لگانے کی کیا ضرورت ہے۔ (۳) ہاں۔ اگر وصول ہونے کی کوئی امید ہو (۴) جس شہر میں رہتے ہیں اس میں صرف کی جائے لیکن زیادہ ثواب اس میں ہے کہ اپنے اقرباء کو دی جائے۔ (۵) جائز ہے۔ بلکہ افضل ہے۔ واللہ اعلم

عبدالرحمٰن نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

کیا مدرسہ کے کتب خانہ کے لیے حیلہ کرنا جائز ہے؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس صورت میں کہ مدارس عربیہ میں جو زکوٰۃ کی رقوم دی جاتی ہیں۔ منتظمین مدرسہ کسی طالب علم کی تملیک کر کے اس رقم سے مدرسہ کے لیے کتب خریدیں یا مدرسہ کی دیگر ضروریات پر خرچ کریں تو جائز ہے یا نہیں اور اس صورت میں زکوٰۃ ادا ہو جاتی ہے یا نہیں نیز یہ بھی بیان فرما دیا جاوے کہ کیا تملیک

﴿ج﴾

حیلہ تملیک کر لینے کے بعد صدقات قیمت چرم قربانی وغیرہ تو صدق کی طرف سے ہو گئیں اب اس کے بعد اگر فقیر جس کو وہ زکوٰۃ یا صدقہ ادا کیا گیا ہے۔ اس کی مرضی پر ہے۔ کہ وہ کون سی مد میں دینا چاہتا ہے۔ اس کا دینا ایسا نہیں ہے جس کے لیے شرعاً مصرف متعین ہو۔ لہٰذا وہ معلمین کی تنخواہوں کی مد میں۔ مسجد کی تعمیر کی مد میں۔ لنگر کی مد میں۔ جس میں چاہے دے سکتا ہے۔ اور اس میں خرچ کر سکتا ہے۔ نیز وہ اگر مہتمم مدرسہ یا متولی مسجد کو عمومی اختیار دیتا ہے کہ آپ میری طرف سے جہاں چاہیں خرچ کر سکتے ہیں۔ یہ بھی جائز ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

تملیک زکوٰۃ کے متعلق حضرت مفتی عبداللہ صاحب کے خدشات اور حضرت مفتی محمودؒ کا ازالہ

﴿س﴾

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ زکوٰۃ و عشر کی فوری تملیک نہ کرنے میں شبہات و خدشات۔

نمبر۱۔ اگر زکوٰۃ و عشر کی مالیات کو فوری طور سے تملیک کرایا جائے جیسا کہ حضرت تھانویؒ نے تجویز فرمایا ہے۔ کہ کوئی مستحق قرضہ لیکر مدرسہ میں ایک رقم داخل کرے۔ پھر اس کو زکوٰۃ دی جائے اور وہ قرضہ ادا کرے۔ تو اس میں کوئی قباحت نہیں ہے۔ وہ مستحق نہیں ہے۔ بلکہ یہ مستحق کے اندر مملک ہے۔ اور اس سے قرضہ وصول کرنے میں جبر بھی جائز ہے۔ اگر قرضہ فوری ادا نہ کرے تب بھی اس کا ذمہ مشغول بالدین ہے۔ ہر صورت میں ادا کریگا۔ دارالعلوم دیوبند سے لیکر تمام مدارس عربیہ میں یہی معمول ہے۔ اس صورت کو ترک کر کے نئی صورت جو اختیار کی گئی ہے۔ کہ طلبہ کو وظیفہ دیا جائے۔ پھر ان سے بطور فیس رہائش یا دیگر یا طعام سو روپیہ میں تو سے واپس لیا جائے۔ اس میں یہ قباحت ہے نمبر۱۔ اگر کوئی طالب علم مثلاً ایک ہفتہ غیر حاضر رہا۔ یا رخصت پر چلا گیا تو اس سے ایک ہفتہ کا خرچ نہیں لے سکتے۔ اس کا حساب رکھنا لازم ہوگا۔

نمبر۲۔ جس شخص نے زکوٰۃ دی وہ اس وقت تک امانت رہیگی جب تک طلباء کرام کو وظائف میں نہ دی جائے اگر اس اثناء میں وہ شخص مر گیا تو امانت کے مستحق وارث ہوں گے۔ اور وہ رقم واجب الاداء ہوگی اگر فوری تملیک ہو جائے تو زکوٰۃ ادا ہوگی۔ مہتمم کا ذمہ بری ہو گیا۔ ورنہ مہتمم امین ہے۔

نمبر۳۔ اگر زکوٰۃ مدرسہ میں کسی شخص کی جمع ہے۔ اور تملیک نہیں ہوئی۔ کیونکہ طلباء کو وظیفہ میں تقسیم کرنے کا نمبر ابھی تک نہیں آیا۔ اسی اثناء میں حولان حول ہو گیا۔ تو اس پر مزید زکوٰۃ کا وجوب ہو گیا۔ یہ مزید زکوٰۃ کون ادا کرے گا۔ اگر فوری تملیک ہو جائے۔ تو یہ پریشانی لاحق نہیں ہو سکتی۔ وما علینا الا البلاغ۔

نیاز مند محمد عبداللہ [illegible]

﴿ج﴾

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ المعروض بخدمت حضرت مولانا مفتی محمد عبداللہ صاحب مدظلہم کے اشکالات سے علاوہ مجھے خود اشکال تھا وہ یہ کہ فیس کے عوض جو رقم وصول ہوتی ہے یہ بیع ہے اور تعلیم رہائش کی تمام سہولتیں بجلی صاف وغیرہ وغیرہ کے عوض میں رقم لینا عقد اجارہ ہے اور بیع و اجارہ دونوں کو ایک عقد میں جمع کرنا اور ایک دوسرے کے ساتھ مشروط کرنا جمع الصفقتین فی صفقۃ یا بیع فی اجارۃ او اجارۃ فی بیع کی کوئی تعبیر بھی ہو۔ عقد فاسد ہے۔ اس لیے اس کو رفع کرنے کی تجویز یہ سوچی کہ کھانے کا کوئی عوض نہ لیا جائے اور کھانا انہیں مفت دیا جاوے۔ حتیٰ کہ عشر کی گندم کا فیصد بھی تملیک کی صورت میں ادا ہو جائے گا۔ مورخہ صرف تعلیم اور بعض سہولتیں مہیا کرنے کا بصورت عقد اجارہ وصول کیا جاوے رہا یہ اشکال کہ قبل از ادا اگر مزکی فوت ہو جائے تو زکوۃ واجب الاداء ہوگی درست ہے۔ جہاں عموماً موت مزکی کا ہو جاوے وہاں ہی تو ہم مکلف ہیں۔ یا ورثوں کی اجازت حاصل کی جائے یا وہ کرادی جاوے۔ اور یہ تو حیلہ تملیک کے معروف طریقہ میں بھی ہو سکتا ہے۔

نیز حولان حول کا اشکال بھی ایک خدشہ سے زیادہ نہیں ہے۔ پہلے تو یہ رقم سال سے زیادہ دیر تک نہیں رکتی اور اگر بچے تو ہمیں اس مدرسہ کو حولان حول اور یہ وجوب کا علم نہیں ہوتا۔ انسان علم کی حد تک مکلف ہوتا ہے۔ لاعلمی میں اگر زکوۃ ادا ہو جائے تو باوجود وجوب کے اللہ تعالیٰ مواخذہ نہیں فرماتے۔ اور پھر عام طور پر مدارس میں بھی یہ اشکال ہو سکتا ہے۔ فوری طور پر تملیک وہاں بھی ضروری نہیں خیال کی جاتی۔ واللہ اعلم

محمد عبداللہ ۲۶ ربیع الثانی ۱۴۰۹ھ

وکیل اگر زکوۃ بے جا صرف کرے تو وکیل کے لیے رقم کا ذمہ دار ہوگا

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ زید نے زکوۃ کی رقم عمر کے حوالہ کی کہ رقم مناسب جگہ صرف کر دو۔ ایک مسجد کے امام نے جو مدرس اعلیٰ ایک مدرسہ کا بھی ہے عمر سے آ کر درخواست کی کہ ہمارے مدرسہ کو کچھ کتابیں چاہئیں۔ عمر نے وہ زکوۃ کی رقم اس کے حوالے کر دی۔ لیکن امام مسجد و مدرس اعلیٰ ان کتابوں کو اپنی ملکیت بنا رکھا ہے۔ ادھر اس مدرس و امام مسجد کی کتابیں اپنی ملکیت بنانے پر عمر کو یہ کتابیں واپس لینے کی اجازت شریعت دیتی ہے اور عمر کو اس زکوۃ کی رقم سے خریدی ہوئی کتابیں واپس نہ ملنے کی صورت میں اتنی رقم زکوۃ کی ادا کرنی ہوگی جبکہ امام مسجد جس کو کتابوں کے لیے رقم دی گئی اس زکوۃ لینے کا مستحق نہیں ہے۔

فقط سائل محمد اکرام

﴿ج﴾

صورت مسئولہ میں جب زید کے پاس کوئی نصاب کامل موجود نہیں اور جو مختلف قسم کے اموال اس کے پاس موجود ہیں۔ ان سے اس کی ضروریات بمشکل پوری ہوتی ہیں۔ بلکہ اس کے حوائج ضروریہ صحیح طور پر ان اموال کے منافع سے پورے نہیں ہوتے۔ تو یہ اموال اس کے حوائج اصلیہ میں داخل ہیں۔ حوائج اصلیہ سے فارغ نہیں کہ ان کے جمع کرنے پر نصاب کی صورت میں زکوٰۃ واجب ہو لہٰذا زید پر زکوٰۃ واجب نہیں اور چونکہ زکوٰۃ کے وجوب کے لیے نصاب فارغ عن حوائجہ الاصلیہ شرعاً ہونا ضروری ہے۔ لہٰذا صدقہ فطر اور قربانی اس پر واجب نہیں اور اس صورت میں زید غنی نہیں ہوگا۔ لہٰذا وہ صدقہ فطر و زکوٰۃ وغیرہ لے سکتا ہے۔

حررہ عبداللطیف غفرلہ معین مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان شہر ۹ جمادی الاولیٰ ۱۳۸۸ھ

الجواب صحیح محمود عفا اللہ عنہ

سونا، چاندی اور نوٹ کی زکوٰۃ کا بیان

نوٹ زکوٰۃ میں دینے سے زکوٰۃ ادا ہوتی ہے یا نہیں؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس صورت مسئلہ میں کہ زکوٰۃ ادا کرے۔ موجودہ نوٹ ایک روپیہ سے لے کر ایک صد تک حکومت کے جاری ہیں مثل نقود کے چل رہے ہیں بلکہ نوٹ بجائے وصول کرنے میں خوش ہوتے ہیں تو زکوٰۃ ادا ہو جائے گی۔ اگر نہیں ہوتی تو وجہ بحوالہ قرآن و حدیث و کتب فقہ سے تحریر فرما کر مطمئن فرمایا جائے۔ قبل ازیں جو نوٹوں کے ذریعے زکوٰۃ ادا کر چکے ہیں ان کا کیا حکم ہے۔ نیز کیا اس میں اختلاف ہے بینوا توجروا

المستفتی اللہ بخش طالب علم معرفت قاضی صاحب تحصیل و ضلع [illegible]

﴿ج﴾

نوٹ چونکہ خود مال نہیں ہے بلکہ رسید ہے ان روپیوں کی جو صاحب نوٹ کا بذمہ خزانہ سرکار قرض ہیں چنانچہ نوٹ کی پشت پر یہ بات مصرح ہوتی ہے تمام کاروبار میں بصورت عقد حوالہ کے چلتے ہیں آپ نے اگر بازار سے کچھ خریدا تو کپڑے والے نے جتنے روپیہ آپ سے لینے تھے آپ نے اس کو رسید قرض بذمہ سرکار یعنی نوٹ دے کر اس کو سرکار کے خزانہ پر حوالہ کر دیا۔ اب زکوٰۃ کی ادائیگی میں چونکہ مال کا دینا ضروری ہے۔ حوالہ کرنے سے زکوٰۃ ادا نہیں ہوتی اس لیے نوٹ کے ادا کرنے سے تو زکوٰۃ ادا نہ ہوگی لیکن اگر اس شخص مستحق زکوٰۃ نے آپ کے

نوٹ سے کوئی مال مثلاً گندم وغیرہ خرید کر دوسرے کے حوالے کیے تو گویا تمہاری طرف سے وکیل بالشراء نے خرید کردہ گندم کپڑا تمہارے لیے خریدا ہے اور پھر وہ چونکہ مال ہے اس نے قبضہ کرنے کے بعد اس بے ملوک مال کو زکوٰۃ میں قبض کیا اور آپ نے اس کو نوٹ دیکر شراء مال اور قبض مال پر مسلط کر دیا تھا اس لیے آپ کی زکوٰۃ ادا ہو جائے گی۔ اور اگر اس سے وہ نوٹ گم ہو گیا یا اس نے اس کے بدلے میں مال نہیں خریدا بلکہ کرایہ مکان یا کرایہ گاڑی وغیرہ میں ادا کیا تو آپ کی زکوٰۃ ادا نہ ہوگی یہ بات اصول شرع کے موافق ہے۔ اس لیے کہ زکوٰۃ میں مال ہی ادا ہوتا ہے خذ من اموالهم صدقة الآية وقال النبي صلى الله عليه وسلم ان الله افترض عليهم صدقة تؤخذ من اغنيائهم وترد في فقرائهم. قرآن و حدیث سے ثابت ہے کہ زکوٰۃ میں مال ہی لیا جاتا ہے تو نوٹ بوجہ غیر مالی ہونے جو فقط رسید مال ہے اس قابل نہیں کہ اس سے زکوٰۃ ادا ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان [illegible]

سونا چاندی کی زکوٰۃ سالہائے گزشتہ کی کس طرح ادا کی جائے؟

﴿س﴾

مکرمی و معظمی جناب مفتی صاحب مدرسہ عربیہ اسلامیہ قاسم العلوم کچہری روڈ ملتان شہر۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

ایک شخص کے پاس پچاسی تولے چاندی اور ستر تولے ایک ماشہ چار رتی سونا موجود ہے۔ لیکن ۱۹۳۰ء میں اس نے زکوٰۃ ادا نہیں کی اس عرصے میں جو قیمت ان اشیاء کی رہی۔ وہ بھی معلوم نہیں ہے بازار سے قیمت پوچھی گئی جو کہ اوسطاً ۱۲ روپے دو تولے چاندی اور سونا ۸۵ روپے تولہ برائے پہلے چھ سال (۱۹۳۰ تا ۱۹۳۵) (۱۹۳۶ تا ۱۹۳۹) ۱۰۰ روپے تولہ اور ۱۹۵۰ء تا ۱۹۵۲ء ۹۰ روپے تولہ بتلائی گئی ہے لہٰذا مسئلہ دریافت یہ ہے کہ اگر ۱۹۳۰ء سے تا حال زکوٰۃ لگے گی تو کس حساب سے اور کتنی مکمل وضاحت سے سرفراز فرمائیں یہ اشیاء بصورت زیورات ہیں جو کہ استعمال کر رہے ہیں۔ والسلام

المستفتی [illegible] حضرت مدنی [illegible] کچہری روڈ ملتان شہر [illegible]

﴿ج﴾

ہر سال کا اوپر کے حساب کے مطابق زر زکوٰۃ کو چالیسواں کاٹ کر زکوٰۃ کے حساب سے رکھیں اور پھر باقی کا ۱/۴۰ اگلے سال کے حساب زکوٰۃ میں درج کر لیں۔ پھر اس سے جو باقی رہ جاوے۔ اس کا ۱/۴۰ آئندہ سال کے

زکوٰۃ میں علی ہذا القیاس کاٹتے جاویں جتنی رقم مجموعہ سالوں کی زکوٰۃ کی جمع ہو جاوے۔ اس کو آپ ادا کر لیں لیکن واضح رہے کہ نوٹ کے ادا کرنے سے زکوٰۃ ادا نہیں ہوتی احتیاطاً ضروری ہے کہ زکوٰۃ کی رقم سے کوئی اور جنس مثلاً کپڑا وغیرہ خرید کر مساکین کو دیا جاوے۔ اس میں کوئی شبہ ادائے زکوٰۃ میں نہ ہوگا۔ حساب خود کر لیں۔

محمد عطاء اللہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان شہر ۲۰ ذی قعدہ ۱۳۹۲ھ

کیا ساڑھے تین تولے سونے سے سال کے بعد زکوٰۃ نکالی جائے؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ (۱) ایک شخص زید کے پاس ساڑھے تین تولے سونا موجود ہے اور اس پر ایک سال بھی گذر چکا ہے۔ اور اس کے پاس نقد رقم بھی موجود نہیں ہے جس پر ایک سال گذرا ہو۔ کیا ایسے شخص پر سونے کی زکوٰۃ نکالنا لازم ہے۔ (۲) سونے اور چاندی کی زکوٰۃ نکالنے کے لیے کتنا نصاب ہونا ضروری ہے؟

﴿ج﴾

(۱) اگر زید کے پاس ساڑھے تین تولے سونے کے علاوہ چاندی یا نقدی بالکل نہیں ہے۔ تو اس پر زکوٰۃ واجب نہیں۔ کیونکہ سونے کا نصاب ۷½ تولے سونا ہے۔ اگر ۳½ تولے سونے کے علاوہ ان کے پاس نقد یا کسی مقدار میں چاندی موجود ہے تو پھر سونا چاندی دونوں کی قیمت لگائی جائے گی۔ اگر دونوں کی مجموعی قیمت یا سونے کی قیمت اور نقد کو ملا کر مجموعی قیمت ۵۲½ تولے چاندی کی قیمت کے برابر ہو تو اس پر زکوٰۃ واجب ہے۔ (۲) سونے کا نصاب ۷½ اور چاندی کا نصاب ۵۲½ تولہ ہے۔ اگر دونوں موجود ہیں۔ اور نصاب کی مقدار سے کم ہیں۔ تو پھر مجموعی قیمت کا اعتبار ہوگا۔ جس کی تفصیل اوپر درج ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان ۱۸ جمادی الاولیٰ ۱۴۰۰ھ

۱۰۰ تولے چاندی اور ۳ تولہ سونا کی زکوٰۃ کیسے ادا کی جائے؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ سونے کا نصاب کم ہے چاندی کا زیادہ۔ چاندی ۱۰۰ تولے ہے اور سونا تین تولہ اب زکوٰۃ نکالنے کا کیا طریقہ ہے؟

﴿ج﴾

مذکورہ صورت میں سونے کا ضم کرنا طرف چاندی کے کیا جائے گا اور دونوں کی زکوٰۃ حساب کر کے ادا کی جائے گی۔ واللہ اعلم

کیا ۵۲½ تولے چاندی اور ۷½ تولہ سونا سے کم چاندی یا سونا پر زکوٰۃ نہیں؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک شخص نے اپنی زندگی میں سونا طلائی وزنی ۲۹½ تولے بصورت زیورات اپنے تین پوتے اور سات پوتیوں میں اس طرح تقسیم کر دیا ہے کہ فی پوتی ۱½ تولہ اور پوتا ۳½ تولہ بعد فوتگی اب سونا اس شخص کی بہو کے پاس بطور امانت ہے۔ شادی کی ہوئی پوتیاں بیٹھی بھی ہیں۔ نابالغ ہیں۔ اور دیگر جائیداد نہیں ہے۔ کیا ان تقسیم شدہ زیورات پر زکوٰۃ دینا واجب ہے۔ اس کی مکمل تشریح فرما کر مشکور فرماویں۔

﴿ج﴾

واضح رہے۔ کہ نصاب چاندی کا ساڑھے باون تولے یا اس کی قیمت ہے اور نصاب سونے کا ساڑھے سات تولہ ہے۔ اگر زیور دونوں طرح کا ہو تو سونے کی قیمت کر کے چاندی کی قیمت میں شامل کرنا ضروری ہے۔ یعنی اگر دونوں کی مجموعی قیمت ساڑھے باون تولے چاندی کی قیمت کے برابر ہو تو نصاب شمار ہوگا۔ اور زکوٰۃ واجب ہوگی۔ پس صورت مسئولہ میں اگر ان پوتوں اور پوتیوں کے پاس اس سونے کے علاوہ اور کوئی چاندی یا نقدی نہ ہو تو وہ صاحب نصاب نہیں اور زکوٰۃ واجب نہیں ہے۔ اور اگر سونے کے علاوہ چاندی یا نقدی بھی ان کی ملکیت ہے۔ تو پھر اگر مجموعی قیمت ۵۲½ تولہ چاندی کے برابر ہو تو زکوٰۃ ادا کی جائے۔ نیز واضح رہے کہ نابالغ شرعی کے مال میں زکوٰۃ واجب نہیں ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفر لہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

اگر عورت کے پاس سونا چاندی اور نقدی ہو تو زکوٰۃ کس طرح ادا کرے؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک عورت کے پاس ساڑھے سات تولے سونا ہے

اور پچیس تولہ چاندی ہے اور پانچ سو روپیہ مہر کا خاوند پر قرض واجب ہے۔ تو اس صورت میں عورت کس طرح زکوۃ ادا کرے اور کتنی زکوۃ واجب ہوگی جو مہر کا روپیہ خاوند پر قرض ہے۔ اس میں بھی شرعاً زکوۃ واجب ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا

﴿ج﴾

صورت مسئولہ میں چونکہ سونے کا نصاب پورا ہے اور چاندی نصاب سے کم ہے۔ اس لیے چاندی کی قیمت سونے کے ساتھ ملا کر مجموعہ سونے کا چالیسواں حصہ زکوۃ اس عورت پر واجب ہوگی۔ پانچ سو روپیہ مہر کا جو کہ خاوند پر قرض ہے۔ وہ خاوند پر وجوب زکوۃ سے مانع نہیں۔ یعنی اگر خاوند کے پاس نصاب جتنا مال ساڑھے باون تولے چاندی کی مالیت ضروریات اصلیہ سے فارغ مال تجارت سونا چاندی وغیرہ موجود ہوں اس پر زکوۃ ہے وہ یہ نہیں سمجھے گا کہ چونکہ میرے اوپر عورت کے مہر کا قرض ہے۔ نصاب تو اس میں ختم ہو جائے گا لہٰذا میرے اوپر زکوۃ نہیں ہے۔ فقط واللہ اعلم

بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

عورت کو اگر مہر میں بقدر نصاب سونا دیا جائے تو زکوۃ عورت پر ہی واجب ہوگی؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ مثلاً بکر ہے۔ اس نے شادی کی ہے۔ مہر میں دس ۱۰ تولہ سونا دیا ہے۔ سونا جو ہے۔ وہ عورت کے پاس ہے۔ عورت کبھی خاوند کے گھر آ جاتی ہے۔ کبھی والدین کے ہاں رہتی ہے۔ خاوند باہر پڑھتا ہے۔ حولان حول کے بعد اس سونے پر جو زکوۃ آوے گی وہ کون ادا کرے گا۔ اگر عورت پر آتی ہے تو عورت کہاں سے ادا کرے۔ اس کے پاس کوئی آمدنی وغیرہ نہیں ہے۔

﴿ج﴾

صورت مسئولہ میں سونا چونکہ عورت کی ملکیت ہے۔ اس لیے زکوۃ کی ادائیگی بھی عورت کے ذمہ ہے۔ چاہے تو جنس سے ادا کرے۔ اور اس وقت وزن کا اعتبار ہوگا۔ قیمت کا اعتبار نہیں ہوگا یا سونے کا کچھ حصہ بیچ کر قیمت کے حساب سے زکوۃ ادا کرے۔ بہر حال زکوۃ کی ادائیگی عورت کے ذمہ واجب ہے۔ لما روی الترمذی عن عمرو ابن شعیب عن ابیہ عن جدہ ان امراۃ اتت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وفی ایدیھما سواران من ذھب فقال لھما تؤدیان زکوتہ قالتا لا فقال لھما رسول اللہ صلی اللہ علیہ

وسلم اتحبان ان یسورکما اللہ بسوارین من نار قالتا لا قال فادیا زکوتہ۔ وفی الطحاوی ص ۱۲ وصح دفع عرض ومکیل وموزون عن زکوٰۃ النقدین بالقیمۃ وان ادی من عین النقدین فالمعتبر وزنهما اداء کما اعتبر وجوبا الخ۔ واللہ اعلم۔

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان ۱۹ جمادی الاولیٰ ۱۳۹۸ھ

الجواب صحیح محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ مدرسہ قاسم العلوم ملتان ۲۰ جمادی الاولیٰ ۱۳۹۸ھ

اگر کسی کے پاس سونا چاندی دونوں کے زیورات ہوں تو زکوٰۃ کی کیا صورت ہوگی؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ زیورات میں زکوٰۃ ہے یا نہیں۔ زیورات چاندی کے بھی ہیں۔ اور سونے کے بھی۔ اور سلائی والی مشین بھی ہے۔ اب زکوٰۃ ہے یا نہیں۔ حوالہ جات کتب سے مزین جواب عنایت فرمائیں۔

﴿ج﴾

بوجہ عموم قول اللہ تعالیٰ کے والذین یکنزون الذھب والفضۃ۔ سونے و چاندی کے زیورات میں زکوٰۃ واجب ہے۔ ولما روی الترمذی عن عمرو ابن شعیب عن ابیہ عن جدہ ان امرأتین اتیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وفی ایدیھما سواران من ذھب فقال لھما تؤدیان زکوتہ قالتا لا فقال لھما رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اتحبان ان یسورکما اللہ بسوارین من نار قالتا لا قال فادیا زکوتہ وغیرھا من الاحادیث ھدایۃ ج ۱ ص ۱۶۵ وفی تبر الذھب والفضۃ وحلیھما وآنیتھما الزکوٰۃ کذا فی کتب الفقہ سلائی والی مشین اگر تجارت کے لیے نہیں ہے۔ تو اس میں زکوٰۃ واجب نہیں۔ ھدایہ ج ۱ ص ۱۶۲ ولیس فی دور السکنی وثیاب البدن واثاث المنزل ودواب الرکوب وعبید الخدمۃ وسلاح الاستعمال زکوٰۃ لانھا مشغولۃ بالحاجۃ الاصلیۃ ولیست بنامیۃ ایضاً الخ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

بندہ احمد عفا اللہ عنہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

جو نہیں۔ تو اس صورت میں بھی زکوٰۃ ادا ہو جائے گی یا نہیں۔ اس کو بہ تفصیل تحریر فرمائیں۔ کیونکہ اس دور میں نوٹ ہی کا رواج زیادہ ہے۔ اکثر و بیشتر نوٹ ہی سے زکوٰۃ ادا کی جاتی ہے۔ حق تعالیٰ اجر عظیم عطا فرمائیں۔

سائل سید [illegible] خطیب جامع مسجد [illegible] تحصیل [illegible]

﴿ج﴾

نوٹ حقیقت میں خود مال نہیں ہے۔ بلکہ سرکاری خزانہ کے ذمہ واجب الادا رقم کی رسید ہے۔ اس لیے قانون فقہ کے تحت اس کے ادا کرنے سے زکوٰۃ ادا نہیں ہوگی۔ جبکہ اس صورت میں تو صرف فقیر کو سرکاری خزانہ پر حوالہ کر دیا گیا ہے۔ البتہ اگر وہ مسکین اس نوٹ سے کوئی مال مثلاً کپڑا وغیرہ خرید لے گا۔ تو بمنزلہ وکیل کے معطی کو یا معطی کے لیے کپڑا خرید رہا ہے اور اس کے لیے قبض کر رہا ہے۔ بعد قبض کر لینے کے اس کپڑے کا مالک معطی بنا پھر اس کپڑے کو وہ فقیر زکوٰۃ میں قبض کرے تو زکوٰۃ معطی کی ادا ہو جائے گی۔ گویا اس کا فقیر کو نوٹ دینا بمنزلہ توکیل علی الشراء ثم الاخذ فی الزکوٰۃ کے تحت شمار ہے۔ اگرچہ تصریح نہ کی ہو۔ اب اگر وہ نوٹ اس سے گم ہو جائے یا اس کو غیر مال میں صرف کر دے تو زکوٰۃ مزکی کی ادا نہ ہوگی اس لیے احتیاط اسی میں ہے۔ کہ نوٹ سے زکوٰۃ ادا نہ کی جائے البتہ گذشتہ زمانہ میں ادا کی ہوئی زکوٰۃ کے متعلق بوجہ عموم بلوی اور بوجہ عرف عام کے (کہ نوٹ کو ثمن اور پیسہ شمار کیا جاتا ہے) یہ فتویٰ دیا جائے گا کہ زکوٰۃ ادا ہو گئی ورنہ بہت بڑا اشکال پیدا ہوگا۔ واللہ اعلم۔

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان ۱۱ رمضان [illegible]ھ

سامان تجارت کی زکوٰۃ کا بیان

مال تجارت میں زکوٰۃ کی صورت میں قیمت خرید کا اعتبار ہوگا یا بازار کے بھاؤ کا؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کہ ایک دوکاندار کے پاس دوکان میں مال تجارت موجود ہے۔ سال کے بعد اسے زکوٰۃ دینا چاہتا ہے۔ تو اس مال کی قیمت خرید کا اعتبار ہوگا۔ یا بازار کے بھاؤ کا لحاظ ہوگا۔ یہ منافع لگا کر جو قیمت رکھی گئی ہے۔ اس حساب سے زکوٰۃ دی جائے۔ جبکہ ابھی وصول نہیں کیا حاصل کیا اور کب ہوگا۔

﴿ج﴾

مال تجارت کی جو قیمت بازار میں بوقت زکوٰۃ دینے کے ہے۔ اسی قیمت کے اعتبار سے زکوٰۃ ادا کی

جو دے۔ خواہ قیمت خرید سے زیادہ ہو یا کم۔ وعندہما تعتبر قیمتہ یوم الوجوب وقالا یوم الاداء الخ. ویقوم فی البلد الذی المال فیہ (درمختار) وفی المحیط یعتبر یوم الاداء بالاجماع وھو الاصح (رد المحتار باب زکوٰۃ الغنم ج ۲/ص ۲۳) فقط واللہ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی قاسم العلوم ملتان

مال تجارت میں کس قیمت کا اعتبار ہوگا اور باربرداری کا کرایہ منہا کیا جائے گا یا نہیں؟

﴿س﴾

زکوٰۃ واجب ہونے یا ادا کرنے میں تجارتی سامان کا وہ قیمت نرخ جس کے ساتھ اس نے خرید کیا ہے۔ اعتبار کیا جائے۔ یا اس بھاؤ کا اعتبار کیا جائے جس کے ماتحت وہ خریداروں کو دے رہا ہے۔ شق اول میں باربرداری کا کرایہ بھی ساتھ ملایا جائے گا کہ نہیں۔ بینوا توجروا۔

﴿ج﴾

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ زکوٰۃ کی ادائیگی کے لیے مال تجارت کی جو قیمت بازاری ہو حولان حول کے بعد اس کا اعتبار کیا جائے گا۔ قیمت خرید کا اعتبار نہیں کیا جائے گا۔ بلکہ جس دن اس مال پر سال گزر جائے۔ اور وجوب زکوٰۃ ہو جائے۔ تو اس دن اس مال کی بازار میں جو عام قیمت ہو اس کا اعتبار کر کے زکوٰۃ ادا کی جائے۔

اور وجوب زکوٰۃ کے لیے یعنی نصاب بننے کے لیے ضروری ہے کہ ابتداء حول میں اس کی بازاری قیمت کم از کم دوسو درہم شرعی کے برابر بنے تو اس پر بعد حولان حول زکوٰۃ واجب ہوگی۔ وجوب زکوٰۃ کے لیے بھی قیمت خرید کا اعتبار نہیں ہے۔ کما قال فی العالمگیریۃ ج ۱/ص ۱۹۱ وتعتبر القیمۃ عند حولان الحول بعد ان تکون قیمتہا فی ابتداء الحول مائتی درہم من الدراہم الغالب علیہا الفضۃ کذا فی المضمرات وفیہ ایضا بعد سطرین۔ اذا کان لہ مائتا قفیز حنطۃ للتجارۃ تساوی مائتی درہم فتم الحول ثم زاد السعر او انتقص فان ادی من عینہا ادی خمسۃ اقفزۃ وان ادی القیمۃ تعتبر قیمتہا یوم الوجوب لان الواجب احدہما ولہذا یجبر المصدق علی قبولہ وعندہما یوم الاداء الخ۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ عبد اللطیف غفرلہ معین مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان ۲۲ شوال ۱۳۸۶ھ

الجواب صحیح محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان ۲۲ شوال ۱۳۸۶ھ

موٹر لاری، آٹا مشین وغیرہ کی آمدن پر زکوٰۃ ہوگی؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اندریں مسئلہ آیا موٹر، لاری و آٹا مشین کی اصل قیمت پر زکوٰۃ واجب ہے یا منافع پر۔ بینوا بالادلۃ الشرعیۃ وتوجروا عند اللہ اجرا عظیما۔

المستفتی خطیب جامع مسجد [illegible]

﴿ج﴾

تمام کتب فقہ میں مصرح ہے کہ زکوٰۃ صرف سونے چاندی میں یا اموال تجارت میں (یعنی جن اشیاء کو بغرض فروخت خرید کیا گیا ہو۔) یا ان سوائم جانوروں پر جو اکثر سال باہر چرتے ہوں۔ ان کے علاوہ کسی چیز پر زکوٰۃ واجب نہیں اس لیے موٹر لاری کارخانہ وغیرہ اشیاء جن کی اصل برائے فروخت نہیں ہے۔ ان کی اصل پر زکوٰۃ واجب نہیں۔ واللہ اعلم

محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان [illegible] رمضان [illegible]ھ

دوکانوں اور فیکٹری کی آمدن پر زکوٰۃ واجب ہوگی یا قیمت پر

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک شخص کی زمین ہے۔ جس میں نصف حصہ پر رہائشی مکان ہے۔ اور نصف حصہ پر دوکانیں ہیں۔ جو کرایہ پر چلتی ہیں۔ اسی طرح دو فیکٹریاں ہیں وہ بھی کرایہ پر چلتے ہیں۔ زکوٰۃ ادا کرنے کی کیا صورت ہوگی۔ کیا وہ ان دوکانوں اور فیکٹری کی مالیت کا اندازہ کر کے زکوٰۃ دے گا۔ یا آمدنی میں سے۔ اسی طرح اگر آمدنی میں سے کچھ رقم ان کی مرمت پر خرچ کرتا ہے۔ تو کیا اس رقم کی بھی زکوٰۃ ہوگی۔ یا وہ اس سے مستثنیٰ ہوگی۔

﴿ج﴾

دوکانوں اور فیکٹری کی مالیت پر زکوٰۃ نہیں آئے گی۔ زکوٰۃ ان کی آمدنی میں سے ادا کرے۔ آمدنی میں سے اگر کچھ رقم دوکانوں وغیرہ کی مرمت پر سال گزرنے سے پہلے خرچ ہو چکی ہے۔ تو اس خرچ شدہ رقم پر زکوٰۃ نہیں ہے۔ فقط واللہ اعلم

بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ۲۲ شعبان ۱۳۹۹ھ

۱۵۰÷۵۰ = تین حقہ

اگر کوئی شخص نقدی کی صورت میں ادا کرنا چاہتا ہے تو ادا کر سکتا ہے۔ جہاں ایک بکری واجب ہوتی ہے۔ وہاں ایک بکری کی قیمت ادا کرے گا۔ اور جہاں ایک سالہ اونٹ کی بچی واجب ہوتی ہے۔ وہاں اس کی قیمت ادا کرے گا۔ علیٰ ہذا القیاس۔ کما قال فی العالمگیریہ ج ۱ ص ۱۸۹ ویجب فیما دون خمس وعشرین فی کل خمس شاۃ ھکذا فی العینی شرح الکنز والشاۃ من الغنم مالھا سنۃ وطعنت فی الثانیۃ کذا فی الجوھرۃ النیرۃ فاذا بلغت خمسا وعشرین ففیھا بنت مخاض الخ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ عبداللطیف غفرلہ معین مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان ۱۰ ذوالقعدہ ۱۳۸۹ھ

کیا گائے اور بھینس کا ایک ہی حکم ہے کاشتکاری میں استعمال ہونے والے بیلوں پر زکوٰۃ کا حکم زکوٰۃ میں نر یا مادہ دینے سے کوئی فرق پڑتا ہے یا نہیں؟ کتنی عمر کے جانوروں پر زکوٰۃ واجب ہے؟ کیا جانوروں کی زکوٰۃ نقدی کی شکل میں ادا کی جا سکتی ہے؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ میرے پاس چند بھینسیں گائے اور بیل وغیرہ ہیں۔ جن کی مجھے زکوٰۃ ادا کرنی ہے۔ لیکن کچھ باتیں ایسی ہیں جن کے متعلق صاف طور پر معلوم نہیں ہوتا کہ صحیح حکم کیا ہے اس لیے گذارش ہے کہ مندرجہ ذیل امور پر اپنی اولین فرصت میں روشنی ڈال کر ممنون فرمائیں۔ (۱) گائے اور بھینس کا شمار ایک ساتھ ہوتا ہے یا الگ الگ (۲) کاشتکاری میں کام آنے والے بیلوں پر زکوٰۃ واجب ہے کہ نہیں (۳) زکوٰۃ کس شکل میں ادا کی جائے۔ زکوٰۃ دیتے وقت نر اور مادہ کی شرط ہے یا نہیں (۴) کم سے کم کتنی عمر کے جانور پر زکوٰۃ واجب ہے (۵) زکوٰۃ نقدی کی صورت میں ادا کی جا سکتی ہے یا نہیں۔

﴿ج﴾

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ گائے اور بھینسوں کا شمار ایک ساتھ ہوتا ہے اگر دونوں کی تعداد کم از کم تیس ہے تو ان پر زکوٰۃ واجب ہوتی ہے۔ زکوٰۃ کے وجوب کے چند شرائط ہیں۔ ایک یہ کہ ان جانوروں کو نسل دودھ اور موٹا کرنے کے لیے رکھتا ہو اگر بار برداری کے لیے یا کاشتکاری کے لیے رکھتا ہو تو ان پر زکوٰۃ واجب نہیں ہوتی۔ دوسری شرط یہ ہے کہ ان کو سال کا اکثر حصہ جنگل میں چرایا جائے اور مباح مفت گھاس چرنے پر پورے سال یا اکثر حصہ سال

ان کی گذر ہو اگر اکثر حصہ سال گھر پر ان کو چارہ دیا جائے تو ان پر زکوٰۃ واجب نہیں ہوتی تیسری شرط یہ ہے کہ کم از کم گائے بیل اور بھینسوں کی مشترکہ تعداد تیس ہو۔ جب تیس ہو اور اس میں تمام شرائط پائی جائیں اور سال ان پر گزر جائے تو ان پر ایک سال کا بچہ مذکر ہو یا مؤنث دینا واجب ہوگا۔ اور اگر گائے اور بھینسیں تھوڑی ہوں تو جنکی تعداد زیادہ ہو تو اسی جنس میں سے دیا جائے گا۔ اور جب چالیس ہوں تو دو سالہ بچہ واجب ہوگا۔ اور تیس سے زیادہ میں ساٹھ تک ایک دو سالہ اور بحصہ زائد رقم تک الحساب واجب ہوگی اور ساٹھ میں دو یک سالے اور ستر میں ایک یک سالہ اور ایک دو سالہ واجب ہوگا یعنی ہر تیس میں ایک یک سالہ اور ہر چالیس پر ایک دو سالہ واجب ہوگا۔ باقی عمر کی کوئی قید نہیں چھوٹے بھی بڑوں کے ساتھ شمار کیے جائیں گے جب تیس بڑوں پر سال گزر جائے زکوٰۃ کی ادائیگی میں آپکو اختیار ہے آپ یک سالہ یا دو سالہ بچہ ادا کر دیں جس کی تفصیل اوپر گزر گئی اور یا آپ اس کی قیمت فقیر کو ادا کر دیں کذا فی کتب الفقہ۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ عبداللطیف غفرلہ معین مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان ۱۹ رجب ۱۳۸۷ھ

زمین کی پیداوار میں عشر‘ نصف عشر‘ خراج کا بیان

بارش سے سیراب ہونے والی زمین سے اگر گورنمنٹ ٹیکس وصول کرے تو پھر بھی عشر واجب ہے؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس زمین کے متعلق جس کو پانی بارش سے ملتا ہے۔ اور ہمیشہ سے مسلمانوں کے قبضہ میں چلی آ رہی ہے۔ وہ مسلمان اس کے خارج کا عشر بھی نکالتے چلے آ رہے ہیں۔ اب چند عرصہ سے حکومت نے ٹیکس یا خراج وصول کرنا شروع کیا ہے۔ اب دریافت اس امر کی ہے کیا از روئے شرع محمد علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام ان زمینداروں پر باوجود اس کے ٹیکس یا خراج کے عشر مقررہ از شرع ادا کرنا واجب ہو گا یا نہیں۔ بینوا بالدلیل وتوجروا عند الجلیل۔

﴿ج﴾

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ واضح رہے کہ زکوٰۃ عشر عبادات مالیہ میں سے ہیں۔ ٹیکس نہیں ہیں۔ زکوٰۃ وعشر کی فرضیت اور اس کا عبادت ہونا کتاب اللہ سنت رسول اجماع اور قیاس سے ثابت ہے۔ قال اللہ تعالی اقیموا الصلوٰۃ واتوا الزکاۃ. اسی طرح متعدد آیات میں زکوٰۃ کی فرضیت کو نماز کی فرضیت کے ساتھ متصلا ذکر کیا گیا ہے۔ قال تعالی والذین یکنزون الذھب والفضۃ ولا ینفقونھا فی سبیل اللہ فبشرھم بعذاب الیم. حدیث شریف میں آیت کی تفسیر بایں الفاظ ہے۔ کل مال ادیت الزکاۃ عنہ فلیس بکنز. یعنی ہر وہ مال جس کی زکوٰۃ ادا کی جائے۔ وہ کنز نہیں ہے۔ ... دیکھیے زکوٰۃ کی عدم ادائیگی پر اللہ تعالٰی نے کتنی زبردست وعید کی ہے۔ اتنی زبردست وعید اللہ تعالٰی کے ایک فریضہ کے عدم ادائیگی پر ہو سکتی ہے۔ ٹیکس پر نہیں۔ اور حدیث شریف میں جو بخاری ومسلم کی ہے۔ زکوٰۃ کو ارکان اسلام میں شمار کیا گیا ہے۔ کما روی عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال بنی الاسلام علی خمس شھادۃ ان لا الہ الا اللہ وان محمدا رسول اللہ. واقام الصلوٰۃ وایتاء الزکاۃ وصوم رمضان وحج البیت من استطاع الیہ سبیلا. اسی طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی رحلت کے بعد جب بعض قبیلوں نے زکوٰۃ کی ادائیگی سے انکار کیا۔ اور زکوٰۃ کو ایک ٹیکس کی سی حیثیت دینے لگے۔ تو اس وقت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ

حضرت نے ان کے ساتھ جہاد کرنے کا اعلان فرمایا ہے۔ صاف طور پر فرمایا ہے۔ واللہ لاقاتلن من فرق بین الصلوٰۃ والزکوٰۃ فان الزکوٰۃ حق المال الخ اور تم سمجھ چکے ہو کہ ان پر جہاد ہوا تھا۔ کیونکہ فرضیت زکوٰۃ کا انکار ہے۔ غرضیکہ زکوٰۃ اور عشر عبادت ہے اور ارکان اسلام میں سے ایک اہم رکن ہے۔ بخلاف ٹیکس وغیرہ کے۔ اسلام کے ارکان میں سے نہیں ہے۔ بلکہ وقتی حکومت کی ضروریات کو پوری کرنے کے لیے وقتی طور پر یہ فرض کیا گیا ہے۔ جس کو اسلام کی رکنیت سے دور کا بھی واسطہ نہیں ہے۔ اس لیے سرکاری ٹیکس یا خراج سے زکوٰۃ اور عشر ساقط نہیں ہوتا ہے۔ بلکہ زکوٰۃ و عشر جو کہ عبادت مالیہ ہے ادا کرنا لازمی ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان [illegible] ۱۳۸۸ھ

الجواب صحیح محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان [illegible] ۱۳۸۸ھ

حضور علیہ السلام اور خلفاء راشدین کے دور میں سونا چاندی کی زکوٰۃ اور عشر کس طرح دی جاتی تھی؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں یا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں یا حضرت فاروق اعظم کے دور میں سونا چاندی مال تجارت کی زکوٰۃ کس طرح دی جاتی تھی۔ اور عشر مذکورہ تینوں زمانوں میں کس طرح نکالا جاتا تھا۔ کیا عشر کی زمین معاف تھا یا فصل کی قسم کا مالک خرچہ نکال کر عشر دیتے تھے۔ یا پیداوار اٹھانے کے بعد عشر نکال کر معاملہ دیا کرتے تھے یا اور کوئی طریق کرتے تھے۔ بینوا توجروا۔

﴿ج﴾

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم و خلافت راشدہ کے دور میں سونے چاندی اور مال تجارت کی زکوٰۃ بعد از حولان حول بصورت نقد کے چالیسواں حصہ نکالا جاتا تھا۔

قال فی الهداية فاذا كانت مائتين وحال عليها الحول ففيها خمسة دراهم لانه عليه السلام كتب الى معاذ ان خذ من كل مائتى درهم خمسة دراهم ومن كل عشرين مثقالا من ذهب نصف مثقال عشری زمین میں جتنی پیداوار ہو جائے اس پوری پیداوار کا عشر نکالا جاتا تھا۔

اخراجات وغیرہ منہا نہ کیے جائیں گے، بلکہ کل پیداوار کے حساب سے عشر نکالنا ہوگا۔ قال فی الہدایۃ وکل شیء اخرجتہ الارض مما فیہ العشر لا یحتسب فیہ اجر العمال ونفقۃ البقر لان النبی علیہ السلام حکم بتفاوت الواجب لتفاوت المؤنۃ فلا معنی لرفعہا۔ اس کی مزید تفصیل فتح القدیر وغیرہ کتب میں ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ عبداللطیف غفرلہ معین مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان ۱۵ جمادی الاولیٰ ۱۳۸۵ھ

الجواب صحیح محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان ۱۵ جمادی الاولیٰ ۱۳۸۵ھ

کیا مالیات گھریلو خرچہ منہا کر کے عشر نکالا جائے؟

(س)

(س) عشر سرکاری مطالبہ اور سال کا خانگی خرچ نکال کر ادا کرنا چاہیے۔ یا جمیع کی پیداوار سے شمار ہوتا ہے؟

(ج)

سب پیداوار کا عشر واجب ہے۔ معاملہ سرکاری اور خرچہ وغیرہ نکالے نہیں دیے جائیں گے۔ واللہ اعلم

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان شہر ۱۸ ذی قعدہ ۱۳۷۹ھ

اجارہ پر دی گئی زمین کا عشر کس کے ذمہ ہے؟

(س)

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ جو رقبہ زرعی اجارہ پر لیا جائے۔ اس رقبہ کا عشر کس کو ادا کرنا ہوگا۔ جس نے اجارہ لیا یا دیا ہے۔ یا معاف ہے۔ اس مسئلہ کی وضاحت فرما دیں۔

(ج)

قول صاحبین کے موافق زمین عشر کا عشر بذمہ مستاجر ہے۔ فی الدر المختار ج ۲ ص ۱۰ وقالا علی المستاجر (کمستعیر) مسلم وفی الحاوی وبقولہما ناخذ وفی الشامیۃ فلا ینبغی العدول عن الافتاء بقولہما فی ذلک۔ موجودہ زمانہ میں عموماً اجرت کم لی جاتی ہے۔ مستاجر کی آمدنی زیادہ ہوتی ہے۔ اس لیے عشر مستاجر پر ہوگا۔ مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی رحمہ اللہ فتاویٰ رشیدیہ ص ۴۵۹ پر لکھتے ہیں۔ زمین جو کرایہ پر دی۔ اس کے عشر میں خلاف ہوگا۔ امام صاحب مالک سے سب دلا دیں گے، صاحبین مستاجر سے سب دلا دیں گے۔ یہ ظاہر ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

کپاس کے تنکوں پر عشر واجب ہے یا نہیں؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ کپاس کی لکڑیاں جو کہ ایندھن کے کام میں بہت اہمیت رکھتی ہیں اور دیہات میں ان ہی پر اکثر ایندھن کا دارومدار ہوتا ہے۔ کیا ان لکڑیوں کا بھی گندم بھوسہ وغیرہ کی طرح شرعاً عشر ادا کرنا ہوگا یا نہیں۔ بینوا من الکتاب ولتوجروا یوم الحساب۔

﴿ج﴾

کپاس میں عشر واجب ہے۔ لیکن کپاس کی لکڑیوں میں (کہ زمین سے ان کا حصول مقصود نہیں) عشر واجب نہیں۔ قال فی شرح التنویر ویجب العشر فی عسل وان قل (الی ان قال) الا فیما لا یقصد به استغلال الارض نحو حطب وقصب فارسی وحشیش وتبن وسعف وصمغ وقطران وخطمی واشنان وشجر قطن وباذنجان وفی الشامیة (قوله الا فیما لا یقصد الخ) اشار الی ان ما اقتصر علیه المصنف کالکنز وغیره لیس المراد به ذاته بل لکونه من جنس ما لا یقصد به استغلال الارض غالباً وان المدار علی القصد حتی لو قصد به ذلک وجب العشر کما صرح به بعده (شامی ج ۲ ص ۵۳) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان ۱۳۹۶ھ

پاکستان میں کونسی زمینیں عشری اور کونسی خراجی ہیں؟ مزارعت صحیحہ میں عشر مزارع و مالک دونوں پر واجب ہوگا، حکومت کے ٹیکس یا آبیانہ وصول کرنے سے عشر ساقط نہ ہوگا

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ

(۱) جو رقبہ مسلمانوں نے ہندوستان میں غیر مسلموں سے خرید کیا تھا۔ بعد ہجرت کے وہ جب پاکستان میں آ گئے تو انہیں اپنا عوض مل گیا۔ یا اعدا مسلمانوں نے جو رقبہ ہندوؤں سے خریدا تھا۔ جو کہ ہجرت کر گئے۔ کیا ان دو طرح کے رقبوں میں عشر عائد ہوگا کہ نہیں۔

(۲) کیا عشر یا نصف عشر زمیندار و مزارع دونوں پر ہوگا۔ یا کسی ایک پر۔

(۳) جو ٹھیکہ یا آبیانہ حکومت کاشت کاروں سے وصول کرتی ہے یہ اس سے عشر ادا ہو جاتا ہے۔

(۴) یہ کوئی حصہ زمین کا پاکستان میں غیر عشری ہے اگر ہے تو اس زمین کا وصف کیا ہے۔ بینوا توجروا عند اللہ اجر کم عظیم۔

﴿ج﴾

ا۔۲ جو زمینیں اس وقت مسلمانوں کے ملک میں ہیں۔ اور ان کے پاس مسلمانوں ہی سے پہنچی ہیں۔ اور قاوو شرائط بظاہر یہ وہ زمینیں عشری ہیں اور جو درمیان میں کوئی کافر مالک ہو گیا تھا۔ وہ عشری نہ رہی اور جس کا حال کچھ معلوم نہ ہو اور اس وقت مسلمانوں کے پاس ہے۔ یوں سمجھا جائے گا کہ مسلمانوں ہی سے حاصل ہوئی ہے۔ بدلیل الاستصحاب۔ پس وہ بھی عشری ہوگی۔ (امداد الفتاوی۔ ج ۲ ص ۵۲) مگر یہ حکم ان زمینوں کا ہے۔ جو عرصہ دراز سے نسلاً بعد نسل مملوک چلی آئی ہیں۔ اس کے علاوہ دیکھا اور اقسام کی اراضی بھی ہیں۔

(۱) پاکستان میں غیر مسلموں کی مملوکہ اراضی جو مسلمانوں کو دی گئیں۔

(۲) حکومت پاکستان کی طرف سے نہروں کے ذریعے آباد اراضی جو مسلمانوں کو ملیں۔

(۳) حکومت برطانیہ کے وقت میں مسلمان ریاستوں کی طرف سے مسلمانوں کو ملنے والی اراضی یہ تینوں قسمیں عشری ہیں۔

(۴) حکومت پاکستان کی طرف سے غیر مسلمین کی متروکہ یا لوآباد اراضی جو کسی مسلمان کو عاریت یا اجارہ کے طور پر دی گئی ہوں۔ بطور تملیک نہ ہو۔ یہ نہ عشری ہیں نہ خراجی کیونکہ یہ اراضی سلطانیہ ہیں۔

(۵) قیام پاکستان سے قبل یا بعد مسلمانوں نے حکومت پاکستان کی اجازت سے بذات خود ذرائع آبپاشی مہیا کر کے جو اراضی آباد کیں یہ عشری یا خراجی ہونے میں قرب و جوار کی اراضی کے تابع ہوں گی۔ اگر قرب و جوار میں دونوں قسم کی اراضی ہوں تو یہ نو آباد اراضی عشری ہوں گی۔

(۶) حکومت برطانیہ نے نہروں کے ذریعے جو زمین آباد کی اور (۷) حکومت ہند کی طرف سے مسلمانوں کی متروکہ یا نو آباد اراضی جو مسلمانوں کو ملیں۔ یہ دونوں قسمیں استیلاء کافر کی وجہ سے خراجی ہیں۔

(۲) مزارعت صحیحہ میں عشر زمیندار اور مزارع دونوں پر بقدر حصص ہے۔ اور مزارعت فاسدہ میں تفصیل ہے۔ علیحدہ علیحدہ پوچھ لیا جائے۔

(۳) سرکاری ٹیکس آبیانہ مالیہ وغیرہ ادا کرنے سے عشر ساقط نہیں ہوگا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان ۲۶ جمادی الاولیٰ ۱۳۹۳ھ

جو ہندو پاکستان سے چلے گئے ہیں کوئی مسلمان ان کا حق دینا چاہتا ہو تو کیا کیا جائے؟

پاکستان میں عشری وخراجی زمینوں کی تفصیل

﴿سوال﴾

(۱) کیا فرماتے ہیں علماء دین ودریں مسئلہ کہ کسی آدمی نے ہندو سکھ یا کسی شخص کا حق بذریعہ چوری یا خیانت دبا رکھا ہے۔ وہ لوگ بوجہ ترک سکونت چلے گئے ہیں۔ ان کی زندگی یا رہائش معلوم نہیں ہو سکی۔ اندریں حالات وہ شخص اور بھی حقوق العباد کا مجرم بن جائے۔ مفصل تحریر فرماویں۔ کوئی مخلصی کی صورت ہو سکے۔

(۲) کیا پاکستانی زمین عشری ہیں۔ یا خراجی بموجب فقہ حنفیہ واضح فرمایا جاوے۔

﴿الجواب﴾

(۱) بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ پہلے تو ضروری ہے کہ صاحب حق کو تلاش کرے اور جہاں جہاں سے اس کے معلوم ہونے کی توقع ہو سکے۔ وہاں سے اس کا اس کے وارثوں کا پتہ لگایا جائے۔ اگر کوئی پتہ چل گیا۔ تو صاحب حق کو اس کا حق پہنچا دیوے۔ یا اس سے معاف کرا دیوے۔ اور اگر اس کے ملنے سے مایوسی ہو جائے۔ تو اسے بیت المال (سرکاری خزانہ) میں داخل کر دیا جائے۔ جس کو حکومت مسلمانوں کے رفاہ عامہ کے کاموں پر خرچ کر دے۔ اور اللہ تعالیٰ سے معافی بھی مانگے۔ اور توبہ واستغفار بھی کرے۔ کما قال فی العالمگیریہ ج ۲/ص ۳۱۵ کتاب اللقطة وكل لقطة يعلم انها كانت لذمي لا ينبغي ان يتصدق ولكن يصرف الى بيت المال لنوائب المسلمين كذا في السراجية وكذا في العالمگيريه ايضا ج ۲/ص ۲۶۳ الفصل الثاني في دخول الحربي في دار الاسلام فان رجع الحربي المستأمن الى دار الحرب وترك وديعة عند مسلم او ذمي او دينا عليهما حل دمه بالعود الى دار الحرب وما كان في ايدي المسلمين او الذمي من ماله فهو على ما كان عليه حرام التناول فان اسر او ظهر عليهم فقتل سقط دينه وصارت وديعته فيأ ولو كان له رهن فعند ابي يوسف رحمه الله تعالى يأخذه المرتهن بدينه وقال محمد رحمه الله تعالى يباع ويوفي بثمنه الدين والفاضل لبيت المال كذا في التبيين وان قتل ولم يظهر على الدار فالقرض والوديعة لورثته وكذلك اذا مات الخ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

(۲) پاکستان کی وہ زمین جو اس وقت مسلمانوں کی ملک میں ہیں۔ اور ان کے پاس مسلمانوں ہی سے پہنچی

ہیں۔ ارض العرب اور ارض شام وغیرہ جو اوّل سے مسلمانوں کے پاس ہیں اور جو زمینیں عشری ہیں اور جو درمیان میں کوئی کافر مالک ہو گیا تھا۔ وہ عشری نہ رہی۔ اور جس کا حال کچھ معلوم نہ ہو۔ اور اس وقت مسلمانوں کے پاس ہے۔ سمجھا جائے گا کہ مسلمانوں ہی سے حاصل ہوئی ہے۔ بدلیل الاستصحاب پس وہ بھی عشری ہوئی۔ (امداد الفتاویٰ مبوب ج ۲ ص ۵۱) مگر یہ حکم ان زمینوں کا ہے۔ جو عرصہ دراز سے نسلاً بعد نسلٍ مملوک چلی آتی ہیں۔ اس کے علاوہ کچھ اور اقسام کی اراضی بھی ہیں۔ (۱) پاکستان میں غیر مسلموں کی اراضی جو مسلمانوں کو دی گئیں۔ (۲) حکومت پاکستان کی طرف سے نہروں کے ذریعہ نو آباد اراضی جو مسلمانوں کو ملیں۔ (۳) حکومت برطانیہ کے وقت میں مسلمان ریاستوں کی طرف سے مسلمانوں کو ملنے والی اراضی۔ یہ تینوں قسمیں عشری ہیں۔

(۴) قیام پاکستان سے قبل یا بعد مسلمانوں نے حکومت پاکستان کی اجازت سے بذات خود ذرائع آبپاشی مہیا کر کے جو اراضی آباد کیں یہ عشری یا خراجی ہونے میں قرب و جوار کی اراضی کے تابع ہوں گی۔ اگر قرب و جوار میں دونوں قسم کی اراضی ہوں تو یہ نو آباد اراضی عشری ہوں گی۔ الخ۔ (احسن الفتاویٰ ص ۳۱۹) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد عبداللطیف غفرلہ معین مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان ۱۰ ذوالقعدہ ۱۳۸۰ھ

الجواب صحیح محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان ۱۲ محرم ۱۳۸۱ھ

عشر کن اجناس سے دینا واجب ہے؟ بارش یا کنواں سے سیراب ہونے والی زمین کا حکم
مزارعت میں عشر مالک و مزارع دونوں پر اپنے اپنے حصے کا واجب ہوگا
اگر ٹھیکیدار بہت زیادہ رقم مالک کو ادا کرے تو عشر مالک پر ہوگا

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین مندرجہ ذیل مسائل میں۔

(۱) کہ عشر کن کن اجناس میں دینا چاہیے۔ (۲) عشر کی مقدار کتنی ہے۔ (۳) بارانی اور چاہی میں کتنا حصہ ادا کرنا چاہیے۔ (۴) اراضی جو بطور مزارعت کاشت کی جاتی ہے۔ اس کا عشر مزارع دے یا اس کے مالک زمین کو دینا چاہیے یا مشترک۔ (۵) جو اراضی ٹھیکہ پر لیا نقد پر دی جاتی ہیں۔ اس کا عشر مالک زمین کو دینا چاہیے یا ٹھیکہ پر لینے والے کو یا مشترک۔ (۶) عشر بصورت قیمت جنس ادا ہو جاتا ہے یا نہ۔

﴿ج﴾

(۱) عشر پیداوار کے تمام اجناس میں ادا کرنا واجب ہے۔ (۲، ۳) بارانی میں دسواں اور چاہی میں بیسواں

حصہ ادا کرنا لازم ہے۔ (۴) ہر ایک اپنے اپنے حصہ میں سے عشر ادا کرے۔ (۵) ٹھیکیدار پر علی القول المفتی بہ عشر لازم ہے۔ اور یہ کہ ٹھیکیدار نے ٹھیکہ (اجرت) اتنی زیادہ ادا کی ہے کہ اس کے پاس بہت کم بچت ہوتی ہے۔ اور اس میں عشر ادا نہیں کر سکتا۔ تو اس صورت میں مالک زمین پر عشر واجب ہوگا۔ (۶) عشر بصورت قیمت ادا ہو جاتا ہے۔ واللہ اعلم

محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان ۲۳ ربیع الاول ۱۳۸۸ھ

نہری زمینوں میں عشر واجب ہوگا یا نصف عشر

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ہمارے علاقہ میں نہر جاری ہے۔ اور لوگ نہر سے اپنی زمینوں کو سیراب کرتے ہیں اور حکومت ہم سے آبیانہ (ٹیکس) بھی لیتی ہے۔ لہٰذا اس میں عشر ہے یا نصف عشر اور اگر حکومت آبیانہ نہ لے۔ تو پھر کیا حکم ہے۔ بینوا توجروا

﴿ج﴾

نہری زمینوں میں جن میں پانی کا محصول دیا جاتا ہے۔ نصف عشر واجب ہوتا ہے۔ كما في الدر المختار ويجب نصفه في مسقي غرب ودالية الخ - وفي كتب الشافعية او سقاه بماء اشتراه وقواعدنا لا تأباه الخ. (الدر المختار على هامش رد المحتار باب العشر ج ۲ ص ۵۵) لیکن اگر پانی کا محصول نہ دیا جاتا ہو یا پہاڑی نہروں سے سیراب کیا ہو تو اس میں عشر واجب ہوتا ہے۔ كذا في الشامية. فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان ۲۸ ذی الحجہ ۱۳۹۸ھ

درج ذیل صورتوں میں کونسی زمین عشری و کونسی خراجی ہے؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ہمارے علاقہ کی زمینیں (ضلع مظفرگڑھ۔ ملتان۔ ڈیرہ غازی خان) عشری ہیں یا خراجی یہ زمینیں کئی طریقوں سے مسلمانوں کے ہاتھ آئی ہیں۔

(۱) بعض زمینیں ایسی ہیں۔ جو جد امجد سے مسلمانوں کے ہاتھ میں ہیں۔ یہ برطانیہ کے زمانے میں ان کی انہار سے سیراب ہوتی تھیں اور اب پاکستانی انہار سے سیراب ہوتی ہیں۔

بنا بریں صورت مسئولہ میں تمام قسم کی زمینیں عشری ہیں۔

(۲) اس قسم کے ایک سوال کے جواب میں مفتی رشید احمد صاحب احسن الفتاوی ص ۳۱۵ پر لکھتے ہیں۔ اجارہ صحیحہ اور فاسدہ میں خراج موظف بالاتفاق زمیندار پر ہے۔ اور عشر و خراج مقاسمہ میں یہ تفصیل ہے۔ کہ اگر زمیندار اجرت بہت زیادہ لیتا ہے اور مستاجر کے پاس بہت کم بچتا ہے۔ تو عشر اور خراج مقاسمہ زمیندار پر ہے۔ اور اگر اجرت کم لیتا ہے۔ مستاجر کو بہت زیادہ ہوتی ہے۔ تو عشر اور خراج مقاسمہ مستاجر پر ہے۔ موجودہ زمانہ میں عموماً اجرت کم لی جاتی ہے۔ مستاجر کی آمدنی زیادہ ہوتی ہے۔ اس لیے عشر اور خراج مقاسمہ مستاجر پر ہوگا۔ قال فی شرح التنویر والعشر علی المؤجر کخراج موظف وقالا علی المستاجر کمستعیر مسلم وفی الحاوی وبقولهما نأخذ وفی الشامیة قلت ولکن افتی بقول الامام جماعة من المتأخرین (الی ان قال) لکن فی زماننا عامة الاوقاف من القری والمزارع لرضا المستاجر بتحمل غراماتها ومؤنتها یستأجرها بدون اجر المثل بحیث لا تفی الاجرة ولا اضعافها بالعشر او خراج المقاسمة فلا ینبغی العدول عن الافتاء بقولهما فی ذلک لانهم فی زماننا یقدرون اجرة المثل بناء علی ان الاجرة سالمة لجهة الوقف ولا شیء علیه من عشر وغیره اما لو اعتبر دفع العشر من جهة الوقف وان المستاجر لیس علیه سوی الاجرة فان اجرة المثل تزید اضعافا کثیرة کما لا یخفی فان امکن اخذ الاجرة کاملة یفتی بقول الامام والا فبقولهما لما یلزم علیه من الضرر الواضح الذی لا یقول به احد (الدر المختار ج ۲ ص ۳۰)

واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ خادم الافتاء مدرسہ قاسم العلوم ملتان ۱۰ ربیع الثانی ۱۳۹۸ھ
الجواب صحیح محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان ۱۰ ربیع الثانی ۱۳۹۸ھ

گورنمنٹ کے ٹیکس یا خراج وصول کرنے سے عشر ادا نہیں ہوگا

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ہمارے علاقہ بلوچستان میں ہر سال بطور ٹیکس اور بٹائی کے بیسویں حصہ وصول کیا جاتا ہے۔ جبکہ وصول کنندہ حکومت پاکستان ہے۔ لیکن ہر تحصیلدار اندازاً امین یا زمین ہر مربع کے لحاظ سے ٹیکس عائد کر دیتا ہے۔ حالانکہ اصل بٹائی کا بیسواں حصہ ہے۔ اسی بنا پر بعض مفتیان دین نے فتوی دیا ہے کہ ان علاقوں کی زمین اب خراجی شمار ہوگی۔ حالانکہ قبل ازیں تو ان پر عشر تھا۔ اب انکی فتاوی پر عمل ہو

رہا ہے۔ فقہ حنفی کی رو سے مطلع فرماویں کہ ان صوبوں کی اراضی کو حسب شریعت خراجی قرار دیا جاسکے گا۔ یا عشری قرار دیا جاوے گا۔ بینوا توجروا۔

﴿الجواب﴾

وباللہ التوفیق۔ زمین عشری میں اگر حکومت خراج وصول کرتی ہے۔ تو دیانۃً عشر ادا کرنا واجب ہوگا۔ کیونکہ نص قرآن مجید سے عشر کا وجوب ثابت ہے واٰتوا حقہ یوم حصادہ الآیۃ۔ تو زمین عشری کا حق خراج یا ظالمانہ ٹیکس نہیں ہیں۔ فتاویٰ دارالعلوم دیوبند۔ ج ۴ ص ۱۸۱۔ فتاویٰ رشیدیہ مطلقاً مسئلہ الکلام ص ۲۰۲ مطبوعہ کراچی

الاحقر عبدالرحمن عفا اللہ عنہ مفتی دارالعلوم حقانیہ [illegible] ۱۴۰۸ھ

الجواب صحیح محمد [illegible] دارالعلوم حقانیہ [illegible] ربیع الثانی ۱۳۸۸ھ۔

ھندوؤں کی متروکہ زمین جو مسلمانوں کو الاٹ کی گئی یا ھندوؤں سے خریدی گئی زمین کا حکم

﴿سوال﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ھندوؤں کی متروکہ اراضی تقسیم کے بعد مسلمانوں کو الاٹ کی گئی ہیں۔ کیا وہ اراضی عشری بن سکتی ہیں یا نہیں۔ اصل ھندوؤں کی دو قسم کی اراضی ہیں۔ پہلی تو ان کی اپنی ہی ملکیت ہے۔ دوسری مسلمانوں سے خریدی ہوئی ہے۔

﴿الجواب﴾

صورت مسئولہ میں جن زمینوں کا ذکر کیا گیا ہے وہ عشری ہیں۔ واضح رہے کہ پاکستان کی وہ زمینیں جو اس وقت مسلمانوں کی ملک ہیں اور ان کے پاس مسلمانوں ہی سے پہنچی ہیں اور نسلاً بعد نسل عشری ہیں اور جو درمیان میں کوئی کافر مالک ہوگیا تھا۔ وہ عشری نہ رہی اور جن کا حال کچھ معلوم نہ ہو۔ اس وقت مسلمانوں کے پاس ہیں تو سمجھا جائے گا کہ مسلمانوں ہی سے حاصل ہوئی ہیں۔ بدلیل استصحاب۔ پس وہ بھی عشری ہوں گی۔ (امداد الفتاویٰ مبوب ج ۲ ص ۶۵) مگر یہ حکم ان زمینوں کا ہے۔ جو عرصے سے نسلاً بعد نسل مملوکہ چلی آتی ہیں۔ اور اس کے علاوہ کچھ اور قسم کی اراضی بھی ہیں۔ (۱) پاکستان میں غیر مسلموں کی اراضی جو مسلمانوں کو دی گئیں۔ (۲) حکومت پاکستان کی طرف سے نہروں کے ذریعے آباد اراضی جو مسلمانوں کو ملیں۔ (۳) حکومت برطانیہ کے وقت میں مسلمان ریاستوں کی طرف سے مسلمانوں کو ملنے والی اراضی۔ یہ تینوں قسمیں عشری ہیں۔ (۴) قیام پاکستان سے قبل یا بعد مسلمانوں نے حکومت پاکستان کی اجازت سے بذات خود ذرائع آبپاشی مہیا کرکے جو اراضی

آباد کیں۔ یہ عشری یا خراجی ہونے میں قرب و جوار کی اراضی کے تابع ہوں گی۔ اگر قرب و جوار میں دونوں قسم کی اراضی ہوں تو یہ آباد اراضی عشری ہوں گی الخ۔ (احسن الفتاوی ص ۳۱۹) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان ۱۳۹۸ھ

الجواب صحیح محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ

ایک ہزار ٹھیکہ پر زمین لینے والے کا اگر ۔/۲۰۰۰ نقصان ہو جائے تو اس پر کتنی رقم کی زکوٰۃ آئے گی؟ اگر غلے کو عشر کی ادائیگی سے قبل فروخت کر دیا تو عشر و زکوٰۃ کی کیا صورت ہوگی؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک آدمی کا زمین کا ٹھیکہ ایک ہزار روپے ہو گیا اس میں بجائے اضافہ کے ۲۰۰۰ ہزار نقصان رہا۔ اس آدمی نے زکوٰۃ کی کتنی رقم دینی ہے۔ (۲) کہ زمین کا ٹھیکہ ۱۰۰۰ ہزار روپے کا لیا اور ۲۰۰۰ ہزار اضافہ ہوا کل رقم ۲۰۰۰ جو دو ہزار روپیہ اضافہ کے ہو گئے۔ اس پر زکوٰۃ ہوگی یا عشر ہوگا۔

﴿ج﴾

(۱) جتنی رقم اس شخص کے پاس ہو سال گزرنے کے بعد زکوٰۃ واجب ہے۔

(۲) ٹھیکہ والی زمین سے جو غلہ حاصل ہوا ہے۔ اگر زمین بارانی ہے۔ تو اس میں عشر اور اگر نہری ہے۔ تو نصف عشر یعنی بیسواں حصہ واجب ہے۔ اگر اس غلہ کو عشر ادا کیے بغیر فروخت کر لیا۔ تو فروخت کرنے سے عشر ساقط نہیں ہوتا۔ بلکہ عشر بھی واجب ہے۔ اور فروخت کرنے کے بعد جتنی رقم اس کے پاس آئی ہے۔ تو اگر یہ شخص پہلے سے صاحب نصاب ہے۔ تو سابقہ نصاب پر جب سال گزر جائے گا تو اس رقم کو بھی سابقہ نصاب کے ساتھ ملا کر تمام میں زکوٰۃ واجب ہوگی۔ اور اگر اس کے علاوہ اور کوئی نصاب اس شخص کے پاس نہیں تو پھر اس آمدنی پر جب سال گزر جائے گا۔ تو اس کی زکوٰۃ واجب ہوگی۔ لما فی البدائع ولو كان له طعام فادى عشره او كان له ارض فادى خراجها ثم باعها يضم ثمنها الى اصل النصاب (بدائع الصنائع۔ ج ۲/ص ۴) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان ربیع الثانی ۱۳۹۹ھ

مزدوروں کو زمین پر لگائے مثلاً مستقل تنخواہ دار ہوں۔ یا ترکھان لوہار یا زمین کو آباد اور درست (ہموار) کرنے کے لیے مزارع لگائے تو کیا ان مزدوروں کی اجرت نکالنے کے بعد عشر دیا جاوے یا کل نیز کاشتکاری کے دیگر متفرق اخراجات مثلاً کھدائی اور غلہ کی صفائی یا فصل کی کٹائی اور فصل کی حفاظت کی اجرت وضع کرنے کا حکم بیان فرمادیں۔

﴿ج﴾

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ ابتداء جتنی پیداوار ہو۔ کل پیداوار میں بلا وضع مصارف عشر واجب ہے۔ سرکاری ٹیکس یا دیگر متفرق اخراجات کرکے باقی سے نہیں۔ قال فی شرح التنویر بلا رفع مؤن ای کلف الزرع بلا اخراج البذر لتصریحهم بالعشر فی کل الخارج (ج ۲ /ص ۵۶)

یہ تینوں سوالوں کا جواب ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ خادم الافتاء مدرسہ قاسم العلوم ملتان ۸ جمادی الاخریٰ ۱۳۸۹ھ
الجواب صحیح محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ

مقروض شخص زمین کی پیداوار سے قرضہ کی رقم منہا نہیں کر سکتا

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ زید ۵۰۰ روپے کا مقروض ہے اور اس کی زمین سے ایک ہزار روپے کی گندم ہوئی ہے۔ اب وہ عشر نکالنا چاہتا ہے۔ آیا عشر بعد ادائے قرض باقی ماندہ گندم پر واجب ہے۔ یا کل جنس پر کیا مثل زکوٰۃ قرضہ عشر کو بھی مانع ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا۔

﴿ج﴾

عشر ادا کرنے میں زمین کی پیداوار کا اعتبار کیا جائے گا۔ یہاں تک کہ کھیتی اور نگرانی کرنے والے کے مصارف بھی اس پیداوار سے نہیں نکالے جائیں گے۔ شرائط زکوٰۃ اور ہیں اور شرائط عشر اور لہٰذا ایک ہزار روپے کی گندم سے عشر نکالا جائے گا۔ قرض اس میں سے نہ نکالا جائے گا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

سید مسعود علی قادری مفتی مدرسہ انوار العلوم ملتان
الجواب صحیح سید احمد سعید کاظمی عفا اللہ عنہ

باغ یا کھیت فروخت کرنے کے بعد عشر کس پر ہے؟ کا
کچے پھل یا پکے پھل، پکی یا کچی فصل کے متعلق مفصل تحقیق

﴿سوال﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کہ یہاں کے لوگ اکثر پھلوں پر پکنے سے پہلے باغات لگاتے ہیں۔ جب ثمر کا ظہور ہوتا ہے تو فروخت کرتے ہیں۔ (قبل از ادراک) جس پر ہر ایک آدمی ہزار روپے وصول کرتا ہے۔ اس سے پہلے تو بائعین عشر ادا کیا کرتے تھے۔ لیکن اب ایک مولوی صاحب نے یہ حکم دیا کہ یہ عشر مشتری پر ہے۔ کیونکہ عند الادراک ان کے ملک میں ہیں۔ اب چونکہ بسا اوقات مشتری کو معمولی نفع حاصل ہوتا ہے۔ کبھی نقصان بھی اٹھاتا ہے راس المال فقط حاصل ہو جاتا ہے۔ جس کی وجہ سے وہ عشر ادا کرنے کے لیے ہرگز تیار نہیں ہے۔ نتیجہ یہ کہ عشر کوئی بھی نہیں دیتا اور فقہاء کی عبارات ذیل بھی سمجھ نہیں آتی ہیں۔

(۱) امداد الفتاوی ج ۲ ص ۶۱ ایسے ہی سوال کے جواب میں لکھتے ہیں۔ میرے نزدیک قول ابی یوسف اصل ہے۔ اس بنا پر تکمیل ثمرہ کے وقت جس کے پاس وہ باغ ہے۔ اس پر عشر واجب ہوگا۔ بائع۔ اور فتح القدیر ج ۲ ص ۸ پر ہے۔ والمشتری ان قطعا وترکه باذن البائع فادرک الخ۔ آگے لکھتے ہیں۔ وعند ابی یوسف عشر قیمة القصیل علی البائع والباقی علی المشتری الخ

بدائع الصنائع ج ۲ ص ۵۷ وعن ابی یوسف انه قال عشر قدر البقل علی البائع وعشر الزیادة علی المشتری وکذلک حکم الثمار علی هذا التفصیل الخ۔ ایسے ہی شامی ج ۲ ص ۶۰ پر ہے۔ امام ابو یوسف کے مذہب کے بارے میں امداد الفتاوی کی عبارت سمجھ میں نہیں آتی۔

(۲) امام ابو حنیفہؒ کا مذہب وقت وجوب عشر کے بارے میں عند ظہور الثمر تو واضح ہے جس کی بنا پر عشر مذکورہ سوال میں بائع پر ہونا چاہیے اور صاحب بدائع نے اپنی عادت کے موافق قول ابو حنیفہ کو ترجیح دی ہے۔ کیونکہ دلیل امام ابو حنیفہ کو مؤخر کیا ہے۔ دیکھو ج ۲ ص ۶۱ بدائع اور صاحب بدائع کی اس عادت پر مصنف ابن عابدین (رد المحتار) میں تصریح کی ہے۔

ویضمن عشر ما اکل واطعم عند ابی حنیفة شامی ج ۲ ص ۵۸ سے اس کی تائید ہوتی ہے۔ پھر شامی ج ۲ ص ۶۰ ثم هذا اذا باع الزرع وحده وشمل ما اذا باعه وترکه المشتری باذن البائع حتی ادرک فعندهما عشره علی المشتری الخ اس کی علت لتحول العشر من

المساق الی الحب لیخ ایسے ہی ہدایہ ج ۲ ص ۲۵ اور فتح القدیر ج ۲ ص ۸ پر ہے۔

اب حسب ذیل باتوں کی وضاحت مطلوب ہے

(۱) مذکورہ مسئلہ میں امام ابو یوسف کا مذہب لیا ہے۔ (۲) امام ابو حنیفہؒ کے مذہب کی بنا پر عشر کس پر واجب ہے۔ (۳) کیا بیع قبل از ادراک کی صورت میں ثمار اور زروع میں فرق ہے۔ جیسے کہ لفظ قوی الخضر سے معلوم ہوتا ہے۔ اور اگر فرق نہیں تو جب بصورت کل یہ مطلقاً عشر قبل از ادراک خاص عشر مالک پر ہے۔ تو بیع کی صورت میں خاص کیوں ہونا چاہیے۔ (۴) جب صاحب ہدایہ نے امام ابو حنیفہؒ کے قول کو ترجیح دی ہے۔ تو اب کس قول کو معمول بنایا جائے خاص کر ہمارے ماحول میں۔ نیز اگر پھول نکلنے کے بعد اور پھل سے پہلے فروخت کی جائے تب عشر کس پر ہوگا۔ بینوا توجروا۔

﴿ج﴾

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ جوابات بالترتیب درج ذیل ہیں۔ (۱) اگر بعد از ادراک بیع ہو چکی ہو تب تو بالاتفاق عشر بائع پر ہے۔ اسی طرح اگر قبل از ادراک بیع ہو چکی ہو اور مشتری نے سبز کھیتی اور کچے پھل کو کاٹ دیا ہو تب بھی بالاتفاق عشر بائع پر ہے اور اگر بیع قبل الادراک ہو اور مشتری اس کو بعد از ادراک کاٹے تو اس صورت میں امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ کے نزدیک قبل از ادراک اس کچے پھل کی جو قیمت ہوتی ہے اس کا عشر بائع پر واجب ہوگا اور جو ادراک سے قیمت میں زیادتی ہوتی ہے اس قدر زائد کا عشر یا کل قیمت کا عشر مشتری کے ذمہ ہوگا۔

(۲) اور امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ کے نزدیک اس صورت میں کل پھلوں کا عشر مشتری کے ذمہ ہوگا۔

كما قال في الدر المختار على هامش رد المحتار ج ۲ ص ۹۰ ولو باع الزرع ان قبل ادراكه فالعشر على المشتري ولو بعده فعلى البائع. اور مزید بالا مسئلہ کی تفصیل بدائع ج ۲ ص ۵۶ پر موجود ہے۔

(۳) ثمار اور زروع کے مابین کوئی فرق نہیں ہے۔ اور بصورت کل یا بصورت بیع قبل از ادراک اس قدر مستہلک کا عشر مالک پر واجب ہوتا ہے اور بیع کی صورت میں تو بیع کا عشر بائع کے ذمہ واجب نہیں ہوتا ہے بلکہ بعد از ادراک قطع مشتری کی صورت میں کل عشر مشتری کے ذمہ واجب ہوتا ہے اور فرق بالکل واضح ہے۔ وہ یہ کہ صورت بیع اور قطع مشتری بعد از ادراک میں تو وجوب عشر از ذمہ بائع مشتری کی طرف منتقل ہو گیا ہے اور بصورت کل چونکہ استہلاک آ گیا ہے۔ لہٰذا انتقال وتحویل نہیں ہوئی ہے۔ لہٰذا اس کا عشر بائع کے ذمہ رہتا ہے۔

لعدم التحول والانتقال كما في البدائع۔ ج ۲ ص ۵۷۔

(۴) قول امام اعظم مفتیٰ بہ ہے۔ اور اس کو ہی معمول بنایا جائے۔ ثمر پھل پکنے سے قبل فروخت کرنے تو چونکہ یہ بیع باطل ہے۔ لہٰذا پیدا ہونے والا پھل بائع کی ملک سے خارج ہی نہ ہوا لہٰذا اس کا عشر بائع کے ذمہ ہی ہوگا۔ هكذا في امداد الفتاوى۔ ج ۲ ص ۵۰ امام ابو یوسف کے مذہب کی تشریح اوپر کر دی گئی ہے باقی صاحب امداد الفتاویٰ کو اس مسئلہ میں تسامح ہو گیا ہے لہٰذا کوئی اشکال نہ رہا۔ باقی وجوب عشر عند ظهور الثمرة یا عند الحصاد یا عند في الجرين یہ دوسرا مسئلہ ہے۔ اور بیع کی صورت میں وجوب عشر بذمہ بائع ہو یا مشتری یہ مسئلہ دیگر ہے۔ اس کی تشریح آپ بدائع۔ ج ۲ ص ۱۳ (فصل واما وقت الوجوب) میں دیکھ لیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ عبد اللطیف غفر لہ معین مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

عشر کے متعلق حضرت تھانوی کی ایک عبارت پر شبہ اور اس کا ازالہ

﴿س﴾

ابھی تک ہمارا خیال یہ تھا کہ زمین کی پیداوار سے عشر (۱/۱۰) حصہ مالک کے ذمہ ادائیگی ہوتی ہے۔ حضرت مولانا تھانوی صاحب کی تفسیر سے یہ معلوم ہوا کہ عشر کی ادائیگی بذمہ مزارع ہے۔ چونکہ ہم عام آدمی ہیں ہوسکتا ہے صحیح مطلب نہ سمجھ سکے ہوں مہربانی فرما کر اپنی رائے عالی سے مطلع فرمائیں۔ فقط واللہ اعلم

﴿ج﴾

مزارعت۔ یعنی بٹائی کی صورت میں عشر دونوں پر ہے۔ یعنی جس قدر غلہ مالک زمین کے حصہ میں آوے اس کا عشر وہ دے اور جس قدر کاشتکار کے حصہ میں آئے اس کا عشر وہ دے۔ وفي المزارعة ان كان البذر من رب الارض فعليه ولو من العامل فعليهما بالحصة (در مختار) ان العشر على رب الارض عنده عليهما عندهما الخ. وهو الظاهر لما في البدائع من ان المزارعة جائزة عندهما والعشر يجب في الخارج والخارج بينهما فيجب العشر عليهما (رد المحتار باب العشر ص ۱۹۲ ج ۲) مولانا تھانوی صاحب بہشتی زیور میں لکھتے ہیں۔ مسئلہ۔ یہ بات کہ یہ دسواں یا بیسواں حصہ کس کے ذمہ ہے۔ یعنی زمین کے مالک پر ہے یا پیداوار کے مالک پر ہے۔ اس میں بڑے عالموں کا اختلاف ہے۔ مگر ہم آسانی کے واسطے یہی بتلایا کرتے ہیں کہ پیداوار والے کے ذمہ ہے۔ سو اگر کھیت ٹھیکہ پر ہو

خواہ نقدی یا غلہ پر تو کسان کے ذمہ ہوگا۔ اور اگر کھیت بٹائی پر ہو تو زمیندار اور کسان دونوں اپنے اپنے حصہ کا دیں۔ (بہشتی زیور ص ۲۹ حصہ سوم ت) فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

[illegible] مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان [illegible]

سندھ کی زمینیں عشری ہیں یا خراجی؟ عشری ہونے کی صورت میں عشر مالک پر ہوگا یا مزارع پر؟
اجرت پر دی گئی زمین کے عشر کا حکم، عشر آبیانہ وغیرہ کے ادا کرنے سے ادا نہیں ہوتا
کیا عشری رقم امام مسجد کو تنخواہ میں دی جا سکتی ہے؟ شیعہ و سنیوں کا نماز جنازہ میں مخلوط پڑھنا

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسائل میں (۱) کہ علاقہ سندھ کی زمینیں جو کہ انگریز عملداری میں یا بعد حکومت پاکستان سے خریدی گئی ہیں۔ ان زمینوں کی پیداوار میں شرعی طور پر عشر واجب ہے یا نہ۔ کیونکہ قدیم تاریخی واقعات سے سمجھ میں نہیں آتا کہ یہ زمینیں عشری ہیں یا خراجی۔ (۲) اگر یہ زمینیں عشری ہیں تو کیا مالک اور مزارع دونوں پر عشر ہے یا صرف مالک پر۔ (۳) اگر مالک زمین اپنی زمین کسی دوسرے آدمی کو مثلاً پچاس روپے فی ایکڑ کے حساب سے ٹھیکہ پر دے دیتا ہے اور اپنی مجموعی رقم یکمشت یا بصورت قسط وصول کر لیتا ہے۔ اس ٹھیکے والی زمین کا عشر مالک زمین پر ہے یا ٹھیکہ لینے والے پر ہے۔ حالانکہ ٹھیکہ لینے والا سرکاری معاملہ اور آبیانہ اور پانی کے کم و بیش کا تاوان بھی ادا کرتا ہے۔ کیا یہ سرکاری معاملہ اور آبیانہ وغیرہ ٹھیکہ لینے والے پر ہے یا مالک زمین پر۔ (۴) جن زمینوں میں عشر ہے۔ ان کا سرکاری طور پر معاملہ اور آبیانہ ادا کرنے پر عشر ادا ہو جاتا ہے اور فریضہ ساقط ہو جاتا ہے۔ یا الگ پھر بھی ادا کرنا پڑے گا۔ (۵) عشری رقم وغیرہ بصورت تنخواہ امام مسجد وغیرہ ادا ہو سکتی ہے یا نہ۔ اگر عشر واجب ہے تو کیا معاملہ و آبیانہ ادا کرنے کے بعد کی آمدنی میں عشر ہوگا یا مجموعی آمدنی پر۔ (۶) سنی یا شیعہ میت کا مل کر جنازہ ہو سکتا ہے یا نہ۔ یا شیعہ و سنی الگ الگ فریقین اپنے اپنے امام کی اقتداء میں نماز جنازہ ادا کر سکتے ہیں یا نہ۔ بینوا توجروا۔

﴿ج﴾

(۱) بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ واضح رہے کہ پاکستان کی وہ زمینیں جو اس وقت مسلمانوں کی ملک ہیں اور ان کے پاس مسلمانوں ہی سے پہنچی ہیں۔ [illegible] وہ زمینیں عشری ہیں۔ اور جو درمیان میں کوئی کافر مالک ہو گیا تھا وہ عشری ہی رہیں۔ اور جس کا حال کچھ معلوم نہ ہو اس وقت مسلمانوں کے پاس ہیں۔ تو سمجھا جائے گا کہ

نوی الزکوۃ بما یدفع المعلم الی الخلیفۃ ولم یستاجرہ ان کان الخلیفۃ بحال لو لم یدفعہ لیعلم الصبیان ایضا اجزاہ والا فلا. وکذا ما یدفع الی الخدم من الرجال او النساء فی الاعیاد وغیرھا بنیۃ الزکوۃ کذا فی معراج الدرایۃ . وفی الکنز الزکوۃ ھی تملیک المال بغیر عوض الخ۔

(۱) شیعہ کا وہ فرقہ جو سب شیخین نہ کرے اور اصحاب کو برا نہ کہے اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے افک کا قائل نہ ہو اور کوئی عقیدہ کفریہ نہ رکھتا ہو تو اس کی نماز جنازہ پڑھی جائے اور اگر اہل سنت و جماعت بھی ان کے جنازہ کی نماز جیسے پڑھا کریں تو کچھ حرج نہیں ہے۔ لیکن پاکستان کے شیعہ ایسے نہیں ہیں۔ اس لیے مطلقاً سنی اور شیعہ کا جنازہ ضروری ہے کہ علیحدہ علیحدہ پڑھے۔ واللہ اعلم

محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان ۸ جمادی الاخریٰ ۱۳۸۸ھ
الجواب صحیح محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان ۱۲ جمادی الاخریٰ ۱۳۸۸ھ

نہری زمین میں نصف عشر واجب ہوگا

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین دریں مسئلہ کہ نہری زمین یعنی وہ زمین جو نہر پر آبپاشی ہوتی ہیں اور حکومت مالیہ وصول کرتی رہتی ہے۔ دسواں حصہ یا بیسواں حصہ زکوۃ ادا کرنا ہوگا؟ بینوا توجروا۔

﴿ج﴾

نہری زمینوں میں جن میں پانی کا محصول (آبیانہ) دیا جاتا ہے۔ نصف عشر (بیسواں حصہ) واجب ہوتا ہے۔ کما فی الدر المختار ویجب نصفہ فی مسقی غرب ودالیۃ الخ. وفی کتب الشافعیۃ او سقاہ بماء اشتراہ وقواعدنا لاتاباہ الخ (الدر المختار علی ھامش رد المحتار باب العشر ص ۵۵ ج ۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان ۲۲ رجب ۱۳۹۰ھ

دریائی پانی سے سیراب ہونے والی زمین کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ جو زمین حکومت سے قیمتاً خریدی گئی ہو اور وہ زمین دریائی پانی بذریعہ نہر سیراب ہوتی ہو اور اس زمین پر حکومت کی طرف سے عائد شدہ مالیہ، لگان وٹیکس وغیرہ بھی ادا کیا جاتا ہو تو آیا اس زمین پر عشر واجب ہوتا ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا

نصف محصول پہنچادیتا ہے۔ اب اس کسان پر اس زمین سے جو کچھ محنت مزدوری کے سبب حاصل ہوا۔ اب اس میں بھی کسان عشر ادا کرے گا۔ یا نہیں۔

(۲) اب اسی نصف بٹائی والے کسان نے زمین میں محنت مزدوری کرکے بوجہ غربت مالک زمین سے بطور قرضہ مثلاً چار من گندم برائے تخم ریزی لے لیا۔ تخم ریزی کرکے فصل اُگ گئی۔ قحط سالی کی وجہ سے فصل اٹھانے کے موقع پر ساری زمین سے ۸ من گندم حاصل ہوئی۔ جو ۴ من مالک زمین کا حصہ ہوا اور ۴ من اس مزدور کسان کو ملا۔ مزدور کسان سے ڈھیری کے موقع پر مالک زمین نے اپنے تخم ریزی والے قرضہ میں وہ کسان کا حصہ بھی لے لیا۔ کسان کو ڈھیری کے موقع پر کچھ نہ ملا۔ کیا اب بھی کسان اپنے ۴ من حصے کا عشر ادا کرے گا۔ اس غریب کسان کو خالی ہاتھ چھوڑنا کیسا ہے۔ اس کے متعلق ذرا تفصیل سے مطلع فرمادیں۔

(۳) ایک مالک زمین نے بذات خود اپنی زمین میں محنت مزدوری کرکے ۴ من گندم تخم ریزی میں خرچ کیے۔ فصل اٹھانے کے موقع پر زمین سے یعنی ڈھیری سے ۳ من گندم حاصل ہوئی یعنی جو تخم بویا تھا۔ وہ بھی وصول نہ ہوا۔ مزدوری تو چلی گئی۔ کیا اب بھی بس ۳ من غلہ جو زمین سے وصول ہوا۔ اس میں عشر ادا کرے گا۔ یا نہیں۔

الجواب

(۱) اس صورت میں کاشتکار پر بقدر حصہ عشر ثابت واجب ہے۔ وفی المزارعة ان کان البذر من رب الارض فعليه ولو من العامل فعليهما بالحصة (الدر المختار على هامش رد المحتار باب العشر ص ۱۶۱ ج ۲)

(۲) اس صورت میں بھی چار من کا عشر واجب ہے۔ کما فی الدر المختار بلا رفع مؤن الزرع

(۳) اس تین من غلہ کا عشر ادا کرنا واجب ہے۔ حوالہ بالا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان ۲۶ ربیع الاول ۱۳۹۰ھ

الجواب صحیح محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ

نہری زمین سے اگر ٹیکس وصول کیا جائے تو نصف عشر ہے ورنہ عشر واجب ہوگا

س

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ہمارے علاقے میں نہر جاری ہے اور لوگ نہر سے اپنی زمینوں کو سیراب کرتے ہیں اور حکومت عوام سے آبیانہ (ٹیکس) بھی لیتی ہے۔ لہٰذا اس میں عشر ہے یا نصف عشر اور اگر حکومت آبیانہ نہ لے تو پھر کیا حکم ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿ج﴾

نہری زمینوں میں جن میں پانی کا محصول دیا جاتا ہے۔ نصف عشر واجب ہوتا ہے۔ کما فی الدر المختار ویجب نصفه فی مسقی غرب ودالیة الخ. وفی کتب الشافعیة او سقاه بماء اشتراه وقواعدنا لا تأباه الخ. (الدر المختار علی هامش رد المحتار باب العشر ج ۲ ص ۵۵) لیکن اگر پانی کا محصول نہ دیا جاتا ہو یا پہاڑی نہروں سے سیراب کیا ہو تو اس میں عشر واجب ہوتا ہے۔ هکذا فی الشامیة.

محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان ۲۸ ذی الحجہ ۱۳۹۵ھ

حکومت جو ٹیکس وغیرہ وصول کرتی ہے وہ عشر کا قائم مقام نہیں

﴿س﴾

السلام علیکم کے بعد عرض ہے کہ آپ کا رسالہ جو زکوٰۃ و عشر کے ضروری مسائل پر مشتمل ہے مطالعہ سے گزرا۔ چند باتیں ایسی ہیں جن کے متعلق آپ کی طرف سے قطعی فیصلہ دیا جانا ضروری ہے۔ ملتمس ہوں کہ مہربانی فرما کر ان پر روشنی ڈالتے ہوئے جواب سے جلدی مشکور فرمائیں۔ زمین عشری ہو یا نہ ہو۔ تفصیل درکار ہے کہ موجودہ حالات میں ہم جو آبیانہ و مالیہ اپنی حکومت کو بہ خوشنودی ادا کرتے ہیں کیا عشر کی جگہ لے سکتے ہیں یا عشر میں مجری کیے جا سکتے ہیں۔ جبکہ ہماری حکومت اگرچہ حکومت صحیح اسلامی نہ سہی۔ مگر ان کے مسلمان ہونے میں تو کوئی شک و شبہ نہیں ہے۔

﴿ج﴾

حکومت جو معاوضہ پانی کا لیتی ہے۔ آبیانہ وغیرہ کے نام سے۔ نہ تو یہ عشر ہے اور نہ ہی عشر کے بدل یا عوض میں شمار کیا جا سکتا ہے اور نہ ہی عشر میں اسے مجرا کر سکتے ہیں اور نہ ہی حکومت اسے عشر کے مصارف میں صرف کرتی ہے۔ اس کے ہوتے ہوئے عشر نکالنا لازم ہے۔ البتہ جس زمین کے پانی کا معاوضہ دیا گیا ہو اس میں یہ تخفیف ضرور ہو جائے گی کہ بجائے عشر کے نصف العشر (بیسواں حصہ) دینا لازم ہوگا۔ (عشری زمین کی تفصیل جنتری زیور حصہ سوم کے اندر مطالعہ فرمائیں) تھوڑی سی درج ذیل ہے۔ عشری زمین ان مسلمانوں کی ہے جو کافروں سے بادشاہ اسلام فتح کر کے مسلمانوں میں تقسیم کر دیتا ہے یا کافر خوشی سے اسلام قبول کر لیں تو ان کی زمین پر بھی عشر لازم آ جاتا ہے۔ مسلمان کافر سے زمین خرید کرے تو وہ عشری نہیں ہوتی۔ پاکستان کی اکثر اراضی عشری ہیں اور عشر کے ادا کرنے میں ہی احتیاط ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ

واجب ہے۔ بعض فرماتے ہیں۔ اب عشری زمین نہیں رہی اگر کوئی عشر یا نصف عشر دیتا ہے تو اس کے لیے بھی ثواب ہے اور بعض حصہ آبادی کا فی الحال اللہ دے بھی تو نفلی صدقہ ہوگا۔ چونکہ اب نہ عشری زمینیں ہیں نہ عشر نصف عشر واجب ہے اور نہ بھی دے تو مجرم نہیں۔ بعض فرماتے ہیں کو عشری زمینیں تھیں جب سے دار الحرب ہی کیوں نہ تصور کیا جائے۔ لیکن عشر یا نصف عشر بہر صورت واجب ہے۔ دلیل یہ پیش کرتے ہیں کہ دین کی اشاعت واجب ہے۔ حکومت بے دین اور غدار ہے۔ بیت المال خزانے بنا دیے گئے اور عشر کی بجائے ٹیکس مالیانہ مقرر کر کے حکومت نے اپنی تحویل میں لے لیا۔ لہٰذا دین کی اشاعت مسلمانوں پر بدستور واجب ہے۔ اس لیے اب عشری جگہ عشر یا نصف عشر متاخرین نے مقرر کر دیا۔ جن کے ذریعہ درس و تدریس دینی چل رہی ہے۔ اور زکوٰۃ فطرانہ قربانی عشر وغیرہ سے مساکین اور طلباء وغیرہ کی اعانت ہو رہی ہے۔ اس لیے واجب ہے۔ بینوا توجروا

﴿ج﴾

مسلمان ملک میں اگر زمین عشری ہے تو اس کی پیداوار میں عشر ہے۔ حکومت خواہ اسلامی ہو یا کافر کی۔ عشر کے وجوب وعدم وجوب میں حکومت کا کوئی دخل نہیں۔ قرآن پاک میں ہے۔ واٰتوا حقه يوم حصاده الآية ۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

بندہ محمد اسحاق غفر لہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان ۱۵ شوال ۱۳۹۹ھ

میراث میں سے عشر کی ادائیگی کیسے ہو؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک شخص فوت ہوا اس کے باغ کے بادام پڑے تھے۔ وہ فروخت کیے گئے تو تین ہزار کی مالیت کے ہوئے۔ اس سے تین سو روپے عشر کے ہوتے ہیں۔ اب تقسیم میراث سے عشر کی رقم مستثنیٰ ہو کر بانٹی جائے۔ جبکہ میراث میں حقدار نابالغ بھی ہیں۔ یا عشر کی رقم صرف بالغوں کے ذمہ ہوگی۔ فقط

﴿ج﴾

اگر یہ بادام متوفی مذکور کی زندگی میں حاصل کیے گئے تھے۔ اور عشر ادا نہیں کیا بلکہ وصیت کی تو پہلے کل پیداوار سے عشر نکال کر بقایا کو شرعی طور پر تقسیم کیا جائے اور اگر وصیت نہیں کی تو بالغ افراد اپنے حصہ سے تبرع کے طور پر عشر نکالیں نابالغ بچوں کے حصہ سے نہیں دے سکتے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

بندہ محمد اسحاق غفر لہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان ۲۳ جمادی الاخری ۱۳۹۶ھ

الجواب صحیح محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ ۲۳ جمادی الاخری ۱۳۹۶ھ

تمام اخراجات سے پہلے عشر دیا جائے گا
کیا آئندہ آنے والی فصل کا عشر دینا اب جائز ہے؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع شریف کہ حسب ذیل خرچ و اخراجات جو فصل پر ہوتے ہیں وہ خرچ و اخراجات نکال کر پھر بقیہ جنس سے دسواں یا نصف دسواں حصہ دیوے گا یا ان خرچ و اخراجات کی قیمت اس سے نہیں نکالیں گے بلکہ تمام جنس سے عشر نکال دیا جاوے یا کچھ تفصیل ہے صحیح جواب سے مطلع فرما کر ثواب دارین حاصل فرماویں۔

تیزاب، چادر، پلاسٹک، لکڑی وغیرہ سے خرچ ہوتے ہیں (۲) لوہار، درکھان و دیگر خدمت گاران کو رکھا جاتا ہے ان کو غلہ شروع زراعت سے مقرر ہوتا ہے یا ان کی اشیاء کی قیمت دی جاتی ہے۔ نمبر ۳۔ کٹائی گندم پر اور برداشتی گندم پر اور تھریشر کو فٹ ہونے پر اور صفائی غلہ پر خرچ و اخراجات ہوتے ہیں۔ کچھ غلہ مقرر کیا جاتا ہے۔ (۴) بڑے بڑے زمیندار ذخیرہ رکھتے ہیں کہ جو غلہ کو وزن کر کے مزارعین کو تقسیم کرا دیتے ہیں اسی طرح منشی رکھتے ہیں جو غلہ کا وزن اور حساب کرتے ہیں اور زراعت کے خورد برد ہونے سے حفاظت کرتے ہیں اور کار مختار رکھتے ہیں جو مزارعین کو کام بتلاتے ہیں اور مزارعین کا رد و بدل وغیرہ کرتے ہیں۔ ان کو کچھ اختیار ہوتے ہیں۔ (۵) نیز جب زراعت پختہ ہو جاوے یا قریب پختہ ہونے کے ہو تو سابقہ گندم سے یا قیمت کی صورت آئندہ فصل کا عشر دینا جائز ہے یا نہ۔

السائل حافظ فتح اللہ خان کاکاخیل مدرس جامع مسجد ... مدرسہ تعلیم العلوم

﴿ج﴾

سب سے پہلے عشر کا نکالنا واجب ہے اس کے بعد جملہ اخراجات از قسم آلات یا اجرت مزدور کار مختار و منشی وغیرہ جو بالتفصیل سوال میں مذکور ہیں ادا کرنا چاہیے۔ مندرجہ ذیل عبارات فقہ سے تقریباً تمام اشیاء کا حکم مستفاد ہوتا ہے۔ حیث قال صاحب الدر بلا رفع مؤن ای کلف الزرع وبلا اخراج البذر لتصريحهم بالعشر في كل الخارج (درمختار جلد ثانی)۔ اس کی تشریح علامہ شامی نے یوں فرمائی ہے۔ (قوله بلا رفع مؤن) ای يجب العشر في الاول ونصفه في الثاني بلا رفع اجرة

العمال ونفقة البقر وكرى الانهار واجرة الحافظ ونحو ذلك . قال في الفتح يعني لايقال بعدم وجوب العشر في قدر الخارج الذي بمقابلة المؤنة بل يجب العشر في الكل الخ. شامی، ج ۲ /ص ۵۶ عبارت مذکورہ بالا سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ جتنا غلہ فصل سے حاصل ہو جائے اس تمام غلہ سے عشر نکالے بعد از عشر جتنا غلہ باقی رہ جائے۔ اس میں سے مذکورہ فی السوال اشیاء کا خرچ و اخراجات ادا کرے یا باقی ماندہ غلہ سے بجائے غلہ کے قیمت دے دے۔ بہرحال عشر ان اشیاء کے خرچ و اخراجات سے پہلے نکالنا چاہیے۔ علامہ شامی نے جو تشریح کی ہے ان سے چاروں سوالات کے جوابات معلوم ہو گئے۔ نمبر ۵ کا جواب قواعد کی رو سے تو یہی معلوم ہوتا ہے کہ جب فصل پختہ ہو تو چونکہ اس میں عشر واجب ہے لہٰذا اس سے غلہ حاصل کرنے سے پہلے اگر عشر دے دیا جائے تو مضائقہ نہیں۔ لیکن ایسا نہیں کرنا چاہیے۔ کیونکہ فصل کٹائی سے قبل اس میں یہ احتمال ہے کہ فصل ہلاک ہو جائے نیز غلہ حاصل کرنے سے پہلے اس کی مقدار بھی مجہول ہوتی ہے تو عشر کا اندازہ لگانا بھی دشوار ہوگا۔ البتہ اگر بالکل ہری فصل کو کاٹنا چاہے تو اس میں ہری فصل کا عشر دینا ہوگا اس وقت یہی ہری فصل جسے خوید کہتے ہیں مقصود بالذات ہے۔ کما قال العلامة الشامی غیر انه لو قصله قبل انعقاد الحب وجب العشر فيه لانه صار هو المقصود (شامی، ج ۲ /ص ۵۵) تخمینہ لگا کر بعد از حصول غلہ و تخمینہ ٹھیک نکلا تو جتنی کمی باقی رہ گئی ہو اس کو پورا کر دیں۔ واللہ اعلم

عبداللہ عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان شہر

سرکاری ٹیکس ادا کرنے سے عشر ادا نہیں ہوتا آزاد کی بیع حرام ہے منعقد ہی نہیں ہوتی

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ۔ (۱) ایک علاقہ کی زمین جس کی آبادی محض بارش و برسات کے تحت ہے۔ جس طرح بلوچستان میں پہاڑی علاقہ کی زمین ہے۔ اور حکومت پاکستان اس سے مقرر کردہ ٹھیکہ لیتی ہے۔ کیا اس ٹھیکہ لینے سے زمین کی پیداوار کا عشر ساقط ہوتا ہے۔ یا نہیں۔ برائے مہربانی سقوط و عدم سقوط کے دلائل وضاحت سے تحریر فرما دیں۔

(۲) زید اپنی لڑکی ہندہ کو عمرو کے نکاح میں دیتا ہے۔ بایں شرط کہ عمرو دس ہزار روپیہ زید کو اس کی لڑکی کے بدلہ میں دے گا۔ اور زید بجائے اس کے کہ اس رقم کو اپنی لڑکی کے حق مہر کے نام سے لے کر اس لڑکی کے قبضہ میں دلائے خود لے کر رکھا جاتا ہے۔ آیا یہ رقم زید پر حلال ہے یا نہیں۔ اگر کسی صورت میں حلال ہے تو کونسی ہے۔ اور

مقروض پر بھی عشر واجب ہے' نابالغ کے مال میں زکوٰۃ واجب نہیں ہوتی' عشر واجب ہوتا ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ (۱) قرض دار پر عشر زمین ادا کرنا واجب ہے یا نہیں۔ (۲) یتیم کی میراث سے زکوٰۃ ادا کی جائے گی یا نہیں جبکہ اس کے بچے نادار اور غریب ہوں۔

﴿ج﴾

(۱) عشر واجب ہے۔ اگرچہ قرضدار ہو۔ (۲) نابالغ کے مال میں زکوٰۃ فرض نہیں ہوتی عشر واجب ہے۔ واللہ اعلم

محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان ۷ شعبان ۱۳۹۸ھ

جس فصل کے بیج ادھار لیے گئے ہوں اس کے عشر کا حکم' اگر ہری فصل کاٹی گئی اس میں عشر ہوگا یا نہیں؟ گورنمنٹ جو لگان وصول کرتی ہے کیا وہ عشر کی جگہ کافی ہے؟ مہاجرین کو دی گئی زمین پر عشر واجب ہے کہ نہیں عشری اور خراجی زمین میں کیا فرق ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اندریں مسئلہ کہ (۱) مثلاً زید نے بکر کو گندم یا نخود کی کاشت کے لیے تخم دیا۔ بکر نے اسے کاشت کیا اب فصل تیار ہو گئی ہے۔ کیا اب زید تخم کو الگ کر کے بقیہ آمدنی سے عشر ادا کرے۔ یا کہ سالم آمدنی سے (ب) نیز بکر جو کہ مزارع ہے۔ اس کا حصہ الگ کر کے عشر ادا کرے یا کہ پہلے۔ (۲) کسی شخص نے گندم اور نخود وغیرہ بہت سے کاشت کیے۔ جب فصل تیار ہو گئی۔ کچھ بغیر کٹائے کے فروخت کر دے اور کچھ ابھی سبز ہے کہ مال مویشی کو کاٹ کر کھلا دے کیا ان سے بھی عشر نکالنا ضروری ہے۔ یا کہ معاف۔ (۳) موجودہ حکومت جو معاملہ و لگان وصول کرتی ہے۔ کیا عشر کے قائم مقام ہو جاتا ہے یا نہیں۔ اگر ہو جاتا ہے تو کیا وہ لگان وضع کر کے بقیہ عشر نکالا جائے یا نہ۔ (۴) مہاجرین کو جو غیر مسلموں کی اراضی دی گئی ہیں۔ اس سے حکومت جو کہ معاملہ وصول کرتی ہے۔ کیا اس اراضی پر بھی عشر ہے۔ (۵) عشری اور خراجی زمین میں کیا فرق ہے۔ ہماری زمین عشری ہیں یا خراجی۔

﴿ج﴾

زید پر واجب ہے کہ کل آمدنی سے بغیر تخم کے الگ کرنے کے عشر ادا کرے۔ (و فی الدر المختار)

تحت قوله وبلا دفع مؤن اي كلف الزرع وبلا اخراج البذر لتصريحهم بالعشر في كل الخارج (ب) جو حصہ مزارع کا ہے اس کا عشر مزارع پر جو مزارع ہے واجب ہوتا ہے۔ خواہ یہ جو مالک زمین ہے۔ وقال العلامة الشامي نقلا عن البحر والمجتبى والمعراج والسراج والمحقق والظهيرية وغيرها ان العشر على رب الارض عنده وعليهما عندهما ص ۱۲۱ ج ۲ اھ۔ اس عبارت سے معلوم ہوگیا کہ صاحبین کے نزدیک عشر مزارع اور صاحب زمین دونوں پر ہے۔ ان کے حصول کے مطابق واجب ہوتا ہے اور اسی پر فتویٰ ہے۔ (ج) فصل میں سے جو بغیر کٹائی کے فروخت کیا ہے اور جو کاٹ کر اپنے مال مویشی کو کھلایا ہے۔ دونوں پر عشر واجب ہوتا ہے۔ في الشامي ج ۲ صفحه ۵۵ فلو استحيى ارضه بقوائم الخلاف وما اشبهه او بالقصب والحشيش وكان يقطع ذالك ويبيعه كان فيه العشر. غاية البيان ومثله في البدائع وغيرها قال في النهر فلانه وبيع ما يقطعه ليس بقيد ولذا اطلقه قاضيخان انتهى ما في الشامي

(۳) موجودہ حکومت جو محصول وصول کرتی ہے۔ وہ عشر کے قائم مقام نہیں ہوتا ہے۔ جب تک حکومت کی جانب سے بیت المال قائم ہو کر مصارف پر صحیح طور پر خرچ کرنے کی ذمہ داری نہیں لی جاتی۔ اس وقت تک حکومت کو ادا کیے گئے محصول کو عشر وزکوٰۃ وغیرہ صدقات میں شمار نہیں کیا جا سکتا۔ اور جملہ غلہ زمین کا عشر نکالنا واجب ہوگا۔

(۴) مہاجرین کو دی ہوئی اراضی میں عشر واجب نہ ہوگا۔ چونکہ ان اراضی پر کافر کی ملکیت بھی اب تک ہے۔ جب تک حکومت جائیداد متروکہ کا مستقل فیصلہ نہ کر دے۔ اس لیے یہ زمین عشری نہیں ہے اور نہ اس پر عشر واجب ہے۔

(۵) جو زمین کفار کی ہو۔ دارالحرب فتح کر کے مسلمانوں نے اس پر قبضہ کر لیا ہو۔ یہ مسلمان نے اسے آباد کیا لیکن کفار کی نہروں کے پانی سے آباد کیا۔ تو یہ خراجی ہیں اور جو زمین مسلمان نے کنویں، چشموں، بارانی پانی، مسلمانوں کی کھودی ہوئی نہروں سے آباد کی ہو۔ وہ عشری ہے۔ واللہ اعلم

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان [illegible]

عشر فرض ہے یا واجب؟ عشر کا نصاب اور مصرف کیا ہے؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین مسائل مندرجہ ذیل کے بارے میں۔

(۱) عشر فرض ہے یا واجب۔ (۲) فی زمانہ جبکہ موجودہ مسلمان حکومت زمینداروں سے زمین کی ہر قسم کی پیداوار پر

سے علاوہ وہ بیانہ بطور نقدی وصول کرتی ہے۔ کیا اس صورت میں زمیندار پر عشر عائد ہوتا ہے۔ (۳) اگر عشر عائد ہوتا ہے تو اس کے نصاب اور مصرف کے متعلق مفصل طور پر آگاہی بخشی جائے۔

﴿ج﴾

(۱) عشر فرض ہے۔ قال جل مجدہ وآتوا حقہ یوم حصادہ الآیۃ وغیر ذالک من النصوص۔ (۲) اگر زمین عشری ہے تو سرکاری محصول دینے سے عشر ساقط نہیں ہوتا۔ فیما بینہ وبین اللہ فقراء کو دسواں اگر زمین بارانی یا سیح ہے یا بیسواں اگر چاہی ہے یا نہری دینا چاہیے۔ ھذا ما اجاب بہ المفتی عزیز الرحمن علیہ الرحمۃ فی فتاوی دار العلوم ج ۱ ص ۸۰۔

(۳) عشر کے وجوب کے لیے کوئی نصاب نہیں ہے۔ حدیث شریف میں وارد ہے۔ ما اخرجتہ الارض ففیہ العشر۔ جتنا کچھ زمین سے پیدا ہو جائے اس میں عشر واجب ہے۔ اور مصرف عشر کا وہی ہے جو زکوٰۃ کا مصرف ہے فقراء مساکین ابن السبیل وغیرہ۔ جس کی تفصیل بہشتی زیور میں دیکھیں یا مقامی علماء سے دریافت کریں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ عبد اللطیف غفرلہ معین مفتی مدرسہ قاسم العلوم

الجواب صحیح محمد عبد اللہ عفا اللہ عنہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان [illegible]

اگر سرکاری ٹیکس سے عشر و زکوٰۃ ساقط نہیں ہوتی تو "ولا یجتمع العشر مع الخراج" کا کیا مطلب ہے؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ سرکاری مالگزاری یا مالیہ ٹیکس وغیرہ ادا کرنے سے عشر و زکوٰۃ ساقط ہوتی ہے یا نہ؟ اور اس فقہی جزئیہ ولا یجتمع العشر مع الخراج کا کیا مطلب ہے؟

﴿ج﴾

سرکاری ٹیکس مالیہ آبیانہ وغیرہ ادا کرنے سے عشر و زکوٰۃ وغیرہ ساقط نہیں ہوتی۔ زکوٰۃ و عشر عبادات مالیہ میں سے ہیں۔ ان کی فرضیت اور ان کا عبادت ہونا کتاب اللہ سنت رسول اللہ اجماع و قیاس سے ثابت ہے۔ قال اللہ تعالیٰ اقیموا الصلوٰۃ وآتوا الزکوٰۃ الآیۃ۔ اسی طرح متعدد آیات میں زکوٰۃ کی فرضیت کو نماز کی فرضیت کے ساتھ متصلاً ذکر کیا گیا ہے اور حدیث شریف میں جو بخاری و مسلم کی ہے۔ زکوٰۃ کو ارکان اسلام

میں سے شمار کیا گیا ہے۔ کما قال بنی الاسلام علی خمس شهادة ان لا اله الا الله وان محمدا رسول الله واقام الصلوٰة وایتاء الزكوٰة وصوم رمضان وحج البيت من استطاع اليه سبيلا۔ اور زکوٰۃ وعشر کے لیے اللہ تعالیٰ نے خاص مصارف فقراء، مساکین وغیرہ کو مقرر فرمایا ہے۔ کما قال الله تعالى انما الصدقات للفقراء والمساكين الآية. سرکاری ٹیکس کے مصارف فقراء وغیرہ نہیں۔ بلکہ وہ تو حکومت کی ضروریات پوری کرنے کے لیے وقتی طور پر حکومت عائد کیا کرتی ہے۔ جس کا نہ تو اسلام کی رکنیت سے کوئی واسطہ ہے۔ اور نہ اس کے ادا کرنے سے زکوٰۃ وعشر ساقط ہوتی ہے۔ کما فی الدر المختار علی هامش رد المحتار ص ۳۶ ج ۲ باب زكوٰة: لاموال الظاهرة كالسوائم والعشر والخراج لا اعادة على اربابها ان صرف الماخوذ فی محله الآتی ذكره وان لا يصرف فيه فعليهم فيما بينهم وبين الله اعادة غير الخراج اه. کتب فقہ کی عبارت۔ "ولا يجتمع العشر مع الخراج" سے بعض کو اشتباہ ہو گیا ہے۔ کہ سرکاری مال گزاری ادا کرنے سے عشر ساقط ہو جائے گا۔ حالانکہ اس فقہی جزئیہ سے مقصد یہ ہے کہ خراجی زمین سے باوجود خراج کے عشر لینا یا عشری زمین سے عشر کے ساتھ خراج بھی لینا جائز نہیں۔ یہ مطلب نہیں کہ عشری زمین سے خراج ادا کرنے سے عشر ساقط ہو جائے گا۔ کما قال فی شرح التنوير ولا يوخذ العشر من الخارج من ارض الخراج لانهما لا يجتمعان خلافا للشافعی وفی الشامية ای لو كان له ارض خراجها موظف لا يؤخذ منها عشر الخارج وكذا لو كان خراجها مقاسمة من النصف ونحوه وكذا لو كانت عشرية لا يوخذ منها خراج لانهما لا يجتمعان. ولذا لم يفعله احد من الخلفاء الراشدين والا لنقل وتمامه فی الفتح (رد المحتار ج ۲ ص ۲۸۹) مجمع البحوث الاسلامیہ قاہرہ کی دوسری سالانہ کانفرنس نے جس میں متعدد اسلامی ممالک کے علماء شریک تھے۔ درج ذیل قرارداد پاس کی ہے۔ ان ما يفرض من الضرائب لمصلحة الدولة لا يغنى القيام به عن اداء الزكوٰة المعروضة جو ٹیکس حکومت کی مصلحت اور خیر خواہی کے لیے جو ٹیکس لگائے جاتے ہیں وہ زکوٰۃ کے قائم مقام نہیں ہو سکتے۔ فتاویٰ دار العلوم دیوبند میں ہے۔ اور واضح ہو کہ زمین عشری سے اگر خراج لے لیا جائے تب بھی عند اللہ عشر ساقط نہیں ہوتا۔ لہٰذا صاحب زمین کو عشر نکال کر فقراء کو دینا چاہیے۔ انتہی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

الجواب صحیح محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ [illegible] ھ

حکومت پاکستان نے درج ذیل شرائط کے ساتھ جو زمینیں لوگوں کو دی ہیں ان میں عشر ہے یا نہیں؟

زمیندار اور مزارع اپنے اپنے حصہ کا عشر دیں گے

زمین کی پیداوار سے قبل از عشر اخراجات منہا کرنا جائز نہیں

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین ان مسائل میں کہ موجودہ پاکستانی زمین میں جو زمینداروں کے پاس حسب ذیل شرطوں پر ہے (۱) ان سے ہر پانچویں سال تحریری جاتی ہے آپ کی جتنی زمین ہے اگر حکومت کو ضرورت پڑ گئی تو بلا معاوضہ لے سکتی ہے۔ کسی قسم کا انکار نہیں کر سکتے۔ (۲) نہری زمینوں میں سے آبیانہ اور لیے زمینداروں سے محکو ضرور وصول کرتی ہے۔ یہ زمیندار بلا دریغ دیتے ہیں۔ (۳) یہ جو فقط سیلاب فقط فرضیکہ کسی قسم کے بہت سے ٹیکس لیتی ہے۔ کیا ان زمینداروں کو ان پاکستانی زمینوں سے جو نہری یا چاہی یا سیلابی یا بارشی ہے عشر دینا لازم ہے یا نہیں۔ اگر لازم ہے تو کس طرح دیں۔ زمیندار اور مزارع اکٹھی پیداوار سے دیں یا فقط زمیندار دے۔ اگر زمیندار نے خود کھیتی کی مزدور رکھ کر کام کیا ہے۔ کیا یہ زمیندار اپنا خرچ نکال کر عشر دے یا مجموعہ سے عشر نکالے۔ خرچ بعد میں نکالے ان چیزوں کا جواب شافی عطا فرمائیں۔ جناب کی عین نوازش ہوگی۔

﴿ج﴾

(۱) نہری اور چاہی میں بیسواں یعنی نصف عشر دینا ہوگا اور بارش میں عشر واجب ہوگا۔ (۲) صحیح یہ ہے زمیندار اور مزارع اپنے اپنے حصص کے مطابق عشر ادا کریں۔ (۳) مشقت اور مزدوروں کے خرچ آبیانہ وغیرہ کو نکال کر نہیں۔ بلکہ کل پیداوار کا عشر یا نصف عشر ادا کرنا ہوگا۔

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

زمین سے حاصل شدہ آمدنی کا عشر مالک زمین پر ہوگا یا کاشتکار پر؟

کاشت زمین کی اجرت کو کل پیداوار سے منہا نہیں کر سکتا

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ (۱) زید نے بکر سے ایک مربعہ اراضی مبلغ دس ہزار روپے میں لیا۔ اور زید مستاجر مذکور نے خود کاشت کیا۔ زید نے آمدنی وصول کر کے مبلغ دس ہزار روپے معاوضہ مستاجر کو ادا کر

دی۔ وہ دس ہزار روپے مذکورہ بالا جو کہ زمین سے دستیاب ہوا اس کا عشر زید ادا کرے یا بکر۔ بینوا توجروا۔

(۲) اگر زید اپنی گرہ سے قبل از برداشت آمدنی دس ہزار روپیہ بکر کو ادا کر دے اور خود کاشت کرے آمدنی افزائش مبلغ دس ہزار روپے مذکورہ۔ یہ عشر زید ادا کرے یا بکر۔ اور زید کل آمدنی سے عشر ادا کرے یا اپنی رقم مبلغ دس ہزار روپیہ مجرا کر کے بقایا آمدنی کا عشر ادا کرے۔ بینوا توجروا۔

﴿ج﴾

(۱) اگر زمیندار اجرت بہت زیادہ لیتا ہے۔ اور مستاجر کے پاس بہت کم بچتا ہے۔ تو عشر زمیندار پر ہے۔ اور اگر اجرت کم لیتا ہے۔ مستاجر کو بچت زیادہ ہوتی ہے۔ تو عشر مستاجر پر ہے۔ موجودہ زمانہ میں کم اجرت لی جاتی ہے۔ مستاجر کی آمدنی زیادہ ہوتی ہے۔ اس لیے عشر مستاجر پر ہوگا۔

اما مسئلہ۔ کل ما حصل کا عشر زید ادا کرے گا۔ دس ہزار روپیہ کی گندم کا عشر بھی زید کے ذمہ ہے۔ فی الدر المختار وقالا علی المستاجر [illegible] العشر [illegible] ویجب مع الدین۔ ان روایات کے موافق عشر کل پیداوار کا زید پر واجب ہے۔

(۲) کل حاصل بلا وضع مصارف تخم پیداوار کا عشر زید کے ذمہ واجب ہے۔ دس ہزار روپے مجرا کیے بغیر تمام پیداوار کا عشر ادا کرے گا۔ فقط واللہ اعلم

[illegible] مدرسہ قاسم العلوم ملتان [illegible]

اگر قرض سے کم فصل حاصل ہو جائے تو کیا مقروض پر بھی عشر واجب ہوگا؟

زمین کی کل پیداوار پر عشر واجب ہوگا

﴿س﴾

(۱) کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ اگر زمیندار پر قرض ہو اور فصل قرض سے کم ہو جائے یا برابر ہو جائے تو عشر دینا لازم ہے یا نہیں۔ (۲) اگر فصل پر جو خرچ ہوتے ہیں۔ مثلاً نوکر کی تنخواہ اور ٹریکٹر کی مزدوری پانی کا خرچہ وغیرہ اس کو کاٹ کر باقی فصل میں عشر واجب ہے۔ یا تمام فصل میں۔

﴿ج﴾

(۱) قرض وضع نہیں کیا جائے گا۔ کل پیداوار سے عشر ادا کرنا ہوگا۔ ویجب مع الدین۔ شرح التنویر۔

(۲) نوکر کی تنخواہ ٹریکٹر کی مزدوری ادا اجرت اور تمام مصارف وضع کیے بغیر کل پیداوار پر عشر واجب

السمنہ کور ص ۵۸ ج ۳ ۔ لیکن اب اس زمانہ میں اگر بالیقین معلوم ہو کہ یہ زمین قسم نمبر ۲ میں داخل ہے۔ پھر تو خراجی ہے۔ اور اگر بالیقین معلوم نہ ہو اور مشکوک سا معاملہ ہو گیا ہو تو اس کو اسلامی کہا جائے گا اور زمین عشری ہو گی فتح القدیر ج ۲ ص ۱۹۹ میں ایک سوال کے جواب میں تحریر ہے۔ بما نصہ لا یخلو ذلک فی کل عین و بلد فان اکثر ما کان من حفر الکفرۃ قد اندرس فان ما نراہ منہا الآن اما معلوم الحدوث بعد الاسلام واما مجہول الحال فیجب الحکم فی کل ما نراہ بانہ اسلامی اضافۃ للحادث الی اقرب وقتیہ الممکنین الخ۔ نمبر ۲ امام ابو حنیفہؒ چونکہ مزارعت کو جائز نہیں سمجھتے اس لیے انکے یہاں بوجہ اجارہ فاسدہ ہونے کے سارا غلہ صاحب الارض کا ہے۔ اس لیے عشر بھی سب کا سب اسی پر ہے۔ مزارع کے لیے اجر مثل ہی ہو گا۔ لیکن مزارعت کی صحت میں بالاتفاق مفتی بہ قول صاحبین کا ہے۔ لہٰذا ان ہی کے مذہب کے مطابق جواب ضروری ہے۔ اور ہدایہ اقتباس سے بعض نے یہ تفصیل کی ہے کہ صاحبین کے نزدیک اگر تخم رب الارض کا ہے۔ یعنی عقد کے وقت اس کے ذمہ لگایا گیا ہے۔ تو رب الارض پر سب عشر لازم ہے اور اگر تخم عامل پر لگایا گیا تو عشر بحسب الحصص تقسیم ہو گا اور بعض بلا تفصیل مطلقاً خواہ تخم رب الارض کا ہو یا عامل کا علی حسب الحصص دونوں پر عشر کو لازم کرتے ہیں علامہ شامی اسی قول کو مرجح سمجھتے ہیں کہ مطلقاً دونوں پر اپنے حصص کا عشر واجب ہے۔ تخم جس کا بھی ہو۔ ومثلہ فی الخانیۃ والفتح والحاصل ان العشر عند الامام علی رب الارض مطلقاً وعندہما کذلک لو البذر منہ ولو من العامل فعلیہما (ثم قال) لکن ما ذکر من التفصیل یخالفہ ما فی البحر والمجتبی والمعراج والسراج والحقائق والظہیریۃ وغیرہا من ان العشر علی رب الارض عندہ وعلیہما عندہما من غیر ذکر ہذا التفصیل وہو الظاہر لما فی البدائع من ان المزارعۃ جائزۃ عندہما والعشر یجب فی الخارج والخارج بینہما فیجب العشر علیہما اھ (ثم قال) فکان ینبغی للشارح متابعۃ ما فی اکثر الکتب صاحب ہدایہ کی دلیل کے اعتبار سے بھی یہی قول کہ مطلقاً تخم جس کا بھی ہو۔ عشر علی حسب الحصص ہونا چاہیے قوی معلوم ہوتا ہے اور اسی پر عمل دونوں کے لیے سہل ہے۔ نمبر ۳۔ کل غلہ یعنی خارج کا عشر ادا کرنا ہو گا۔ مالیہ آبیانہ کٹائی وغیرہ پہلے نکالا نہیں جائے گا البتہ اگر ہلاک ہو جائے یا سرقہ ہو جائے۔ تو بقدر ہلاک کا عشر ادا کرنا واجب نہیں۔ نیز اگر کوئی ظالم ظلم سے نقد غلہ لے جائے مثلاً حکومت مالیہ میں غلہ لے جائے باوجودیکہ زمین عشری ہو۔ تو اس حصہ کا عشر واجب نہیں۔ لیکن حکومت کی طرف سے مالیہ نقد کا لگایا جاتا ہو اور وہ واجب فی الذمہ ہوتا ہے اس کے وجوب سے عشر میں کوئی فرق نہیں آئے گا۔ عشر بدستور واجب رہے گا۔

﴿الجواب﴾

(۲) اگر ان رسائل وعشر وزکوۃ کی رقوم کے ساتھ شائع کرا دیا گیا تو پھر یہ کتاب صرف فقراء ومساکین کو تملیکاً دی جائے۔ اغنیاء وسادات کو دینے سے زکوۃ ادا نہ ہوگی۔

(۳) کل پیداوار میں عشر ہے۔ فقط واللہ اعلم

بندہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان ۲۲ شوال ۱۳۹۶ھ

باوجود بہت سے اخراجات کے زمین کی کل پیداوار سے عشر دیا جائے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک زمیندار کاشتکار اپنے کھیت گندم وغیرہ کو مزدوروں سے کٹواتا ہے۔ ان کی طرف کی مزدوری کٹائی فصل ایک من گندم و ایک من بھوسہ ایک قطعہ جس میں چار کنال سے مراد ہوتا ہے۔ تھریشر سے گندم صاف کی جاتی ہے۔ اس کی مزدوری کہیں ۵ سیر فی من اور کہیں ۸ سیر فی من ہے۔ دیگر مزدور جو تھریشر میں کام کرتے ہیں۔ گندم سے بھرے ہوئے توڑے مشین میں دیتے ہیں وہ بھی مختلف مقامات پر مختلف مزدوری لیتے ہیں۔

ان ہر سہ مزدوروں کو زمیندار کی پیداوار سے ادا کیا جاتا ہے۔ اس کے علاوہ زمیندار کو ٹریکٹروں کی مزدوری کھاد بیج وغیرہ معاملہ اراضی وغیرہ بھی برداشت کرنا ہوتی ہے۔ کیا ان تمام اخراجات کو سالم پیداوار سے نکال کر عشری ادائیگی محسوب کی جائے گی۔ یا ان اخراجات کو سالم پیداوار میں ملا کر عشر نکالا جائے؟

﴿ج﴾

عشر میں مزدوروں کی مزدوری اور دیگر اخراجات کا حساب نہیں ہوتا۔ یعنی مزدوروں کی مزدوری وغیرہ کی وجہ سے عشر میں کمی نہیں ہوگی۔ لہٰذا اگر وہ زمین بارانی ہے تو اس کے کل پیداوار میں سے عشر (دسواں حصہ) دینا چاہیے اور اگر نہری، چاہی زمین ہے تو اس کی پیداوار میں نصف عشر (بیسواں حصہ) دینا ہوگا۔ در مختار میں ہے بلا رفع مؤن ای کلف الزرع وبلا اخراج البذر لتصریحهم بالعشر فی کل الخارج ص ۶۵ ج ۲۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان ۷ جمادی الاخری ۱۴۰۰ھ

﴿ج﴾

(۱) وفي الدر المختار والعشر على المؤجر كخراج موظف وقالا على المستأجر كمستعير مسلم وفي الحاوي وبقولهما نأخذ وفي الشامي ج ۲ ص ۵۰ تحت قوله وبقولهما نأخذ قلت لكن أفتى بقول الإمام جماعة من المتأخرين الى ان قال لكن في زماننا عامة الأوقاف من القرى والمزارع لرضا المستأجر بتحمل غراماتها ومؤنها يستأجرها بدون أجر المثل بحيث لا تفي الأجرة ولا أضعافها بالعشر او خراج المقاسمة فلا ينبغي العدول عن الإفتاء بقولهما في ذلك لانهم في زماننا يقدرون أجرة المثل بناء على ان الأجرة سالمة لجهة الوقف ولا شيء عليه من عشر وغيره اما لو اعتبر دفع العشر من جهة الوقف وان المستأجر ليس عليه سوى الأجرة فان أجرة المثل تزيد أضعافا كثيرة كما لا يخفى فان امكن اخذ الأجرة كاملة يفتى بقول الإمام والا فبقولهما لما يلزم عليه من الضرر الواضح الذي لا يقول به احد والله تعالى اعلم الخ اس عبارت سے معلوم ہوا کہ اگر موجر اجرت مثل پوری اجرت لے اور مستاجر کے پاس بہت کم بچے تو عشر موجر کے ذمہ ہے اور اگر موجر اجرت کم لے اور مستاجر کے پاس زیادہ بچے تو مستاجر کے ذمہ ہے چونکہ ہمارے عہد میں اجرت کم لی جاتی ہے۔ اس لیے فتویٰ صاحبین کے قول پر ہے یعنی وجوب مستاجر پر ہے۔ البتہ اگر کسی جگہ پوری اجرت لی جائے جس میں زمیندار عشر کو بھی ادا کر سکتا ہو تو اس وقت وجوب عشر علی الموجر پر فتویٰ ہوگا۔ دراصل بات یہ ہے کہ مسئلہ میں دو قول ہیں چونکہ وسعت ہے اس لیے فقہاء نے نفع و ضرر موجر و مستاجر کو ملحوظ رکھتے ہوئے زمانے کے مطابق ان کے نفع و ضرر کی وجہ سے ایک قول کو ترجیح دے کر فتویٰ دیا ہے۔ اب بھی ایسے ہوگا۔ (۲) صورت مسئولہ میں ملازمت و تنخواہ لینا دونوں جائز ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

بندہ احمد عفا اللہ عنہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

الجواب صحیح محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان شہر [illegible]

کس قسم کی گھاس میں عشر ہے اور کس میں نہیں؟

﴿س﴾

حضرت ایک شبہ باقی ہے۔ اس کا جواب مسکن قلب ارشاد ہو۔ تو قدوری کے باب زکوٰۃ الزروع والثمار

ص ۶۶ پر ہے۔ قال ابو حنیفۃ فی قلیل ما اخرجتہ الارض وکثیرہ العشر واجب سواء سقی سیحا او سقتہ السماء الا الحطب والقصب والحشیش وقال ابو یوسف ومحمد رحمہما اللہ تعالیٰ لا یجب العشر الا فیما لہ ثمرۃ باقیۃ اذا بلغت خمسۃ اوسق والوسق ستون صاعاً بصاع النبی صلی اللہ علیہ وسلم ولیس فی الخضراوات عندہما عشر وما سقی بغرب او دالیۃ او سانیۃ ففیہ نصف العشر علی القولین

حشیش یعنی گھاس میں عشر نہیں ہے۔ جوار، برسیم وغیرہ بھی گھاس ہیں۔ ہاں اگر جوار پکائی جائے پھر دانوں میں عشر ہوگا۔ کیونکہ گھاس ہیں اور لیس فی الخضراوات عندہما عشر یہ صاحب درمختار کا مذہب ہے اور باقی اکثر ائمہ کرام کا مذہب ہے۔ اگر کوئی اس پر عمل کرتا ہے تو مجرم نہ ہوگا۔ اور صاحبین کے مذہب پر عمل کرنے سے حنفیت سے بھی خارج نہیں ہوتا اور بہت سے مسائل جیسے بٹائی پر زمین دینا حضرت امام صاحب کا مذہب نہیں ہے۔ وغیرہ تک ان میں صاحبین کے اقوال پر فتویٰ ہے۔ اس میں بھی ہونا چاہیے۔

﴿ج﴾

فتاویٰ شامیہ کی تفصیل کا مطالعہ کرنے سے یہ تحقیق معلوم ہوتی ہے۔ (۱) حشیش سے مراد عام گھاس اور چارے نہیں ہیں۔ بلکہ خودرو گھاس مراد ہے جو کہ بغیر کاشت کے اراضی میں خودبخود اُگ آتا ہے۔ کتب لغت میں اس کی بھی تفسیر تحریر ہے۔ ایسے خودرو گھاس میں عشر نہیں ہے۔ (۲) جو گھاس کہ بالقصد زمین میں کاشت کیا جائے اور مقصد یہ ہو کہ چارہ حاصل کیا جائے گا۔ اس میں امام اعظمؒ کے نزدیک عشر واجب ہے۔ ایسے گھاس کو رطاب کہتے ہیں۔ واحد رطبۃ۔ اس کے بارے میں عالمگیری۔ ج ۱ ص ۱۸۶ میں ہے۔ ویجب العشر عند ابی حنیفۃ فی کل ما تخرجہ الارض من الحنطۃ والشعیر الی ان قال والبقول والریاحین والاوراد والرطاب الخ واضح رہے کہ حشیش وغیرہ جیسی چیزوں میں بالاتفاق عشر نہیں ہے۔ اگر زمین کو ایسے خودرو گھاس کے ساتھ مشغول رکھا جائے اور اس سے آمدنی مقصود ہو تو پھر اس میں بھی عشر واجب ہے۔ کما قال فی رد المحتار۔ ج ۲ / ص ۴۹۔

(۳) جوار، مکئی، باجرہ، گیہوں وغیرہ اگر زمین میں کاشت کرے تو پکنے سے پہلے بطور چارہ کے کاٹ کر جانوروں کو کھلائے تو اس میں بھی عشر ہے۔ شامی۔ ج ۲ / ۵۵ قولہ وتبن بالباء الموحدۃ قال فی الفتح غیر انہ لو فصلہ قبل انعقاد الحب وجب العشر فیہ لانہ صار ھو المقصود۔

اللہ تعالیٰ نے تو فقراء کی آمدنی میں دسواں یا بیسواں مقرر فرمایا ہے۔ (۳) زمیندار اپنے حصہ کا عشر نکالے اور مزارع اپنے حصہ کا۔ واضح رہے کہ مزارع چونکہ پیداوار میں شریک ہوتا ہے اسے مزدور کہنا غلطی ہے۔ مزدور تو وہ ہوتا ہے جو ہل چلانے یا کسی اور کام پر یومیہ ہو۔ [illegible] روپیہ اجرت کا وصول کرتا ہے اور پیداوار سے اس کا کوئی واسطہ وتعلق نہیں ہوتا۔ برخلاف مزارع کے جو پیداوار میں شریک ہوتا ہے۔ (۴) آبیانہ تو پانی کا معاوضہ ہے اور اس کی ادائیگی پر شریعت نے بھی بجائے عشر کے بیسواں حصہ رکھا ہے۔ جس زمین کا آبیانہ گورنمنٹ وصول کرتی ہے یا کنوؤں سے پانی کھینچ کر سیراب کیا جاتا ہے۔ اس کا بجائے دسویں کے بیسواں حصہ نکالنا واجب ہے۔ پس آبیانہ کی ادا شدہ رقم عشر میں محسوب نہ کرنی چاہیے۔ آبیانہ کے علاوہ گورنمنٹ مالیہ وصول کرتی ہے۔ چونکہ انگریزی دور حکومت سے یہ مالیہ وصول کیا جاتا ہے اور اس کے مصارف ہرگز عشر کے نہیں ہوتے۔ اور جب تک اسلامی قانون ملک میں رائج نہ ہو اس وقت ہم یہ فتویٰ دے سکتے ہیں کہ مالیہ کی اس رقم کو عشر میں محسوب کرنا جائز ہے۔ (۵) جو غلہ اور چارہ بیلوں کے نیچے کا ہے اس کو بھی اندازہ سے بیسواں دسواں حصہ فقراء کو دے دینا۔ فقراء کی بکریاں وغیرہ بھوکی ہیں وہ استعمال کریں تو پالیں گے۔ زمیندار کے لیے اس کا دینا مشکل نہیں ہے اور اگر کسی زمیندار کے پاس پیسے ہوں تو پیسے بھی دے سکتا ہے شریعت میں بہت وسعت اور آسانی ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

احمد اللہ عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ خیر المدارس ملتان

الجواب صحیح محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان ۱۰ ربیع الاول ۱۳۹۵ھ

جو رقم زمین کی اجرت کے طور پر دی ہے مستاجر پر اس کی زکوٰۃ واجب نہ ہوگی

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ زید نے تقریباً تین ہزار روپے میں ایک زمین مستاجرالی ہے۔ اب وہ سوال یہ پوچھتا ہے آیا مجھ پر زکوٰۃ ہے یا نہ اس زمین کی پیداوار سے عشر ادا کروں۔

﴿ج﴾

اس شخص مستاجر پر اس تین ہزار روپے کی زکوٰۃ واجب نہیں ہے۔ کیونکہ وہ تین ہزار روپے تو اب اس کی ملک میں نہیں ہے۔ اس کے بدلے تو اس نے زمین کے منافع خریدے ہیں۔ البتہ زمین کی پیداوار میں سے نصف عشر ادا کرنا اس کے ذمہ ہے۔ قال فی الدر المختار والعشر علی المؤجر کخراج موظف وقالا علی المستاجر کمستعیر مسلم وفی الحاوی وبقولهما ناخذ ص ۱۰۰ ج ۲۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

محمد عبد اللطیف غفرلہ معین مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

الجواب صحیح محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان ۱۱ ذی الحجہ [illegible]

واجب ہے اور بعض علماء کہتے ہیں کہ عشر واجب ہے اور کہتے ہیں کہ جو آبیانہ حکومت وصول کرتی ہے۔ وہ حکومت پٹواری اور نہر کے حکومت میں حساب کرتے ہیں اور یہ زمین بارانی زمین میں حساب کرتے ہیں کیونکہ آبیانہ اور مالیہ دونوں اگر حکومت وصول کرتی ہے۔ پھر بھی عشر کو پہنچتے ہیں۔ اور یہ زمین نہر و کنویں کے حساب میں نہیں ہے۔ جس میں فقہ حنفی کی رو سے نصف عشر قرار پایا ہے۔ مہربانی فرما کر بیان فرماویں کہ اس نہر کے سبب علاقہ مروت بارانی زمین کے مثل ہے یا کنویں کے مثل؟

﴿ج﴾

جو زمینیں اس نہر کے پانی سے سیراب کی جاتی ہیں۔ ان کی پیداوار میں نصف عشر واجب ہے۔ فتاویٰ دار العلوم ج ۶ ص ۲۱۷۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان ۲ جمادی الاخریٰ ۱۳۹۸ھ

قسطوں سے ٹریکٹر خریدنے والے پر عشر واجب ہوگا

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ الف ایک زمیندار ہے۔ بلکہ بہت بڑا زمیندار ہے۔ اس نے زراعت کے لیے اقساط پر ٹریکٹر حکومت حاضرہ سے لے لیا ہے۔ بایں صورت وہ مقروض ہوگیا ہے۔ آمدنی سے قرضہ ادا ہوگا۔ اب وہ سائل ہو کر اپنی حالت بیان کرتا ہے کہ کیا ایسی صورت میں جبکہ میں مقروض ہوں اپنی اراضی کی پیداوار سے عشر یا زکوٰۃ ادا کرنے کا مستحق بن سکتا ہوں یا نہ۔ بینوا توجروا

﴿ج﴾

عشر کے لیے کوئی نصاب یا غنی ہونا شرط نہیں۔ زمین سے جو کچھ غلہ حاصل ہو اس میں عشر واجب ہے۔ بارانی زمین میں دسواں اور نہری زمین میں جس کا آبیانہ ادا کیا جاتا ہے بیسواں حصہ واجب ہے البتہ زکوٰۃ کے لیے صاحب نصاب ہونا شرط ہے۔ اگر یہ شخص مقروض ہے اور قرض ادا کرنے کے بعد اس کے پاس اتنا مال نہیں بچتا جس سے وہ صاحب نصاب بنے۔ تو زکوٰۃ ادا کرنا لازم نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان ۵ شعبان ۱۳۹۹ھ

باغ اگر پھل پکنے سے پہلے فروخت کیا جائے تو عشر کس پر ہوگا

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ زید اپنے باغ کا میوہ ایسی حالت میں فروخت کرتا ہے کہ میوہ کا ظہور ہو چکا ہے۔ مگر ابھی تک پختہ نہیں ہوا۔ نیز اپنی رضا اور خوشی کے ساتھ میوہ کو پختہ ہونے تک درختوں پر چھوڑ دیتا ہے۔ اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ ایسی صورت میں عشر بائع پر ہے یا مشتری پر۔ درمختار کی عبارت سے تو مشتری پر لازم معلوم ہوتا ہے۔ ولو باع الزرع ان قبل ادراکه فالعشر علی المشتری ولو بعده فعلی البائع درمختار ج ۲ ص ۹۰۔

﴿ج﴾

جب بائع ثمار اور فصل کو بعد از ظہور قبل الادراک فروخت کر دیتا ہے اور مشتری بعد الادراک اسے کاٹتا ہے۔ تو چونکہ عشر مشتری کے ذمہ ہوتا ہے اور وہ پورا عشر ادا کرتا ہے۔ فصل اور ثمار قبل الادراک (یعنی وقت البیع) کی مقدار اس سے الگ نہیں کرتا۔ کما هو مذهب الطرفین تو گویا بائع کے ذمہ کا عشر بھی مشتری نے ادا کر دیا۔ اس لیے کہ عشر بوجہ حول کے ثمار میں ہو یا فصل میں۔ اب بائع بری ہوگا۔ کل پھلوں کا عشر مشتری کے ذمہ ہوگا۔ کما قال فی الدر المختار علی هامش رد المحتار۔ ج ۲ ص ۹۰۔ ولو باع الزرع ان قبل ادراکه فالعشر علی المشتری ولو بعده فعلی البائع۔ قول امام اعظمؒ کا مفتی بہ ہے اور اسی کو معمول بہا بنایا جائے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان [illegible]

عشر کن اجناس پر واجب ہوتا ہے؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ مسئلہ عشر ہمارے پاکستان میں از روئے احناف واصحاب شوافع عشری اجناس واضح فرمایا جائے۔

﴿ج﴾

عشر یا نصف عشر امام اعظمؒ کے نزدیک اس جنس کے قلیل وکثیر میں واجب ہے۔ جو عشری زمین سے پیدا ہو اور جس کی زراعت سے زمین کی استغلال کا عادۃً قصد کیا جائے۔ لہٰذا خودرو گھاس عام لکڑی اور کانٹوں میں عشر

پاکستان کی موجودہ حکومت کے دور میں عشر کا کیا حکم ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ پاکستان کے موجودہ حکومت کے ہوتے ہوئے مسئلہ عشر کے بارے میں تشریح کریں۔ کیا بے دین حکومت کے ہوتے ہوئے بجائے عشر کے زکوٰۃ دی جائے۔

﴿ج﴾

پیداوار میں عشر ہر حال میں واجب ہے حکومت خواہ بے دینوں کے ہاتھوں میں ہو یا دینداروں کے ہاتھ میں۔ زکوٰۃ وعشر ادا کرنے کے لیے دینی حکومت کا ہونا ضروری نہیں ہے۔ نہری اور چاہی زمینوں کی پیداوار میں بیسواں حصہ ادا کرنا لازم ہے اور بارانی زمینوں سے دسواں حصہ بطور عشر دے دیا جائے۔ فقط واللہ اعلم

بندہ محمد اسحاق غفراللہ لہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

بے دین حکومت کے ہوتے ہوئے عشر یا نصف عشر کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ بے دین حکومت کے ہوتے ہوئے ایک زمیندار کو پورا عشر یعنی فصل کا دسواں حصہ دینا چاہیے یا بیسواں حصہ دینا چاہیے یا زکوٰۃ دینی چاہیے اور اگر ان تینوں میں سے کوئی ادا نہ کیا جائے تو کیوں؟

﴿ج﴾

بارانی زمینوں سے حاصل شدہ فصل کی غلہ میں عشر (دسواں حصہ) واجب ہوتا ہے۔ نہری زمین میں جس میں پانی کا محصول دیا جاتا ہے نصف عشر (بیسواں حصہ) واجب ہوتا ہے۔ کما فی الدر المختار ویجب نصفه فی مسقی غرب ودالیة الخ. وفی کتب الشافعیة او سقاه بماء اشتراه وقواعدنا لا تأباه الخ ص [illegible] ج ۲ دسواں حصہ یا بیسواں حصہ کی پیداوار کا یہی عشر اور نصف عشر کہلاتا ہے اور سونا چاندی، نقدی اور اموال تجارت میں سال گزرنے کے بعد جو چالیسواں حصہ ادا کیا جاتا ہے وہ زکوٰۃ کہلاتا ہے۔ پیداوار میں عشر یا نصف عشر واجب ہوتا ہے۔ زکوٰۃ یعنی چالیسواں حصہ واجب نہیں۔ اور سونا چاندی نقد اموال تجارت میں زکوٰۃ دینا لازم ہے۔ فقط واللہ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

الجواب صحیح بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان ۲ رجب ۱۳۹۹ھ

ہے کہ اگر زمیندار اجرت بہت زیادہ لیتا ہے اور مستاجر کے پاس بہت کم بچتا ہے۔ تو عشر و خراج متعاقدین زمیندار پر ہے اور اگر اجرت کم لیتا ہے۔ مستاجر کو بچت زیادہ ہوتی ہے تو عشر اور خراج متعاقدین مستاجر پر ہے۔ موجودہ زمانہ میں عموماً اجرت کم لی جاتی ہے۔ مستاجر کی آمدنی زیادہ ہوتی ہے۔ اس لیے عشر و خراج متعاقدین مستاجر پر ہوگا۔ کذا فی احسن الفتاوی ص ۳۱۵۔

پھلوں کے عشر کا مسئلہ علیحدہ پوچھا جاوے۔

مزارعت کی صورت میں عشر زمیندار اور مزارع دونوں پر بقدر حصص ہے۔ باقی مصارف قبل پیداوار پر عشر واجب ہے۔ چارہ اور ترکاری جو زمین سے مقصودی طور پر حاصل کیا جاتا ہے۔ اس میں بھی عشر واجب ہے۔ فقط واللہ اعلم

حررہ محمد انور عفا اللہ عنہ نائب مفتی مدرسہ خیر المدارس ملتان ۲۰ صفر ۱۳۹۸ھ

الجواب صحیح بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان ۲۰ صفر ۱۳۹۸ھ

والد کو اطلاع دیے بغیر عشر ادا نہ ہوگا

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین مندرجہ ذیل مسئلہ کے کہ میں عمر تقریباً ۳۲ سال اور میرے والد ایک ہی گھر میں ایک ساتھ رہتے ہیں۔ اور والدہ بھی حیات ہیں میری والدہ صاحبہ اور ایک چھوٹا بھائی جس کی بیوی اور بچے بھی ہیں ایک ساتھ ہم لوگ ایک ہی گھر میں رہتے ہیں میں اور چھوٹا بھائی ایک جنرل مرچنٹ دوکان پر کام کرتے ہیں اور زمین کا پورا کنٹرول والد صاحب کے پاس (ہاتھ) میں ہے۔ والد صاحب عشر وغیرہ نہیں دیا کرتے تھے اس سے پہلے ایک فتویٰ آپ سے منگوایا تھا اس کے بعد والد صاحب زبانی طور پر عشر ادا کرنے کے لیے تیار ہو گئے مگر مجھے یقین ہے کہ عملی طور پر پورا عشر ادا نہیں کریں گے کیونکہ گندم کا عشر جو کہ ۲۰۰ من تھی۔ ۱۵ من یعنی ۶ بوری کی ادا کی اور ۲ بوری کو ٹالنے کی کوشش کریں گے اس کے علاوہ گھر کا فرنیچر، پنکھا، بجلی، سوئی گیس کا چولہا اور نئی تعمیر شدہ دوکان بھی بغیر عشر کے گھر میں موجود ہے۔ ان سب کے عشر کے لیے والد صاحب شاید تیار نہ ہوں اس کے علاوہ ایک عدد دوکان اور اس میں سامان جس میں ہم کام کرتے ہیں وہ بھی بغیر عشر کی رقم کا ہے۔ لیکن اس دوکان کے مال کی دو سال یا تین سال سے ہم زکوٰۃ ادا کرتے ہیں۔ ان حالات میں اگر والد صاحب عشر ان چیزوں کا نہ دیں تو کیا ہم تھوڑا تھوڑا کر کے والد صاحب کے لاعلم ہوتے ہوئے ادا کر دیں تو ادا بھی ہو جائے گی اور عشر ادا نہ کرنے کی صورت میں کیا ان چیزوں کا استعمال میرے لیے اور میرے چھوٹے بھائی اور ہماری بیوی اور بچوں کے لیے جائز ہے۔ واضح رہے کہ دوکان میں فی الحال اتنی آمدنی نہیں ہے۔ کہ ہم اپنا پورا خرچ برداشت کریں۔ لیکن اگر زمین کی آمدنی سے

عشر دینا ہمارے لیے جائز ہو تو ہم اپنے پورے خرچ سے دینے کا اہتمام کرنے کی کوشش کریں گے۔ اس کے علاوہ ابھی تک پوری جائیداد والد صاحب کے پاس ہے اور انھوں نے وراثت تقسیم نہیں کی اور زمین کی پیداوار میں سے ہمیں بلا اجازت دینے کا اختیار نہیں ہے۔

الجواب

والد صاحب کی اجازت حاصل کیے بغیر تھوڑا تھوڑا کر کے عشر ادا کرنے سے ادا نہیں ہوگی۔ اپنی طرف سے والد صاحب کے ادب کا خیال کرتے ہوئے تھوڑا تھوڑا عشر ادا کرنے پر آمادہ کیا جائے۔ اس کے باوجود اگر وہ اس میں کوتاہی کرتے ہیں۔ تو اس کا گناہ آپ لوگوں پر نہیں ہے اور ان چیزوں کے استعمال کرنے میں آپ گنہگار نہیں ہوں گے۔ فقط

بندہ محمد اسحاق غفر لہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان شعبان ۱۳۹۸ھ

صدقہ فطر کا بیان

صدقہ فطر کا نصاب کیا ہے اور ضرورت اصلیہ میں استعمال ہونے والی چیزوں کی وجہ سے واجب ہوگا یا نہیں؟ قربانی کے وجوب کے لیے کیسا نصاب شرط ہے؟

﴿س﴾

(۱) کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ صدقۃ الفطر کا نصاب کیا ہے اور کتنی ملکیت ضروری ہے۔ نیز اگر ایک شخص کے پاس صندوق یا زیورات موجود ہیں یا چند بکریاں یا ہل چلانے کے لیے بیل وغیرہ موجود ہیں۔ کیا اس شخص پر صدقۃ الفطر واجب ہے کہ نہیں۔ (۲) اگر ایک شخص کے پاس کچھ غیر آباد زمین موجود ہے۔ مگر اس سے فائدہ زراعت وغیرہ نہیں اٹھا رہا ہے اور بیل ہل چلانے کے لیے موجود ہیں۔ نیز چند بکریاں جو کہ سالانہ اخراجات سے فارغ ہیں۔ کیا ان اشیاء پر قربانی واجب ہے کہ نہیں۔ اس مسئلہ کو تفصیل سے بیان کر کے عنداللہ ماجور ہوں۔ فقط

﴿ج﴾

جو مسلمان اتنا مالدار ہو کہ اس پر زکوۃ واجب ہو۔ یا اس پر زکوۃ تو واجب نہیں لیکن ضروری اسباب سے زائد اتنی قیمت کا مال اسباب ہے۔ جتنی قیمت پر زکوۃ واجب ہوتی ہے۔ یعنی ساڑھے باون ۵۲½ تولے چاندی یا ساڑھے ۷½ تولے سونے کی قیمت کی مقدار مال ہو، تو اس پر عید کے دن صدقہ دینا واجب ہے۔ چاہے وہ سوداگری کا مال ہو یا سوداگری کا نہ ہو اور چاہے سال پورا گذر چکا ہو یا نہ گذرا ہو۔ صندوق، دودھ کے لیے چند بکریاں، ہل چلانے کے لیے چند بیل، اسباب ضروریہ اور حوائج اصلیہ میں سے ہیں۔ ان کے نصاب کا اعتبار نہیں۔ البتہ زیورات نصاب میں شمار کیے جائیں گے۔ اور جس پر صدقۃ الفطر واجب ہو اس پر اضحیہ بھی واجب ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

نصف صاع کی مقدار کیا ہے اور صدقۃ الفطر کس حساب سے نکالا جائے؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین کہ نصف صاع کی مقدار کیا ہے۔ صدقۃ الفطر کس حساب سے نکالا جائے۔

﴿ج﴾

تین مختلف قسم کے حساب سے نصف صاع کی مقدار یہ ہے۔ (۱) بذریعہ مثقال نصف صاع ۱۳۵ تولہ۔ (۲) بذریعہ دراہم نصف صاع ۱۳۶ تولہ چھ ماشہ۔ (۳) بذریعہ مد نصف صاع ۱۴۰ تولہ تین ماشہ گندم سے۔ صدقۃ الفطر کی مقدار واجب نصف صاع ہے۔ اور نصف صاع پہلے حساب سے اسی ۸۰ تولہ کے سیر سے ڈیڑھ سیر تین چھٹانک کا ہوا اور دوسرے حساب سے ڈیڑھ سیر تین چھٹانک ڈیڑھ تولہ اور تیسرے حساب سے پونے دو سیر تین ماشہ ہوا۔ جس میں زائد سے زائد سوا پانچ تولہ کی زیادتی ہے۔ اس لیے احتیاط اسی میں ہے کہ اسی تولہ کے سیر سے پونے دو سیر گندم ایک صدقۃ الفطر میں نکالے جائیں۔ کذا فی ارجح الاقاویل فی اصح الموازین والمکاییل ص ۱۲۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان ۱۴ ذوالقعدہ ۱۳۹۰ھ

صدقۃ الفطر اور قربانی کی کھالوں کی رقم کو تنخواہوں اور مدرسہ کے فرنیچر پر خرچ کرنا

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ فطرانہ وچمڑہ جات قربانی سے مدرسین کو تنخواہ دینا جائز ہے۔ اگر کوئی فقہی جزئیہ ہو تو مفصلاً تحریر فرمائیں اور مسلمانوں کی دینی بے حسی کا آپ کو کما حقہ علم ہے۔ پھر ایسی صورت کیا کرنا چاہیے اور دینی تعلیم کو کس طرح جاری رکھا جا سکتا ہے۔ کیونکہ مسلمان فی زمانہ دینی علوم کی طرف مائل نہیں ہیں۔ اس وجہ سے عطیات کی کمی ہے۔ اس لیے بصورت مجبوری فطرانہ وقربانی کی کھالوں کی مد سے بصورت مسئولہ صرف کی جائیں تو جائز ہے یا نہیں؟ اور حیلہ کی جو صورت ہے وہ کس طرح پر ہے۔ تفصیل سے تحریر فرمادیں اور حیلہ کرنے کے بعد کتابوں فرنیچر وغیرہ پر اس رقم کو استعمال کیا جائے تو جائز ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا

﴿ج﴾

فطرانہ قیمت چرم قربانی وغیرہ صدقات واجبہ کا مصرف وہی ہے جو زکوٰۃ کا ہے۔ کما فی الدر المختار باب المصرف ص ۶۳ ج ۲ مصرف الزکوٰۃ والعشر الخ ھو فقیر (در المختار) وھو مصرف ایضاً لصدقۃ الفطر والکفارۃ والنذر وغیر ذلک من الصدقات الواجبۃ کما فی القھستانی (رد المحتار) اور معلم کو تنخواہ میں زکوٰۃ کا روپیہ دینا درست نہیں ہے۔ زکوٰۃ بلا کسی معاوضہ تعلیم وغیرہ کے مساکین اور غرباء کو دینا اور ان کو مالک بنانا ضروری ہے۔ انما الصدقات للفقراء

والمنحة كما في الهندية ج ۱ ص ۱۹۰) وبشرط ان يكون الصرف تمليكا لا اباحة (در المختار باب المصرف ص ۹۹ ج ۲) لہٰذا حیلہ تملیک کے بعد زکوٰۃ صدقات واجبہ کا مدرسہ کے خادمین اور معلمین کی تنخواہ میں صرف کرنا درست ہے۔ اور حیلہ جواز کا یہ ہے کہ مال زکوٰۃ وغیرہ اول کسی ایسے شخص کی ملک کردیا جائے جو مالک نصاب نہ ہو پھر وہ اپنی طرف سے مدرسین کی تنخواہ میں دیدے یا مہتمم مدرسہ کو اس غرض سے دیدے۔ وحيلة التكفين بها التصدق على فقير ثم هو يكفن فيكون الثواب لهما وكذا في تعمير المسجد (الدر المختار على هامش رد المحتار كتاب الزكوة ص ۱۳ ج ۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

(محمد انور شاہ غفرلہٗ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان ۲ رجب ۱۳۹۹ھ)

اگر پورے ملک میں صدقۂ فطر ایک جگہ جمع کرکے اس رقم سے انڈسٹری لگائی جائے اور منافع مستحق لوگوں پر خرچ کیے جائیں؟

﴿س﴾

عرض ہے کہ اگر ہر سال عید الفطر کے موقع پر پورے ملک میں سے ایک ہی جگہ فطرانے کی رقم جمع کرلی جائے اور اس سے ملک کے اندر کوئی انڈسٹری یا کوئی دوسرا کاروباری ادارہ قائم کردیا جائے اور اس پر جتنا بھی سالانہ منافع حاصل ہو وہ غریبوں محتاجوں، یتیموں اور بیواؤں میں تقسیم کردیا جائے اور کچھ لوگوں کے وظیفے مقرر کردیے جائیں۔ تاکہ ملک میں جو محتاجی ہے گداگری کو بالکل ختم کیا جاسکے اور اس طرح سے مستحق لوگوں کی پریشانیوں کو دور کیا جاسکے۔ تو ہمارے مذہب اسلام نے فطرانے کی رقم اس طرح جمع کرنا اور خرچ کرنا کہاں تک جائز ہے۔ براہِ مہربانی واضح فتویٰ اور اعلیٰ خیالات سے نوازیں بڑی نوازش ہوگی۔ تاکہ اگر یہ اسلام میں جائز ہو تو اس اسکیم کو پورے ملک میں جلد از جلد جاری کرکے مستحق لوگوں کی امداد کی جاسکے۔

﴿ج﴾

صدقۂ فطر کا مصرف وہی ہے جو زکوٰۃ کا مصرف ہے۔ وصدقة الفطر كالزكوة في المصارف وفي كل حال (الدر المختار على هامش رد المحتار ج ۲ ص ۸۶) اور زکوٰۃ میں تملیک شرط ہے۔ اس سے کوئی کاروباری ادارہ قائم کرنا جائز نہیں ہے۔ اس لیے کہ اس صورت میں اصل مال کی تملیک نہیں کی جاتی۔ مصرف الزكوة الخ. وهو مصرف ايضا لصدقة الفطر والكفارة والنذر وغير

ہے۔ جب اس سے ملاقات ہوئی تو اس نے کہا کہ میں رقم چندہ تو نہیں دے سکتا البتہ میرے پاس زکوٰۃ کی رقم ہے۔ اگر وہ رقم انتقالی فنڈ میں دے سکتا ہوں تو پھر زکوٰۃ آپ کو دوں گا۔ اس لیے گزارش ہے کہ اگر زکوٰۃ کی رقم مقامی جماعت یا مرکز خرچ کر سکتی ہے تو آپ مہربانی فرما کر مجھے ایک تحریر نامہ ارسال فرمائیں تو میں وہ رقم ان سے لوں گا۔ نیز یہ بھی تحریر فرمائیں کہ وہ رقم آپ کے پاس مرکز میں بھیجوں یا مقامی جمعیت خرچ کر سکتی ہے۔ دعاؤں کا محتاج جمال اللہ الحسینی۔

﴿ج﴾

زکوٰۃ فقراء و مساکین کو تملیک کر دینا ضروری ہے اور انتقالی فنڈ میں دینے کی صورت میں تملیک متحقق نہیں ہوتی اس لیے انتقالی فنڈ میں زکوٰۃ صرف کرنا درست نہیں۔ البتہ حیلہ تملیک کے بعد جس میں چاہے خرچ کیا جا سکتا ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان ۱۷ جمادی الاخری ۱۳۸۹ھ

عشر اور زکوٰۃ کو مسجد میں خرچ کرنا

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس بارے میں کہ ایک بستی میں تقریباً چالیس سال سے ایک دینی مدرسہ قائم ہے۔ جس میں تا حال درجہ حفظ و ناظرہ اور عربی و فارسی مروجہ درس نظامی کے مطابق تعلیم دی جاتی ہے۔ مدرسہ میں حسب ضرورت اساتذہ و طلباء مقیم و بیرونی موجود ہیں اور الحمد للہ حسب توفیق تعلیم ہو رہی ہے۔ اب تقریباً عرصہ دو سال سے بستی کے چند افراد نے اختلاف برپا کر رکھا ہے۔ محض سابقہ مدرسہ پر اور جامع مسجد کی تباہی کا ارادہ ہے۔ انھوں نے ایک مسجد اور مدرسہ بنانے کا نام بنا رکھا ہے۔ جس میں تا وقت تحریر نہ کوئی استاذ ہے اور نہ کوئی طلباء۔ لوگوں سے زکوٰۃ و عشر وصول کرتے ہیں۔ جو بلا امتیاز مسجد پر خرچ کر دیتے ہیں۔ صرف اس لیے کہ سابقہ مدرسہ ناکام ہو جائے۔ رات دن پراپیگنڈہ اور اشتہار کی بھرمار کیے ہوئے ہیں۔

(۱) تو ایسی مسجد میں نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں۔

(۲) اور کیا ایسے لوگوں کو عشر و زکوٰۃ چندہ کے طور پر دینا جائز ہے یا نہیں۔

(۳) کیا ایسے لوگوں کی زکوٰۃ اور عشر ادا ہو جاتی ہے جبکہ ان کو معلوم ہو کہ نہ کوئی مدرسہ ہے اور نہ طلباء اور نہ اساتذہ۔ ایسے عشر و زکوٰۃ کا کیا حکم ہے۔

﴿ج﴾

(۱) مسجد مذکورہ کو مسجد ضرار نہیں کہا جا سکتا۔ اس لیے اس میں نماز باجماعت پڑھنا درست ہے۔ مسجد پر تملیک کے بغیر عشر وزکوۃ کی رقوم صرف کرنا جائز نہیں ہے۔ (۲،۳) جو لوگ زکوۃ وعشر کو صحیح مصرف میں خرچ نہیں کرتے۔ ایسے لوگوں کو زکوۃ نہیں دینی چاہیے اور زکوۃ ادا نہ ہوگی۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

بندہ محمد اسحاق غفر لہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

زکوۃ، عشر اور تمام صدقات میں تملیک فقراء بلا عوض شرط ہے۔ مسجد اور تعمیرات مدرسہ اور ملازمین کی تنخواہوں میں جہاں تملیک متحقق نہیں ہوتی۔ زکوۃ صرف کرنا درست نہیں۔ البتہ حیلہ تملیک کے بعد مسجد اور مدرسہ کے تمام مصارف میں خرچ کرنا جائز ہے۔ جہاں دینی اداروں میں زکوۃ وغیرہ کو اپنے اپنے مصرف میں خرچ کرنے کا انتظام ہو وہاں دینا جائز ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

محمد انور شاہ غفر لہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

دیہاتوں میں مسجدوں کے ویران ہونے کے ڈر سے اماموں کو زکوۃ، صدقہ فطر وغیرہ دینا

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں مفتیان دین متین دریں مسئلہ کہ ہمارے بعض علاقوں میں ائمہ مساجد اور خطباء حضرات کو اپنے صدقات فرضیہ دے کر مساجد کو آباد رکھا جاتا ہے۔ اگر صدقات فرضیہ ان کو نہ دیں۔ تو مساجد ویران ہو جائیں گی۔ کیونکہ یہ رسم قدیم ہے۔ تو کیا اس طریقہ سے اگر عشر زکوۃ صدقہ فطر وغیرہ کا مصرف مذکورہ اختیار کیا جائے تو ادائیگی فریضہ ہو جاتی ہے یا نہیں۔

﴿ج﴾

پیش امام اگر غنی ہے تو اس کو صدقات فریضہ دینا جائز نہیں اس لیے کہ نص میں فقراء وغیرہ اصناف مذکور ہیں۔ وفی البحر الرائق ج ۲ /ص ۲۳۳ قولہ (وغنی یملک نصابا) ای لا یجوز الدفع له لحدیث معاذ المشهور خذها من اغنيائهم وردها فی فقرائهم ۔ وفی الرد ص ۶۵ ج ۲ وفی جامع الفتاوی ونحوه وفی المبسوط لا یجوز دفع الزکوۃ الی من یملک نصاباً الا الی طالب العلم والغازی ومنقطع الحج لقوله علیه السلام یجوز دفع الزکوۃ لطالب العلم وان کان له نفقة اربعین سنة اه وفی فتاوی دار العلوم دیوبند ج ۳،۲ /ص ۱۳) ولا یجوز

(ج)

اگر امام فی نفسہ مالک نصاب نہیں۔ تو قرض کی مقدار عشر اور زکوٰۃ دینا جائز ہے۔ اس کی صورت یہ ہے کہ عشر کی رقم امام مسجد کو دی جائے اور امام زکوٰۃ اور عشر وصول کر کے قرضہ ادا کرے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان ۹ جمادی الاولیٰ ۱۳۹۵ھ

دینی تنظیموں کو زکوٰۃ اور صدقہ فطر دینا

(س)

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ اس ملک پاکستان میں مختلف جماعتیں جو کہ دینی و سیاسی خدمات انجام دے رہی ہیں۔ مثلاً جماعت اسلامی، تنظیم اہل سنت، مجلس ختم نبوت اور خصوصاً جمعیۃ علماء اسلام پاکستان وغیرہ۔ کیا ان جماعتوں کو صدقات واجبہ مثلاً زکوٰۃ، عشر، صدقہ فطر وغیرہ دینا جائز ہے کہ نہیں۔ جواب باصواب سے مشکور فرما کر عنداللہ ماجور ہوں۔

(ج)

واضح رہے کہ زکوٰۃ میں تملیک فقراء و مساکین وغیرہ شرط ہے۔ مصرف الزکوٰۃ الخ۔ ویشترط ان یکون المصرف تملیکا۔ (در مختار ص ۲۸ ج ۲) پس جو جماعتیں زکوٰۃ کو مصرف زکوٰۃ میں صرف کرتی ہیں۔ ان کو زکوٰۃ دینا جائز ہے۔ جماعت کے مختلف مصارف میں زکوٰۃ کا پیسہ خرچ کرنا جائز نہیں۔ البتہ حیلہ تملیک کے بعد جماعت کے مختلف مصارف میں خرچ کرنا جائز ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان ۱۰ رجب ۱۳۹۵ھ

ڈھائی ایکڑ زمین والے کو زکوٰۃ دینے کا حکم

نقد رقم کے علاوہ کوئی چیز زکوٰۃ میں دینی جائز ہے

(س)

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ۔ (۱) ایک آدمی کی ڈھائی ایکڑ زمین ہے۔ اس زمین پر اس کا گزارہ نہیں ہو سکتا ہے۔ کیا ایسے آدمی کو زکوٰۃ دی جا سکتی ہے یا نہیں۔ (۲) کیا شے کی قیمت لگا کر کسی مستحق زکوٰۃ کو زکوٰۃ میں دیا جا سکتا ہے یا نہیں۔

﴿ج﴾

(۱) یہ شخص مصرفِ زکوۃ ہے اس کو زکوۃ دینا جائز ہے۔ وذکر فی الفتاوی فیمن له حوانیت ودور للغلة لکن غلتها لا تکفیه وعیاله انه فقیر ویحل له اخذ الصدقة عند محمد وعلیه الفتوی (رد المحتار باب المصرف ص ۷۰ ج ۲) (۲) دیا جا سکتا ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان [illegible]

مقروض کے قرض کو زکوۃ سے منہا کرنا

﴿س﴾

ایک شخص نے کسی شخص سے بطور قرض حسنہ ۱۰۰۰ روپے لیے۔ وعدہ صرف ایک ماہ کا تھا۔ مگر ایک ماہ کے بجائے تین ماہ کے بعد مطالبہ ۱۰۰۰ کا کیا۔ مگر جس نے قرض لیا تھا۔ اس نے اپنی معذوری بیان کی اور ایک اور آدمی کو مقرر کیا کہ ۱۰۰۰ روپیہ زکوۃ فنڈ سے دے کر حساب بے باک کرا لو۔ آپ فتویٰ دیں کہ ایسے شخص کو زکوۃ دی جا سکتی ہے یا نہیں۔ کیونکہ اگر زکوۃ اس مقصد کے لیے دی جائے تو میرا ۱۰۰۰ روپیہ جو ڈوب رہا ہے۔ زکوۃ فنڈ سے کر پورا ہو جائے گا تو کیا ایسا کرنا درست ہے؟

﴿ج﴾

صورت مسئولہ میں ۱۰۰۰ روپیہ زکوۃ کی نیت سے مدیون (مقروض) کو دے دیا جائے۔ اس کے بعد دائن اپنے قرضہ میں واپس لینے والے سے قبض کرنے کے بعد وصول کرے۔ بغیر قبض کرنے کے فقط مقروض کو بری کرانے سے زکوۃ ادا نہ ہوگی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

نوٹ: (دونوں کے ہاتھ کے قبضہ سے اس صورت میں زکوۃ ادا ہوگی۔ ورنہ نہیں)

بندہ محمد عطاء اللہ عفا اللہ عنہ [illegible] مدرسہ قاسم العلوم ملتان

مدرسے کے چندہ کو سکول میں خرچ کرنا

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک دینی عربی مدرسہ میں مڈل سکول بھی ہے اور اب میٹرک کی تیاریاں بھی کر رہا ہے۔ ایک شخص نے اعتراض کیا ہے کہ یہ ایک دینی ادارہ ہے جس میں زکوۃ عشر صدقات وغیرہ آتے ہیں اور آپ حضرات اس مدرسہ کی رقومات کو سکول کی تنخواہوں میں صرف فرماتے ہیں کیا

یہ درست ہے دوسرا اگر بالفرض آپ حضرات یہ رقوم تملیک کرا کر مڈل سکول میں لاتے ہیں تو بھی اس شخص نے یہ اعتراض کیا ہے کہ تملیک کو حیلہ بہانہ کسی شرعی کام میں ہونا چاہیے۔ مڈل یا ہائی سکول کی ذمہ داری گورنمنٹ نے لی ہوتی ہے۔ وہ اگر وہ روپیہ اس مد میں خرچ کرتے ہیں لہٰذا دینی ادارہ میں اس کو خرچ کر کے روپیہ ضائع نہ کیا جائے اور یہی رقم ادارہ کے کسی دینی کام میں صرف فرمائی جائے اندریں حالات درخواست ہے کہ اس کا شرعی لحاظ سے فتویٰ تحریر فرما کر مشکور فرمائیں۔

﴿ج﴾

زکوٰۃ و فطرانہ وغیرہ صدقات واجبہ بلا معاوضہ فقراء کو دینا ضروری ہے پس زکوٰۃ کی رقم ماسٹروں کو تنخواہ میں دینا ان کو دینا درست نہیں ہے۔ قال الاصل فیہ قولہ تعالی انما الصدقات للفقراء الایۃ وھدایہ باب من یجوز دفع الصدقات الیہ ج ۱ ص ۱۸۶ اس سے معلوم ہوا کہ یہ فقراء اور دوسرے مستحقین کا حق ہے لہٰذا معاوضہ میں دینا درست نہ ہوگا البتہ حیلہ تملیک کرنے کے بعد مہتمم اور مدرسہ کی کمیٹی کو دینی ضرورت کے تحت اختیار رہتا ہے کہ جس مصرف مناسب میں چاہیں صرف کر دیں حیلہ کے بعد تنخواہ مدرسین و ملازمین میں صرف کرنا بھی جائز ہے۔ یہ حیلہ تملیک فقہاء نے لکھا ہے اور شرعاً جائز ہے اس لیے کہ حیلہ میں اصولی بات طے ہو جاتی ہے۔ مثلاً زکوٰۃ کا مصرف فقیر مسکین ہے وہ اس کو لے گا اب وہ بحیثیت مالک ہونے کے جو چاہے کر سکتا ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ حیلہ خواہ مخواہ کرنا مناسب نہیں ہے اس لیے کہ زکوٰۃ کے مصارف متعین ہیں۔ حیلہ کے بعد جو اصل مستحقین ہیں وہ عملاً محروم رہ جاتے ہیں اس لیے حیلہ کی صورت انتہائی مجبوری میں صرف دینی کام میں اختیار کرنی چاہیے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

[illegible] مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان [illegible]

معترض کا اعتراض صحیح ہے دینی اہم ضرورت کے بغیر حیلہ نہیں کرنا چاہیے۔ واللہ اعلم

الجواب صحیح محمد [illegible] مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان [illegible]

حج و عمرہ کے لیے کسی کو زکوٰۃ دینا

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ کسی مسکین شخص کو زکوٰۃ اس غرض سے دینا کہ وہ اس سے حج و عمرہ ادا کرے۔ تو کیا اس کی زکوٰۃ ادا ہو گی۔

﴿ج﴾

زکوٰۃ ادا ہو جائے گی۔ باقی مستحق شخص پر یہ ضروری نہیں کہ وہ لازماً اس رقم سے حج پر صرف کرے۔ بلکہ جس ضرورت میں بھی وہ صرف کرے جائز ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

حج کے ارادہ سے مال زکوٰۃ جمع کرنا، کیا زکوٰۃ کے مال سے حج جائز ہے؟
مانگنے والا مال زکوٰۃ سے صاحب نصاب بننے کے بعد بھی مستحق زکوٰۃ رہیگا؟
حج کے نام پر جمع کردہ زکوٰۃ کو اپنی ضرورت میں صرف کرنا

﴿س﴾

زید لوگوں سے بذریعہ سوال رقم برائے حج جمع کرتا ہے اور سوال فقط زکوٰۃ کا کرتا ہے اور مالی زکوٰۃ دینے والے کو اس کا علم ہوتا ہے کہ فلاں آدمی نے پچاس یا کم و بیش دیا ہے اور مزید رقم زکوٰۃ بارادہ حج لیتا ہے اور دینے والا بھی زکوٰۃ بنیت حج زکوٰۃ دیتا ہے۔ (۱) اب زید مصرف زکوٰۃ ہے یا نہ۔ (۲) حج زکوٰۃ کے روپیہ سے ہوتا ہے یا نہ۔ (۳) بعد نصاب زکوٰۃ اس سائل حج کو اگر کسی نے زکوٰۃ دی۔ زکوٰۃ ادا ہوئی یا نہ۔ (۴) سائل بارادہ حج زکوٰۃ کو لے کر ضروریات میں صرف کر سکتا ہے یا نہ؟

سائل عبدالمجید ڈیرہ اسماعیل خان

﴿ج﴾

جس وقت اس کے پاس قدر نصاب مال جمع ہو جاتا ہے۔ یا اس سے قبل وہ صاحب نصاب ہو۔ تو اس کو زکوٰۃ دینی جائز نہیں۔ یہ مصرف زکوٰۃ نہیں۔ (۱) اگر زکوٰۃ سے لی ہو اور پھر حاجت فقر میں لیا ہو۔ اور پھر دوسرے روپیہ اس کو مل جائے۔ تو زکوٰۃ کے روپے کو ملا کر حج کر سکتا ہے۔ (۳) اگر یہ جانتا ہے کہ یہ غنی صاحب نصاب ہے۔ اور پھر دیتا ہے تو جائز نہیں اور زکوٰۃ ادا نہیں ہوئی اور اگر لاعلمی سے دیا تو ادا ہو جائے گی۔ (۴) جب زکوٰۃ لینا صحیح ہو تو ہر جگہ صرف کر سکتا ہے اور جب صحیح نہ ہو تو کہیں صرف نہیں کر سکتا۔ واللہ اعلم

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان ۱۳ رجب ۱۳۸۰ھ

جمعیت علماء اسلام، جماعت اسلامی کو انتخابی مہم کے لیے زکوٰۃ دینا

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ سیاسی جماعتیں مثلاً جماعت اسلامی، جمعیت علماء اسلام، مسلم لیگ وغیرہ انتخابی مہم کے لیے زکوٰۃ لینے کی مستحق ہیں یا نہ۔ بصورت اول مصرف ان کا کیا ہے۔ جس سے زکوٰۃ کا استحقاق ثابت ہو۔

﴿ج﴾

زکوٰۃ میں فقراء کو مالک بنانا ضروری ہے۔ بدون اس کے زکوٰۃ ادا نہیں ہوتی۔ پس اگر کسی جماعت میں محتاج لوگ موجود ہوں تو ان کو زکوٰۃ کا مالک کر دینے سے زکوٰۃ ادا ہو جائے گی۔ لیکن بغیر تملیک کے ملازمین یا عاملین کی تنخواہ میں زکوٰۃ دینا درست نہیں۔ اسی طرح اگر بغیر تملیک کے کوئی جماعت مختلف اخراجات میں زکوٰۃ کا مال خرچ کرے تو اس سے زکوٰۃ ادا نہ ہوگی۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان ۷ جمادی الاخریٰ ۱۳۹۰ھ

عشری رقم سے دوائی خرید کر مریض کو دینا

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ زکوٰۃ و عشر کی رقم سے ادویہ خرید کر مریضوں میں تقسیم کرنے سے قبضہ ہو جاتا ہے اور کیا یہ مصرف بن جاتا ہے نیز کیا یہ رقم جمعیت کے لیے خریدی جانے والی جیپ پر خرچ ہو سکتی ہے یا نہ؟ مفتی صاحب کی عدم موجودگی میں قائم مقام مفتی قاسم العلوم جواب سے نوازیں۔

﴿ج﴾

عشر اور زکوٰۃ کی رقم سے ادویہ خرید کر مریضوں کی ملک کر دینے سے زکوٰۃ ادا ہو جائے گی۔ بشرطیکہ مریض مستحق زکوٰۃ ہوں۔

زکوٰۃ و عشر کی رقم جمعیت کے لیے خریدی جانے والی جیپ پر خرچ کرنا جائز نہیں۔ زکوٰۃ میں تملیک شرط ہے اور جیپ کسی کی ذاتی ملکیت نہ ہوگی۔ بلکہ جمعیت کے لیے وقف ہوگی۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان ۹ جمادی الاولیٰ ۱۳۹۰ھ

زکوٰۃ کی رقم سے دینی رسالہ چھاپنا

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اندریں مسئلہ کہ ایک شخص تحریری، تقریری ہر طرح کی صورت میں دین کی خدمت کر رہا ہے اور ایک بزرگ کامل کے نام سے منسوب ایک جماعت یا انجمن بنائی ہوئی ہے اور اس بزرگ کے نام سے منسوب ایک رسالہ ماہ بماہ نکالا جاتا ہے۔ جس میں دینی مسائل اور احکام شریعت، نماز، حج، روزہ، زکوٰۃ وغیرہ اور دیگر مسائل شرعی تحریر کیے جاتے ہیں۔ آیا اس رسالہ کے اخراجات کے لیے زکوٰۃ کا پیسہ جو آتا ہے یہ کہ ہمیں اور ان کو پیسہ دینے والوں کی زکوٰۃ ادا ہو جائے گی یا نہیں۔ مسئلہ سے بخوبی آگاہ کریں۔

﴿ج﴾

زکوٰۃ کی رقم میں تملیک فقراء شرط ہے اور رسالہ کے لیے زکوٰۃ کی رقم دینے سے تملیک متحقق نہیں ہوتی بلکہ یہاں تو رسالہ بھی خریداروں کو قیمتاً مہیا کیا جاتا ہے اور کاتب کی اجرت اور طباعت کے اخراجات میں بھی یہ رقم صرف ہوتی ہے اور تملیک مساکین بلاعوض نہیں ہوتی۔ اس لیے زکوٰۃ ادا نہ ہوگی۔ واللہ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان ۲۴ محرم [illegible]ھ

نابالغ طلبہ کو زکوٰۃ دے کر پھر واپس لینا

زکوٰۃ کی رقم بغیر حیلہ کیے مدرسین کی تنخواہوں میں خرچ کرنا

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اندریں مسئلہ کہ دینی مدارس میں دی گئی زکوٰۃ کی رقم جو غرباء، مساکین اور یتیموں کا حق ہے۔ نابالغ یتیم بچوں کو وقتی طور پر دے کر واپس لے لی جاتی ہے اور وہی رقم مدرسے کے مدرسین کو بچوں کو پڑھانے کے صلہ میں بطور خدمت دے دی جاتی ہے۔ براہ کرم آپ جواب ارشاد فرمائیں کہ یہ عمل کن دلائل کے لحاظ سے جائز ہے۔ (۲) نیز یہ بھی فرماویں کہ مدارس دینیہ کے مہتمم یا منتظم بغیر حیلے کے خود مالک بن کر زکوٰۃ کی رقم جمع کر سکتے ہیں اور مدرسے کے مدرسین کو دے سکتے ہیں۔ براہ مہربانی قرآن و حدیث یا فقہ حنفی وغیرہ سے مندرجہ بالا استفتاء کا جواب باصواب ارسال فرما کر مشکور فرمائیں۔

﴿ج﴾

یہ حیلہ فقہاء نے لکھا ہے اور شرعاً جائز ہے۔ حیلہ میں قانونی اور اصولی زحمت سے بچ جاتی ہے۔ مثلاً زکوٰۃ کا مصرف فقیر و مستحق ہیں۔ وہ اسے دی گئی ہے۔ اب وہ بحیثیت مالک ہونے کے جو چاہے کر سکتا ہے۔ وحیلۃ التکفین بہا التصدق علی فقیر ثم ہو یکفن فیکون الثواب لہما وکذا فی تعمیر المسجد (الدر المختار باب الزکاۃ ج ۲ ص ۱۶) نابالغ محتاج کو زکوٰۃ دینے سے زکوٰۃ ادا ہو جاتی ہے۔ اگر وہ قبضہ کرنے کو جانتا ہو اگر کمسن یعنی پھینک دے تو اس کے ولی کے سپرد کرنی چاہیے۔ دفع الزکوٰۃ الی صبیان اقاربہ برسم عید الخ جاز (در مختار) قولہ الی صبیان اقاربہ ای العقلاء والا فلا یصح الا بالدفع الی ولی الصغیر (رد المحتار باب المصرف ج ۲ ص ۶۷) مہتمم یا منتظم مدرسہ زکوٰۃ دینے والوں کی طرف سے وکیل ہوتا ہے۔ اس لئے اس حیلہ کا کر لینا ضروری ہے تاکہ زکوٰۃ دینے والے کی زکوٰۃ فوراً ادا ہو جائے۔ پھر مہتمم وغیرہ منتظمین کو اختیار ہو جاتا ہے کہ جس مصرف مناسب میں چاہیں صرف کریں۔ بغیر تملیک زکوٰۃ مدرسین کو تنخواہ میں دینا جائز نہیں۔ باقی حیلہ تملیک نابالغ بچوں سے نہ کرائے۔ وہ ان سے دوبارہ لینا جائز نہ ہوگا۔ بلکہ کسی بالغ مستحق زکوٰۃ کو زکوٰۃ دے دیں۔ پھر اگر وہ اپنی طرف سے مدرسہ میں دینا چاہے تو دے دے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان ۹ جمادی الاولیٰ ۱۳۹۰ھ

نصاب کے بقدر زکوٰۃ کی رقم کسی کو دینی مکروہ ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ ایک شخص زکوٰۃ کا مستحق ہے اور زکوٰۃ کے روپیہ سے وہ حج کرنا چاہتا ہے اگر زکوٰۃ کا روپیہ اس کو دے دیا جائے تو آیا زکوٰۃ اس کو واجب ہے یا نہیں۔

﴿ج﴾

اگر یہ شخص زکوٰۃ کا مصرف یعنی مالک نصاب نہیں تو اس کو زکوٰۃ دینا جائز ہے لیکن بقدر نصاب یعنی ۵۲½ تولہ چاندی کی موجودہ قیمت کی مقدار زکوٰۃ ایک شخص کو دینا مکروہ ہے۔ اگرچہ زکوٰۃ ادا ہو جاتی ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

الجواب صحیح محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ ۲۰ ربیع الاول ۱۳۹۶ھ

میراثی کو زکوٰۃ دینا

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ زید ایک غریب آدمی ہے اور زکوٰۃ لینے کا مستحق ہے۔ لیکن اس کا پیشہ میراثی یعنی ڈھول بجانا ہے۔ لہٰذا دریں مفصل جواب مسئلہ تحریر فرمائیں اور بمع حوالہ لکھیں کہ مذکورہ بالا شخص کو زکوٰۃ دینا جائز ہے یا نہیں۔

﴿ج﴾

ظاہر ہے کہ صدقات و خیرات مسلمانوں کا دینا افضل ہے۔ جیسے کہ وارد ہوا ہے۔ ویاکل طعامکم الابرار یعنی چاہیے کہ تمہارا کھانا نیک لوگ کھائیں۔ لیکن فاسق فاجر ڈھول بجانے والا چونکہ مفلس ہے اس کو زکوٰۃ دینے سے زکوٰۃ ادا ہو جاتی ہے۔ اگرچہ بہتر ہے کہ صلحاء فقراء کو دے بہرحال ادائے زکوٰۃ میں کچھ تامل نہیں بہتر ہونا الگ ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ دیکھیے مشکوٰۃ المصابیح باب الانفاق وکراھیۃ الامساک فصل اول عن ابی ھریرۃ (ص ۱۶۵) و مصرف الزکوٰۃ ھو فقیر وھو من لہ ادنی شیء ای دون نصاب درمختار ص ۴۳ ج ۲

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان ۲۲ جمادی الاولیٰ ۱۳۹۳ھ

مدرس کی تنخواہ زکوٰۃ سے ادا کرنا

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک گاؤں میں ایک حافظ صاحب قرآن مجید پڑھاتا ہے۔ اس کی تنخواہ مقرر نہیں۔ لوگ اس کو صدقہ زکوٰۃ دیتے ہیں۔ کیا اس کے لیے زکوٰۃ کا پیسہ لینا درست ہے۔ یا نہیں۔

﴿ج﴾

اگر بغیر کسی عوض اور تنخواہ کے دیتے ہیں تو جائز ہے۔ بشرطیکہ وہ غنی نہ ہو۔ اگر تنخواہ میں صدقات وغیرہ دیتے ہیں۔ تو درست نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان ۸ صفر ۱۳۹۱ھ

جس کی آمدنی ہو لیکن مقروض ہو تو اس کو زکوٰۃ دینا جائز ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ میں کہ ایک شخص کا مکان ملکیت مسجد ہے اور قرضدار ہے۔ سفید پوش ہے۔ عیالدار ہے۔ آمدنی میں سے نہ مکان بنوا سکتا ہے۔ نہ قرضہ ادا کر سکتا ہے۔ سوال یہ ہے کہ ایسے شخص کی زکوٰۃ یا عشر یا خیرات صدقات سے امداد کرنی جائز ہے یا نہ۔

﴿ج﴾

جبکہ یہ شخص مالک نصاب نہیں تو زکوٰۃ عشر وغیرہ اس کو دینا جائز ہے۔ بشرطیکہ وہ سادات میں سے نہ ہو۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

... غفرلہ ... مدرسہ ... العلوم ملتان

حیلہ تملیک کے بعد زکوٰۃ تنخواہ میں دینا جائز ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک گاؤں میں دینی مدرسہ ہے جس میں سو کے قریب بچے و بچیاں قرآن پاک حفظ و ناظرہ پڑھ رہے ہیں۔ مدرسہ کی آمدنی کا ذریعہ قربانی کی کھالیں، فطرانہ اور زکوٰۃ اور صدقہ نافلہ ہیں۔ مدرسہ کا عملہ زکوٰۃ وغیرہ کی تملیک کر کے اساتذہ کو تنخواہ دے سکتا ہے یا نہیں۔ فقط

﴿ج﴾

زکوٰۃ اور دیگر صدقات واجبہ تملیک کرنے کے بعد اساتذہ کو تنخواہ میں دینا جائز ہے۔ واللہ اعلم

حررہ ... مدرسہ قاسم العلوم ملتان ... ۱۳۸۹ھ

الجواب صحیح ... مدرسہ قاسم العلوم ملتان ... ۱۳۸۹ھ

جو شخص مندرجہ ذیل مصارف میں زکوٰۃ خرچ کرے اس کو زکوٰۃ کا مال دینا؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک برادری (قبیلہ) نے اپنی ایک ایسوسی ایشن قائم کر رکھی ہے۔ یہ ایسوسی ایشن برادری کے معاملات میں مداخلت کی مجاز اور جھگڑے نمٹانے کی بھی ذمہ دار ہوتی ہے۔ لیکن ان

کسی دینی درسگاہ کی تعمیر پر زکوٰۃ کی رقم لگانا

جس مدرسہ میں تاحال رہائشی اور مسافر طلبہ نہ ہوں اس کے لیے قربانی کی کھالیں، صدقۂ فطر جمع کرنا

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین مندرجہ ذیل سوالات میں۔ (۱) زکوٰۃ اور چرم قربانی، فطرانہ اسلامی درسگاہ جو ابھی زیر تعمیر ہے اور جس میں ابھی تک بیرونی غریب یتیم اور لاوارث طلبہ جو درسگاہ میں ٹھہرائے جانے والے ہوں۔ ایک بھی داخل نہیں ہے۔ استعمال کیا جا سکتا ہے یا نہیں۔ اگر کیا جا سکتا ہے تو اس کی کیا صورت ہے۔

﴿ج﴾

زکوٰۃ، قیمت چرم قربانی اور فطرانہ میں تملیک شرط اور ضروری ہے۔ اسے درسگاہ کی تعمیر میں صرف کرنا جائز نہیں۔ البتہ ایسی صورت میں حیلہ تملیک کر کے زکوٰۃ وغیرہ کے روپے کو جس مد میں چاہے صرف کر سکتے ہیں اور حیلہ تملیک یہ ہے کہ زکوٰۃ کا روپیہ کسی ایسے شخص کی ملک کر دیا جائے جو کہ مالک نصاب نہ ہو پھر اس کی طرف سے مطلوبہ مصرف میں صرف کر دے۔

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

زیر تعمیر درسگاہ کے لیے زکوٰۃ مانگنے کا حکم؟

﴿س﴾

ایسی درسگاہ کے لیے (جو زیر تعمیر ہو اور جس میں کوئی لاوارث طالب علم داخل نہ ہو جس کے اخراجات کا بوجھ درسگاہ کے ذمہ ہو) زکوٰۃ و چرم قربانی فطرانہ وغیرہ مانگنا جائز ہے یا نہیں جبکہ درسگاہ کے اغراض و مقاصد و قواعد کے اندر بعد تکمیل عمارت بیرونی غریب لاوارث یتیم طلباء کو داخل کرنے کا منصوبہ شامل ہے۔

﴿ج﴾

اس کا جواب ہو چکا ہے کہ حیلہ کے بغیر تو تعمیر پر خرچ کرنا جائز نہیں اور تعمیر کے لیے کوئی اور چندہ ہو سکتا ہو تو خواہ مخواہ حیلہ کرنا بھی مناسب نہیں۔ اس لیے کہ زکوٰۃ کے مصارف متعین ہیں حیلہ کے بعد جو اصل مستحقین ہیں وہ عملاً محروم رہ جاتے ہیں اس لیے حیلہ کی صورت انتہائی مجبوری میں اختیار کرنی چاہیے۔

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ

امام کو زکوٰۃ، عشر، صدقۃ فطر اور قربانی کی کھالیں دینے کی مفصل تحقیق

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ مثلاً ہمارے علاقے بلوچستان میں یہ رسم و رواج ہے کہ اکثر دیہاتی لوگ اپنے عشر و زکوٰۃ اور چرم قربانی اور صدقۃ فطر ان اشیاء مذکورہ کو اپنے محلہ کے امام مسجد کو دیا کرتے ہیں اور امام کے لیے تنخواہ وظیفہ کوئی نہیں۔ امام کو اجرت کے مقابلہ میں صرف یہی اشیاء مذکورہ دیا کرتے ہیں۔ اگر یہ اشیاء مذکورہ امام صاحب کو نہ ملیں تو وہ اظہار ناراضگی کرتے ہیں اور بسا اوقات امامت سے استعفاء دینے کے لیے تیار ہو جاتے ہیں۔ لہٰذا عرض یہ ہے کہ یہ اشیاء ان کو عوض امامت میں دینا جائز ہے یا نہیں۔ اگر نہیں ہے۔ تو جواب مع حوالہ جات تفصیل سے ارسال فرمائیں۔

﴿ج﴾

اس قسم کے سوال جواب میں مولانا عبداللطیف صاحب تحریر فرماتے ہیں۔ جس کی تصحیح حضرت مولانا مفتی محمود صاحب متعنا اللہ بطول حیاتہ نے کی ہے کہ امام کی کئی صورتیں ہیں۔

(۱) امام غنی یا ہاشمی ہو اس صورت میں تو اس کو زکوٰۃ اور عشر دینا جائز نہیں ہے۔

(۲) امام بنتے وقت مقتدیوں کے ساتھ طے کیا گیا ہو کہ مجھے امامت کے بدلے میں زکوٰۃ عشر اجرت میں دیا ہوگا۔

(۳) یا اجرت بصورت تنخواہ ماہانہ مقرر کر دی گئی۔ لیکن مقتدی اس امام کو اس تنخواہ میں مال زکوٰۃ یا عشر دیتے ہیں۔ ان دونوں صورتوں میں لوگوں کی زکوٰۃ ادا نہ ہوگی۔ اگرچہ امام کے لیے لینا اجرت و تنخواہ کے طور پر جائز ہوگا۔ کیونکہ بنا بر مذہب متاخرین استیجار للامامت والاذان وتعلیم القرآن جائز ہے۔ لہٰذا جس صورت میں بطور اجارہ کے تمام شروط عقد اجارہ میں موجود ہوں گے تو اس صورت میں بطور اجر مثل کے اس مال زکوٰۃ کو لے گا۔ لیکن پہلی صورت میں اجر مثل اور دوسری صورت میں اجرت معینہ سے زائد مال زکوٰۃ دینے اور لینے کی صورت میں بقدر زائد مال کے زکوٰۃ ادا کرنی ہوگی۔

(۴) نمبر ۲ اور نمبر ۳ کی طرح باقاعدہ عقد نہ کیا گیا ہو۔ لیکن یہ مشہور و معروف ہے کہ لوگ امام کو زکوٰۃ اور عشر دیا کرتے ہیں اور امام مذکور بھی اس غرض سے ان کی امامت کرتا ہے کہ یہ لوگ اسے زکوٰۃ دیا کریں گے اور اگر وہ نہ دیں تو وہ امامت چھوڑ کر چلا جائے گا گویا عقد اجارہ نہ تو صحیح ہوا ہے اور نہ فاسد لیکن بہر حال کالعقد ضرور ہے۔

کیونکہ اگر یہ لوگ اس سے زکوٰۃ نہ دیں تو یہ امامت چھوڑ جائے گا۔ اس صورت میں کوئی حیلہ کیا جائے کہ پہلے کچھ مال بطور ہدیہ کے امام کی خدمت میں پیش کر دے اور بعد میں مال زکوٰۃ وعشر وغیرہ دے دے۔ کیونکہ اس صورت میں کسی قسم کا عقد نہیں ہوا ہے۔ اس لیے لوگوں کے ذمہ اسے کچھ دینا واجب نہیں۔ تو زکوٰۃ اجرت میں شمار نہ ہوگی۔ اس لیے ادا بھی ہوگی۔

قال فی الدر المختار (باب المصرف قبیل باب صدقة الفطر) دفع الزکوة الی صبیان اقاربه برسم عید او الی مبشر او مهدی الباکورة جاز الا اذا نص علی التعویض وقال الشامی تحته (ج ۲ / ص ۷۶ مطبوعه ماجدیه کوئٹه) (او مهدی الباکورة) هی الثمرة التی تدرک اولا (قاموس) وقیده فی التتارخانیة بالتی لا تساوی شیئا ومفهومه انه لو لها قیمة لم یصح عن الزکوة لان المهدی لم یدفعها الا للعوض فلا یجوز اخذها الا بدفع ما یرضی به المهدی والزائد علیه یصح عن الزکوة لم ار من ذکر مثله وزاد الا ان ینزل المهدی منزلة الواهب اه ای لانه لم یقصد بها اخذ العوض وانما جعلها وسیلة للصدقة فهو متبرع بما دفع ولذا لا یعد ما یاخذه عوضا عنها بل صدقة لکن الآخذ لو لم یعطه شیئا لا یرضی بترکها له فلا یحل له اخذها والذی یظهر انه لو نوی بما دفعه الزکوة صحت نیته ولا تبقی ذمته مشغولة بقدر قیمتها واکثر اذا کان لها قیمة لان المهدی وصل الی غرضه من الهدیة سواء کان ما اخذه زکوة او صدقة نافلة ویکون حینئذ راضیا بترک الهدیة فلیتأمل وفی الدر المختار ایضا (قبیل باب صدقة الفطر) ولو دفعها المعلم لخلیفته ان کان بحیث یعمل له لو لم یعطه صح والا لا وقال الشامی تحته (ج ۲ / ص ۷۷ مطبوعه مکتبه ماجدیه کوئٹه) (قوله والا لا) ای لان المدفوع یکون بمنزلة العوض وفیه ان المدفوع الی مهدی الباکورة کذلک فینبغی اعتبار النیة (قوله لعله اشارة الی ما قال من قبل من قوله والذی یظهر انه لو نوی الخ) ونظیره مامر الخ.

بہرحال مسئلہ مشکل ہے۔ علامہ شامی بھی متردد سے ہیں۔ لہٰذا دیگر علماء کرام سے معلوم کر لی جائے۔

(د) عقد کسی قسم کا نہیں ہوا ہے۔ لوگ اگر زکوٰۃ نہ دیں یا کم دیں تب بھی امامت کرتا ہے۔ صرف اس نے اس امامت کو زکوٰۃ وعشر دینے کے لیے وسیلہ بنایا ہے۔ ہاں اتنی سی بات ہے کہ وہ یہ سمجھتا ہے کہ اگر امامت نہ

کر دیں گا تو لوگ زکوٰۃ و عشر دے دیں گے۔ ایسے امام کو ہٹا دینا چاہیے جو ترک ہے اور زکوٰۃ ادا بھی ہوگی۔ جس کے نظائر کتب فقہ میں کثرت سے موجود ہیں۔

(۲) بہت ممکن ہو تو کرے۔ زکوٰۃ و عشر لینے کی صحیح بھی نہیں ہے۔ تو بطریق اولیٰ بتلانا جائز ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان ۲۵ صفر ۱۳۹۰ھ

سید کو صدقات واجبہ دینا

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ زکوٰۃ کن کن جگہ پر خرچ کر سکتے ہیں۔ ان کے کون لوگ مستحق ہیں۔ کیا سید بھی زکوٰۃ لے سکتے ہیں۔ یا نہیں لے سکتے اور عشر صدقہ فطر، نذر، کفارہ جو صدقات واجبہ ہیں۔ ان کو بھی سید لے سکتے ہیں یا نہیں۔ جو بھی صورت ہو باقاعدہ حوالہ کتب حدیث و فقہ سے واضح فرمائیں۔ بینوا توجروا

﴿ج﴾

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ حنفی مذہب یہی ہے کہ سادات کو زکوٰۃ اور صدقات واجبہ مثلاً قیمت چرم قربانی و صدقہ فطر وغیرہ دینا حرام ہے اور زکوٰۃ وغیرہ ادا نہ ہوگی۔ حدیث شریف میں ہے۔ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان ہذہ الصدقات انما ہی اوساخ الناس وانہا لا تحل لمحمد ولا لآل محمد (رواہ مسلم) (مشکوٰۃ باب من لا تحل لہ الصدقۃ فصل اول ص ۱۶۱) اور درمختار میں ہے ولا الی بنی ہاشم الخ ثم ظاہر المذہب اطلاق المنع الخ ص ۳۵۰ ج ۲ وہکذا فی الشامی۔ زکوٰۃ کا مصرف فقراء، مساکین وغیرہ ہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان ۱۴ ربیع الاول ۱۳۹۶ھ

الجواب صحیح محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ ۱۴ ربیع الاول ۱۳۹۶ھ

سید طالب علم کو زکوٰۃ و صدقات واجبہ دینا

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین دریں مسئلہ کہ مد زکوٰۃ میں سے طالب علم سادات کو دینا جائز ہے یا نہیں اور نیز سادات کو زکوٰۃ دینے سے زکوٰۃ ادا ہو جائے گی یا نہیں ان کو مدلل اور مفصل بیان فرمائیں۔

﴿ج﴾

طالبانِ علمِ دین اس زمانہ میں بہترین مصارفِ زکوٰۃ ہیں بشرطیکہ وہ مالکِ نصاب نہ ہوں سید نہ ہوں اور اگر وہ طلبہ بالغ ہوں تو ان کے والدین صاحبِ نصاب اور غنی نہ ہوں چنانچہ فی سبیل اللہ میں فقہاء نے طالب علم کو داخل فرمایا ہے اور طلباء ابن سبیل میں بھی داخل ہیں۔ درمختار میں ہے۔ وفی سبیل اللہ وھو منقطع الغزاۃ وقیل الحاج وقیل طلبۃ العلم و فسرہ فی البدائع بجمیع القرب الخ۔ وابن السبیل وھو کل من لہ مال لا معہ (درمختار باب المصرف ص ۳۴۳ ج ۲) حنفیہ کے نزدیک صحیح قول کے مطابق اور ظاہر الروایہ کے مطابق سادات کو کسی حال میں زکوٰۃ دینا درست نہیں۔ کما فی الدر المختار ثم ظاہر المذہب اطلاق المنع ص ۳۵۰ ج ۲۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان [illegible]

حقیقی بھائی کو زکوٰۃ دینا جائز ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین بیچ اس مسئلہ کے کہ ایک آدمی اپنے حقیقی بھائی کو زکوٰۃ کا روپیہ دے سکتا ہے۔ فتویٰ سے مشکور فرمائیں۔ بڑی نوازش ہوگی۔

﴿ج﴾

حقیقی بھائی کو زکوٰۃ دینا جائز ہے۔ ولا الی من بینھما ولاد الخ درمختار وقید بالولاد لجوازہ لبقیۃ الاقارب کالاخوۃ والاعمام والاخوال الفقراء بل ھم اولی درمختار باب المصرف ص ۳۴۶ ج ۲۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان [illegible]

امام کو مقررہ وظیفہ کے علاوہ کھالیں اور عشر وغیرہ دینا

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ہمارے چک میں ایک مولوی صاحب امام مسجد مقرر ہیں۔ جو نہایت مفلس بہت عیالدار اور قرضدار بھی ہیں۔ پابندی وقت کا از حد خیال ہے۔ پانچوں وقت نماز جماعت کا پابند اور ہمارے بال بچوں کو صبح و شام تعلیم قرآن شریف نہایت شوق سے دیتے ہیں۔ مسجد شریف کا محافظ اور دلدادہ ہے۔

ہماری طرف سے سالانہ پچیس من گندم اور کچھ عیدین پر بھی خدمت ہو جاتی ہے اور حکومت پاکستان کی طرف سے تین ایکڑ زمین بھی ملی ہوئی ہے۔ اس کا حاصل مزارع کی طرف سے مولوی صاحب کو ہوتا ہے۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ ایسے امام مسجد کو جو نہ صرف غریب اور عیالدار اور مقروض بھی ہے۔ اس کو عشر، زکوٰۃ، صدقہ فطر اور عید الاضحیٰ کی کھالیں اور چمڑے دینے جائز ہیں۔

اور وہ لینے کا حقدار ہے اور ہماری طرف سے زکوٰۃ اور عشر اور صدقہ فطر ادا ہو جاتا ہے یا نہ۔ نیز جو غلہ گندم ہم لوگوں کی طرف سے مولوی صاحب کو ملتا ہے۔ جو گزارہ کافی ہوتا ہے۔ مولوی صاحب پر اس سے عشر لازم آتا ہے یا نہ۔ بینوا توجروا

﴿ج﴾

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ اگر امام صاحب کو اس مقررہ وظیفہ کے علاوہ وہ پیسے زکوٰۃ صدقہ فطر قربانی کی کھالیں دی جائیں تو جائز ہے اور زکوٰۃ و عشر اور صدقہ فطر لوگوں کی طرف سے ادا ہو جائے گا۔ بشرطیکہ وہ مستحق زکوٰۃ ہو یعنی فقیر ہو۔ اور اس کو تنخواہ مقررہ میں زکوٰۃ وغیرہ نہ دی جائے بلکہ اس کے علاوہ دی جائے اور اگر تنخواہ مقررہ میں رقم زکوٰۃ وغیرہ دی جائے تو لوگوں کی زکوٰۃ وغیرہ ادا نہ ہوگی۔ دفع الزكاة الى صبيان اقاربه برسم عيد او الى مبشر او مهدي الباكورة جاز الا اذا نص على التعويض (الدر المختار علی هامش رد المحتار ج ۲/ ص ۷۶) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ عبد اللطیف غفرلہ معین مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان ۱۵ ذوالقعدہ ۱۳۸۶ھ

الجواب صحیح محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان ۱۸ ذوالقعدہ ۱۳۸۶ھ

کیا داماد اپنے سسر کو زکوٰۃ دے سکتا ہے؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ داماد اپنے سسر کو زکوٰۃ دے سکتا ہے یا نہیں۔

﴿ج﴾

داماد اپنے سسر کو (اگر صاحب نصاب نہ ہو) زکوٰۃ دے سکتا ہے۔ جیسا کہ شامی میں آیا ہے۔ وقيد بالولاد لجوازه لبقية الاقارب كالاخوة والاعمام والاخوال الفقراء بل هم اولى اه (رد المحتار باب المصرف ج ۲/ ص ۶۹) واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان [illegible]

(ہدایہ باب من یجوز دفع الصدقات الیہ۔ ج ۱ ص ۱۸۶) یہ فقراء اور دوسرے مستحقین کا حق ہے۔ لہٰذا معاوضہ میں دینا درست نہ ہوگا۔ اگر مشاہرہ کے علاوہ زکوٰۃ سے اسے حقانی تملیک کر دی جائے اور مستحق زکوٰۃ ہے تو درست ہے۔

(۲) جو جائیداد مسجد کے لیے وقف ہے۔ اس کے ماحصل کو ضروریات مسجد پر صرف کرنا ضروری ہے اور اس سے امام کو تنخواہ دینا بھی جائز ہے ضروریات مسجد کے علاوہ کسی اور جگہ خرچ کرنا جائز نہیں۔ امام اپنی تنخواہ سے زائد چیز کو اپنے مصرف میں نہیں لا سکتا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ خادم الافتاء مدرسہ قاسم العلوم ملتان ۲۳ شوال ۱۳۸۸ھ

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ہم نے اپنے گاؤں راجپور میں ایک مدرسہ بنایا ہے۔ جس کا انتظام بھی ہمارے قبضہ میں ہے۔ مدرسین بھی ہم خود ہیں اور طالبین بھی۔ مگر ہمارے ہاں اب تنخواہوں کی ضرورت ہے۔ باقی جتنا چندہ وغیرہ جو باہر سے آرہا ہے۔ وہ اکثر زکوٰۃ یا عشر یا صدقۃ الفطر ہے۔ اب ہم اس مال کو مدرسہ اور کتابوں یا عمارت مسجد پر کس طرح صرف کریں۔ فتویٰ بمعہ حوالہ کتاب دستخط عنایت فرمائیں۔ بینوا توجروا

﴿ج﴾

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ صورت مسئولہ میں حیلہ تملیک کر کے زکوٰۃ کے روپے کو جس مد میں چاہیں صرف کر سکتے ہیں اور حیلہ تملیک یہ ہے کہ زکوٰۃ کے روپے کسی ایسے شخص کی ملک میں کر دیے جائیں جو کہ مالک نصاب نہ ہو۔ پھر وہ اپنی طرف سے ضروریات مدرسہ پر خرچ کرے۔ اس لیے کہ وہ روپیہ اب زکوٰۃ کا باقی نہ رہا۔ بلکہ کسی شخص معین کی ملکیت میں داخل ہو گیا۔ زکوٰۃ دینے کے وقت ادا ہو گئی۔ وحیلۃ التکفین بہا التصدق علی فقیر ثم ہو یکفن فیکون الثواب لہما وکذا فی تعمیر المسجد (رد المحتار کتاب الزکوٰۃ ج ۲ ص ۱۴) واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ خادم الافتاء مدرسہ قاسم العلوم ملتان

کیا ایسا شخص مستحق زکوٰۃ ہے؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک شخص بال بچہ دار ہے۔ پانچ چھوٹے چھوٹے بچے ہیں۔ جو کہ کمانے کے قابل نہیں۔ ایک بیوی ہے۔ تین سال سے اس کا کام بہت کم ہے۔ قرض لے کر گزارہ کرتا رہا۔ اڑھائی ہزار روپے اس پر قرض ہو گیا۔ قرض خواہ اسے تنگ کرتے ہیں۔ تین سال تک وہ ایک ہی رضائی میں بال

بنو ہاشم کو زکوٰۃ دینا

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ بنی ہاشم کو زکوٰۃ دینا جائز ہے یا نہیں۔ بعض حضرات جائز قرار دیتے ہیں اور سبب جو خمس الخمس کے نہ دیے جانے کو کہتے ہیں یہ غلط ہے۔ بعض اور امام طحاوی نے جائز قرار دیا ہے۔ کیا یہ قول صحیح ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا

﴿ج﴾

بحر الرائق مطبوعہ ایچ ایم سعید ج ۲ ص ۲۴۶ میں ہے۔ واطلق الحکم فی بنی ہاشم ولم یقیدہ بزمان ولا بشخص للاشارۃ الی رد روایۃ ابی عصمۃ عن الامام انہ یجوز الدفع الی بنی ہاشم فی زمانہ لان عوضہا وہو خمس الخمس لم یصل الیہم لاہمال الناس امر الغنائم وایصالہا الی مستحقیہا واذا لم یصل الیہم العوض عادوا الی المعوض۔ ووجہ الرد اطلاق ماورد فیہ من النہی فی الاحادیث منہا حدیث البخاری نحن اہل بیت لا تحل لنا الصدقۃ ومنہا حدیث ابی داؤد مولی القوم من انفسہم وانا لا تحل لنا الصدقۃ ومنہا حرم علیکم اوساخ الناس۔ حاصل کلام ہمارے نزدیک راجح قول حرمت زکوٰۃ کا ہے۔ بنی ہاشم کے لیے دلائل کی کچھ تفصیل اوپر مذکور ہے۔ سب مناسب یہ ہے کہ یا تو ہدایا کے ذریعہ بنی ہاشم کی خدمت کی جائے یا کسی مسکین کو قرضہ دے کر ترغیب دی جائے کہ تم فلاں سید صاحب کو ہدیہ دے دو۔ پھر زکوٰۃ سے اس مسکین کا قرضہ ادا کر دیا جائے یہ ایک طریقہ ہے۔ مدارس میں بھی اس طریقہ کو استعمال کرتے ہیں۔ زیادہ تفصیل حسب ضرورت دریافت کر لی جائے۔ فقط

عبداللہ عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان شہر

زکوٰۃ اور قربانی کی کھالیں تعمیر پر یا مدرسین کی تنخواہوں میں صرف کرنا

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ قومی گوٹھ نمبر ۵ سکھر میں ایک مدرسہ تعلیم القرآن بائیس سال سے قرآن عظیم کی تعلیم سرانجام دے رہا ہے۔ اس مدرسہ میں محض قرآن مجید کے حفظ و ناظرہ کی تعلیم دی جاتی ہے۔ مدرسہ ھذا میں صرف اسی محلے کے بچے اور بچیاں قرآن مجید کی تعلیم حاصل کرتے ہیں۔ کوئی مسافر بچے و بچیاں اس

صدر کے امدادی وو فاہی فنڈ میں لوگ دریافت کرتے ہیں کہ زکوۃ کی رقم دی جاسکتی ہے یا نہیں؟ باقی یہاں پر حالات معمول پر ہیں۔ شورکوٹ میں۔ درمیانی دال تحصیل جھنگ میں بیماری سے کچھ نقصان ہو گیا ہے۔ تمام احباب کی طرف سے سلام عرض ہو۔ فقط والسلام

الملتمس محمد [illegible] خطیب جامع مسجد [illegible] جھنگ صدر

﴿ج﴾

جائز نہیں۔ اس میں مختلف مصارف ہیں۔ بعض مصارف تو زکوۃ کے ہیں اور بعض نہیں۔ اس لیے زکوۃ کی رقم کا اپنے مصرف پر لگانا یقینی نہیں ہے۔ اس لیے زکوۃ کی رقم فنڈ میں داخل نہ کی جائے۔ البتہ مریضوں کی زخموں کی مرہم پٹی، دوائی وغیرہ پر خرچ کر کے ان کی ملک کر دی جائے۔ واللہ اعلم

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان [illegible] ذوالقعدہ [illegible]

صدقات واجبہ کو تنخواہ وغیرہ میں صرف کرنا، زکوۃ کی رقم کو خرچ کر کے اس کی جگہ پاس سے رقم لینا

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ ایک دینی مدرسہ کی آمدن صرف زکوۃ، عشر، صدقہ فطر اور قربانی کی کھالوں کی قیمت ہے۔ مدرس کو تنخواہ وغیرہ بھی اسی آمدنی سے دی جاتی ہے۔ مدرس زکوۃ وغیرہ کو لینے کا مستحق نہیں ہے اور کوئی صورت نہیں جو کہ دوسری آمدنی سے تنخواہ ادا کی جائے۔ تو مذکورہ آمدنی کو مدرس کی تنخواہ میں کیسے صرف کیا جائے اور جو زکوۃ کی ادائیگی میں تملیک شرط ہے۔ اس کی کیا صورت ہے۔ اور باقی آمدنی میں بھی تملیک کے بعد تنخواہ ادا کی جائے۔ یا ویسے ہی دے سکتے ہیں۔ (۲) متفرق طور پر مذکورہ زکوۃ کا پیسہ جمع ہوا اور بغیر تملیک کے مدرس اور طلباء پر خرچ کیا گیا اور خزانچی ایک دوکاندار آدمی ہے۔ جو کہ اس فنڈ کو علیحدہ نہیں رکھتا اپنے کاروبار اور مدرسہ کے مصارف میں خرچ کرتا رہا ہے اور زکوۃ کا پیسہ دینے والے اب معلوم بھی ہیں۔ تو کیا شرعاً زکوۃ ادا ہو گئی یا نہیں ہوئی۔ اور اس پیسہ کو جمع کرنے والے پر کچھ بوجھ ہے یا نہیں۔ اگر ہے تو اس کی کیا صورت ہو سکتی ہے اور یہ عامل ایک غریب آدمی ہے۔

﴿ج﴾

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ معلوم ہو کہ مال زکوۃ، عشر، صدقہ اور قربانی کی کھالوں کی قیمت کی ادائیگی میں مستحق کو تملیک کرنی ضروری ہے۔ کسی کو اگر وہ فقیر ہو۔ یہ اموال اجرت میں نہیں دیے جا سکتے۔ مدرسین اور دیگر

ملازمین مدرسہ کی تنخواہوں میں ان اموال کے دینے کی یہ صورت ہے کہ مہتمم یا ناظم مدرسہ مال زکوٰۃ کو کسی غریب طالب علم یا کسی اور مستحق شخص کو تملیک کردے اور وہ طالب علم قبضہ کرنے کے بعد وہ مدرسہ میں داخل کردے۔ یا مہتمم کسی طالب علم یا کسی اور مستحق شخص کو کہہ دے کہ آپ اتنی رقم کہیں سے ادھار لے کر مدرسہ کو بطور امداد کے دے دیں جب وہ یہ رقم مدرسہ کو دے دے تو مہتمم صاحب مال زکوٰۃ میں سے اتنی رقم اس شخص کو تملیک کردے اور یہ شخص اس رقم سے اپنا وہ قرضہ اتار لے۔ تملیک ہوجانے کے بعد مہتمم اس مال کو مدرسین کی تنخواہ وغیرہ میں صرف کرسکے گا۔ باقی آمدنیوں میں تملیک کی ضرورت نہیں ہے۔ ہر طرح مہتمم اس کو خرچ کرسکتا ہے۔ (۲) مال زکوٰۃ کو حساب کرلیں کہ وہ کتنا ہے۔ جتنا مال طلباء کے کھانے پینے یا ان کے کپڑوں پر (غرضیکہ جس میں مال طلبہ کی ملک کردیا گیا ہو) پر خرچ ہو چکا ہو وہ تو صحیح ادا ہوگیا ہے۔ جتنا مال زکوٰۃ کا اپنے مصرف پر خرچ نہیں ہوا ہے۔ اگر مہتمم نے اپنے ذاتی مصارف میں خرچ کرلیا ہے تو اتنے کا اسے ضامن ٹھہرا کر زکوٰۃ کے دینے والے معلوم ہوں تو ان سے دریافت کیے۔ ورنہ ویسے ہی اس مال کو صحیح مد پر تملیک کردیا جائے۔ تب امید ہے ذمہ بری ہوجائے گا۔ ورنہ مواخذہ کا قوی اندیشہ ہے۔ کما قال فی خلاصۃ الفتاوی ج ۱ / ۲۲۴ :

رجل جمع مالا من الناس لینفق فی بناء المسجد فانفق تلک الدراهم فی حاجته ثم رد بدلها فی نفقة المسجد لا یسعه ان یفعل ذلک فان فعل ان عرف صاحب ذلک رد علیه او یسأل لتجدید الاذن وان لم یعرف استأمر الحاکم. وان تعذر رجوت له فی الاستحسان ان ینفق مثل ذلک لکن هذا والاستئمار الی الحاکم لدفع الاثم اما الضمان فواجب فقط والله تعالی اعلم

حررہ عبداللطیف غفرلہ معین مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان ۵ شوال ۱۳۹۵ھ
الجواب صحیح محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان ۵ شوال ۱۳۹۵ھ

ڈاکخانہ میں جمع شدہ رقم کا سود حاصل کیا جائے یا نہیں؟

اہل بدعت کو چندہ دینا جائز ہے یا نہیں؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ عبدالحمید خان نے اپنی بیوی کے نام سے جو رقم جمع ہوتی ہیں ڈاکخانہ میں مبلغ ۰۰۰ روپے برائے مستقل داخل کیے ہیں۔ ڈاکخانہ کے اس اشتہار پر کہ مالک مذکور

زکوٰۃ کسی ادارہ کو دی جائے یا کسی فرد کو؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ زید غنی ہے۔ عمر بان الفوب کے بعد عمرو جو زید کا قریبی پڑوسی ہے یہ کہتا ہے چونکہ میں مستحق ہوں لہٰذا تمہاری زکوٰۃ کا مستحق میں ہی ہوں اور تم دوسرے لیے نقل زکوٰۃ باعث ملامت ہوگا اور زید یہ کہتا ہے کہ فلاں دینی ادارہ میں (جبکہ زید اور دینی ادارہ کے درمیان اختلاف مسلک بھی موجود ہے) مجھے زکوٰۃ داخل کرنا ہے اور عمرو کا یہ خیال ہے کہ فلاں دینی درواس زکوٰۃ کے سلسلے کے بغیر بھی چل رہا ہے اور میں قریبی پڑوسی ہونے کے ساتھ ساتھ نہایت محتاج بھی ہوں۔ لہٰذا یہ مال زکوٰۃ جو نصاب شرعی سے کم ہے۔ مجھے دینا چاہیے۔ اب دریافت کرنا یہ ہے کہ یہ زکوٰۃ محتاج عمرو کو دی جائے یا ادارہ کی طرف نقل کی جائے۔ بالفرض اگر نقل بھی کی گئی تو کیا زید سے عمرو کو نہ دینے کا سوال قیامت میں کیا جائے گا۔ بینوا توجروا

﴿ج﴾

زید غور و فکر کرنے کے بعد اپنے خیال میں جس کو اہم سمجھے اس کو دے دے۔ واللہ اعلم

محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان شہر

جس ادارہ کے لیے رقم دی جائے اسی پر خرچ کی جائے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ حامد ایک ادارہ کا جس میں حقانی دینی قریب طلبہ ہیں مہتمم تھا، اب اہتمام ساجد کو دے دیا ہے۔ بعض لوگ لاعلمی کی وجہ سے حامد کو ادارہ مذکورہ کا مہتمم سمجھ کر زکوٰۃ وغیرہ دیتے ہیں۔ حامد اس رقم کو بعض مرتبہ تو مہتمم ادارہ ساجد کو دیتا ہے جو اس ادارہ پر خرچ کرتا ہے۔ بلکہ کسی اور مدرسہ میں یا کسی غریب حقدار کو دے دیتا ہے یا خود اپنے مصرف میں بوجہ استحقاق لے آتا ہے۔ کیا حامد کا یہ تصرف جائز ہے۔

﴿ج﴾

اگر زکوٰۃ دہندگان حامد کو زکوٰۃ کی رقم ادارہ مذکورہ میں صرف کے لیے دے دیتے ہیں تو پھر حامد کے لیے یہ تصرف درست نہیں۔ حامد پر لازم ہے کہ اپنے موکل کے منشاء کے مطابق زکوٰۃ کی رقم صرف کرے۔ فقط واللہ اعلم

بندہ محمد اسحاق غفر لہ نائب مفتی مدرسہ خیر المدارس ملتان

یا ان سے استفسار کرے کہ میں اب ادارہ مذکورہ کا مہتمم نہیں رہا۔ اگر مجھے اجازت دو کہ فلاں مستحقین یا ادارہ کو دے دوں۔ پھر ان کی اجازت سے صرف کرسکتا ہے۔

الجواب صحیح عبداللہ عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ خیر المدارس ملتان
الجواب صحیح محمود عفا اللہ عنہ ۲ شعبان ۱۳۸۳ھ

مسجد کے غسل خانوں اور لیٹرین پر مال زکوٰۃ خرچنا

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ زیر تعمیر مسجد کے غسل خانوں اور بیت الخلاء پر زکوٰۃ کی رقم لگائی جا سکتی ہے یا نہ۔

﴿ج﴾

زکوٰۃ میں تملیک فقراء شرط ہے۔ مسجد کے بیت الخلاء وغیرہ میں زکوٰۃ صرف کرنا جائز نہیں۔ اس سے زکوٰۃ ادا نہیں ہوتی۔ البتہ اگر کسی مستحق زکوٰۃ کو حقیقۃً زکوٰۃ تملیک کر دیں اور وہ اپنی طرف سے مسجد کی ضروریات میں صرف کرنا چاہے تو یہ جائز ہے۔ واللہ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

شیخ صدیقی کو زکوٰۃ دینا جائز ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس معاملہ میں۔ (۱) کیا شیخ صدیقی زکوٰۃ کا روپیہ وغیرہ لے سکتے ہیں یا نہیں۔ جبکہ وہ لینے کا مقدار و مستحق ہے۔

﴿ج﴾

شیخ صدیقی اگر غنی یعنی صاحب نصاب نہ ہو۔ اس کے پاس ساڑھے باون تولے چاندی یا اتنی مالیت کا سونا زیورات روپے سامان تجارت وغیرہ حوائج اصلیہ سے فارغ نہ ہو۔ تو وہ زکوٰۃ کا روپیہ وغیرہ لے سکتے ہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی [illegible] رمضان [illegible]ھ

وقف کھاتے میں زکوٰۃ خرچ کرنا

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک آدمی جو رقم دوسروں سے جمع کر کے ایک مدرسہ پر لگاتا ہے اور اس میں جو رقم کم ہو جاتی ہے۔ اور وہ اس کی زکوٰۃ کی رقم سے پوری کی جاتی ہے۔ کیا اس آدمی کی زکوٰۃ ادا ہو گی یا نہیں۔ بیان فرما کر ثواب دارین حاصل فرمائیں۔

﴿ج﴾

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ زکوٰۃ کی رقم سے تنخواہ پر خرچ نہیں ہو سکتی ہے۔ زکوٰۃ کی رقم مستحق فقیر کو ادا کر دی جائے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ عبد اللطیف غفر لہ معین مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان ۹ رجب ۱۳۸۹ھ
الجواب صحیح محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان ۱۰ رجب ۱۳۸۹ھ

مال زکوٰۃ کو مدارس عربیہ پر کس طرح خرچ کیا جائے؟
لِلَّذِيْنَ اُحْصِرُوْا الخ کا مصداق کون لوگ ہیں؟
وَالْعَامِلِيْنَ عَلَيْهَا میں افلاس شرط ہے یا نہیں؟ مدارس کے سفیر اس کا مصداق ہیں یا نہیں؟
حیلہ تملیک کی شرعی حیثیت، ناظم مدرسہ مال زکوٰۃ سے قرض لے سکتا ہے یا نہیں؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں مسائل ذیل میں کہ (۱) زکوٰۃ کو مدارس عربیہ میں کس کس مد پر خرچ کیا جا سکتا ہے۔ کیا علماء کو تنخواہ میں دیا جا سکتا ہے یا نہ؟ (۲) للذین احصروا الآیہ سے کیا مراد ہے اور کون کون لوگ مصداق ہیں۔ (۳) والعاملین علیہا میں افلاس شرط ہے یا نہ؟ اور ان کا تقرر حکومت کے بغیر صحیح ہے یا نہ مثلاً جو سفیر مدارس کی طرف سے زکوٰۃ وصول کرتے ہیں یہ ان میں داخل ہیں یا نہ؟ اور ان کا حصہ مقرر کرنا یعنی نصف ثلث ربع وغیرہ ناظم مدرسہ کو حق ہے یا نہ؟ (۴) تملیک کے لیے کسی غریب آدمی کو مسئلہ صحیح طور پر سمجھا دیا جائے کہ یہ مال زکوٰۃ ہے میں نے تم کو دے دیا ہے۔ اس کا اب مالک تو ہے۔ اور تو مجھے دے دے کہ تیری طرف سے صدقہ ہوگا اور مدرسہ کی ضروریات کو پورا کروں گا۔ لیکن دل میں ضرور یہ ارادہ ہے کہ یہ مجھے واپس کر دے۔ تاکہ میں مدرسہ کی ضروریات کو پورا کروں۔ (۵) ناظم مدرسہ کو جو مال زکوٰۃ ملتا ہے۔ وہ مدرسہ کے علاوہ اپنی ضروریات ذاتیہ میں خرچ کر لے پھر بعد میں کسی تنخواہ میں سے مدرسہ کی ضروریات کو بعد تملیک کے پورا کرے جائز ہے یا نہ؟ یعنی بعد اس مال کو خرچ کرے یا وہ بدل کر سکتا ہے۔

﴿ج﴾

(۱) مصارف مفروضہ کو تملیک کرانا ضروری ہے۔ علماء کی تنخواہ میں زکوٰۃ صرف نہیں کی جا سکتی۔ (۲) مجاہد، طالب علم سب اس کے مراد و مصداق ہو سکتے ہیں۔ مفسرین نے اس میں تعمیم کی ہے۔ (۳) سفیر مدرسہ عاملین زکوٰۃ

میں سے نہیں ہے اور نہ ہی کو دینے سے زکوٰۃ ادا ہوتی ہے۔ اجرت مقرر ہونی چاہیے۔ ثلث ربع وغیرہ کا تقرر جائز نہیں۔ اس لیے کہ جب کل فراہم کردہ مجہول ہے۔ تو اس کا حصہ بھی مجہول اور اجرت مجہول مفسد اجارہ ہے۔ نیز یہ کہ قفیز طحان کے حکم میں ہے۔ البتہ بعض علماء بوجہ عموم بلوی کے جواز کا قول کرتے ہیں۔ لیکن احتیاط کے بہر حال خلاف ہے۔ (۴) یہ حیلہ ہے۔ قانون شرعی کے تحت تو آ جاتا ہے۔ لیکن چونکہ قانونی روح اس میں ختم ہو جاتی ہے۔ اس لیے کراہت سے خالی نہیں۔ البتہ اگر مہتمم مدرسہ کسی شخص کو پہلے سے کہہ دے کہ تو از خود کسی سے قرض لے کر تعمیر مدرسہ کی فلاں مد میں اتنے روپے داخل کر دے اور وہ اس پر عمل کر کے کسی سے قرض لے کر مدرسہ میں داخل کر دے۔ پھر مہتمم وہ زکوٰۃ کی رقم اس کو زکوٰۃ میں دے دے۔ تو اس صورت میں زکوٰۃ کی رقم اس سے واپس نہیں لی جائے گی۔ بلکہ وہ ملک اس کی ہوگی۔ اور وہ اس سے قرض ادا کرے گا۔ (۵) دینے والے کی اجازت سے ایسا کر سکتا ہے۔ ورنہ نہیں۔ اجازت دلالۃً بھی کافی ہوگی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان ۱۹ رجب ۱۳۸۹ھ

تعمیر مکان اور شادی کے لیے زکوٰۃ وصول کرنا جائز ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں مسئلہ ذیل میں کہ ایک شخص مسکین جس کا کوئی ذریعہ معاش نہیں تھا۔ اس نے اس غرض سے زکوٰۃ و صدقات کا مال جمع کیا تھا تا کہ اپنی شادی اور رہائش کے لیے مکان تیار کر سکے۔ اس اثناء میں اس نے تقریباً پانچ چھ سو روپیہ تقریباً دو چار سال میں جمع کر لیا۔ لیکن بیاہ و شادی کا کوئی انتظام نہ کر سکا۔ جواب طلب امر یہ ہے کہ اس نے یہ فعل اچھا کیا یا نہ؟ اگر اچھا کیا ہے۔ تو کیا اس رقم سے حج کر سکتا ہے یا نہ؟ اور اگر برا کیا ہے تو کیا اس رقم کو اپنے دوسرے کاروبار میں خرچ کر سکتا ہے یا نہ؟ اور اس رقم پر زکوٰۃ واجب ہے یا نہ؟ اور آئندہ زکوٰۃ لے سکتا ہے یا نہ؟

سائل محمد علی تحصیل تونسہ ضلع ڈیرہ غازی خان

﴿ج﴾

رہائشی مکان اور سلیم الطبع نوجوان کی شادی حاجات اصلیہ میں سے ہے۔ اس لیے اس کو زکوٰۃ لینی جائز ہے۔ وہ رقم جہاں چاہے خرچ کر سکتا ہے۔ لیکن سب سے پہلے اس کو اپنی حاجات اصلیہ میں صرف کرنا چاہیے۔ واللہ اعلم

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان ۲۹ رجب ۱۳۸۹ھ

امام کو عشر اور کھالیں دینا

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک گاؤں میں ایک مسجد ہے اس مسجد میں ایک عالم صاحب جو کہ امامت کرواتے ہیں۔ ان کی تنخواہ مقرر نہیں بلکہ برات مقرر ہے۔ فی مربع ایک من گندم ایک من بوری ایک من سونی سال میں ۲ من گندم فی مربع مقرر ہے۔ زیادہ لوگ دیتے ہیں۔ اور تھوڑے ہیں جو نہیں دیتے ۱۲ ایکڑ رقبہ بھی امام صاحب کرتا ہے۔ رقبہ ان کے قبضہ میں نہیں ہے۔ بلکہ اس کی فصل کا آدھا حصہ ان کو ملتا ہے۔ اور نکاح وغیرہ دین کا حساب بھی ان کو دیا جاتا ہے۔ ایک آدمی ان کو عشر دیتا ہے۔ یہ کہتے نہیں ہیں۔ وہ آدمی کہتا ہے۔ یہ آپ کی برات ہے۔ اور یہ عشر آپ کی خدمت ہے۔ یہ خوشی سے قبول کر لیتے ہیں۔ کیا امام کو عشر یا قربانی کی کھالیں دی جا سکتی ہیں یا نہیں۔

﴿ج﴾

امام مذکور ایک غریب ہے بقدر نصاب اس کے پاس رقم نہیں ہے۔ تو عشر، زکوۃ اور قربانی کی کھالیں اس کو دینا جائز ہے۔ جبکہ یہ امامت کی اجرت میں نہ ہو۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان ۱۲ ذوالقعدہ ۱۳۹۶ھ

الجواب صحیح محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ

یتیم لڑکوں کی فیس کے لیے زکوۃ کی رقم اکٹھی کرنا

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ کالجوں اور سکولوں کے سربراہوں نے زکوۃ کی رقم جمع کرنے کی سکیم جاری کی ہے۔ وہ اس حاصل شدہ رقم سے یتیم لڑکوں کی فیس ادا کرتے ہیں کیا یہ رقم کا استعمال درست ہے۔ اور اس صورت میں زکوۃ کی رقم کی تملیک ہو جاتی ہے یا نہیں۔

﴿ج﴾

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ واضح رہے کہ زکوۃ کی ادائیگی میں فقیر کو تملیک کرنی ضروری ہے۔ اس طور پر کہ مال زکوۃ اس کو حوالہ کر کے اس کو اس مال کا مالک بنایا جائے۔ کہ وہ اس مال میں اپنی مرضی سے ہر قسم کا تصرف کر سکے۔ لہذا اگر صورت مسئولہ میں شکل یوں ہو۔ کہ مال زکوۃ لوگوں سے وصول کرنے کے بعد فقیر و نادار مستحق

زکوٰۃ لڑکوں میں تقسیم کر دی جائے۔ اور ہر ایک لڑکے کو اس کا واحد مالک بنا دیا جائے اور پھر وہ لڑکا اسی رقم کو فیس میں ادا کرے تو زکوٰۃ اس طرح ادا ہو جاتی ہے۔ اور اگر شکل یوں ہو کہ لوگوں سے لینے کے بعد ان فقیر لڑکوں کو تملیک و حوالہ کیے بغیر اس رقم سے ان کی فیس ادا کی جائے تو زکوٰۃ ادا نہ ہوگی۔ کیونکہ اس میں تملیک نہیں پائی گئی۔ جو کہ ادائے زکوٰۃ کے لیے شرط ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ عبد اللطیف غفرلہ معین مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان [illegible] ۱۳۸۹ھ

الجواب صحیح محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان [illegible] ۱۳۸۹ھ

کسی کو پختہ مکان بنانے کے لیے مالِ زکوٰۃ دینا

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک مسکین آدمی کا مکان پختہ اینٹ سے تعمیر کرنا چاہتا ہے۔ کیا اس کے لیے پختہ مکان بنانا جائز ہے۔ کیا اسے عشر و زکوٰۃ و صدقات واجبات یا امداد پختہ مکان بنانے کے لیے دی جا سکتی ہے۔

﴿ج﴾

مسکین جو کہ صاحب نصاب نہیں اس کو عشر و زکوٰۃ وغیرہ دینا جائز ہے۔ اور مسکین اس کو اپنی تمام ضروریات خورد و نوش، پختہ مکان وغیرہ میں خرچ کر سکتا ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان [illegible] ۱۳۹۰ھ

کیا عشر اور زکوٰۃ کے مصرف میں کچھ فرق ہے؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ میں کہ عشر اور زکوٰۃ کے مصرف میں کچھ فرق ہے یا نہیں۔ اگر فرق ہے تو تحریر فرمائیں نیز یہ بھی تحریر فرمائیں کہ عشر مساجد کی تعمیر و مرمت یا مساجد کے کسی اور مصرف مثلاً چٹائی وغیرہ سامان کے خریدنے میں صرف کیا جا سکتا ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا

﴿ج﴾

عشر اور زکوٰۃ کے مصرف میں کوئی فرق نہیں۔ زکوٰۃ اور عشر کی رقم مسجد کی تعمیر، مرمت، چٹائی وغیرہ ایسے سامان میں صرف نہیں ہو سکتی جس میں تملیک نہ ہو۔ تملیک مستحق شرط ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم

گھر میں ساتھ رہنے والی بہو کو زکوٰۃ دینا

﴿س﴾

السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ دریں مسئلہ کہ عثمان نامی شخص نے ایک مولوی صاحب سے پوچھا کہ میں اپنی زکوٰۃ بہو یعنی بیٹے کی بیوی کو دینا چاہتا ہوں جائز ہے یا نہ۔ مولوی نے کہا کہ بہو کو زکوٰۃ من حیث زکوٰۃ دینا جائز ہے۔ پھر عثمان نے یہی مسئلہ دوسرے مولوی صاحب سے دریافت کیا۔ دوسرے مولوی صاحب نے عدم جواز کا فتوی دیا۔ کیونکہ انکا نفع اور نقصان مشترک ہے اسلیے ناجائز ہے۔ واضح ہو کہ عثمان مذکور کی بہو عاقلہ بالغہ ہے شوہر خود عثمان کے گھر میں سکونت پذیر ہے۔ عثمان اور اس کا بیٹا کھیتی باڑی وغیرہ کا کام کرتے ہیں اور عثمان مذکور تمام افراد خانہ کو خواہ فقیر ہیں یا امیر مشترک کمائی سے خوراک و پوشاک دیتا ہے۔ اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ اس صورت میں عثمان اپنی زکوٰۃ اپنی بہو کو شرعاً دے سکتا ہے یا نہ۔ اور کس مولوی صاحب کا قول صحیح ہے۔

بینوا توجروا

﴿ج﴾

کتب فقہ میں زوجہ ابن یعنی بہو کو زکوٰۃ دینے کا جواز مصرح ہے اور کسی طرح بھی اصول شرعیہ کے تحت بہو کو مصرف زکوٰۃ سے خارج کرنے کی صورت نہیں نکلتی لہذا بہو کو زکوٰۃ دینی جائز ہے۔ اگر وہ مستحق ہے۔ باقی فقہاء نے باپ کی زکوٰۃ بیٹے کو یا علی العکس یا زوج کی زوجہ کو یا علی العکس کے عدم جواز کے لیے بطور دلیل عقلی کے یہ دلیل پیش کی ہے کہ وہ ایک دوسرے کے مال سے نفع اٹھاتے ہیں۔ تو یہ زکوٰۃ گویا خود زکوٰۃ دینے والے کی ضرورت میں استعمال ہو رہی ہے۔ وغیرہ لیکن اس قسم کے دلائل عقلیہ جنہیں فقہا پیش کرتے ہیں۔ مسئلہ کا مدار نہیں ہوتے۔ اس طرح کہ اگر یہ دلیل مثلاً کسی اجنبی میں پائی جائے اور کوئی شخص کسی غیر قریب کے ساتھ اسی قسم کا دوستانہ یا ایسا حسن تعلق رکھے کہ وہ ایک دوسرے کے مال کو آزادی سے استعمال کرے تو وہاں حکم عدم جواز کا پایا جائے یا کوئی لڑکا باپ سے اگر علیحدہ ہے اور باپ بیٹے کا دل میں کامل انقطاع ہے کسی قسم کا نفع ایک دوسرے کے مال سے نہیں اٹھاتے تو جواز زکوٰۃ کا حکم دیا جائے اس طرح کا عمل صحیح نہیں ہے۔ دلائل عقلیہ فقہاء مصرف تقریب الی الاذہان کے لیے پیش کیا جاتا ہے۔ دراصل مصرف زکوٰۃ حدیث شریف میں منصوص ہے۔ باپ کی زکوٰۃ بیٹے پر حدیث شریف میں منع ہے اب یہ مطلقاً ہوگا۔ خواہ نفع مشترک ہو یا نہ اور بہو کے لیے منع نہیں ہے۔ جواز ہے لہذا یہ مطلقاً ہوگا خواہ نفع مشترک ہو یا نہ۔ البتہ اگر کوئی نیت فاسد رکھتا ہو اور بہو کو دینا فی الواقع حیلہ بنا رکھا ہو اور مقصود یہ ہو کہ

اسی طرح زکوٰۃ سے دوبارہ فائدہ اٹھاؤں گا۔ تو یہ اس کا معاملہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہے انما الاعمال بالنیات کے مصداق اگر نیت ہے تو کہیں فاسد ہوگا۔ لیکن فقہی حکم کا تعلق ظاہر سے ہوتا ہے۔ باطن اور نیات سے نہیں ہوتا۔ لہٰذا فقہی حکم صرف جواز کا ہوگا۔ واللہ اعلم

محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

مال زکوٰۃ دہندگان کی رقم سے نظریاتی پمفلٹ چھپوانا

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ اس پرفتن دور میں جب کہ کفر کی آندھیاں ہر طرف سے منڈلا رہی ہیں۔ رد عیسائیت حقانیت اسلام اور قرآن نیز حضور کی ختم نبوت پمفلٹ چرم ہائے قربانی و صدقہ و زکوٰۃ سے چھپوا کر مسلمانوں میں تقسیم کیے جائیں۔ کیا یہ صورت دین محمدی کے اعتبار سے جائز ہے یا کہ نہیں۔ بینوا توجروا

خادم فقیر محمد قادری نقشبندی قمر العلوم

﴿ج﴾

فقہاء نے تصریح فرمائی ہے کہ جب تک کھال فروخت نہ ہو۔ ہر شخص کو اس کا دے دینا اور خود بھی اس سے فائدہ اٹھانا جائز ہے۔ جب فروخت کر دی تو اس کی قیمت کا تصدق کرنا واجب ہے۔ اور تصدق کی حقیقت میں تملیک ماخوذ ہے۔ چونکہ یہ صدقہ واجبہ ہے۔ اس لیے اس کے مصارف اور زکوٰۃ کے مصارف دونوں یکساں ہوں گے۔ جیسا کہ زکوٰۃ تعمیر مسجد و تکفین میت وغیرہ میں جن میں تملیک و تملک متحقق نہ ہو صرف کرنا جائز نہیں۔ اسی طرح چرم ہائے قربانی کا بھی وہی حکم ہوگا۔ وفی الدر المختار مطبوعہ ایچ ایم سعید ص ۳۲۸ ج ۵ ویتصدق بجلدها الی قوله فان بیع اللحم او الجلد به او بدراهم تصدق بثمنه.

البتہ حیلہ کرنے سے شاید جواز کی صورت نکل آئے گی۔ واللہ اعلم

حررہ عبدالرحمن نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

حج کے لیے جانے والے کو مال زکوٰۃ سے زادِ راہ دینا

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص حج و عمرہ کے لیے حجاز مقدس جا رہا ہے۔ مگر اس کے پاس زادِ راہ مکمل ہے اور وہ بقدر نصاب مال کا بھی مالک نہیں ہے۔ تو اگر اس کو مال زکوٰۃ یکمشت بقدر نصاب یا زائد

تملیک کر دیا جائے تو زکوۃ ادا ہو جائے گی یا نہیں اور اس کے ساتھ مالی زکوۃ میں سے تعاون کرنا کیسا ہے۔

المستفتی عبد الرحمن بیرون پاک گیٹ ملتان شہر

﴿ج﴾

زکوۃ ادا ہو جائے گی اور اگر اس کو اتنی رقم دے دی جائے کہ اس رقم کو اس پر اور اس کے بال بچوں پر تقسیم کر دیا جائے تو ہر ایک کو بقدر نصاب حصہ نہ ملے تو بلا کراہت جائز ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔ کما فی الشامیۃ ج ۲ / ص ۹۳

حررہ محمد اسحاق غفرلہ نائب مفتی مدرسہ خیر المدارس ملتان

الجواب صحیح بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ نائب مفتی خیر المدارس ملتان

اصاب من اجاب محمد عبد اللطیف غفرلہ معین مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان ۱۸ ذی القعدہ ۱۳۹۵ھ

سفیروں کو زکوۃ دینے سے ادا ہو جائے گی؟ زکوۃ کی رقم سے سفیروں کو تنخواہ دینا زکوۃ و صدقات واجبہ سے مدرسہ کے ملازمین کو تنخواہ دینا، زکوۃ وغیرہ کے فنڈ سے کس قسم کے طلبہ کے ساتھ تعاون جائز ہے؟ زکوۃ کی رقم سے طلبہ کے مطالعہ کے لیے کتابیں خریدنا یا تعمیر پر خرچ کرنا، مدرسہ میں صدقات واجبہ کا بہترین مصرف کیا ہے؟ مدرسہ میں صدقات کی جمع شدہ رقم پر زکوۃ واجب ہوگی یا نہیں؟

﴿س﴾

(۱) کیا مدارس اسلامیہ کے لیے چندہ وصول کرنے والے سفیروں کو زکوۃ مدرسہ کے لیے دینے سے زکوۃ ادا ہو جاتی ہے۔ (۲) کیا سفیروں کو زکوۃ کے روپیہ یا اسی طرح عشر، چرم قربانی، صدقہ فطر وغیرہ سے اجرت سفارت یعنی مقررہ حصہ یا تنخواہ دینی جائز ہے۔ یا کس فنڈ سے جائز ہے اور کس فنڈ سے ناجائز ہے۔ (۳) مدرسہ کے طلباء کے طعام، کتابیں، قرآن مجید، مدرسہ کے وظائف بہ اخراجات مندرجہ بالا صدقات سے تمام فنڈوں سے کرنا بلا تمیز بالغ نابالغ مستحق غیر مستحق مسافر، مقامی طلباء پر خرچ کرنا جائز ہے یا نہیں۔ یا کس فنڈ سے جائز ہے اور کس سے ناجائز ہے۔ (۵) مندرجہ بالا صدقات واجبہ سے عوام و طلباء کے مطالعہ کے لیے ادبی و دینی کتابیں خرید کرنا جائز ہے یا نہیں، طلباء کی رہائش، تدریس کے لیے تعمیر مکانات بھی کس کس صدقہ سے تعمیر ہو سکتے ہیں۔ (۶) زکوۃ، عشر، چرم قربانی، چرم عقیقہ، فطرانہ وغیرہ کے روپیہ کو مدارس اسلامیہ میں مدرسہ کی ضروریات کے پیش نظر کس کس مصرف

میں لایا جاسکتا ہے۔ (۷) زکوٰۃ یا مندرجہ بالا صدقات واجبہ میں سے خیراتی شفاخانہ تبلیغ دین اور مذہبی لٹریچر کی مفت تقسیم کے اخراجات کرنا بھی جائز ہے یا نہیں۔ (۸) کسی مدرسہ کے پاس زکوٰۃ یا عشر یا عطیات فنڈ کا روپیہ نصاب کی مقدار سے زیادہ ایک سال سے زائد عرصہ تک رہنے پر اس روپیہ پر زکوٰۃ واجب ہوتی ہے یا نہیں۔

﴿ج﴾

مدارس کے سفراء لوگوں سے جو زکوٰۃ وصول فرماتے ہیں۔ وہ وکیل اور نمائندے بن جاتے ہیں، جب وہ زکوٰۃ کو صحیح طریق سے اپنی ضروریات میں استعمال کرنے کے بغیر مہتمم مدرسہ کے ہاں پہنچا دیتے ہیں۔ اور مہتمم مدرسہ زکوٰۃ کو طلباء پر خرچ کر دیں۔ یا صحیح طریقہ شرعی سے تملیک کرا کے ضروریات مدرسہ پر استعمال فرمائیں تو ادا ہو جائے گی۔ اس لیے احتیاط کا تقاضہ یہ ہے کہ اپنی زکوٰۃ کی تملیک کر کے پھر فقیروں کے حوالے کی جائے، تاکہ ادائیگی صحیح ہو۔ (۳) صدقات نافلہ اور تبرعات سے تنخواہیں دینی جائز ہیں۔ اور زکوٰۃ اور صدقات واجبہ کو تنخواہ میں صرف کرنا جائز نہیں۔ (۴) صدقات واجبہ اس طرح عمومی طور پر (گزشتہ کے ساتھ جیسا کہ سوال میں مذکور ہے۔ خرچ کرنا جائز نہیں، بلکہ بڑی احتیاط سے مستحق طلباء پر خرچ کرنا ضروری ہے۔ (۵) اس طرح تعمیر مکانات یا خرید کتب میں بھی صدقات واجبہ خرچ کرنا جائز نہیں۔ **الا بحیلة التملیک للضرورة الشدیدة**۔ صدقات واجبہ سے کتابیں خرید کر کے مستحق کو دینی درست ہے (۶) زکوٰۃ اور صدقات واجبہ سے مستحق طلباء کو طعام و پوشاک وغیرہ کے ضروریات کے لیے نقد وظیفہ اور پارچہ جات دینا جائز ہے۔ اور دوسری مجلسیں مثلاً تنخواہ مدرسین وغیرہ کو بغیر تملیک کے دینا جائز نہیں ہے۔ (۷) صدقات واجبہ سے کتابیں خرید کے مستحقین کو دینی لٹریچر دینا بھی جائز ہے اور دوائیاں خرید کر کے مستحقین کو مفت تقسیم کرنا بھی جائز ہے اور دوسرے مصارف تفصیل بیان کر کے معلوم فرمائیں۔ (۸) زکوٰۃ کا روپیہ کسی دینی مدرسہ میں ایک سال تک جو پڑا رہے تو اس پر زکوٰۃ مزید لازم آئی گی اور اگر مالک فوت ہو گیا تو یہ رقم وارثوں کا حق بن جائے گی۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

عبداللہ عفا اللہ عنہ

چندہ کی جو رقم چندہ کنندگان کے ہاتھ میں پڑی ہے
اس کے مالک مدرسین وطلبہ ہوں گے یا انتظامیہ ہوگی؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ جمعہ مدرسہ عربیہ کے مدرسین وطلباء وحضرات

مدرسے کے لیے زکوۃ و عشر وغیرہ مقامی و بیرونی حضرات سے وصول کریں۔ تو ان زکوۃ و عشر کے مدرسین و طلباء حضرات مالک ہوں گے یا کہ متولی مدرسہ کے سمجھے جائیں گے۔ پہلی صورت میں ان حضرات کے علاوہ اس مال و نقد جمع شدہ میں کسی اور کے تصرفات جائز ہو سکیں گے یا نہ اور دوسری صورت میں تصرفات کا حق کس کو حاصل ہوگا۔

بینوا توجروا

الجواب

چندہ کنندہ جب چندہ وصول کرتا ہے۔ تو اس کی تین صورتیں ہوتی ہیں۔

۱) چندہ دینے والے نے تصریح کی ہو۔ کہ میں یہ رقم یا غلہ مدرسے کے لیے دے رہا ہوں۔

۲) چندہ طلب کرنے والے نے مدرسے کے لیے طلب کیا۔ دینے والے نے خاموشی سے دے دیا اور کسی بات کی تصریح نہ کی۔

۳) مدرسے کے لیے طلب کیا گیا اور دینے والے نے کہا کہ ہم مدرسہ کو نہیں جانتے ہم تو تمھیں دیتے ہیں۔ تمھاری مرضی جس طرح کرتے ہو۔ تمھیں اختیار ہے اور چندہ طلب کرنے والے نے مدرسے کے فنڈ میں یا مدرسہ کے دوسرے غلہ کے ساتھ خلط کر دیا۔ پہلی صورت میں واضح ہے کہ چندہ کنندہ کو اس مال میں تصرف کا کوئی حق نہیں۔ دوسری صورت میں بھی اسے کوئی حق حاصل نہیں۔ اس لیے کہ اس نے مدرسے کے لیے طلب کیا اور دینے والے نے اس کے حسب طلب جب دیا۔ تو یہ قرینہ واضح ہے کہ اس نے مدرسے ہی کے لیے دیا۔ تیسری صورت میں اگرچہ دینے والے نے اسے حق تصرف کا مختار بنایا۔ لیکن دینے کا یہ اختیار دے کر حقیقت میں اسے صرف وکیل نہیں بنایا۔ بلکہ اس توکیل کا بھی اختیار دیا ہے۔ گویا اسے اختیار دیا کہ خود تصرف کرتے ہو اور اپنے لیے قبض کرتے ہو۔ یا وکیل بالتملیک بن کر دوسرے کو تملیک کرتے ہو۔ یا تو وکیل بالتملیک کر کے دوسرے کو تملیک یا ادائے زکوۃ کا وکیل بناتے ہو۔ سب باتوں کا اسے اختیار ملا ہے۔ لیکن جب اس نے مدرسے کے دوسرے غلہ اور رقم کے ساتھ خلط کر لیا۔ تو گویا اس نے تیسری صورت اختیار کر لی اور متولی مدرسہ کو مثل دوسرے جمع شدہ اموال کے وکیل بالتملیک اور ادائے زکوۃ اس مال کا بھی بنا دیا اور اب اس مال کی تملیک اور ادائے زکوۃ کا حق بھی مدرسے کے باقی اموال کی طرح متولی مدرسہ کو حاصل ہوگا اور چندہ کنندہ کا اپنا اختیار سلب ہو جائے گا۔ البتہ تیسری صورت میں اگر چندہ کنندہ اس مال کو اپنے لیے قبض کر کے مدرسے کے مال میں خلط کرتا۔ تو اس کا اپنا مال ہوتا۔ اسے مدرسے کا مال شمار نہ کیا جاتا۔ بہرحال اب یہ ثابت ہوا کہ پہلی دو صورتوں میں متولی مدرسہ مزکی کی طرف سے تملیک کا وکیل ہوگا۔ اور چندہ کنندہ کی حیثیت صرف سفیر محض کی ہوگی۔ اب یہ مدرسے کے اموال میں جہاں تملیک شرط ہے۔ ان کی تملیک اس کے

ذمہ لازم ہے۔ اگر طلبہ کی خوراک پوشاک، نقد وظیفہ میں صرف ہوئے۔ تو یہی تملیک ہے۔ ورنہ حیلہ معروفہ کر کے دوسری مدات میں صرف جائز ہو سکے گا۔ بغیر حیلہ تملیک کے جائز نہ ہوگا۔ اب یہ دیکھنا ہے کہ مدرسہ کی طرف سے مزکی کا وکیل بالتملیک کون ہوگا۔ اگر مدرسہ کا کوئی دستور (آئین) جس میں اس اختیار کا تعین کیا گیا ہو۔ طے شدہ موجود ہے اور اس آئین کو اتنا مشتہر کر دیا گیا ہو کہ اکثر و بیشتر چندہ دہندگان کو اس کا علم ہو کہ ہمارے اموال کا اختیار بموجب دستور ہذا فلاں کو حاصل ہے۔ تو یہ اختیار اسی کو حاصل ہوگا۔ جسے دستور میں یہ اختیار دیا گیا ہو۔ خواہ وہ مہتمم ہو۔ کما ہو المعروف۔ یا کوئی دوسرا ہو نیز دستور میں اس اختیار کو جن جن قیود کے ساتھ مقید کیا گیا ہو۔ ان قیود کا بھی اعتبار ہوگا اور اگر دستور طے شدہ مدرسہ کا نہ ہو۔ یا اس کو مشتہر نہ کیا گیا ہو اور اس کا علم عام چندہ دہندگان کو نہیں ہوا تو ان صورتوں میں یہ اختیار مالیات کا مہتمم مدرسہ کو حاصل ہوگا۔ کما ہو المعروف۔ مہتمم کے سوا کسی کو یہ اختیار نہ ہوگا۔ جملہ مدارس عربیہ کا عرف یہی ہے۔ عام چندہ دہندگان کو بھی اس عرف کا علم ہے اور اسی علم پر وہ چندہ دیتے ہیں کہ مہتمم مدرسہ کو وکیل بناتے ہیں۔ اراکین مدرسہ ان کی دی ہوئی زکوٰۃ جب اپنے اوپر صرف نہیں کرتے بلکہ طلباء کو تملیک کرتے ہیں۔ یا تملیک کا حیلہ کر کے دوسرے مدات میں صرف کرتے ہیں۔ ادا ہو جاتی ہے۔ زکوٰۃ نہ ادا ہونا سمجھ میں نہیں آتا۔ البتہ اختیارات کی تفصیل اس طرح ہوگی جو تحریر کی۔ ہاں اگر اراکین مال کو قبضہ میں رکھ کر نہ تملیک الی الطلبہ کرتے ہیں۔ اور نہ حیلہ۔ تو زکوٰۃ ادا نہ ہوگی۔ واللہ اعلم

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان شہر ۲۵ صفر ۱۳۸۰ھ

صاحب نصاب امام کو کھال دے سکتے ہیں قیمت نہیں

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان دین متین اس مسئلہ میں کہ امام مسجد چونکہ صاحب مال ہیں جن پر خود ادائے زکوٰۃ واجب ہے۔ آیا چرم قربانی و چرم صدقہ طلبہ لے سکتے ہیں یا کہ نہیں۔ اگر چرم قربانی و چرم صدقہ ان کو نہ دیا جائے تو امامت سے انکار کرتے ہیں اور دیہات میں چرم قربانی وصدقہ ان کے شرائط میں داخل ہے۔

﴿ج﴾

نفس چرم قربانی لے سکتے ہیں۔ اس کو فروخت کر کے اس کی قیمت نہیں لے سکتے۔ واللہ اعلم

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ عربیہ قاسم العلوم ملتان

مکان پر زکوۃ خرچ کرنے سے تعمیر کے ساتھ تملیک ہوتی رہے گی

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلے کے بارے میں کہ بکر کا مکان وگھر گرا ہوا ہے۔ چند سال سے بکر بوجہ مفلسی ومسکینی کے بنانے سے عاجز ہے مستحق زکوۃ ہے۔ زید اس کو مال زکوۃ سے تعمیر کر کے مالک بنا کر دینا چاہتا ہے۔ اب قابل دریافت بات یہ ہے کہ زکوۃ کا روپیہ اس طرح لگانا جائز ہے۔ زید کی زکوۃ ادا ہوگی اور یہ صورت تملیک ہوگی یا نہ۔ بینوا توجروا

المستفتی غلام حسن ملتان

﴿ج﴾

زکوۃ کا روپیہ لگانا صورت مذکورہ فی السوال میں جائز ہے۔ زکوۃ ادا ہو جائے گی۔ جتنا جتنا مکان تعمیر ہوتا جائے گا اتنا اتنا تملیک ہوتا رہے گا۔

حررہ عبد اللطیف غفرلہ معین مفتی مدرسہ قاسم العلوم

الجواب صحیح محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان ۲۲ شوال ۱۳۸۹ھ

زکوۃ کی رقم سے راستہ میں یا سکول میں نلکا لگوانا

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین مندرجہ ذیل مسائل میں۔ (۱) بکر زید سے کہتا ہے کہ مجھے ایک نلکے کی ضرورت ہے۔ تو میں اپنے گھر سے باہر لگاؤں گا تاکہ میرے ساتھ دوسرے لوگ بھی اس سے پانی بھرتے رہیں۔ زید یہ نلکا اپنی زکوۃ سے اگر لگوا دے تو کیا اس صورت میں اس کی زکوۃ ادا ہو جائے گی۔ جب کہ بکر غریب اور زکوۃ کا مستحق بھی ہے۔ (۲) ہمارے دیہات کے لوگوں نے مل کر ایک سکول کھولا ہے۔ جہاں اردو وغیرہ کی تعلیم دی جاتی ہے۔ ان لوگوں کا مطالبہ ہے کہ زید یہاں اپنی رقم سے ایک نلکا لگوا دے۔ زید اگر یہاں نلکا مد زکوۃ سے لگوا دے تو کیا اس کی زکوۃ کی ادائیگی ہو جائے گی۔ بینوا توجروا

﴿ج﴾

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ واضح رہے کہ زکوۃ کی ادائیگی میں مستحق زکوۃ کو تملیک کر لینا یعنی مستحق زکوۃ کو مالک بھی بنا دیا جائے کہ وہ اس میں ہر قسم کا تصرف کر سکے۔ صورت مسئولہ میں زید اگر مال زکوۃ میں سے نلکا لگوا کر دے دے اور بکر کو اس نلکے کا تبرعاً مالک بنا دے اور اس کو گھر سے باہر لگانے کا پابند نہ کیا جائے بلکہ مالک بنا کر اس

کے اختیار پر چھوڑ دیا جائے کہ وہ اس غلے کو گھر کے اندر منگوائے یا گھر کے باہر یا اس کو فروخت کر دے یا کسی کو مفت میں دے۔ غرضیکہ اس کو مالک بنا کر اس کی مرضی پر چھوڑ دیا جائے۔ تو زکوۃ ادا ہو جائے گی۔ کیونکہ زکوۃ میں مستحق زکوۃ کو تملیک ضروری ہے۔ جو یہاں نہیں پائی جاتی۔ کما قال فی الدر المختار وشرعاً (تملیک) خرج الاباحة فلو اطعم يتيما ناويا الزكوة لا يجزيه الا اذا دفع اليه المطعوم كما لو كساه بشرط ان يعقل القبض الا اذا حكم عليه بنفقتهم (جزء مال) خرج المنفعة الخ ص ۳۱ ج ۲. فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ عبداللطیف غفرلہ معین مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
الجواب صحیح محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

کسی رجسٹرڈ ادارہ یا تنظیم کو صدقات دینا

«س»

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ڈسٹرکٹ ٹی بی ایسوسی ایشن ملتان ایک رجسٹرڈ ادارہ ہے۔ جس کے تحت کئی ہسپتال چل رہے ہیں۔ جن میں ٹی بی کے مریضوں کا مفت علاج ہوتا ہے اور ادویات بھی مفت دی جاتی ہیں۔ ملازمین ہسپتال کو تنخواہیں دی جاتی ہیں۔ کیا اس ادارے میں زکوۃ دینا جائز ہے یا نہیں۔

«ج»

واضح رہے کہ زکوۃ اور تمام صدقات واجبہ مثلاً فطرانہ، قیمت چرم قربانی وغیرہ میں تملیک فقراء و مساکین بلا معاوضہ شرط ہے۔ یعنی مالک بنانا ایسے شخص کو جو صاحب نصاب نہ ہو بلا معاوضہ ضروری ہے۔ لقوله تعالى انما الصدقات للفقراء والمساكين الآية . ويشترط ان يكون الصرف تمليكاً (درمختار) .

پس صورت مسئولہ میں اگر زکوۃ کی رقم سے دوائی خرید کر مریضوں کو جو صاحب نصاب نہ ہوں ملک کر دی جائے تو زکوۃ ادا ہو جائے گی یعنی ادویات کا مریض کے قبضہ میں دے کر مالک بنانا ضروری ہے۔ زکوۃ کی رقم سے ملازمین کی تنخواہیں ادا کرنا جائز نہیں۔ اسی طرح زکوۃ کی رقم سے تعمیرات کرنا یا ایسے سامان کا خریدنا جو ہسپتال کے استعمال میں آتا ہے اور کسی مستحق زکوۃ کو اس کا مالک نہیں بنایا جاتا۔ جائز نہیں۔

ولا يجوز ان يبنى بالزكوة المسجد وكذا القناطير والسقايات واصلاح الطرقات وكرى الانهار والحج والجهاد وكل ما لا تمليك فيه (عالمگیری مصری کتاب الزکوۃ باب المصارف۔ ج ۱ ص ۱۸۸) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان ۵ ربیع الثانی ۱۳۹۸ھ
الجواب صحیح محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ ۸ ربیع الثانی ۱۳۹۸ھ

مہاجرین کے لیے مال زکوٰۃ جمع کرنا

﴿سوال﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین کہ بہاری صاحبان مسلمان جو مشرقی پاکستان سے ایک حکومت کی مدد سے نکالے گئے ہیں اور یہاں آ کر رہتے ہیں۔ ان کا کوئی پرسان حال نہیں ہے اور نہ کاروبار ہے اور نہ ان کا کوئی مستقل ٹھکانہ ہے۔ اب بہاری صاحبان کی دو لڑکیوں کی شادی بھی ہوتی ہے۔ ان کے اخراجات کے لیے اگر ان بہاری حضرات کے لیے زکوٰۃ، صدقہ وغیرہ وصول کر کے ان کو دیا جائے تو یہ شرعاً جائز ہے اور کیا وہ اس بات کے مستحق ہیں۔

﴿جواب﴾

جن بہاری حضرات کے پاس نصاب (۵۲ ۱/۲ تولہ چاندی یا ۷ ۱/۲ تولے سونا) یا اس کی قیمت کا کوئی مال زائد از حاجت موجود نہ ہو، مثلاً برتن، کپڑے وغیرہ ضروری سامان میں سے بھی نہ ہوں تو ان کے لیے زکوٰۃ و صدقات کو لینا جائز ہے بلکہ اگر یہ صاحبان دوسری جگہ کے لوگوں سے زیادہ غریب ہوں تو ان کا حق زیادہ اور مقدم ہے۔ فقط

[illegible]

[illegible]

یونین کونسلوں کا تقرر بیت المال کے حکم میں ہے یا نہیں؟

﴿سوال﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ قرآن شریف میں زکوٰۃ کا مصرف بیان ہے۔ دوسرا والعاملین کا لفظ موجود ہے۔ عاملین زکوٰۃ تو بیت المال میں زکوٰۃ جمع کرائیں گے پھر اجتماعی طور پر مناسب جگہ پر خرچ کرنے کا حکم ہے۔ قابل دریافت یہ چیز ہے کہ موجودہ دور میں ہر جگہ یونین کونسلیں قائم ہیں۔ اور حکومت کی طرف سے بیت المال میں جمع کرنے کا حکم ہے کہ زکوٰۃ چرم قربانی علاقہ کے یونین کونسل میں جمع کی جائے۔ پھر ممبران صاحبان اس بیت المال سے علاقہ کے غرباء یتیم بیوگان میں تقسیم کرائیں گے تو اس بیت المال میں زکوٰۃ و چرم قربانی دینے سے زیادہ ثواب ہوگا۔ یا مدارس اسلامی میں اشاعت علوم دینیہ سے زیادہ ثواب ہوگا۔

مدرسہ والے زکوٰۃ دینے والوں کے وکیل ہوتے ہیں

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ اگر رقم زکوٰۃ کسی دینی مدرسہ کو دی جائے اور وہ جیسے مصرف پر صرف نہ ہونے کی صورت میں رقم جمع رہے۔ تو معطین زکوٰۃ کی طرف سے زکوٰۃ ادا ہوگی یا نہیں۔

﴿ج﴾

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ مدرسہ والے معطین زکوٰۃ کی طرف سے ادائیگی زکوٰۃ میں وکیل ہوتے ہیں۔ جب تک مال وکیل کے پاس ہے۔ زکوٰۃ ادا شمار نہ ہوگی اور جب وہ صحیح مصرف پر خرچ کردے تو زکوٰۃ واضح رہوگی۔ اس اگر کسی فقیر کی طرف سے زکوٰۃ کے وصول کرنے کا کوئی وکیل آپ کے پاس آجائے اور آپ اس فقیر کے لیے اس کے وکیل کو زکوٰۃ کی رقم دے دیں تو وکیل سے وصول کرتے ہی آپ کی زکوٰۃ ادا شمار ہوگی۔ عموماً مدارس والے فقراء کے وکیل نہیں ہوا کرتے بلکہ معطین کے وکیل ہوا کرتے ہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ عبداللطیف غفرلہ معین مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان ۲۴ جمادی الاولیٰ ۱۳۸۵ھ

صدقات واجبہ کو حیلہ کے بعد تعمیر پر صرف کرنا

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ موجودہ دور فاسد میں جبکہ عموماً مدارس عربیہ محض عشر و زکوٰۃ اور باقی صدقات واجبہ مثلاً چرم ہائے قربانی کی رقم وغیرہ پر چلائے جارہے ہیں۔ نفلی صدقات وغیرہ بالکل نیست و نابود ہیں کہ ان پر کام چلایا جاسکے۔ تو کیا اس وقت صدقات واجبہ میں مروجہ معروف حیلہ سے تملیک کرا کرا سے مدارس وغیرہ کی تعمیروں میں خرچ کیا جاسکتا ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا

﴿ج﴾

مسئلہ یہی ہے کہ زکوٰۃ کی رقوم تملیک کے بغیر تنخواہوں اور تعمیرات میں صرف نہیں ہوسکتیں۔ صحیح تملیک کے بعد ان کو تعمیرات وغیرہ بوقت ضرورت میں استعمال کرنا درست ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان ۲۱ ... ۱۳۹۸ھ

مدرسہ کی رقم کسی کو قرض دینا جو مدرسہ کا قرض واپس نہ کرے اس کا کیا حکم ہے؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں مفتی شرع از روئے شریعت کہ دینی مدرسہ کی پسماندہ رقم بطور قرض دی جا سکتی ہے اور ایسا فعل مدرسہ کے رکن یا ناظم صاحب کے مشورہ سے ہوتا ہے کیا شریعت بطور قرض دینی مدرسہ کا روپیہ دینے کی اجازت دیتی ہے یا فقہ میں کوئی گنجائش ہے کہ مدرسہ کی رقم قرض دی جا سکتی ہے۔ جو شخص مدرسہ کی رقم لیتا ہے بطور قرض اور وعدہ پر ادا نہیں کرتا اس کے لیے کیا رویہ کرنا چاہیے۔

﴿ج﴾

(۱) مدرسہ کے چندہ سے ناظم وغیرہ کسی کو قرض نہیں دے سکتا۔ کیونکہ مدارس اسلامیہ وقف ہیں اس کی تصریح امداد الفتاوی و دار العلوم دیوبند ج ۱۳ ص ۱۸۴ میں ہے کہ مال وقف سے کسی کو قرض دینا جائز نہیں ہے۔ لیکن مولانا تھانوی کی رائے یہ ہے کہ اگر معطین کی اجازت ہو تو جائز ہے۔ امداد الفتاوی جلد ثانی (۲) اس سے بہر تقدیر رقم لی جا سکتی ہے۔ واللہ اعلم

عبدالرحمن نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان ۲۲ جمادی الاول ۱۳۹۰ھ

سید کو زکوٰۃ دینا

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک گاؤں میں تقریباً پچاس افراد سید قوم کے رہتے ہیں۔ جن میں بیوہ و یتیم بچے بھی ہیں۔ جو غریب اور نادار لوگ ہیں۔ جن کی آمدنی کچھ بھی نہیں۔ ان لوگوں کو ہم زکوٰۃ دیتے ہیں تو کیا ہماری زکوٰۃ ادا ہوتی ہے یا نہیں؟

﴿ج﴾

سید کو زکوٰۃ دینا درست نہیں۔ زکوٰۃ کے علاوہ دیگر خیرات وغیرہ سے ان کی امداد کی جائے۔ فقط واللہ اعلم

بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

مشترکہ کاروبار میں شریک بھتیجوں کو عشر دینا

﴿س﴾

چہ میفرمایند علمائے کرام و مفتیان عظام اس مسئلہ میں کہ ایک شخص اپنا عشر یا زکوٰۃ اپنے بھائی کے بچوں کو جو

بالغین ہیں۔ دیتا ہے اور حال یہ ہے کہ کام کاج مشترک طور پر کرتے ہیں اور زمین بھی مشترک ہے اور مشترک طور پر کاشت کرتے ہیں لیکن جب حاصل وصول ہو جائے تو نو حصے مشترک چھوڑ دیتے ہیں اور دسواں حصہ تقسیم کرتے ہیں۔ مابین اپنے کے پھر ایک بھائی کے بچے نہیں ہیں اور دوسرے کے پانچ بچے ہیں اور بالغین بھی ہیں۔ مساکین بھی اس لیے یہ دوسرا بھائی اپنی زکوٰۃ یعنی عشر بھتیجوں کو دیتا ہے اور عشر درمیان خرچ نہیں کرتے بلکہ بھتیجے پر خرچ کرتے ہیں۔ اب سوال یہ ہے کہ یہ عشر اس بھائی کے بچوں پر جائز ہے یا نہ اور دلیل جواز کی یہ پیش کرتا ہے کہ فتح القدیر میں باب المصرف میں آیا ہے کہ بھائی پر عشر اور زکوٰۃ جائز ہے۔ ولو کان فی عیاله اور دوسری کتابوں میں بھائی اور بھتیجوں پر عشر اور زکوٰۃ اولیٰ جائز کہا ہے اور یہ نہیں بتایا ہے کہ یہ بھائی مشترک کام کرتے ہیں اور زمین مشترک ہے۔ یا نہ یعنی [illegible]۔ بینوا توجروا

نوٹ۔ جن جن کتابوں میں بھائی اور بھتیجوں کو چچوں پر چچازادوں پر عشر یا زکوٰۃ کے لیے اولیٰ بتایا ہے۔ ان میں مطلقاً کہا ہے۔ یہ قید نہیں لگائی ہے کہ یہ بھائی علیحدہ علیحدہ ہوں اور مشترک کام نہ کرتے ہوں اور منافع مشترک نہ ہوں۔ جیسے کہ زوج زوجہ کے زکوٰۃ دینے پر عدم جواز کا حکم اس وجہ سے لگایا ہے کہ منافع الاملاک مشترک ہیں ان کے درمیان۔ کتابوں کے حوالے دے کر بیان فرمائیں۔ محبت و شکریہ فقط والسلام

از طرف عقیل زمانی طالب العلم

{ج}

صورت مسئولہ میں مذکور شخص کا اپنے بھتیجوں کو زکوٰۃ و عشر وغیرہ دینا جائز بلکہ اولیٰ باعث مزید ثواب ہے۔ اسلئے کہ اس صورت میں مستحقین و مصرف ہونے کی وجہ سے ان کو دینے میں ادائے واجب کے ساتھ صلہ رحمی بھی ہے۔ اس وجہ سے کتب فقہ میں رشتہ داروں کے مصرف ہونے کی صورت میں ان پر صرف کرنے کی اولیت مصرح ہے۔ دراصل مصرف زکوٰۃ حدیث شریف میں منصوص ہے۔ جو جو مصرف زکوٰۃ تھے۔ وہ بیان کر دیے گئے تھے اور جو نہ تھے ان کو نہ بھی مصرح ہے۔ باقی فقہاء کرام نے جو اشتراک منافع املاک یا عدم کو مدار جواز و عدم جواز ٹھہرایا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ چونکہ نمونا یہ تھا کہ جہاں جہاں احادیث میں عدم جواز ہے وہاں منافع الاملاک مشترک ہوتے تھے۔ مثلاً باپ کی زکوٰۃ بیٹے کو یا علی العکس یا زوج کی زوجہ کو یا علی العکس کہ ان کے منافع املاک مشترک ہوتے ہیں۔ ایک دوسرے کے مال سے نفع اٹھانے میں آزاد ہوتے ہیں۔ تو یہ زکوٰۃ گویا دوبارہ زکوٰۃ دینے والے کی ضرورت میں استعمال ہو رہی ہے۔ اسلئے انھوں نے وجہ فقہی و نظری عدم جواز کی اشتراک منافع املاک بیان کی۔ فی نفسہ یہ دار و مدار جواز و عدم جواز نہیں ہے۔ بلکہ نصوص ہیں۔ ورنہ اگر یہی وجہ مدار جواز و عدم جواز ہو جائے اور پھر

مدرسہ کے صدقات میں طلبہ کے کھانے پر کس مد سے خرچ کیا جائے؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں اس مسئلہ میں کہ مدرسہ میں جو مال زکوٰۃ آتا ہے اگر ان اموال کو طالب علموں کی طرف سے مطبخ میں داخل کیا جاتا ہے۔ کیا یہ قبضہ ہے یا نہیں۔

﴿ج﴾

جو کھانا تیار ہو کر طلباء کو دے دیتے ہیں اس کا قبض ہو جاتا ہے اور جو ادھر ادھر ہو جاتا ہے۔ اگر وہ مصرف میں صرف ہو جائے تو اس سے بھی زکوٰۃ ادا ہو جائے گی اور جو مصرف میں صرف نہیں ہوتا۔ تو اتنی مقدار کی زکوٰۃ ادا نہیں ہوتی۔ بہتر یہ ہے کہ ابتداء زکوٰۃ وعشر صدقات واجبہ وغیرہ میں تملیک شرعی کسی مسکین سے کرائیں اور اس کے بعد ضروریات مدرسہ میں لائیں۔ تاکہ دینے والوں کے زکوٰۃ وعشر وغیرہ مکمل ادا ہوں۔ اور جو خرابیاں تملیک شرعی نہ کرانے کی صورت میں پیدا ہوتی ہیں۔ وہ نہ پائی جائیں۔ الحاصل۔ مصرف والوں کو زکوٰۃ وعشر وغیرہ کا تملیک شرعی کرانا شرط ہے۔ جتنی مقدار تملیک ہو جائے گی۔ اتنی مقدار کی ادا ہو جائے گی۔ ورنہ نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد عطاء اللہ عفی عنہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

الجواب صحیح عبداللہ عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ ہذا

ہنگامی طور پر بے گھر ہونے والوں پر زکوٰۃ خرچ کرنا

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ جو لوگ ہنگامی حالات میں بے گھر ہو چکے ہیں۔ ان پر زکوٰۃ کا پیسہ خرچ کیا جا سکتا ہے۔ یا نہیں جو لوگ مع گھر سے نکالے گئے ہیں اور وہ اب پاکستان میں پہنچے ہیں۔ ان پر یہ زکوٰۃ کا پیسہ خرچ کیا جا سکتا ہے یا نہ۔ بینوا توجروا

﴿ج﴾

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ ہر فقیر ومسکین کو زکوٰۃ کا روپیہ دیا جا سکتا ہے۔ جو ہاشمی سید نہ ہو۔ تملیک ضروری ہے۔ اگر تملیک کا یقین ہو تو ان کو دیا جا سکتا ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ عبداللطیف غفر لہ معین مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

الجواب صحیح محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان ۱۹ رجب ۱۳۸۸ھ

عشر، زکوۃ وغیرہ کو تنخواہوں میں خرچ کرنا، کیا حیلہ تملیک شرعاً جائز ہے؟
اگر صدقات واجبہ کو طلبہ خود وصول کرکے مدرسہ میں جمع کردیں تو تنخواہ میں صرف کرنا جائز ہے؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین دریں مسئلہ۔ (۱) چرم قربانی، زکوۃ، عشر وغیرہ مدارس عربیہ دینیہ میں دینا جائز ہے یا نہیں اور مہتمم بعد حیلہ تملیک تنخواہ مدرسین وتعمیر مدرسہ میں خرچ کرسکتا ہے یا نہیں۔

(۲) چرم قربانی، زکوۃ، عشر وغیرہ خود طلباء لوگوں سے لے کر آئیں یا لوگ خود مدرسہ میں طلباء کو دے کر جائیں اور طلبہ مدرسہ میں جمع کرادیں۔ تو صورت حیلہ کی ضرورت باقی رہتی ہے یا نہیں۔

(۳) زید کہتا ہے کہ مدرسہ میں زکوۃ وغیرہ دینا جائز نہیں اور حیلہ کا شریعت میں کوئی ثبوت نہیں۔ براہ کرم مدلل جواب عنایت فرمائیں تاکہ تسلی ہو جائے۔

﴿ج﴾

(۱) قیمت چرم قربانی، زکوۃ، عشر وغیرہ صدقات واجبہ میں بلا عوض تملیک فقراء ومساکین ضروری ہے۔ دینی مدارس اگر یہ صدقات واجبہ طلبہ پر صرف کریں تو جائز ہے لیکن ان صدقات کی رقم کو مدرسہ کی تعمیرات پر خرچ کرنا یا مدرسین کو تنخواہ میں دینا جائز نہیں۔ البتہ حیلہ تملیک کے بعد مدرسہ کے جملہ ضروریات میں اس رقم کو خرچ کرنا جائز ہے۔ **فان بيع اللحم او الجلد به اي بمستهلك تصدق بثمنه الخ.** در مختار مصری **كتاب الاضحية ص ۳۲۸ ج ۵ وفي باب المصرف منه ومع الشامي باب المصرف اي مصرف الزكوة والعشر الى قوله وهو فقير الخ. قال الشامي قوله اي مصرف الزكوة والعشر وهو مصرف ايضا لصدقة الفطر والكفارة والنذر وغير ذلك من الصدقات الواجبة كما في القهستاني** ج ۲ ص ۳۳۔ عام طور پر طلبہ جو چرم قربانی، زکوۃ وغیرہ لوگوں سے لے کر مدرسہ میں لے آتے ہیں وہ بطور وکیل کے ہوتے ہیں عام طور پر وہ لوگ بطور تملیک کے یہ صدقات نہیں دیتے بلکہ مدرسہ میں پہنچانے کے لیے حوالہ کردیتے ہیں۔ اس لیے اس سے تملیک متحقق نہیں ہوتی۔ تملیک دوبارہ ضروری ہے لوگ خود مدرسہ میں اگر طلبہ کو تملیکاً دے دیں تو دوبارہ تملیک کی ضرورت نہیں۔ وہ طالب علم کی ملکیت ہو جائے گی۔ پھر آگے مدرسہ کو دے یا نہ دے یہ اس کی مرضی پر موقوف ہے۔ اگر مدرسہ میں دے گا تو وہ

اس کی طرف سے صدقہ شمار ہوگا۔

(۳) حیلہ شرعاً جائز ہے اور اس کی اصل یہ ہے کہ حیلہ میں قانونی اور اصولی بات طے ہوتی ہے۔ مثلاً زکوۃ کا مصرف فقیر ہے۔ فقیر کو مال مل گیا۔ اب وہ بحیثیت مالک ہونے کے جو چاہے کر سکتا ہے۔ شامی میں ہے۔ وحيلة المكفين بها التصدق على فقير ثم هو يكفن فيكون الثواب لهما وكذا في تعمير المسجد (ردالمحتار ص ۲۱۲ ج ۲ کتاب الزکوۃ) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان ذوالقعدہ [illegible]ھ

مال زکوۃ سے کتب خرید کر وقف کرنا، امام کو مال زکوۃ سے تنخواہ دینا

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ میں کہ (۱) ایک شخص اپنی زکوۃ سے قرآن شریف خرید کر کسی مدرسہ میں وقف کرتا ہے۔ کیا یہ زکوۃ کے پیسوں سے خرید کر کے دینی مدرسہ میں وقف کر سکتا ہے۔ یا نہیں۔ کیا اس کی زکوۃ ادا ہو جائے گی یا نہیں (۲) دوسرا یہ کہ زکوۃ سے امام مسجد تنخواہ لے سکتا ہے۔ اگر امام نصاب زکوۃ کا مالک نہیں۔ یا نہیں لے سکتا۔ بینوا توجروا

﴿ج﴾

(۱) زکوۃ میں تملیک ضروری ہے۔ کسی مدرسہ میں کتاب یا دوسری چیز وقف کرنے سے زکوۃ ادا نہیں ہوتی۔ سوائے ان اشیاء کے جو مستحقین طلباء کے ملک میں دی جاتی ہیں۔ کتاب تو ان کو بطور ملکیت کے نہیں دی جاتی۔ اس لیے یہ زکوۃ صحیح نہیں ہے۔ (۲) امام مسجد کی تنخواہ اگر مقرر ہے۔ تو تنخواہ میں زکوۃ نہیں دی جا سکتی۔ اگر مقرر نہیں ہے۔ تو اسے دی جا سکتی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان ۱۲ رجب ۱۳۸۸ھ

منتظمین مدرسہ زکوۃ دینے والوں کے وکیل ہوتے ہیں

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ میں کہ زکوۃ کا پیسہ مدرسہ عربیہ امدادیہ کی طرف منی آرڈر کر کے بھیجا جاتا ہے۔ یا زکوۃ دینے والا مدرسہ مذکورہ کے محرر یا ناظم کے حوالہ کر دیتا ہے۔ مصرف زکوۃ میں سے یقیناً مہتمم اس سے کوئی تنخواہ وصول نہیں کرتا۔ تو عند الشریعت یہ زکوۃ مزکی سے ادا ہو جاتی ہے وہ مزکی واتوا الزکوۃ الایۃ وانما الصدقات الایہ کا مصداق ہو جاتا ہے۔

[illegible]

﴿ج﴾

مدارس اسلامیہ کے منتظمین زکوٰۃ دینے والے کی طرف سے وکیل ہوتے ہیں۔ وہ جب طلباء ومساکین کو بطور وظیفہ، خوراک، پوشاک دیتے ہیں تو اس وقت زکوٰۃ ادا ہو جاتی ہے اور اگر وہ تعمیر، کتب خانہ، تنخواہ ملازمین، دوسری متفرق اخراجات میں صرف کریں گے تو زکوٰۃ ادا نہ ہوگی۔ جب تک کہ پہلے کسی مسکین نے تملیک نہ کیا ہو۔ واللہ اعلم

محمد عبداللہ عفی عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان شہر

زکوٰۃ کا مصرف کیا ہے؟ قربانی کی کھالوں کی قیمت اردو مدرسہ (سکول) میں دی جاسکتی ہے یا نہیں؟

قربانی کے گوشت اور کھالوں میں کچھ فرق ہے یا دونوں کا ایک مصرف ہے؟

کسی قابل وذہین طالب علم کو مدرسہ کے فنڈ سے انعام یا وظیفہ دینا خیرات اور چندہ میں کیا فرق ہے؟

صدقات سے چلنے والے ادارہ میں صاحب نصاب بچوں کا تعلیم حاصل کرنا

سکول کے استاد کی تنخواہ کے لیے دکان پر صندوقچی رکھنا

زکوٰۃ کی رقم سے ہونے والا ولیمہ صاحب نصاب لوگ کھا سکتے ہیں یا نہیں؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین مندرجہ ذیل مسائل میں کہ از روئے شرع شریف کیا حکم ہے۔
(۱) زکوٰۃ کس کس جگہ خرچ ہو سکتی ہے کیا کوئی طریقہ ہے کہ عربی مدارس یا اردو مدارس کے مدرسین کو مد زکوٰۃ دی جاسکے۔ (۲) قربانی کی کھالیں فروخت کر کے عربی مدارس کے علاوہ اردو مدارس میں بھی لگا سکتے ہیں یا نہیں اور کس کس جگہ۔ (۳) قربانی کے گوشت اور کھالوں کے استعمال کے لیے از روئے شرع کیسا حکم ہے، علیحدہ مفصل بیان فرمائیں۔ (۴) کیا دینی اور غیر دینی مسلمانی مدارس کی تقسیم قرون اولیٰ سے ہے۔ اگر ہے تو از روئے شرع کون سے مضامین سے غیر دینی ہیں بصورت دیگر مدارس کی تقسیم (دینی اور غیر دینی) کب سے شروع ہوئی اور جائز ہے یا نا۔ (۵) ایک لڑکا زیر تعلیم ہے اور والد صاحب نصاب ہے وہ اپنی جماعت میں ہوشیار ہے اس کو ہوشیاری کا وظیفہ یا انعام وغیرہ کون سی مد سے دے سکتے ہیں یعنی زکوٰۃ صدقات وغیرہ یا اور کوئی۔ (۶) جس ادارہ کی مدد خیرات سے ہوتی ہو اس سکول میں صاحب نصاب کے بچے پڑھ سکتے ہیں یا نہیں۔ (۷) خیرات کی تعریف کیا

ہے اور کس کو دی جا سکتی ہے اور کس طرح چندہ وخیرات میں شامل ہے یا نہیں خیرات اور چندہ میں کیا فرق ہے۔
(۸) زید نے اپنی دوکان پر صندوقچی رکھی ہوئی ہے اور کسی پرائمری مڈل یا ہائی سکول کے بچے اپنے گاہکوں سے
صندوقچی میں کچھ نہ کچھ رقم ڈلواتا ہے وہ رقم مدرسین کی تنخواہوں میں تقسیم کی جاتی ہے یہ فعل جائز ہے یا ناجائز ہے
جبکہ سکول میں صرف مسلمانوں ہی کے بچے تعلیم پاتے ہیں اور ایسے سکول میں صاحب نصاب کے بچے تعلیم پا سکتے
ہیں یا نہیں۔ (۹) زید مفلس ہے اس کو اپنے لڑکے کی شادی کرنی ہے اس نے بکر وغیرہ سے زکوٰۃ وخیرات و
صدقات کی رقم حاصل کر کے لڑکے کی شادی کی اور اسی رقم سے اس نے برادری کو دعوت ولیمہ دی۔ از روئے شرع
کیا صاحب نصاب دعوت ولیمہ تناول کر سکتے ہیں۔

﴿ج﴾

(۱) زکوٰۃ کے مصارف اس آیت میں تفصیل سے مذکور ہیں۔ انما الصدقات للفقراء والمساکین
الآیہ زکوٰۃ میں تملیک ضروری ہے بغیر تملیک کرنے کے زکوٰۃ ادا نہ ہوگی۔ مدارس وغیرہ میں مصارف پر تملیکاً
خرچ کیا جائے ورنہ حیلۂ تملیک کو کام میں لایا جا سکتا ہے اس لیے کہ گذشتہ زمانہ میں اسلامی ملک پر اشاعت کی
ذمہ داری ہوتی تھی اور اب جب بدقسمتی سے مسلمان ایسی حکومت سے محروم ہیں جو اشاعت علوم دینیہ کی ذمہ دار
ہو لہٰذا حیلۂ اخذ زکوٰۃ سے کام چلانا ضروری ہوا ورنہ اشاعت علوم کا انسداد لازم آئے گا۔ اور ایسا ہونا چاہیے کہ
مدرسہ کا مہتمم یا ناظم جو زکوٰۃ دینے والوں کی جانب سے وکیل ہوتا ہے وہ کسی مسکین کو کہہ دے کہ تم کسی سے قرض
لے کر اتنے روپے مدرسہ میں داخل کر دو خواہ وہ قرض مہتمم سے یا کسی دوسرے شخص سے لے پھر جب وہ مسکین
قرضہ لے کر مدرسہ کے فنڈ میں روپے داخل کرا دے زکوٰۃ کے مد میں نہیں بلکہ نفلی خیرات میں پھر مہتمم مدرسہ وہ زر
زکوٰۃ جس کے ادا کرنے کا وہ وکیل ہے لے کر اسی مسکین کو دینے والے کی طرف سے بطور زکوٰۃ کے دے دے
اور وہ اس کو لے کر اس سے اپنا قرضہ ادا کر دے اس کے بغیر زکوٰۃ فقط مدرسہ کے فنڈ میں داخل کرنے سے ادا
نہیں ہوتی فریضہ اس کے ذمہ رہتی ہے۔ اس حیلہ کرنے کے بعد زکوٰۃ تو مسکین کے سپرد کر دی گئی اور مدرسہ کے
فنڈ میں مسکین نے از خود روپے کار خیر میں صرف کرنے کے لیے داخل کر دیے اب مدرسہ کے فنڈ سے اس دینے
والے کی نیت کے مطابق لگایا جائے گا اگر فقط مساکین کے مفاد پر صرف کرنے کی نیت کرتا ہے اغنیاء پر صرف نہ
ہوگا اگر وہ یتیموں کی شرط لگاتا ہے تو غیر یتیموں پر صرف نہ ہوگا اگر اغنیاء ونیاوی وغیر دنیاوی سب علم دین سیکھنے
والوں پر صرف کرنے کی نیت کرے گا تو سب پر صرف ہوگا چونکہ یہ زکوٰۃ نہیں ہے پھر اغنیاء کو اپنے مدرسہ میں

پڑھتا اور وظیفہ لیتا سب کچھ جائز ہے اور زکوٰۃ نہ ہو اسے بطور کار خیر کے کوئی مدرسہ کے فنڈ میں داخل کرے گا اس میں حیلہ کی ضرورت نہیں بغیر حیلہ کے بھی جمع کرنا جائز ہے۔ چرم قربانی کی صورت یہ ہے۔ یتصدق بجلدها او یعمل منه نحو غربال وجراب وقربة وسفرة ودلو او یبدله بما ینتفع به باقیاً لا بمستهلک کخل ولحم ونحوه کدراهم فان بیع اللحم او الجلد به ای بمستهلک او بدراهم تصدق بثمنه (در مختار مصری ص ۲۲۸ ج ۱) کی عبارت سے چند صورتیں نکلتی ہیں۔ (۱) یا تو جلد کو کسی مسکین پر صدقہ کر دے۔ (یتصدق بجلدها)۔ (۲) اس جلد سے یعنی چرم سے ڈول مشک وغیرہ کوئی شئی بنا کر اس کو استعمال کرے (او یعمل منه نحو غربال)۔ (۳) یا اس کو ایسی چیز سے تبدیل کر دے کہ اس کو باقی رکھ کر اس سے نفع حاصل کرے جیسے چارپائی کتاب تعمیر کی لکڑی و اینٹیں (او یبدله بما ینتفع به باقیاً)۔ (۴) اگر جلد کو روپیہ وغیرہ سے بیچا جائے تو اس روپے کو صدقہ کرنا ہوگا۔ وہ بمنزلہ زکوٰۃ ہے۔ جس میں تملیک شرط ہے اب چونکہ مہتمم مالک چرم کی جانب سے وکیل ہے اس لیے جو چار طریقے اصل مالک کے لیے بیان کیے گئے ہیں وہی طریق مہتمم کے لیے بھی جائز ہیں صدقۂ چرم یا صدقۂ قیمت چرم میں تملیک شرط ہے اس لیے حیلہ کرنے کی ضرورت ہے۔ اگر مدرسہ میں ڈول مشک یا کتابوں کی جلد بندی میں عین چرم کا استعمال کرے۔ یا طلبہ کی کتابیں یا تعمیر کی لکڑی چارپائی وغیرہ لے کر طلبہ کے کام میں لائیں پھر حیلہ کی ضرورت نہیں بغیر حیلہ ہو سکتا ہے مدرسین کو تنخواہ دینا چونکہ اجرت ہے اس لیے خود زکوٰۃ سے بغیر حیلۂ مذکورہ کے دینا جائز نہیں اور زکوٰۃ ادا نہ ہوگی البتہ مساکین غیر ہاشمی طلبہ کے وظیفہ میں ان کو دیا جا سکتا ہے اس میں حیلہ کی ضرورت نہیں صاحب نصاب کا لڑکا جو خود غریب ہو وہ زکوٰۃ لے سکتا ہے اور حیلہ کے بعد تو مدرسہ اس کو واقفین کی نیت کے مطابق ہر جگہ ہر صورت سے خرچ کر سکتا ہے رہی بات مدارس میں دینے سے دینے والے کو ثواب کا مسئلہ تو ثواب ملے گا جن علوم کا مسلمان کے لیے بحیثیت مسلمان سیکھنا ضروری ہے۔ خواہ دینی ہو یا دین کا اس پر موقوف ہو اس کو دینے ثواب سے خالی نہ ہوگا۔ مسکین زکوٰۃ کا جب مستحق ہے اور وہ بوجہ استحقاق کے زکوٰۃ لے لے۔ بعد میں اغنیاء کو بھی اور ہاشمیوں کو سب کو کھلا سکتا ہے تقریباً سب سوالات کا جواب ہو گیا چونکہ بہت سے سوالات آپس میں مربوط ہو گئے۔ اس لیے ایک جواب میں سب آ گئے۔

محمود عفا اللہ عنہ ۹ ذوالقعدہ ۱۳۹۱ھ

اگر کوئی غیر مستحق دھوکہ سے زکوٰۃ وصول کرے تو زکوٰۃ دینے والے کے لیے کیا حکم ہے؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ اگر کوئی سید اپنے آپ کو غیر سید مستحق ظاہر کرے یا غیر مستحق اپنے آپ کو مستحق ظاہر کر کے کسی صاحب نصاب سے رقوم زکوٰۃ وصدقات واجبہ وصول کرلے یا کسی دینی درسگاہ یا رفاہ عام کے ادارے میں زکوٰۃ وصدقات کی مد سے امداد حاصل کر لیتا ہے تو زکوٰۃ دینے والے کی زکوٰۃ ادا ہوگی یا نہیں اور اس میں زکوٰۃ دہندہ یا مہتمم منتظم پر کیا ذمہ داری عائد ہوگی۔ جبکہ زکوٰۃ وصدقات میں سے امداد دیتے وقت دریافت کرلیا جاتا ہے کہ لینے والا مستحق ہے یا نہیں۔

﴿ج﴾

بعد تحقیق کے اگر غالب ظن یہ ہو کہ یہ مصرف ہے اور زکوٰۃ وغیرہ صدقات کا مستحق ہے اور دیدیا تو زکوٰۃ ادا ہو جاتی ہے اور زکوٰۃ دینے والے کا ذمہ بری ہو جاتا ہے۔ نیز مہتمم ادارہ پر بھی کوئی ذمہ داری عائد نہیں ہوتی۔ البتہ لینے والے کے لیے جائز نہیں تھا اس کو چاہیے کہ یا تو اس کو خیرات کردے یا واپس کردے دینے والا خود اس سے مطالبہ نہ کرے وہ بری الذمہ ہوگیا۔ در مختار ص ۳۵۲ ج ۲ میں ہے دفع بتحر لمن یظنه مصرفا فبان انه عبده او مكاتبه او حربيٌ ولو مستأمنا اعادها وان بان غناه او كونه ذمياً او انه ابوه او ابنه او امرأته او هاشمي لا يعيد لانه اتى بما في وسعه حتى لو دفع بلا تحر لم يجز ان اخطأ وقال شامي (تنبيه) في القهستاني عن الزاهدي ولا يسترد منه لو ظهر انه عبد او حربي وفي الهاشمي روايتان ولا يسترد في الولد والغني وهل يطيب له فيه خلاف واذا لم يطب قيل يتصدق وقيل يرد على المعطي فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

دائن اگر غریب ہو اور اس کا قرضہ ایسے شخص پر ہو جو نہ دے سکے تو دائن مستحق زکوٰۃ ہے یا نہیں؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین ایسے شخص کے بارے میں کہ اس کا تقریباً دو ہزار روپیہ کسی کے پاس قرض ہے اور مقروض بھی بالکل مفلس آدمی ہے اور قرض خواہ بھی موجودہ حالت میں نہایت ہی غریب آدمی ہے۔ علم دین پڑھاتا ہے۔ روٹی بھی دوسروں کے گھر سے کھاتا ہے۔ آیا اس کو زکوٰۃ وفطرانہ دینا جائز ہے۔ مذکورہ رقم کے علاوہ اور کوئی جائداد وغیرہ نہیں ہے۔

﴿ج﴾

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ ایسے شخص کو زکوٰۃ و فطرانہ لینا جائز ہے۔ کما قال فی الدر المختار علی رد المحتار ج ۲ ص ۶۷ (و) الخامس (المسکین وهو) کل (من له مال لا معه) ومنه مالو کان ماله مؤجلا او علی غائب او معسر او جاحد ولو له بینة فی الاصح۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ عبد اللطیف غفرلہ معین مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان ۱۱ صفر ۱۳۸۶ھ

الجواب صحیح محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان ۱۱ صفر ۱۳۸۶ھ

زکوٰۃ کی رقم سے مدرسہ تعمیر کرنا

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین مسئلہ ہذا میں کہ زکوٰۃ کے روپیہ سے مدرسہ کی تعمیر کی جا سکتی ہے یا نہیں۔ اگر کی جا سکتی ہے تو کون سی صورت ہوگی۔ بینوا توجروا بمع دلائل تحریر فرمائیں۔

﴿ج﴾

زکوٰۃ تعمیر مسجد میں صرف نہیں ہو سکتی زکوٰۃ میں تملیک ضروری ہے۔ لقوله تعالیٰ انما الصدقٰت للفقراء والمساکین الآیه قال فی الدر المختار لا یصرف الی بناء نحو مسجد الخ۔ واللہ اعلم

محمود عفا اللہ عنہ ۶ ربیع الثانی ۱۳۹۴ھ

صدقات واجبہ کو مدرسہ و مسجد میں خرچ کرنے کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ زکوٰۃ، صدقہ، قیمت چرم قربانی مدرسہ میں لگ سکتا ہے یا نہیں اور صدقات غیر واجبہ کا کیا حکم ہے۔ نیز مسجد میں بھی ان صدقات کا خرچ کرنا جائز ہے یا نہیں۔

﴿ج﴾

زکوٰۃ و تمام صدقات واجبہ کا مصرف فقراء و مساکین وغیرہ ہیں۔ دینی مدارس کے طلبہ بھی مصرف ہیں۔ مدرسہ میں صدقات واجبہ کو صرف کرنا جائز بلکہ مستحسن ہے۔ صدقات واجبہ سے مدرسہ کے مکانات تعمیر کرنا یا مدرسین کی تنخواہیں ادا کرنا جائز نہیں۔ البتہ حیلہ تملیک کے بعد مدرسہ کی تمام ضروریات اس سے پوری کی جا سکتی ہیں۔

صدقات واجبہ مسجد میں بھی حیلہ تملیک کے بغیر خرچ کرنا جائز نہیں۔صدقات غیر واجبہ (نفلی خیرات وغیرہ) مسجد ودر
مدرسہ وغیرہ میں بلاحیلہ تملیک صرف کرنا درست ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان ۸ صفر ۱۳۹۳ھ

سکول میں پڑھنے والے مستحق بچوں پر عشر صرف کرنا

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ عشر کہاں کہاں مصرف میں آسکتا ہے۔ نیز یہ بھی تحریر فرمائیں کہ گورنمنٹ کے سکولوں میں جو طالب علم نہایت غریب اور یتیم زیر تعلیم ہوں۔ ان کی فیس وغیرہ دونوں میں عشر صرف ہوسکتا ہے۔ یا نہیں۔ یہ درست ہے کہ گورنمنٹ نے کلام مجید بمطابق نصاب پڑھانے کے لیے تقسیم کیا ہوا ہے۔ جس کی تدریس سے بچے استفادہ کرتے رہتے ہیں۔ ایک قریبی زمیندار سے طلباء کی امداد کے بارے میں عرض کیا گیا ہے جس نے فتویٰ طلب فرمایا ہے۔

﴿ج﴾

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ واضح رہے کہ عشر کا مصرف بھی وہی ہے جو مال زکوۃ کا ہے۔ یعنی فقراء ومساکین جو صاحب نصاب نہ ہوں اور عاملین یعنی حکومت اسلامیہ کی طرف سے زکوۃ وصول کرنے والے لوگ اگرچہ مالدار ہوں۔ لہٰذا سکولوں میں نادار بچوں پر بھی عشر لگ سکتا ہے۔ اگر وہ بالغ ہوں یا وہ نابالغ ہوں اور ان کے باپ بھی نادار ہوں تو ایسی صورت میں عشر ان پر لگ سکتا ہے۔ لیکن رشتہ داروں ناداروں پر اور دینی علوم حاصل کرنے والے فقراء طلبہ پر خرچ کرنے میں دوہرا ثواب ہے۔ رشتہ داروں پر خرچ کرنے سے ایک تو عشر کی ادائیگی کا اور دوسرا صلہ رحمی کا ثواب ملتا ہے۔ طلبہ علوم دینیہ پر خرچ کرنے سے ایک تو عشر کی ادائیگی کا اور دوسرا اشاعت علوم دینیہ کا ثواب ملتا ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

عبداللطیف غفرلہ معین مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان ۱۶ محرم ۱۳۸۵ھ

زکوۃ کی رقم سے کسی مستحق کو مکان تعمیر کر کے دینا

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء کرام مندرجہ ذیل سوال کے جواب میں۔ کہ زید اپنا زکوۃ کا روپیہ عمر کو دینا چاہتا ہے۔ تاکہ وہ اپنا مکان تعمیر کرالے۔ اور زکوۃ لینے کا صحیح طور پر مستحق ہے کیا زید عمر کو مکان تعمیر کرا کے دے سکتا ہے۔ یا نقد

روپیہ عمر کے حوالے کرے اور اپنی نگرانی یا کسی اور شخص کی نگرانی میں مکان تعمیر کرائے کیا یہ درست ہے یا کونسی صورت صحیح ہو تحریر فرما کر ممنون فرمائیں۔

محمد یعقوب چوک بازار ملتان شہر

﴿ج﴾

مندرجہ بالا دونوں صورتیں درست ہیں۔ پہلی صورت اس لیے کہ احناف کے نزدیک استبدال جائز ہے۔ درمختار میں ہے۔ وجاز دفع القیمۃ فی زکوۃ وعشر وخراج وفطرۃ ونذر الخ شامی میں لکھا ہے۔ وجاز دفع القیمۃ ای ولو مع وجود المنصوص علیہ ص ۲۲۳ ج ۲۔ مگر آگے چونکہ تملیک زکوۃ میں شرط ہے تو اگر مکان زید نے عمر کی زمین پر تعمیر کرایا تو تمام قبض میں شبہ نہیں۔ البتہ اگر زید کی زمین پر بنتا تو اس میں تفصیل ہوتی۔ شامی مطبوعہ ایچ ایم سعید ص ۶۹۰ ج ۵ میں ہے۔ واعلم ان الضابط فی ھذا المقام ان الموھوب اذا اتصل بملک الواھب اتصال خلقۃ وامکن فصلہ لا تجوز ھبتہ الی اخر ما قال اور ھبہ اور صدقہ دونوں کا قبض میں ایک حکم ہے۔ لکھتے ہیں سماھما بالھبۃ کرھن و صدقۃ

البتہ صورت ثانی سہل ہے۔ لیکن اس میں پھر عمر کا اختیار ہوگا۔ اگر وہ مکان نہ بنائے روپیہ کسی اور جگہ صرف کرے تو زید کو دخل دینا جائز نہ ہوگا۔ اگر عمر کی مرضی یہی ہے تو بلا شبہ جائز اور سہل ترین صورت ہے اس پر عمل کیا جائے۔

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

سید حیلہ تملیک کے بعد زکوۃ کی رقم سے اپنی ضرورت پوری کر سکتا ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء اسلام اس مسئلہ میں کہ ایک غریب مہاجر اور دائم المریض اہل وعیال والا اور نہایت کم آمدنی والے قرض دار سید کے متعلق کیا وہ صاحب طبقہ امراء کے زکوۃ دینے والے اور صدقہ فطر اور قربانی کی کھالیں دینے والے لوگوں سے زکوۃ اور صدقہ فطر اور قربانی کی کھالیں لے کر اپنے قرضہ کی ادائیگی کر سکتا ہے۔ مزید کیا وہ اپنے گذر اوقات میں بھی زکوۃ و صدقہ فطر اور قربانی کی کھالیں لے کر لگا سکتا ہے۔ کسی معتبر اور مستند دینی کتاب اور فقہاء کے قول کا حوالہ دے کر مسئلہ کے جواب سے جلدی مطلع فرمائیں۔

سید کی غیر سیدہ بیوی کو زکوٰۃ دینا

﴿س﴾

گزارش ہے۔ بہت سے لوگوں سے سننے میں آیا ہے۔ کہ زکوٰۃ سادات پر جائز نہیں ہے۔ مگر ایک شخص جو کہ خود سید ہے۔ اور اس کی بیوی جو کہ غیر سید ہے۔ کا مکان گر گیا ہے۔ اگر اس کی مدد زکوٰۃ سے کی جائے تو جائز ہوگا۔

﴿ج﴾

اگر شخص مذکور کی بیوی سید نہیں ہے۔ تو اس کی بیوی کو زکوٰۃ کی رقم دینے سے زکوٰۃ ادا ہو جائے گی۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

عشر فرض ہے یا واجب یا سنت‘ جو زمین آباؤ اجداد سے موروثہ چلی آ رہی ہے وہ عشری ہوگی یا خراجی؟ ٹھیکہ یا آبیانہ وغیرہ دینے سے عشر ادا نہ ہوگا‘ عشر وزکوٰۃ کے کون لوگ مستحق ہیں مال زکوٰۃ کو رفاہ عام کے کاموں پر خرچ کرنا

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین مندرجہ ذیل مسائل میں۔ (۱) کہ عشر واجب ہے یا فرض یا سنت یا مستحب۔ (۲) ہمارے پاکستان کی زمینوں کا کیا حکم ہے۔ عشری ہیں یا خراجی۔ (۳) ہم اپنے آباؤ اجداد سے نسل در نسل وارث چلے آ رہے ہیں ہمیں اس کی حقیقت کا کوئی علم نہیں۔ ان کا کیا حکم ہے۔ (۴) حکومت ہم سے ٹھیکہ آبیانہ وصول کرتی ہے۔ کیا یہ عشر سمجھا جائے گا یا نہیں۔ کیونکہ اسلامی دور میں صرف ایک چیز عشر وصول کیا جاتا تھا۔ ٹھیکہ آبیانہ نہیں ہوتا تھا۔ اس کی کیا حقیقت ہے۔ (۵) عشر اور زکوٰۃ کے مستحق لوگ کون ہیں اور کن مقامات پر خرچ کیا جائے گا۔ (۶) کیا عشر اور زکوٰۃ رفاہ عامہ کے کاموں میں خرچ ہو سکتے ہیں یا نہیں۔ بینوا توجروا

﴿ج﴾

(۱) عشر زمین کی پیداوار میں واجب ہے۔ پیداوار کم ہو یا زیادہ (لمافی الدر۔ ج ۲/ ص ۶۶) یجب العشر فی ارض غیر الخراج الخ۔ بلا شرط نصاب وبلا شرط بقاء وحولان حول۔ (۲) غیر مسلموں کی متروکہ زمینیں جو مسلمانوں کو دی گئی ہیں۔ ان کی پیداوار سے عشر ادا کرتے رہیں۔ احسن الفتاویٰ ص ۳۱۹۔ (۳) یہ

زمینیں بنا بر استصحاب حال عشری ہیں۔ امداد الفتاویٰ۔ (۴) ٹھیکہ آبیانہ میں وصول شدہ پیداوار عشر میں سے شمار نہیں ہوگی۔ (۵) فقراء و مساکین ہیں۔ اغنیاء اور سادات کو عشر دینے سے عشر ادا نہیں ہوتا۔ (۶) رفاہ عامہ کے کاموں میں عشر و زکوٰۃ کی رقوم صرف کرنے سے عشر اور زکوٰۃ ادا نہیں ہوتے۔ عشر اور زکوٰۃ میں تملیک ضروری ہے اور رفاہ عامہ کے کاموں میں چونکہ تملیک کا تحقق نہیں ہوتا۔ اس لیے ان کاموں میں استعمال شدہ عشر اور زکوٰۃ مالک کی طرف سے ادا نہیں ہوگا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان ۱۷ جمادی الاولیٰ ۱۳۹۹ھ

الجواب صحیح محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ ۱۸ جمادی الثانی ۱۳۹۹ھ

کسی کو خلع کی رقم ادا کرنے کے لیے زکوٰۃ دینا

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک شخص جو کہ پہلے سے مقروض ہے۔ اس نے اپنی بہن کا رشتہ کیا ہے۔ وٹہ سٹہ کر کے جبکہ دونوں کی شادی ہوگئی۔ فریق ثانی کی لڑکی اپنے گھر میں خوش ہے۔ مگر زید کی لڑکی کا خاوند بدمعاش اور چور ہے۔ جس کو گھر سے کوئی سروکار نہیں اور ایک آوارہ عورت سے تعلقات قائم ہوئے ہیں۔ جبکہ بیوی کا خرچہ بھی نہیں دیتا۔ اب دوسری شادی کا ارادہ کر چکا ہے۔ زید کی لڑکی نے عدالت میں تنسیخ نکاح کا دعویٰ دائر کیا ہے۔ مگر فریق ثانی چونکہ بدمعاش اور دنگل لوگ تھے اس لیے انہوں نے پھر دوبارہ اس سے رجوع کیا۔ فریق ثانی نے فیصلہ کیا صرف ایک صورت پر رضامندی کا اظہار کر دیا کہ مبلغ تین ہزار روپیہ دے کر طلاق لے سکتے ہو۔ ورنہ کالے بال سفید ہو جائیں گے۔ طلاق نہیں ملے گی۔ زید غریب آدمی ہے۔ اس نے ایک آدمی سے امداد طلب کی۔ وہ شخص زید کی امداد زکوٰۃ کے مال سے کرنا چاہتا ہے۔ آیا زید زکوٰۃ کا مستحق ہے اور اس کے لیے یہ رقم زکوٰۃ میں لینا جائز ہے اور اس کو دینا جائز ہے اور اس کی زکوٰۃ ادا ہو جائے گی یا نہیں۔ بینوا توجروا

﴿ج﴾

اگر یہ شخص صاحب نصاب اور سید نہیں تو اس کو زکوٰۃ دینا جائز اور درست ہے۔ زکوٰۃ ادا ہو جاتی ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان ۲۲ جمادی الاولیٰ ۱۳۹۵ھ

زکوٰۃ کی رقم کو مسجد کی تعمیر میں خرچ نہ
زکوٰۃ کی رقم سے تجارت کر کے منافع کو تقسیم کرنا

﴿س﴾

گزارش ہے کہ میں اپنی زکوٰۃ کی رقم کے استعمال کے متعلق شرعی طور پر معلوم کرنا چاہتا ہوں (۱) عرصہ کئی سال سے ہر سال اپنی رقم کی زکوٰۃ نکالتا رہا اور زکوٰۃ والی رقم کو اس نیت سے جمع کرتا رہا کہ جس مسجد کا میں منتظم ہوں اس میں بچوں کی تعلیم کے انتظام پر خرچ کر سکوں کئی سال کا عرصہ ہو گیا یہ خواہش پوری نہ ہو سکی اس وجہ سے جو مسجد میں پیش امام ہے وہ بچوں کو تعلیم دینے پر تیار نہیں ہوتا جو تعلیم دینے پر تیار ہوتے ہیں تو وہ ڈیوٹی پر ٹکتے نہیں اور کسی وجہ سے چلے جاتے ہیں۔ (۲) کیا یہ رقم مسجد کی دوبارہ چھت ڈلوانے کے لیے استعمال کر لی جائے تو جائز ہے یا ناجائز۔ (۳) اس رقم کو کاروباری کام میں استعمال کیا جائے اس صورت میں کہ منافع یا نقصان پر دونوں فریقوں کی ذمہ داری پر ۲۵/۰ کے حصہ داری پر اس صورت میں استعمال کر لی جا سکتی ہے یا کہ نہیں۔

﴿ج﴾

زکوٰۃ میں تملیک فقراء شرط ہے مسجد وقف ہوتی ہے کسی کی ملکیت نہیں ہوتی اس لیے مسجد کی تعمیر پر زکوٰۃ صرف کرنا جائز نہیں۔ زکوٰۃ کی رقم صرف جمع کرنے سے زکوٰۃ ادا نہیں ہوتی اسلیے ہر سال زکوٰۃ ادا کرتے وقت اس رقم کی زکوٰۃ ادا کرنا بھی واجب ہے جو آپ نے زکوٰۃ کے ارادہ سے جمع کی ہے۔ زکوٰۃ کی رقم ادا کرنے سے پہلے آپ کی ملکیت ہے اور اس میں آپ تصرف کر سکتے ہیں لیکن مقدار زکوٰۃ ادا کرنا آپ کے ذمہ واجب ہے تجارت میں نہ لگائیں بلکہ بلا تاخیر یہ رقم مستحقین فقراء و مساکین کو مالک کر دیں تاکہ آپ کی زکوٰۃ ادا ہو جائے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان ۲۰ شوال ۱۳۹۹ھ

الجواب صحیح محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان ۲۰ شوال ۱۳۹۹ھ

بوجہ مجبوری مال زکوٰۃ کو مدرسہ کی تعمیر پر خرچ کرنا

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک قطعہ زمین بمطابق جمع بندی مشہور اہل اسلام کے نام درج ہے۔ تقریباً ۱۰۰ سو سال قبل اس قطعہ زمین پر قبریں تھیں۔ رفتہ رفتہ قبریں منہدم ہوتی گئیں۔ پھر حکومت برطانیہ کے شہری نظام کے اجراء کے بعد اس قطعہ زمین سے نہر گزرنے لگی۔ تقریباً تیس ۳۰ سال قبل نہر کے پانی کا

اپنے غریب والدین کے ساتھ تعاون کروانا

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین کہ میرے والدین بوڑھے اور مالی طور پر مفلس ہیں۔ میری ایک لڑکی بھی بچپن سے ان کی پرورش میں ہے۔ جس کے اب شادی کے اخراجات بھی ان کے ذمے ہیں۔ کیا ان حالات کے تحت میں کسی سے کہہ سکتا ہوں کہ میرے والدین کی زکوٰۃ سے مالی مدد کی جائے۔ میرا رہن سہن والدین سے الگ نہیں۔

﴿ج﴾

اگر آپ کے والدین مستحق زکوٰۃ ہیں اور مفلس ہیں تو ان کے لیے زکوٰۃ کی رقم سے تعاون کے لیے کسی کو ترغیب دینا جائز بلکہ کار خیر ہے۔ الدال علی الخیر کفاعلہ . اور اس میں کوئی قباحت نہیں۔ لقولہ تعالیٰ انما الصدقات للفقراء والمساکین الآیہ. فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان ۱۹ جمادی الاخریٰ ۱۳۹۵ھ

کسی مدرس و مناظر کو کتب خریدنے کے لیے زکوٰۃ کی رقم دینا

جمعیت علماء اسلام یا جماعت اسلامی کے مذہبی لٹریچر پر زکوٰۃ خرچ کرنا

زکوٰۃ کی رقم سے دینی کتب خرید کر کسی کو دینا

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک شخص جس کا مشغلہ تدریس، تقریر، بحث و تحقیق ہے وہ زکوٰۃ کی رقم حاصل کر کے دینی مذہبی کتب خریدتا رہتا ہے۔ جس کو وقتاً فوقتاً تبلیغ یا بحث و مناظرہ میں لاتا بھی ہے۔ ایسے شخص کو زکوٰۃ کی رقم دینے سے زکوٰۃ ادا ہو جاتی ہے یا نہیں۔ (۲) جماعت اسلامی یا دیگر سیاسی و مذہبی جماعتیں جو زکوٰۃ کی رقم صرف اور صرف مذہبی لٹریچر پر خرچ کرتی ہیں۔ مثلاً (جمعیۃ علماء اسلام) وغیرہ ان کے فنڈ میں زکوٰۃ کی رقم کیسی ہے۔ ادا ہوگی یا نہیں۔ (۳) اگر زکوٰۃ دینے والا شخص اپنے ہاتھ سے مال زکوٰۃ خرچ کر کے دینی کتب خرید کر کسی عالم دین و مدرس مدارس عربیہ کو دے دے۔ تو اس کے بارے میں کیا حکم ہے۔ بینوا توجروا

﴿ج﴾

(۱) شخص مذکور اگر فقیر اور مستحق زکوٰۃ ہے اور یہ زکوٰۃ کی رقم اس کے ملک کر دی گئی ہے۔ پھر اس نے یہ کتب

خریدی ہیں۔ تو زکوٰۃ ادا ہوگئی ہے اور یہ کتب اسی کے ملک میں ہوں گی۔ (۲) تملیک کے بغیر زکوٰۃ کی رقم کسی لٹریچر پر صرف کرنا جائز نہیں ہے۔ (۳) اگر اسی شخص نے ملک کر دیں تو درست ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان ۱۷ رمضان ۱۳۹۰ھ

عشر اور زکوٰۃ کو مدرسہ کی تعمیر، ہال، لاؤڈ اسپیکر پر خرچ کرنا

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ زید دینی مدرسہ کے لیے کمرہ، مکان یا لاؤڈ اسپیکر عشر یا زکوٰۃ میں سے تعمیر اور خرید سکتا ہے۔ اس بارے میں شریعت کا کیا حکم ہے؟

﴿ج﴾

عشر، زکوٰۃ وغیرہ صدقات واجبہ میں تملیک فقراء و مساکین وغیرہم شرط ہے۔ دینی مدرسہ کا کمرہ، مکان اور لاؤڈ اسپیکر وغیرہ اشیاء وقف ہوتی ہیں۔ کسی کی ملکیت نہیں ہوتیں۔ اس لیے زکوٰۃ، عشر وغیرہ سے ان اشیاء کو خریدنا جائز نہیں۔ البتہ حیلہ تملیک کے بعد اس رقم سے ان اشیاء کا خریدنا جائز ہے۔ **ویشترط ان یکون الصرف تملیکا لا اباحة** (درمختار باب المصرف ص ۳۴۴ ج ۲)۔ **ولا یجوز ان یبنی بالزکوٰۃ المسجد وکذا القناطر والسقایات واصلاح الطرقات وکری الانہار والحج والجہاد وکل ما لا تملیک فیہ** (عالمگیری کتاب الزکوٰۃ الباب السابع فی المصارف) **وحیلة التکفین بہا التصدق علی فقیر ثم هو یکفن فیکون الثواب لہما وکذا فی تعمیر المسجد** (درمختار کتاب الزکوٰۃ ص ۳۴۴ ج ۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان الجواب صحیح

کسی مبلغ دین کو کتابیں خرید کر دینا

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ زکوٰۃ کی رقم سے کتابیں خرید کر ایسے مستحق آدمی کو دی جا سکتی ہیں۔ جو کہ مبلغ دین ہو اور غریب ہو۔ کتابیں خریدنے کی طاقت اس میں نہ ہو۔ لیکن دین کی تبلیغ کرتا ہے کیا زکوٰۃ کی رقم سے کتابیں خرید کر دے سکتے ہیں۔

﴿ج﴾

زکوٰۃ کی رقم سے کتابیں خرید کر مستحق زکوٰۃ کو ملک کر دینے سے زکوٰۃ ادا ہو جاتی ہے۔ یعنی تملیک شرط ہے۔

﴿ج﴾

زکوٰۃ وعشر میں تملیک فقراء وغیرہم بلا عوض شرط ہے۔ جیسا کہ آیت انما الصدقات للفقراء سے مستفاد ہے۔ اور حدیث تؤخذ من اغنیائھم وترد الی فقرائھم بھی اس کی دلیل ہے۔ اور درمختار میں ہے۔ مصرف الزکوٰۃ والعشر الخ ھو فقیر وھو من له ادنی شئ ای دون نصاب الخ۔ (باب المصرف ص ۱۲۳ ج ۲) وفی الھندیه ولو نوی الزکوٰۃ بما یدفع المعلم الی الخلیفة ولم یستاجرہ ان کان الخلیفة بحال لو لم یدفعه یعلم الصبیان ایضاً اجزاہ والا فلا الخ۔ (ہندیہ مصری ج ۱ ص ۱۷۲) بہرحال چندہ زکوٰۃ میں تملیک فقراء ضروری ہے۔ اور صدقہ کا فقراء کو دیا جانا ہے کہ بلا کسی معاوضہ کے ہو ورنہ صدقہ نہ رہے گا۔ تو ملازمین مدرسین کی تنخواہ میں دینا زکوٰۃ وعشر کا جائز نہ ہوا۔ اور ایسے مصارف میں صرف کرنے کے لیے حیلہ تملیک ضروری ہے ورنہ زکوٰۃ ادا نہ ہوگی۔ حیلہ تملیک یہ ہے کہ زکوٰۃ کا روپیہ اول کسی ایسے شخص کی ملک کر دیا جائے جو کہ مصرف زکوٰۃ ہو یعنی وہ شخص مالک نصاب نہ ہو۔ پھر وہ شخص اس روپے کو اپنی ملک اور قبضہ میں لے کر خرچ مذکورہ میں صرف کرنے کے لیے مہتمم مدرسہ کو صدقہ کر دے۔ یا خود اس مصرف میں صرف کر دے۔ وحیلة التکفین بھا التصدق علی فقیر ثم ھو یکفن فیکون الثواب لھما وکذا فی تعمیر المسجد (درمختار علی ھامش ردالمحتار کتاب الزکوٰۃ ج ۲ ص ۳) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ خیر المدارس ملتان [illegible]

مسجد کے چندہ سے امام کو تنخواہ دینا

مسجد کا چندہ مدرسہ میں اور مدرسہ کا مسجد میں خرچ کرنا

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین مندرجہ ذیل مسائل میں۔ (۱) مدرسہ کے لیے چندہ زکوٰۃ، عشر، چرم قربانی، صدقات حاصل کیے جاتے ہیں۔ اس کا صحیح مصرف بتا کر ممنون فرمائیں۔ (۲) مسجد کے چندہ میں سے امامت کی تنخواہ کے بارے میں تحریر کرنا اور یہ بھی تحریر فرمائیں کہ مسجد کے چندہ میں سے مدرسہ کی تعمیر میں رقم خرچ کر سکتے ہیں۔ یا مدرسہ کے چندہ میں سے مسجد کی تعمیر میں خرچ کر سکتے ہیں۔ وغیرہ۔

﴿ج﴾

(۱) زکوٰۃ، عشر، چرم قربانی یعنی تمام صدقات واجبہ میں تملیک فقراء بلا عوض کے شرط ہے۔ ویشترط ان

يكون الصرف تمليكاً لا اباحة كما مر. درمختار ص ۱۲۸ ج ۲.

(۲) مدرسہ میں جو زکوۃ وغیرہ کا چندہ جمع ہوتا ہے۔ وہ طلباء کے مصارف، خوراک و پوشاک وغیرہ میں صرف کرنا چاہیے۔ تعمیرات اور تنخواہ مدرسین میں سے کسی مد میں زکوۃ و دیگر صدقات واجبہ کا روپیہ صرف نہیں ہو سکتا۔ مگر اس حیلہ سے کہ وہ روپیہ کسی غیر صاحب نصاب کی ملک کر دیا جائے۔ تا کہ زکوۃ ادا ہو جائے۔ پھر وہ شخص اپنی طرف سے تعمیر مدرسہ میں صرف کرا دے۔ وحيلة التكفين بها التصدق على فقير ثم هو يكفن فيكون الثواب لهما وكذا في تعمير المسجد. درمختار کتاب الزکوۃ ص ۱۳ ج ۲

امام مسجد کی ضروریات میں سے ہے۔ در مسجد کے چندہ سے امام کو تنخواہ دینا جائز ہے۔ اگر مسجد اور مدرسہ دونوں کے الگ حسابات، ذرائع آمدنی اور اخراجات علیحدہ علیحدہ ہیں۔ تو ایک مد کے چندہ کو دوسرے مد میں صرف کرنا جائز نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان [illegible]

الجواب صحیح محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ [illegible]

اگر کوئی مستحق دائن سے مال زکوۃ وصول کر کے دوسرے غریب کی طرف سے قرض میں دائن کو واپس کرے تو کیا حکم ہے؟

﴿س﴾

زید بکر کے واسطے سے عمرو کو بغرض تجارت کچھ رقم دیتا ہے۔ مگر تجارت میں ایسا خسارہ ہوتا ہے کہ عمرو کے پاس کچھ رقم نہیں رہتی۔ بلکہ وہ اپنے گزارے سے بھی عاجز آ جاتا ہے۔ اور دوسری طرف عمرو زکوۃ وغیرہ کی رقم بھی لینا گوارا نہیں کرتا۔ اب پیسے کی وصولی کی کوئی صورت بظاہر نظر نہیں آتی ہے۔ تو کیا اب یہ صورت ہو سکتی ہے کہ زید زکوۃ کی رقم وغیرہ جمع کر کے کسی مستحق زکوۃ کو دے دے اور پھر وہ عمرو کی جانب سے اس کے حوالے سے زید کو ادا کر سکتا ہے یا اس کی کوئی اور دوسری صورت جائز ممکن ہے۔ بینوا توجروا

﴿ج﴾

اگر زید کسی مستحق زکوۃ کو زکوۃ تملیک کر دے اور وہ شخص از خود عمرو کا قرض ادا کر دے تو عمرو کے ذمہ سے قرض ساقط ہو جائے گا۔ اور زید کی زکوۃ بھی ادا ہو جائے گی۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان [illegible]

طلبہ کا مال زکوۃ کو مسجد میں خرچ کرنا

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ زید چند طلباء کو زکوۃ دیتا ہے اور طلباء زکوۃ قبول کرنے کے بعد مسجد کی تعمیر کے لیے وقف کر دیتے ہیں زکوۃ دینے والے اور لینے والے کے مابین کسی قسم کا معاہدہ نہیں ہے۔ از روئے شرع کیا حکم ہے۔ بینوا توجروا

﴿ج﴾

صورت مسئولہ میں بشرط صحت واقعہ۔ طلباء کو زکوۃ قبول کر لینے کے بعد مسجد کی تعمیر کے لیے وقف کرنا جائز ہوگا۔ جبکہ آپس میں معاہدہ نہ ہوا ہو۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان [illegible]

الجواب صحیح محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ [illegible]

مال زکوۃ تملیک کے بعد کسی جماعت کی ضروریات میں صرف کرنا

﴿س﴾

جمعیت علماء اسلام کے قائد حضرت مولانا مفتی محمود صاحب شیخ الحدیث مدرسہ قاسم العلوم و مفتی اعظم پاکستان اور شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد عبداللہ صاحب امیر کل پاکستان جمعیت علماء اسلام کی ایک اپیل ہفت روزہ ترجمان اسلام میں زکوۃ عشر وغیرہ کے سلسلہ میں شائع ہوئی ہے جو رقم بلا تملیک اشاعت اسلام۔ تنظیم جماعت اور دوسرے دینی کاموں پر خرچ کی جا سکتی ہے۔ جمعیت علماء اسلام کی اپیل پر زکوۃ جماعت کو دینا فرض ہے یا نہیں۔

﴿ج﴾

زکوۃ عشر وغیرہ صدقات واجبہ میں تملیک فقراء شرط ہے۔ اگر تملیک کر دیا جائے تو جماعت کی تمام ضروریات میں صرف کرنا جائز ہے۔ کوئی شبہ نہ کیا جائے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

زکوٰۃ کو رفاہ عام کے کسی ادارہ میں صرف کرنا
زکوٰۃ کی رقم کو بیت المال میں جمع کر کے پھر وہاں سے قرضہ لینا

﴿س﴾

(۱) کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ اگر کوئی جماعت خدمت خلق کا شعبہ قائم کرے اور غرباء، مساکین، مریضوں اور مسافروں کی امداد کے لیے فنڈ قائم کرے۔ تو کیا وہ جماعت زکوٰۃ کی رقم بلا تملیک خرچ کر سکتی ہے۔ (۲) اور اگر زکوٰۃ کی رقم کو بعد تملیک کے ایک بیت المال میں جمع کر لیا جائے اور اسی بیت المال سے قرضے (قرض حسنہ) کے طور پر دیے جائیں۔ تو کیا یہ صورت جائز ہوگی؟

﴿ج﴾

زکوٰۃ اور دیگر صدقات واجبہ میں تملیک فقیر غیر سید بلا عوض ضروری ہے۔ یعنی مالک بنانا ایسے شخص کو جو مالک نصاب نہ ہو لازم ہے۔ مصرف الزکوٰۃ الخ ہو فقیر وہو من لہ ادنی شئ ای دون نصاب (درمختار علی ہامش ردالمحتار باب المصرف ص ۱۳ ج ۲) ویشترط ان یکون الصرف تملیکاً (ایضاً۔ ج ۲ ص ۶۸) پس اگر شعبہ خدمت خلق غرباء، مساکین نادار مریضوں اور مسافروں (جو سفر میں تنگ دست ہوں) کی امداد کے لیے قائم کیا گیا ہے۔ تو ان مصارف میں بلا حیلہ تملیک زکوٰۃ کا صرف کرنا جائز ہے۔ اس لیے کہ یہ لوگ خود مصارف زکوٰۃ ہیں۔ لیکن ملازمین شعبہ خدمت خلق اور واعظین کی تنخواہ میں زکوٰۃ دینا یا اس شعبہ کے مختلف اخراجات میں زکوٰۃ کا مال خرچ کرنا جائز نہیں اور اس سے زکوٰۃ ادا نہیں ہوتی۔ اس میں بہت احتیاط کرنی چاہیے۔ زکوٰۃ کا مال خالص محتاجوں کی ملک میں بلا کسی معاوضہ کے جانا چاہیے۔ البتہ تملیک کے بعد زکوٰۃ وغیرہ صدقات واجبہ شعبہ خدمت خلق کے مختلف اخراجات میں خرچ کرنا جائز ہے۔ حیلہ میں قانونی اور اصولی بات طے ہو جاتی ہے۔ مثلاً زکوٰۃ کا مصرف فقیر ہے۔ وہ اسے مل گئی۔ اب وہ بحیثیت مالک ہونے کے جو چاہے کر سکتا ہے۔ حیلۃ التکفین بہا التصدق علی الفقیر ثم ہو یکفن فیکون الثواب لہما وکذا فی تعمیر المسجد (ردالمحتار کتاب الزکوٰۃ۔ ج ۲ ص ۱۴)۔ یہ الگ بات ہے کہ حیلہ خواہ مخواہ کرنا مناسب نہیں۔ اس لیے کہ زکوٰۃ کے مصارف متعین ہیں۔ حیلہ کے بعد جو اصل مستحقین ہیں وہ عملاً محروم رہ جاتے ہیں۔ اس لیے حیلہ کی صورت انتہائی مجبوری میں اختیار کرنی چاہیے۔

تملیک مستحق کے بعد اس سے قرض لینا درست ہے۔ جبکہ قرض میں ضیاع کا خطرہ نہ ہو۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان [illegible]

مال زکوٰۃ کو دینی جلسہ، طلبہ کے وظیفہ، کتب وغیرہ پر خرچ کرنا

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ کسی دینی ادارہ میں مد زکوٰۃ کی رقم یا دیگر اشیاء عشر وغیرہ ادارہ کے تعمیری کام، کتب خانہ، وظیفہ طلباء، تنخواہ مدرسین میں کس طور پر صرف کی جائے۔ نیز ادارہ کی طرف سے کوئی تبلیغی جلسہ کرایا جائے۔ تو اس جلسہ پر مد زکوٰۃ کی رقم کس طرح صرف کی جائے۔ بینوا توجروا

﴿ج﴾

زکوٰۃ، فطرات، قیمت چرم قربانی الغرض تمام صدقات واجبہ میں تملیک فقراء بلا عوض شرط ہے۔ طلبہ کو وظیفہ میں دینا درست ہے۔ تعمیرات، تنخواہ مدرسین، انتظامات جلسہ اور کتب خرید کر مدرسہ پر صرف کرنا ناجائز ہے۔ البتہ حیلہ تملیک کے بعد ان جملہ مصارف میں خرچ کرنا جائز ہے۔ حیلہ تملیک یہ ہے کہ اول زکوٰۃ کی رقم کسی مستحق زکوٰۃ کو تملیک کر دی جائے۔ پھر وہ مدرسہ میں بطور چندہ دے دے۔ تو پھر مدرسہ کے تمام ضروریات میں صرف کر سکتے ہیں۔ تملیک کا احسن طریقہ یہ ہے کہ اول کوئی مسکین کسی سے قرض لے کر چندہ میں دے دے۔ پھر صدقہ دینے والا اپنی رقم اس کو بہ تملیک حقیقی دے دے۔ پھر وہ مسکین اس رقم سے اپنا قرض ادا کر دے۔ تو اس طریقہ سے حیلہ کا بھی ارتکاب کرنا نہیں پڑے گا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان ۱۵ ذی قعدہ ۱۳۹۹ھ

دینی مدارس میں صدقات واجبہ خرچ کرنے کی مفصل صورت

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ماہ رجب، ماہ رمضان اور ذی الحجہ کے مہینوں میں عموماً مختلف دینی مدارس کے معلم، مہتمم یا سفیر حضرات آتے ہیں اور زکوٰۃ، فطرانہ اور کھالیں وغیرہ طلب کرتے ہیں۔ عموماً مشاہدہ میں آیا ہے کہ دینی مدارس دو طرح کے ہوتے ہیں۔ ایک تو وہ ہیں جن میں باقاعدہ حساب و کتاب رکھا جاتا ہے۔ زکوٰۃ، کھالیں اور فطرانے سے غریب طلبہ و مساکین کی رہائش، خوراک، کتب اور لباس کا بندوبست کیا جاتا ہے۔ چندہ اور عطیہ وغیرہ کو مدرسین کی تنخواہوں، مدرسہ اور مساجد وغیرہ میں صرف کیا جاتا ہے۔ دونوں کی الگ الگ مدیں ہوتی ہیں۔ یہ تو بالکل صحیح مصرف ہوا۔ دوسرا وہ جو ان عام دینی مدارس کا ہے۔ جن میں محلہ کے تیس، چالیس بچے اکٹھے کیے اور ان کو حفظ و ناظرہ شروع کرایا۔ نہ کتب کا بندوبست نہ خوراک و لباس کا جھگڑا بلکہ بچوں سے بطور فیس اور

جمعرات کے نام پر بھی کچھ وصول کرلیا جاتا ہے۔ یہ حضرات بھی ان مدرسوں کے نام سے اور مدرسین کی تنخواہوں کے لیے زکوٰۃ، کھالیں اور فطرہ وصول کرتے ہیں۔ کچھ ذرا ہوشیار قسم کے لوگوں نے حیلے کا سہارا لے رکھا ہے۔ کچھ حضرات حیلے کے بغیر ہی زکوٰۃ وغیرہ مدرسین کی تنخواہوں میں صرف کردیتے ہیں۔ (عموماً یہ حضرات خود ہی معلم اور خود ہی وصول کنندہ ہوتے ہیں)۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ نمبر اول کے مدارس میں تو زکوٰۃ وغیرہ کی صحیح تملیک ہو جاتی ہے۔ اور مصرف میں کوئی شک وشبہ نہیں۔ وجہ دوم کے مدارس محل غور ہیں۔ اس لیے کہ زکوٰۃ، فطرانہ اور کھالیں غرباء ومساکین کا حق ہے۔ حیلے کے لیے تملیک صحیح کی ضرورت ہے۔ جیسا کہ فتاویٰ رشیدیہ میں مرقوم ہے۔ تملیک کے لیے یہ حضرات پہلے سے آدمی مقرر کرلیتے ہیں۔ اور اسے کہہ دیا جاتا ہے کہ یہ رقم مدرسہ کو واپس کرنا ہوگی۔ اسے رقم واپس کرنا پڑتی ہے اور وہ اپنی ضرورت میں خرچ کرنے کا مجاز نہیں ہوتا۔ کیونکہ ادھر دیا ادھر لیا خود ہی معلم صاحب نے معقول تنخواہ لینے کے باوجود اپنے آپ پر ہی حیلہ تملیک کرکے ناظم کے رقم حوالہ کی اور معقول مشاہرہ وصول کرنا شروع کردیا۔

دریافت طلب یہ امور ہیں۔ (۱) کیا اس طرح پہلے سے مقرر کردہ شخص کے ساتھ حیلہ کیا جائے۔ (۲) کیا اس طرح تملیک صحیح ہو جائے گی۔ (۳) صحیح حیلہ کی تعریف کیا ہے۔ (۴) اس طرح سے زکوٰۃ وغیرہ ادا ہو جائے گی یا دوبارہ ادا کرنا پڑے گی۔ (۵) وصول کنندہ پر کوئی بار ہوگا یا نہیں۔ (۶) کیا اس طرح حیلہ کرکے باپ بیٹوں کو اور خاوند بیوی کو بھی زکوٰۃ دے سکتا ہے۔ (۷) کیا آپ کے مدرسہ میں بھی اس طرح حیلہ کیا جاتا ہے۔

﴿ج﴾

تمام صدقات واجبہ مثلاً زکوٰۃ، عشر، صدقۂ فطر، قیمت چرم قربانی وغیرہ میں تملیک فقراء ومساکین وغیرہ شرط ہے۔ بغیر تملیک فقراء بلاعوض زکوٰۃ ادا نہیں ہوتی۔ مثلاً تنخواہوں میں کسی مدرس کو زکوٰۃ دینے سے زکوٰۃ ادا نہیں ہوتی۔ کیونکہ زکوٰۃ میں بغیر عوض کے تملیک فقراء شرط ہے۔ ایک اصولی بات سمجھ لیں کہ جس مدرسہ میں یا مکتب میں صدقات واجبہ کی رقوم براہ راست مستحقین زکوٰۃ طلبہ پر صرف کرتے ہوں یا حیلہ تملیک کرکے وہ رقوم طلبہ، تنخواہ مدرسین وضروریات مدرسہ پر صرف کرتے ہوں۔ تو ایسے مدرسہ میں زکوٰۃ، فطرانہ وغیرہ دینے سے وہ شخص بری الذمہ ہو جاتا ہے۔ اور زکوٰۃ ادا ہو جاتی ہے اور جس مدرسہ میں نہ طلبہ پر صرف ہوتا ہو اور نہ حیلہ تملیک کیا جاتا ہو اس میں زکوٰۃ دینے سے زکوٰۃ ادا نہیں ہوتی۔ اس میں مدرسہ کے چھوٹے بڑے ہونے کا دخل نہیں بلکہ دارومدار تملیک پر ہے۔

حیلہ تملیک یہ ہے کہ زکوٰۃ کا روپیہ کسی ایسے شخص کو ملک کر دیا جائے جو کہ مالک نصاب نہ ہو۔ پھر وہ شخص وہی رقم مدرسہ میں دیدے۔ تو اس کی طرف سے مدرسہ کے جملہ ضروریات میں صرف کر دی جائے۔ و حیلۃ التکفین بها التصدق علی فقیر ثم هو یکفن فیکون الثواب لهما وکذا فی تعمیر المسجد
(ردالمحتار کتاب الزکوٰۃ ج ۲ ص ۱۳)

یہ حیلہ فقہاء نے لکھا ہے اور شرعاً جائز ہے۔ اور یہ صورت جس کو آپ نے لکھا ہے۔ مانع اس حیلہ سے نہیں لیکن باوجود ان جملہ خیالات کے یہ حیلہ صحیح ہے اور اس حیلہ کا اصل یہ ہے کہ قانونی و اصولی بات سے ہو جاتی ہے۔ مثلاً زکوٰۃ کا مصرف فقیر ہے وہ اسے مل گئی اب وہ بحیثیت مالک ہونے کے جو چاہے کر سکتا ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ حیلہ خواہ مخواہ کرنا مناسب نہیں ہے۔ اس لیے کہ زکوٰۃ کے مصارف متعین ہیں۔ حیلہ کے بعد جو اصل مستحقین ہیں۔ وہ عملاً محروم ہو جاتے ہیں۔ اس لیے حیلہ کی صورت انتہائی مجبوری میں اختیار کرنی چاہیے۔ تملیک کا احسن طریقہ یہ ہے کہ اول کوئی مسکین کسی سے قرض لے کر چندہ میں دیدے۔ پھر صدقہ دینے والا یہی رقم اس کو بہ تملیک حقیقی دیدے۔ پھر وہ مسکین اس رقم سے اپنا قرض ادا کرے۔ تو اس طریقہ سے حیلہ کا بھی ارتکاب نہیں کرنا پڑتا۔

مدرسہ قاسم العلوم ملتان میں اس وقت زکوٰۃ کو صحیح مصرف کرنے کا یہ طریقہ ہے کہ جو طالب علم مدرسہ سے قیام، طعام وغیرہ سہولتیں حاصل کرتا ہے۔ اس سے یکصد روپیہ ماہوار فیس لی جاتی ہے۔ چنانچہ ہر مہینے کے آخر میں ہر طالب علم کو یکصد روپیہ زکوٰۃ کے فنڈ سے بطور ملک دیے جاتے ہیں۔ اور طالب علم وہ زکوٰۃ وصول کر کے اس سے مدرسہ کی فیس ادا کرتے ہیں۔ اور اہل مدرسہ انہیں فیسوں سے طلبہ کے قیام طعام اور تنخواہوں کے اخراجات پورے کرتے ہیں۔ اس طرح زکوٰۃ اپنے مصرف میں لگ جاتی ہے اور تملیک بھی طلبہ خود کرتے ہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان ۹ ذی قعدہ ۱۳۹۴ھ

درج ذیل شخص کو زکوٰۃ دینا جائز ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ زید کے چچا عمر نے تقریباً ۶۰۰۰ روپیہ مختلف لوگوں کا قرض دینا ہے۔ اور عمر کی حالت یہ ہے کہ وہ ایک آدھی کنال کھیت رکھتا ہے۔ اور اس زمین کو آج کل فروخت کیا جائے تو زمین کا حصہ اس کا تقریباً ۳۰۰۰ روپیہ ضرور ہے ور پھر بھی ۳۰۰۰ ہزار روپیہ کا قرضدار ہے۔ عمر کے پاس ایک دوکان خالی جس میں کوئی سودا سلف وغیرہ نہیں ہے۔ عمر کا ایک کنال رقبہ ہے۔ جس میں وہ خود رہائش پذیر ہے۔ اور اس کا ایک اور مکان ہے اور آج سے قبل پانچ سال وہ ایک مزدور تھا۔ اور اب کوئی ایسا راستہ نظر نہیں آتا۔ جس سے

وہ مشکل کر اپنا قرض دے سکے اور اپنے چار بیٹوں اور بیوی کا پیٹ بھر سکے۔ انجن کا یہ حساب ہے کہ شام تک پندرہ تیس روپیہ آمدنی ہو جاتی ہے۔ مگر انجن بھرانے کی صورت میں صرف اپنے بیٹوں کا پیٹ بھر کر بقایا رقم خود انجن ہی کھا جاتا ہے۔ یعنی انجن پر خرچ ہو جاتا ہے۔ اس انجن کی بچت صرف یہ ہے کہ وہ اپنے بچوں کا پیٹ بھر سکتا ہے۔ انجن کا تیل وغیرہ اور باقی کوئی حساب نہیں ہے کہ انجن کا پرزہ خراب ہو جاتا ہے۔ کیا زید اپنے چچا عمر کو زکوٰۃ دے سکتا ہے۔ یا اس کے باقی لواحقین اور رشتہ دار اس کو زکوٰۃ دے سکتے ہیں یا نہیں۔ اور عمر کس سے زکوٰۃ لے سکتا ہے اور اس پر زکوٰۃ صرف ہو سکتی ہے یا نہیں۔

﴿ج﴾

اگر عمر کے پاس اتنی مالیت نہیں کہ اس سے قرض ادا کرنے کے بعد اس کے پاس بقدر نصاب بچے تو اس کو زکوٰۃ دینا جائز ہے۔ یعنی اگر قرض ادا کرنے کے بعد ساڑھے باون تولہ چاندی کی قیمت کے برابر اس کے پاس رقم نہیں بچتی تو اس کو زکوٰۃ دینا جائز ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان ۱۱ شوال ۱۳۹۳ھ

صورت مسئولہ میں بحالت مذکورہ عمر زکوٰۃ لے سکتا ہے۔

الجواب صحیح محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ

زکوٰۃ کی رقم سے مسجد، عیدگاہ، مدرسہ تینوں کے لیے لاؤڈ اسپیکر خریدنا

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک مدرسہ تعلیم القرآن عیدگاہ میں واقع ہے اور شہر کی مسجد کے سرپرست حضرات کے زیر اہتمام ہے۔ مدرسہ عیدگاہ اور مسجد تینوں کے استعمال کے لیے ایک ہی لاؤڈ اسپیکر خریدا جائے تو اس مصرف میں زکوٰۃ، چرمہائے قربانی، خیرات وصدقات وغیرہ کی رقوم کے استعمال کا طریقہ کیا ہے۔

﴿ج﴾

زکوٰۃ، قیمت چرم قربانی وغیرہ صدقات واجبہ کا مصرف فقراء ومساکین وغیرہ ہیں۔ اس لیے اس رقم سے لاؤڈ اسپیکر خریدنا جائز نہیں۔ البتہ حیلہ تملیک کے بعد اس رقم سے لاؤڈ اسپیکر خریدنا جائز ہے۔ جواز کی صورت یہ ہے کہ اول کسی غریب شخص کو جو سید نہ ہو، زکوٰۃ دی جائے اور اس کو مالک بنایا جائے۔ پھر وہ اپنی طرف سے مندرجہ بالا مقاصد کے استعمال کے لیے لاؤڈ اسپیکر خریدنے کے لیے رقم دیدے۔ کما فی الدر المختار

زکوٰۃ و عشر کی رقم سے مدرسہ کے طلبہ کے لیے نہر پر پل تعمیر کرنا

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ شہر اور مدرسہ عربیہ تعلیم القرآن کے درمیان ایک نہر واقع ہے۔ بچوں کو آنے جانے کے لیے زبردست تکلیف ہوتی ہے۔ نہر کی گہرائی بھی کافی ہے کسی جان کے تلف ہونے کا اندیشہ بھی رہتا ہے۔ اس لیے نہر مذا پر گزرگاہ کے لیے ایک چھوٹا پل بنوانا مقصود ہے مگر اہل علاقہ کوئی خاص دلچسپی نہیں لیتے۔ اس صورت میں کیا ہم زکوٰۃ عشر وغیرہ اکٹھا کر کے پل پر خرچ کر کے تعمیر کرا سکتے ہیں؟

﴿ج﴾

زکوٰۃ کے روپے و دیگر صدقات واجبہ سے پل تعمیر کرنا درست نہیں۔ کیونکہ زکوٰۃ وغیرہ صدقات واجبہ میں تملیک فقراء شرط ہے بدون مالک بنانے فقراء کے زکوٰۃ ادا نہیں ہوتی۔ و شرط صحۃ ادائھا نیۃ مقارنۃ لہ ای للاداء الخ. ولا یخرج عن العھدۃ بالعزل بل بالاداء للفقراء ص ۱۱ ج ۲ (الی ان قال) و مصرف الزکوٰۃ الخ ھو فقیر وھو من لہ ادنی شیء ای دون نصاب الخ ویشترط ان یکون الصرف تملیکاً (درمختار باب المصرف کتاب الزکوٰۃ ص ۲۸ ج ۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان ۵ جمادی الاولیٰ ۱۳۹۴ھ

غریب مدرس کو عشر و قربانی کی کھالیں دینے
فطرانہ کی رقم کنواں لگانے پر خرچ کرنے کا حکم

﴿ س ﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ۔ (۱) کہ ایک بستی میں ایک حافظ قرآن نے آ کر درس شروع کر دیا۔ اس کی کوئی جائیداد نہیں بالکل غریب ہے۔ اس کی کوئی مستقل آمدنی نہیں ہے۔ اور نہ اس کی کوئی تنخواہ مقرر ہے۔ اس لیے اپنا ذریعہ معاش یہ بنا رکھا ہے کہ وہ بستی والوں سے ہر فصل پر عشر لیتا ہے۔ اور اس سے اپنا گزارہ چلاتا ہے۔ اور اپنی ضروریات پر خرچ کرتا ہے۔ تو کیا اس کے لیے یہ جائز ہے یا نہ۔ (۲) قربانی کی کھالیں جو لوگ دیتے ہیں تو کیا ان کی رقم حافظ صاحب اپنی ضروریات پر خرچ کر سکتا ہے یا نہیں۔ (۳) فطرانے کی رقم کنواں لگانا یا عمارت مدرسہ کی تعمیر پر خرچ ہو سکتی ہے یا نہیں۔

﴿ ج ﴾

(۱، ۲) حافظ قرآن جبکہ صاحب نصاب نہیں اور اس کے لیے تنخواہ بھی مقرر نہیں۔ تو اس کو زکوٰۃ، عشر، فطرانہ اور قیمت چرم قربانی دینا جائز ہے۔ (۳) فطرانہ کی رقم میں تملیک فقراء شرط ہے۔ مدرسہ یا مسجد کی تعمیرات میں خرچ کرنا جائز نہیں۔ اسی طرح تمام صدقات واجبہ میں تملیک فقراء ضروری ہے۔ بغیر تملیک فقراء تعمیرات میں صرف کرنا جائز نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان ۲۰ ذوالحج ۱۴۰۲ھ

کیا علماء کے لیے ایسی تنخواہ حلال ہے جس کی وجہ سے اظہار حق نہ کر سکیں؟
کیا ریٹ کے اتار چڑھاؤ سے سونا، چاندی کے نصاب پر اثر نہیں پڑتا

﴿ س ﴾

ایک خود ساختہ بادشاہ جو کلمہ گو مذہباً رافضی مسلک کا ہے یہ امر بخوبی جانتا ہے۔ اس کے ملک میں قانون اسلامی جاری نہیں ہے۔ اس نے علماء کی تنخواہیں مقرر کر رکھی ہیں۔ دوسرے غرباء کی بھی اعانت کرتا ہے۔ اس کی غرض علماء کی زبان بندی ہے۔ تاکہ حکومت کے خلاف پروپیگنڈہ نہ کریں۔ تو کیا علماء کو تنخواہ لینا جائز ہے۔ یا حرام ہے۔ (۲) نصاب چاندی کی رقم ہر ایک ملک کے تبادلہ کے لحاظ سے متفاوت ہے۔

﴿ج﴾

(١) جس آدمی کو اپنے پر اعتماد ہو کہ اس کے تنخواہ خوار ہونے کی وجہ سے حق پہنچانے اور اس کو کوئی بات کہنے میں کسی طرح پر کمی نہیں آئے گی۔ وہ تنخواہ لے سکتا ہے۔ (٢) نصاب چاندی کا ساڑھے باون تولے ہے اور نصاب سونے کا ساڑھے سات تولے ہے۔ نرخ کے متفاوت ہونے سے نصاب پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

بندہ احمد عفا اللہ عنہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان ... رمضان ١٣٩٢ھ

عشر زمین کی کل پیداوار سے ادا کیا جائے؟ کیا عشر و زکوٰۃ کی شرائط میں کچھ فرق ہے؟

سالانہ خرچ سے کم پیداوار میں عشر کا حکم تکلیف ما لا یطاق ہے یا نہیں؟

سفر میں وسط شہر کا نہیں بلکہ حدودِ شہر کا اعتبار ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ زمین کا عشر جو کچھ زمین سے پیداوار نکلے اس تمام پیداوار سے نکالا جائے یا گھر کا سالانہ خرچہ نکال کر باقی ماندہ پیداوار سے نکالا جائے۔ فقہ حنفی کے مطابق مدلل وضاحت فرمائی جائے۔ ایک شخص عشر کو زکوٰۃ پر قیاس کر کے کہتا ہے کہ جیسے زکوٰۃ میں گھر کا خرچہ وضع کرنا ہوتا ہے اور باقی بچت سے زکوٰۃ نکالی جاتی ہے۔ عشر زمین میں بھی ایسا ہو کہ گھر کا خرچہ نکال کر باقی ماندہ پیداوار سے عشر نکالا جائے۔ کیا مذکورہ شخص کا یہ قیاس درست ہے۔ یا غلط۔ (٢) کیا زکوٰۃ و عشر برابر ہیں۔ یا ان کے شرائط وجوب میں کوئی فرق ہے۔ (٣) مذکورہ بالا شخص کہتا ہے۔ اگر ایک شخص کا سالانہ خرچ تیس من گندم ہے۔ اور زمین سے بیس من گندم کی پیداوار ہوتی ہے۔ اگر وہ شخص اپنے گھر کا خرچ نہ وضع کرے۔ اور ساری پیداوار سے عشر نکالے تو یہ تکلیف ما لا یطاق ہے۔ جو کہ شرعاً نامناسب ہے۔ کیا یہ کہنا درست ہے اور تکلیف ما لا یطاق میں شامل ہے۔ (٤) لودھراں شہر سے سفر فاصلہ ملتان شہر تک ٤٨ میل ہے۔ یعنی ملتان شہر کے وسط تک۔ لیکن ملتان شہر کی کمیٹی کی حدود شہر سے تقریباً سات میل تک لودھراں کی جانب ہے۔ اب حدود کمیٹی شہر کی وجہ سے سفر ٤٨ میل کے بجائے ٤١ میل ہوتا ہے۔ کیا نماز قصر پڑھی جائے۔ یا پوری نماز پڑھیں۔ کیا وسط شہر کا اعتبار ہے یا ملتان کی حدود کمیٹی کا۔ نماز کا کس چیز پر دارومدار ہے۔ فقط۔ بینوا توجروا

﴿ش﴾

(۱) نوٹ درحقیقت رسید ہے اس دین کا جو صاحب نوٹ کا سرکاری خزانہ کے ذمہ واجب الادا ہوتا ہے اور دین پر زکوٰۃ واجب ہوتی ہے۔ اس لیے صاحب نوٹ پر بھی زکوٰۃ واجب ہوگی۔

ولو كان الدين على مقر ملئ الخ (درمختار ص ۱۰ ج ۲)

(۲) جب حسب تقریر بالا نوٹ خود مال نہیں۔ بلکہ رسید ہے تو نوٹ کے تملیک کرنے سے زکوٰۃ ادا نہ ہوگی۔ لیکن چونکہ مزکی نے جس فقیر کو نوٹ زکوٰۃ میں دیئے ہیں درحقیقت اس کو مسلط علی التصرف کردیا ہے۔ اب جب فقیر مذکور نے بطور وکیل کی حیثیت سے اس سے کوئی شئی خرید لے اور اس کو قبض کرلے تو اس شئی پر قبض کرنے سے اس مزکی کی زکوٰۃ ادا ہو جائے گی اگر شئی کو ان نوٹوں کے بدلے نہ خریدا بلکہ اس کو قرضہ میں دیدیا یا کرایہ دار کو دیدیا اس سے بذریعہ جائداد متاع خریدے۔ تو زکوٰۃ مزکی کی ادا نہ ہوگی۔ (۳) زکوٰۃ میں تملیک فقراء وغیرہم مصارف زکوٰۃ پر ضروری ہے۔ جب تک کسی مصارف زکوٰۃ کو تملیک نہ کرائی جائے زکوٰۃ ادا نہ ہوگی۔ وقف پر صرف کرنا یا اجرت عمل میں دینا صحیح نہیں اگر بہت ضرورت پڑے تو حیلہ اس طریقہ سے کیا جائے کہ مہتمم مدرسہ کسی فقیر کو از خود قرض دے دے۔ یا اس کو امر کرے کہ کسی سے قرض لیکر مدرسہ کے فنڈ میں بطور خیرات داخل کرے پھر مہتمم مدرسہ بطور وکیل من المزکی وہ رقم زکوٰۃ اس فقیر کو بطور زکوٰۃ ادا کرے۔ تاکہ فقیر اس سے اپنا قرض وصول کرے۔ اس صورت میں جو رقم زکوٰۃ فقیر کو دی گئی وہ قضاء اس کو دی گئی۔ لہٰذا حیلہ مستحق ہے۔ اگر مہتمم مدرسہ جو ادائے زکوٰۃ میں مزکی کا وکیل ہے۔ مزکی کی وکالت کو قبول بھی کرتا ہے۔ اور اس کو اطمینان دلاتا ہے کہ تمہاری زکوٰۃ ادا کردی جائے گی اور پھر ادا نہ کی تو یقیناً گنہگار ہوگا اور اس شخص کی زکوٰۃ بھی ادا کرنا ہوگی۔

(۴) سفیر اجیر ہے اور اجرت پہلے متعین ہو جاتی ہے کہ اتنے کام کے بدلہ میں اتنے روپیہ ماہوار دیا جائے گا۔ مذکورہ صورت میں دو وجہ سے جواز نہیں ہے ایک تو اس لیے کہ اجرت مجہول یا معدوم ہے اگر بالفرض چندہ نہ ہو تو اجرت معدوم ہے اور اگر ہوا تو جب کل چندہ معلوم نہیں۔ کہ کتنا ہوگا تو اس کا جزء شائع یعنی نصف یا ربع وغیرہ بھی مجہول ہوگا۔ تبعاً للكل ولان الاجر مجهول او معدوم وكل ذلك مفسد. دوسری وجہ یہ کہ یہ قفیز الطحان کے معنی میں ہے حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے قفیز الطحان سے منع فرمایا ہے یعنی ایسی اجرت جو کل اجیر سے نکلتی ہے لینا جائز نہیں۔ لانه جعل الاجر بعض ما يخرج من عمله فيصير في معنى قفيز الطحان وقد نهى النبي صلى الله عليه وسلم (هدايه) كتاب الاجاره (۵) یہ جائز نہیں ہے۔ اگر متولی نے کسی کو کم اجرت پر مکان موقوفہ دیدیا۔ تو مستاجر پر لازم ہے کہ وہ اجر مثل کو پورا کرے اور گذشتہ کا حساب بھی مطابق اجر مثل اس سے لیا جائے۔

ولو الموقوف اذا اجره المتولي لزم المستاجر المتولي كما غلط فيه بعضهم تمامه

ای تمام اجر العمل ای من قال وعلیہ تسلیم زوۃ السنین الماضیہ الخ) لیکن اگر مکان کی بناء اس لیے ہوئی کہ یہاں متعلقین مدرسہ مثلاً طلبہ وملازمین ومدرسین سکونت کریں تو ان کے لیے بغیر اجرت بھی رہنا اس مکان میں جائز ہے یہ سکونت طریق وقف کے مطابق ہے امید ہے کہ بالاجمال سب سوالات مندرجہ کا جواب ہو گیا۔ واللہ اعلم وھو المرجع والمآب وما توفیقی الا باللہ

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

پاکستانی زمینوں میں وجوب عشر کے دلائل کیا ہیں؟ عشر کن لوگوں پر واجب ہے؟ سالانہ خرچ کو زمین کی پیداوار سے منہا کرنا جائز نہیں' کیا فاسق کو عشر وغیرہ دینا جائز ہے؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ملک پاکستان میں عشر غلہ واجب ہے یا کہ نہیں۔ اگر واجب ہے تو اس کی کیا صورت ہے۔ اگر نہیں تو اس کے کیا دلائل ہیں۔ (۱) صورت اول میں کیا عشر ہم پر واجب ہے یا کہ نہیں۔ (۲) کون کون سے لوگ ہیں جن پر عشر واجب ہے۔ مثلاً ایک بڑا زمیندار ہے۔ جس کے پاس سینکڑوں من غلہ ہوتا ہے۔ (۳) مثلاً ایک شخص کا خرچہ سالانہ ۵۰ من غلہ ہے۔ کیا اس کی مجموعی آمدنی پر عشر واجب ہے خرچ کے بغیر۔ (۴) بارانی اور نگان والی زمین میں کچھ فرق ہے یا کہ نہیں اگر ہے تو کیسے۔ (۵) کون کون سے لوگوں پر عشر خرچ کیا جائے۔ کیا فاسق آدمی کو عشر یا کوئی فطرانہ یا چرم قربانی یا اور قسم کا دوسرا صدقہ فرض یا نفلی سے امداد فرما دینا جائز ہے یا نہیں۔ اگر جائز ہے تو کس صورت سے۔ اگر نا جائز ہے تو اس کی دلیل کیا ہے۔ بینوا توجروا

﴿ج﴾

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ (۱) ملک پاکستان میں عشری زمینوں پر عشر غلہ واجب ہے۔ ہر اس شخص پر واجب ہے۔ جس کی ملک کوئی عشری زمین ہو۔ اور اس سے اس کو فصل آ جائے تو اس فصل کا عشر اس کے ذمہ ادا کرنا واجب ہے۔ (۲۔۳) خواہ بڑا زمیندار ہو یا چھوٹا اس کی عشری زمین سے جو فصل آ جائے اس کا عشر دینا واجب ہے۔ سالانہ اخراجات وغیرہ اس سے منہا نہ کیے جائیں گے۔ حدیث شریف میں ہے۔ ما اخرجتہ الارض العشر ولیس الکنز بلا شرط نصاب۔ (۴) بارانی اور نگان والی میں کوئی فرق نہیں ہے۔ ہر دونوں پر عشر واجب ہے۔ ہاں جو زمین بارانی یا پانی سے ازقسم وادیوں وغیرہ سے سیراب کیا جائے۔ تو اس کی فصل پر دسواں حصہ واجب ہے۔ اور اگر زمین رہٹ کنویں یا قیمتاً خرید شدہ پانی سے سیراب کی گئی ہے۔ تو اس کی کل فصل میں بیسواں حصہ دینا واجب ہے۔ (۵) مندرجہ ذیل لوگوں پر عشر خرچ کیا جاتا ہے۔ (۱) فقیر۔ (۲) مسکین۔ (۳) عامل۔ (۴) جو

ساڑھے سات تولہ سونا اور ساڑھے باون تولے چاندی کو پہنچتی ہو۔ سب میں زکوٰۃ (یعنی چالیسواں حصہ) واجب ہے۔ چاہے استعمال میں لائے یا نہ لائے۔ گھریلو ظروف مستعمل اور کپڑے حاجت اصلیہ میں داخل ہیں ان میں زکوٰۃ نہیں۔ (۳) زرعی زمین اگر بارانی ہے۔ تو اس میں عشر (۱/۱۰) ہے۔ اور آب پاشی چاہ و تالاب سے ہو تو نصف عشر (۱/۲۰) اور جس زمین کی آبپاشی دونوں طرح ہو۔ تو اس میں غالب کا اعتبار ہے۔ اور اگر دونوں برابر ہوں تو نصف پیداوار میں عشر اور نصف میں نصف عشر (یعنی کل پیداوار کا ۳/۴۰ واجب ہوگا) سال میں جتنی مرتبہ بھی پیداوار ہو جائے ہر دفعہ مذکورہ طریقہ پر عشر واجب ہے۔ (۴) زرعی کام مثلاً بار برداری یا سواری یا کاشتکاری کے لیے پالے جانے والے جانوروں میں زکوٰۃ واجب نہیں اسی طرح بھیڑ بکری اگر نصاب سے کم ہوں۔ اور دودھ اور گوشت کے استعمال کے لیے ہو۔ تو ان میں زکوٰۃ واجب نہیں اور اگر سائمہ ہو۔ یعنی اکثر سال مثلاً چھ ماہ سے بھی زیادہ جنگل میں مفت کے گھاس پر اکتفا کرتی ہیں اور قیمت کا چارہ [illegible] کھاتی ہوں۔ اور نصاب بھی پورا ہو جائے۔ یعنی ۴۰ ہو جائیں تو زکوٰۃ اس کی واجب ہے۔ (۵) دودھ دینے والے جانور اگر اپنے استعمال کے لیے ہوں۔ تو ان میں زکوٰۃ نہیں۔ اور اگر فروخت کرلیا تو ان سے جو آمدنی ہوگی اس پر زکوٰۃ واجب ہے۔ (۶) (ا) زکوٰۃ ادا کرنے کے لیے کوئی خاص مہینہ یا وقت مقرر نہیں جس وقت بھی دیدے جائز ہے۔ لیکن بہتر ہے کہ سال گزرنے کے بعد فوراً زکوٰۃ ادا کر دے نیک کام میں دیر لگانا اچھا نہیں۔ شاید اچانک موت آجائے۔ اور یہ مواخذہ اپنی گردن پر رہ جائے۔ (ب) اختیار ہے۔ تھوڑا تھوڑا کر کے کئی غریبوں کو دیدے یا ایک ہی کو سب دیدے۔ لیکن بہتر یہ ہے کہ ایک غریب کو کم از کم اتنا دیدے کہ اسی دن کے لیے کافی ہو جائے۔ کسی اور سے مانگنا نہ پڑے۔ البتہ ایک ہی فقیر کو اتنا مال دے دینا جتنے مال کے ہونے سے زکوٰۃ واجب ہوتی ہے۔ مکروہ ہے۔ لیکن اگر دیدیا تو زکوٰۃ ادا ہوگی۔ (ج) زکوٰۃ دینے کے وقت زکوٰۃ کا نام لینا اور بتلانا ضروری نہیں۔ بلکہ دینے کے وقت صرف دل میں زکوٰۃ کی نیت کرنا یا زکوٰۃ کا مال علیحدہ کرنے کے وقت یہ نیت کرنا کہ یہ زکوٰۃ کا مال ہے کافی ہے۔ (د) روز مرہ پیش آنے والے مسائل کے لیے مولانا تھانوی رحمہ اللہ کی کتاب بہشتی زیور کا مطالعہ کیجیے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

الجواب صحیح محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان ۲۲ ربیع الاول ۱۳۸۸ھ

زمین پر لی گئی اجرت کی رقم میں زکوۃ دی جائے گی یا عشر؟ زمین کی اجرت میں لی گئی گندم کا عشر مالک پر ہوگا یا مزارع پر؟ بٹائی پر دی گئی زمین کے عشر کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ (۱) ایک شخص نے اپنی زمین جس کے ٹھیکے پانچ ہزار روپیہ سالانہ مستاجر کو دی ہے۔ کیا ان پانچ ہزار پر عشر ہوگا۔ یا سال گزرنے کے بعد باقی نقدی پر زکوۃ واجب ہوگی۔ (۲) ایک شخص نے اپنی زمین دس بیگھہ پچاس ۵۰ من گندم سالانہ پر مستاجر کو دی ہے۔ اب اس پچاس من گندم کا عشر کس پر واجب ہے۔ مستاجر پر یا مالک پر۔ (۳) ایک شخص نے اپنی زمین اس طرح مزارعت پر دے دی ہے۔ بٹائی ثلث یعنی دو حصے مزارع کے اور ایک حصہ مالک کا۔ اب زمین کی پیداوار سو من گندم ہوئی ہے۔ دریافت طلب یہ امر ہے کہ عشر زمین مالک زمین پر ہے یا حصہ کے لحاظ سے دونوں پر۔ بینوا توجروا

﴿ج﴾

(۱) صرف پانچ ہزار روپیہ پر زکوۃ آئے گی۔ اس پر عشر نہیں ہے۔

(۲) مالک پر ہے۔

(۳) مزارعت کی صورت میں مزارع اور مالک ہر ایک اپنے اپنے حصہ سے عشر ادا کرے۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
الجواب صحیح محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ جمادی الاخری ۱۳۹۶ھ

خاک شفاء کی شرعی حیثیت پاکستان کی زمینیں عشری ہیں یا خراجی؟ کیا گندم پیسنے والی مشین پر زکوۃ واجب ہے؟ نقد زکوۃ کی جگہ چاول و گندم دینا کیا گھر میں رکھی ہوئی گندم پر سال گزرنے کے بعد زکوۃ واجب ہوگی؟

﴿س﴾

علماء دین و مفتیان شرع متین مندرجہ ذیل سوالوں میں کیا فرماتے ہیں۔ (۱) حاجی حضرات خاک شفاء جو عرب سے لاتے ہیں۔ اس کا کھانا جائز ہے یا نہ۔ بینوا بحکم الکتاب۔ (۲) ہمارے ملک کی زمینیں خراجی ہیں یا

کٹری اور جو محصول حکومت لیتی ہے (یعنی ٹھیکہ) یہ عشر میں داخل ہو سکتا ہے یا عشر علیحدہ نکالا جائے۔ (۳) کیا مشینری میں (یعنی کسی آدمی کے پاس گندم پیسائی اور کپاس وغیرہ کی مشین ہوں تو ان میں) زکوۃ واجب ہے یا نہ اگر واجب نہیں تو کیوں کیا یہ تجارت کا سامان نہیں۔ (۴) ایک شخص کے پاس سونے چاندی کے زیورات ہیں۔ اور کچھ نقدی وغیرہ بھی ہے اور وہ زکوۃ میں بجائے نقد خرچ کرنے کے گندم یا کپڑے تقسیم کرتا ہے۔ کیا زکوۃ ادا ہو جاتی ہے یا نہ۔ (۵) ایک شخص کے پاس اپنی پیداوار کی گندم کی بوریاں موجود ہیں جو زمینداروں کے پاس ہوتی ہے۔ وہ اب فروخت بھی کرتا ہے۔ تو کیا جو گھر میں اپنی گندم پڑی ہوتی ہے۔ اس میں بھی زکوۃ ہے یا نہ۔

سائل نذر محمد ولد شیر محمد ملتان ضلع مظفرگڑھ

﴿ج﴾

(۱) خاک شفاء سے تبرک حاصل کرنا جائز ہے۔ لیکن اس کو کھانا بوجہ مضر ہونے کے جائز نہیں۔

(۲) ہماری زمینیں مختلف قسم کی ہیں۔ تفصیل کا موقع نہیں ہے۔ بہرحال حکومت کے مالیہ اور لگان سے عشر کا کوئی تعلق نہیں۔

(۳) زکوۃ واجب نہیں۔ تجارت کا سامان وہ ہوتا ہے جو بغرض فروخت خریدا جائے۔ مشین کی ذات فروخت نہیں ہوتی۔ اس لیے اسے سامان تجارت نہیں کہا جا سکتا۔ باقی اس کا منافع جو آتا ہے اگر اس پر سال گذر جائے تو زکوۃ واجب ہوگی۔

(۴) زکوۃ ادا ہو جاتی ہے۔

(۵) گھر میں پڑی ہوئی گندم پر زکوۃ واجب نہیں ہوتی۔ خواہ اس پر سال سے زیادہ عرصہ گزر جائے یہ بھی بغرض تجارت نہیں خریدی گئی۔ اس لیے سامان تجارت نہیں۔ واللہ اعلم

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان [illegible]ھ

فصل فروخت کرنے کی صورت میں عشر بائع پر ہوگا یا مشتری پر؟

قریشی خاندان والوں کو زکوۃ دینا

سونا، چاندی مل کر اگر چاندی کا نصاب پورا ہو جائے تو زکوۃ کیسے ادا کی جائے؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں۔ (۱) کہ عشری زمین سے جتنی پیداوار ہوتی ہے مالک کل پیداوار فروخت کر دے۔ آیا عشر مالک ادا کرے یا مشتری کو ادا کرنا ہوگا۔ احادیث و اقوال ائمہ کے حوالے

سے وضاحت فرمائیں۔ (۲) قریشی خاندان جس کا تعلق یعنی شجرہ نسب خلیفہ اول حضرت ابوبکر صدیقؓ سے ہو۔ آیا بصورت مستحق مسکین فقیر مسافر وغیرہ مال زکوۃ لے سکتے ہیں یا نہیں۔ اسی طرح کوئی غریب سید زادہ جب کہ تعلیم حاصل کر رہا ہو۔ شعبہ زکوۃ میں سے اس پر بھی خرچ کیا جا سکتا ہے یا نہیں۔

(۳) ایک عورت جس کے زیور کی مالیت کل مجموعی حیثیت نقدی رطلائی نصاب نقدی کو پہنچتا ہے۔ مگر چاندی صرف اس کے پاس ایک یا دو تولہ ہے۔ مگر طلائی صرف ایک دو تولہ ہے۔ جب کہ قیمت چونسٹھ سو روپیہ تولہ کے درمیان میں ہے۔ اس حساب سے نصاب چاندی کا تو بن جاتا ہے۔ مگر سونے کا نصاب نہیں بنتا۔ آیا اس حساب سے اسے زکوۃ ادا کرنا ہوگی یا نہیں۔

الجواب

(۱) وفی العالمگیریۃ ج ۱ ص ۱۹۹ و اذا باع الارض العشریۃ وفیھا زرع قد ادرک مع زرعھا او باع الزرع خاصۃ فعشرہ علی البائع۔ روایت بالا سے معلوم ہوا کہ صورت مسئولہ میں اس پیداوار کا عشر مالک پر ہے۔

(۲) جن قریشیوں کا سلسلہ نسب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ملتا ہو اگر وہ زکوۃ کا مصرف ہوں تو ان کو زکوۃ دینا درست ہے۔ البتہ سادات کو یعنی حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ و حارث کی اولاد و ابو طالب کی اولاد یعنی حضرت علی، جعفر، عقیل رضی اللہ عنہم اور ان کی اولاد ان کو زکوۃ لینا جائز نہیں ہے۔ کما فی الشامیۃ ج ۲ ص ۷۶ (قولہ الی بنی ھاشم) اعلم ان عبد مناف وھو الاب الرابع للنبی علیہ السلام اعقب اربعۃ وھم ھاشم والمطلب ونوفل وعبد شمس الی قولہ فیصرف الزکوۃ الی اولاد کل اذا کانوا مسلمین فقراء الا اولاد عباس و حارث و اولاد ابی طالب من علی و جعفر و عقیل قھستانی۔

(۳) صورت مذکورہ صاحب نصاب ہے۔ اس کے لیے زکوۃ لینا جائز نہیں ہے۔ فقط واللہ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان ۲۶ ربیع الاول ۱۳۹۸ھ

کتاب الصوم

باب رؤیۃ الہلال

ریڈیو وغیرہ کے اعلان پر عید منانا

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ اگر ریڈیو اسٹیشن میں اعلان کریں کہ عید کا چاند دیکھ لیا گیا ہے لہذا کل کو ملک میں عید منائی جائے۔ آیا شرع میں اس اعلان کا اعتبار ہے اور اس اعلان سے عید منائی جا سکتی ہے یا نہیں۔ جبکہ یہ بات بھی مشہور ہے کہ ایسے اعلانات میں حکومت کی طرف سے نہایت حزم و احتیاط برتی جاتی ہے۔ باقاعدہ حکومت کی طرف سے ہلال کمیٹی خاص اس امر کے لیے مقرر ہے اور یہ بھی سنا ہے کہ اس میں بڑے علماء شامل ہیں۔ تو کیا یہ باتیں واقعی ہیں یا محض لوگوں کی اڑائی ہوئی افواہیں ہیں اور اگر شرع نے اس کا اعتبار کیا ہے تو کیا کچھ شرائط کے ساتھ معتبر مانا ہے یا بلا شرائط۔ شرائط کو واضح فرمانے کے بعد گزارش ہے کہ بحر الرائق یعنی منحۃ الخالق علی البحر الرائق و فتاویٰ کاملیہ و مہدیہ کی درج ذیل عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ مطلق بلا شرط اس اعلان سے عید منائی جائے۔ کیونکہ اس میں یہ ہے کہ اگر ایک شہر یا قریہ والے عید الفطر کی رات قنادیل یا آگ جلائیں یا دف بجائیں یا توپ بندوق وغیرہ ماریں تو اس کی وجہ سے دوسرے شہر و قریہ والے عید منا سکتے ہیں۔ حالانکہ اس میں یہ احتمال بھی ہے کہ ہو سکتا ہے دوسرے امر کے لیے ہو اور یہ احتمال بھی ہے کہ واللہ اعلم یہ شہادت کے ساتھ ہے یا بلا شہادت و در اصل شہادت کیسے اشتمال ہیں۔ تو جب اس اعلان محتمل پر عید مطلق منائی جا سکتی ہے تو ریڈیو جیسے قوی آلہ اعلانی اور اخبار سے کیونکر بلا شرائط اور مطلق عید نہ منائی جائے۔ حالانکہ آج کل حکومتیں جہاد جیسے امر عظیم کے اعلانات و اخبارات بھی انہی ذرائع ابلاغ پر ختم کرتی ہیں اور پھر علماء کے اعتبار سے مسئلہ مذکورہ کی کیا حقیقت ہے۔ بینوا توجروا۔

(۱) تتمة لم يذكر و اعتمدنا العمل بالامارات الظاهرة الدالة على ثبوت الشهر كضرب المدافع في زماننا و الظاهر وجوب العمل بها على سمعها ممن كان غائبا عن المصر كاهل القرى ونحوها كما يجب العمل بها على اهل المصر الذين لم يروا الحاكم قبل شهادة الشهود وقد ذكر هذا النوع الشافعية فصرح ابن حجر في التحفة انه ما يثبت بالامارة الظاهرة الدالة التي لا تتخلف عادة كرؤية القناديل المعلقة بالمنائر قال ومخالفة جمع في ذلك غير صحيحة اه منحة الخالق على البحر الرائق - ج۲ ص ۲۷۱

الجواب

بسم اللہ الرحمن الرحیم - واضح رہے کہ شرعاً ثبوت رویت ہلال کا ایک شہر سے دوسرے شہر میں جب ہوتا ہے کہ اس کے اثبات کا طریقہ موجب ہو - کما قال فی الدر المختار ج ۲ ص ۱۰۵ (ویلزم اهل المشرق برویة اهل المغرب) اذا ثبت عندهم رویة اولئک بطریق موجب کمامر اور طریق موجب یہ ہے کہ دو شاہد مسلم عادل چاند دیکھ کر اس شہر سے اس شہر میں آ کر اپنی رویت کی شہادت دیں یا شہادت علی الشہادت دیں - بایں طور کہ خود یہ دو شخص چاند دیکھ سکے ہوں - بلکہ دیکھنے والوں نے ان کو اپنی شہادت پر شہادت دینے کا کہا ہو یا یہاں آ کر رویت ہلال پر قاضی کے حکم لگانے کی شہادت دیں اور یا اس شہر کی رویت ہلال کی خبر اس شہر میں اس طور پر مستفیض اور متحقق ہو جائے کہ فائدہ یقین میں بمنزلہ متواتر کے ہو جائے - کما قال الشامی ج ۲ ص ۱۰۵ (قوله بطریق موجب) کان یتحمل اثنان الشهادة او یشهد علی حکم القاضی او یستفیض الخبر بخلاف ما اذا اخبر ان اهل بلدة کذا راوه لانه حکایة - طریق موجب کی ان چار صورتوں میں سے پہلی تین صورتوں میں شہادت دینی ضروری ہے - البتہ چوتھی صورت میں شہادت دینے کی ضرورت نہیں ہے - محض خبر جب مستفیض اور متحقق بمنزلہ متواتر کے ہو جائے - تب اثبات رویت کے لیے کافی ہے اور ظاہر ہے کہ ریڈیو تار اور ٹیلیفون کے ذریعے شہادت تو کسی قسم کی نہیں دی جا سکتی - کیونکہ شاہد کے لیے قاضی کے سامنے شاہد کا ہونا ضروری ہے جو ان آلات کی صورت میں مفقود ہے - لہٰذا طریق موجب کی پہلی تین صورتوں میں سے کوئی بھی صورت یہاں متحقق نہیں ہو سکتی - ہاں اگر ان آلات کی خبر مستفیض اور متحقق بمنزلہ متواتر ہو جائے - بایں طور کہ مختلف شہروں سے یا ایک شہر سے متعدد (حد تواتر کو پہنچی ہوئی جو مفید یقین ہوں) تار یا ٹیلیفون خبر رویت ہلال کے موصول ہو جائیں یا مختلف ریڈیو اسٹیشنوں سے یا ایک ریڈیو اسٹیشن سے مختلف اوقات میں متعدد آدمیوں کی طرف سے رویت ہلال کی خبریں دی جائیں اور اس شہر کے عالم و ملق کو یقین ہو جائے - تب رویت ہلال کا اس شہر میں ثبات ہو سکتا ہے - لیکن معلوم رہے کہ خبر مستفیض خود حجت مثبت رویت نہیں ہے بلکہ یہ تو رویت کی خبر پہنچنے کا ذریعہ ہے - اصل تو چاند دیکھنے والوں کی صحیح شہادت ہے - لہٰذا خبر مستفیض سے رویت ہلال کے اثبات کی صورت میں اس بات کا ضرور خیال رکھا جائے گا کہ جس شہر سے خبر آئی ہے آیا وہاں صحیح شرعی اصولوں کے تحت ثبوت رمضان یا شوال ہوا ہے یا نہیں - کما قال الشامی ص ۱۰۴ / ج ۲ قلت وجه الاستدراک ان هذه الاستفاضة لیس فیها شهادة علی قضاء قاض ولا علی شهادة لکن لما

کانت بمنزلة الخبر المتواتر و قد ثبت بها ان اهل تلک البلدة صاموا یوم کذا لزم العمل بها لان البلدة لا تخلو عن حاکم شرعی عادة فلا بد من ان یکون صومهم مبنیا علی حکم حاکمهم الشرعی الخ۔ امداد الفتاویٰ جلد دوم کتاب الصوم میں ہے اگر یہ تواتر کے ساتھ ثابت ہو جائیں اور آپ کو اس بات کا علم ہو کہ جہاں سے خبر نشر کی گئی ہے اور تواتر کے ساتھ پہنچی ہے۔ وہاں علماء کی جماعت یا ایک عالم یا قاضی شرعی اصولوں کو مد نظر رکھتے ہوئے ہی فیصلہ کر کے اعلان کراتا ہے تب تو اس پر عمل کرنا جائز ہے ورنہ جائز نہیں ہے۔ بڑی احتیاط کی ضرورت ہے۔ خود ہمارے ملک میں وزارت داخلہ کی طرف سے ہلال کے متعلق چونکہ خبریں نشر کی جاتی ہیں اور میری معلومات کے مطابق وزارت مذکورہ چونکہ شرعی اصولوں کے تحت فیصلہ نہیں کیا کرتی۔ اس لیے ان کے اعلان پر اگر چہ اس کی خبر مستفیض ہی ہو۔ عید منانے کا فتویٰ نہیں دے سکتا۔ اس مسئلہ میں بعض اجزاء کی تحقیق مجموعہ الفتاویٰ مولانا عبدالحی جلد اول اور امداد الفتاویٰ جلد دوم میں مذکور ہے۔ ضرورت ہو تو ملاحظہ فرمالیں۔ باقی علامہ شامی وغیرہ نے امارات ظاہرہ دالۃ علی ثبوت الشہر کے اہل دیہات پر عمل کرنے کو جو واجب قرار دیا ہے۔ سو یہ بھی گویا مستفیض ہی کے حکم میں داخل سمجھا جائے گا اور اسی کے شرائط سے مشروط ہوگا۔ فقط

واللہ تعالیٰ اعلم حررہ عبداللطیف غفرلہ معین مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان۔

الجواب صحیح محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان ۱۸ رمضان ۱۳۸۶ھ

تصحیح جواب: مطلب عبارات شامی کا یہ ہے کہ اگر کسی شہر میں قاضی کے سامنے شہادت سے رویت ہلال ثابت ہو جائے اور قاضی حکم کرے تو اس حکم کو اپنے حدود ولایت میں نافذ کرنے اور سب لوگوں کو پہنچانے کے لیے اعلانات قائم کرنے عمل کے لیے کافی ہیں۔ حنفا صوت مدافع تعلیق القنادیل علی المنائر او غیرہا۔ محض ان اعلانات پر عمل کرنا جائز نہیں۔ جب تک کہ طریق موجب سے رویت وہاں ثابت نہ ہو جائے طریق موجب شہادۃ یا شہادۃ علی الشہادۃ یا شہادۃ علی حکم الحاکم یا استفاضہ ہے۔ کما مر دوسرے قاضی کی ولایت میں یہ اعلانات کافی نہیں ہیں۔

اب اگر مرکزی حکومت کی حدود کل پاکستان ہے۔ اگر مرکزی حکومت شرعی طریقہ سے اطمینان حاصل کر کے حکم رویت کا کرے اور پھر ریڈیو سے اس کا اعلان کروایا جاوے تو ریڈیو کا یہ اعلان حکم حاکم کے حصول کا ذریعہ ہے۔ بحولہ اعلانات کے اور اس پر عمل کرنا جائز ہے کل پاکستان میں۔ البتہ افغانستان وغیرہ ممالک میں جہاں پاکستان گورنمنٹ کی ولایت نہیں ہے وہاں اس اعلان پر عمل جائز نہ ہوگا۔ الا یہ کہ خبر مستفیض بن جاوے اور وہاں اثبات طریق موجب سے ہو جاوے۔ لیکن یہ معلوم کرنا ضروری ہے کہ مرکزی حکومت طریق شرعی سے ثبوت رویت کے بعد حکم نافذ کرتی ہے یا نہیں۔ موجودہ حالات میں یہ اطمینان حاصل نہیں ہے کہ حکومت نے اس سلسلہ میں ملک کے

معتمد اور جید علماء کرام کو اپنے اعتماد میں لینے کی کوئی کوشش کی ہے۔ جب بھی یہ اطمینان حاصل ہو جائے۔ ۲۹ پر وقت سے عمل کرنا اس حکم پر جب اس کی اطلاع ریڈیو سے مل جاوے جائز ہوگا۔ یہ علامت کے حکم میں ہوگا۔ استفاضہ و تواتر کی ضرورت بھی نہ ہوگی۔ واللہ اعلم۔

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان ۲۸ رمضان ۱۳۸۰ھ

۱۳۸۵ھ میں ایک اعلان کے متعلق سوال

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ ۲۲ جنوری بروز اتوار وزارت داخلہ کی طرف سے جو عید کا اعلان کیا گیا ہے شرعاً یہ اعلان درست تھا یا نہیں۔

(۲) جن لوگوں نے اس اعلان کی بنا پر عید پڑھی ہے ان کا عید پڑھنا جائز ہوا یا نہیں۔

(۳) جن لوگوں نے روزہ اس دن نہیں رکھا یا توڑ دیا ان پر اس کی قضا واجب ہے؟

﴿ج﴾

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ (۱) موجودہ صورت حال میں جو وزارت داخلہ کی طرف سے ہلال کا اعلان ہوتا ہے تو شرعاً اس پر عمل کرنا لازمی نہیں ہے۔ ہاں اگر حکومت ہلال کمیٹی میں علماء کی جماعت کو بطور ارکان شامل فرمائے اور جماعت علماء مجاز کے سامنے تحت احکام شرعیہ ہلال صوم یا فطر ہو جائے اور اس کا اعلان ریڈیو میں حاکم مجاز کی طرف سے ہو تو اس کے حدود ولایت میں سب کو اس پر عمل کرنا لازم ہوگا۔ موجودہ صورت حال میں وزارت داخلہ کے اعلان پر علماء کرام کو اعتماد نہیں ہے۔ کیونکہ وہ شرعی احکام کی رعایت نہیں رکھا کرتے۔

(۲) اگر بعض اس اعلان پر اعتماد کر کے عید پڑھ چکے ہیں تو ان کی عید جائز نہیں ہوئی۔

(۳) ان لوگوں نے اچھا نہیں کیا ہے۔ لیکن چونکہ اب ملک کے مختلف اطراف سے استفاضہ کے ساتھ یہ خبریں پہنچ گئی ہیں کہ رمضان اتوار کی رات چاند نظر آیا ہے۔ اس سے ان لوگوں پر قضا یا کفارہ واجب نہیں ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ عبداللطیف غفرلہ ۲۵ شوال ۱۳۸۵ھ

الجواب صحیح محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

اگر ریڈیو یا تار کے اعلان کی وجہ سے کسی نے روزہ رکھا یا رکھ کر توڑ دیا تو کیا حکم ہے؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ عید الفطر یا عید الاضحیٰ کے چاند دیکھنے کی صورت میں ۔ کیا ریڈیو، تار، خط، ٹیلیفون پر اعتماد کر کے نماز عید ادا کی جا سکتی ہے۔ یہ سنا کہ کسی قریبی گاؤں میں سنا گیا کہ آج وہ عید منا رہے ہیں۔ ان کی خبر پر بھی عید کر سکتے ہیں یا نہ۔ ہو کرم آج کل کے رواج وغیرہ کو ملحوظ رکھ کر دلائل سے جواب تحریر فرما دیں۔

(ب) اگر کسی نے ریڈیو، ٹیلیفون یا تار یا خط وغیرہ کو دیکھ کر روزہ توڑ دیا تو کیا اس پر قضا کفارہ لازم [پورا] ہے یا فقط قضا لازم ہے۔

(ج) اگر زید نے اپنے بیٹے کا نام عبد محمد رکھا ہے کیا یہ صوم شرک ہے اگر نہیں تو دلائل شرعیہ تحریر فرما دیں۔

﴿ج﴾

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ ریڈیو، ٹیلیفون، تار، برقی خط اور اخبار میں یہ فرق ہے کہ تار، برقی اور اخبار سوائے صورت استفاضہ کے ہرگز معتبر نہیں۔ البتہ خط بشرط معرفت انکاتب و علامات اور ریڈیو و ٹیلیفون بشرط معرفت صاحب الصوت و علامات۔ ذریعہ خبار میں معتبر ہوں گے۔ شہادت میں نہیں ہوں گے۔ (فیصلہ علماء متعلقہ رویت ہلال مع زبدۃ المقال رقم نمبر ۳) عید الفطر اور عید الاضحیٰ میں چونکہ شہادت لگتی ضروری ہے اس لیے ان آلات کے ذریعہ شہادت نہیں لی جا سکتی۔ ہاں اگر حکومت کی طرف سے ریڈیو کے ذریعہ جماعت علماء مجاز کا فیصلہ متعلقہ رویت ہلال نشر کیا جائے تو اس کے حدود ولایت میں سب کو اس پر عمل کرنا لازم ہوگا لیکن موجودہ ہلال کمیٹی میں چونکہ جید علماء نہیں ہیں۔ اس لیے ان کا فیصلہ جو ریڈیو میں نشر کیا جائے واجب العمل نہ ہوگا۔ اگر اس میں جید علماء کی جماعت بطور ارکان کے لی جائے اور پھر ان کا فیصلہ نشر کیا جائے تب وہ حاکم مجاز کی حدود ولایت میں نافذ ہوگا۔ قریب کے گاؤں سے عید کی خبر پہنچنے پر اعتماد کر کے عید منانی جائز نہیں ہے۔ جب تک کہ باقاعدہ شرعی شہادت نہ لی جائے۔

(ب) جس صورت میں اس پر عمل کرنا جائز نہ تھا اور کسی نے عمل کر کے روزہ توڑ دیا تو اگر اسے وہاں عید ہونے کا گمان ہو گیا تھا تو کفارہ لازم نہیں صرف قضا واجب ہے اور اگر اسے محض شک تھا یا یقین نہ تھا اور روزہ توڑ ڈالا تو قضا اور کفارہ دونوں واجب ہیں۔

(ج) یہ نام مکروہ ہے کہ تبدیل کر لیا جائے۔ فقط واللہ اعلم

حررہ محمد لطیف غفرلہ معین مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان ۲۲ شوال ۱۳۹۶ھ
الجواب صحیح محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ مدرسہ قاسم العلوم ملتان

عید الفطر کا چاند دیکھنے کی اطلاع ٹیلیفون پر قابل اعتماد ہے یا نہیں؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ عید الفطر کے چاند کی رویت کے بارے اطلاع ٹیلیفون پر شریعت محمدیہ میں قابل شہادت معتبر ہے یا نہ اگر ہے تو بالتفصیل مجھے دلائل تحریر فرما دیں۔ نیز حوالہ درج کرنے سے دریغ نہ فرماویں۔ جزاکم اللہ

﴿ج﴾

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ ٹیلیفون کی خبر رویت ہلال میں اس وقت معتبر ہو گی جبکہ ٹیلیفون کرنے والے کی آواز پہچانی جائے اور اس کی عدالت بھی معلوم ہو۔ اس وقت اگر خود چاند دیکھنے والا یا شہود علی الشہادت اس کی خبر ٹیلیفون پر دیں اس کی آواز بھی پہچانی جائے اور وہ عادل بھی ہو تو اس پر روزہ رکھا جائے گا۔ لیکن عید کے لیے چونکہ شہادت شرط ہے اور شاہد کے لیے سامنے ہونا ضروری ہے لہٰذا اس پر شہادت نہیں دی جا سکتی اور نہ اس پر عید کی جا سکتی ہے۔ ہاں اگر مختلف مقامات سے متعدد ٹیلیفون آ جائیں اور متواتر کو پہنچ جائیں تو اس پر بشرط غلبہ ظن حاصل ہو جانے کے عید منائی جائے گی۔ کراچی کی رسالہ فیصلہ متعلقہ رویت ہلال میں ہے ریڈیو ٹیلیفون تار برقی خط اور اخبار میں یہ فرق ہے کہ تار برقی اور اخبار سوائے صورت استفاضہ ہرگز معتبر نہیں۔ البتہ خط بشرط معرفت کاتب و عدالتہ اور ریڈیو اور ٹیلیفون بشرط معرفت صاحب الصوت و عدالتہ خبر و اخبار میں معتبر ہوں گے شہادت میں نہیں ہوں گے اور وقال فی زبدۃ المقال ص ۱۳ واما العمل بالخط والراديو والتلفون ففی موضع تکون الشهادة شرطا فيه فغير صحيح لان الشاهد يجب ان يكون بحضور القاضي بلا حائل كما كشف عن وجهه كما هو مصرح في موضعه واما المواضع التي يكفي فيها مجرد الاخبار بدون الشهادة فالعمل بالمذكور جائز صحيح في المعاملات والديانات كلها بشرط معرفة خط الكاتب وعدالته وصوت المخبر وعدالته في خبر الراديو والتلفون الخ۔ فقط واللہ اعلم

حررہ عبد اللطیف غفرلہ معین مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

الجواب صحیح محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان ۱۱ شوال ۱۳۸۵ھ

رویت ہلال کمیٹی کا اعلان واجب العمل ہے یا نہیں؟

﴿س﴾

۱۔ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ میں کہ اگر چاند حقائق نہیں دیکھا گیا اور شرعی اپنی شہادت میسر ہے حکومت نے ہلال کمیٹی کے ذریعہ فیصلہ صادر کیا اور حکومت اس فیصلہ کو قانون تصور کر کے عمل کے لیے رعایا پر زور دے اور اس فیصلہ کو بذریعہ ریڈیو مشتہر کرا دیا جاوے تو شرع کا کیا حکم ہے۔ رعایا پر کیا لازم ہے۔

۲۔ موجودہ صورت حال میں جبکہ دس بجے رات تک اعلان ہوتا رہا ہے کہ چاند پاکستان بھر میں نہیں دیکھا گیا اور عید بروز سوموار بتاریخ ۶۶/۱۰/۲۴ کو ہوگی۔ لیکن گیارہ بجے رات کو اعلان ہو جاتا ہے کہ چاند چار مقامات پر دیکھا گیا ہے۔ لہٰذا عید بروز اتوار ۶۶/۱۰/۲۳ کو منائی جاوے۔

۳۔ جن اصحاب نے اس اعلان ثانی پر عمل کر لیا ہے اور روزے کو توڑ کر عید کی نماز بھی بروز اتوار ۶۶/۱۰/۲۳ پڑھ لی ہے۔ اب ان کو روزہ کی قضا دینی ہے یا نہیں ہے۔

۴۔ ان اصحاب پر جنہوں نے اس اعلان ثانی پر روزہ توڑ ڈالا ہے قضا لازم آتی ہے یا کفارہ دو ماہ کے روزے۔

۵۔ جن اصحاب نے یہ اعلان ثانی سن کر ۶۶/۱۰/۲۴ بروز سوموار پڑھی ہے۔ ان کے لیے کیا حکم ہے۔

نوٹ: ریڈیو کی خبر شرعاً کیا حیثیت رکھتی ہے۔ وضاحت سے بیان فرما دیں۔ ہلال کمیٹی کے ارکان شرعاً شہادت لے کر ریڈیو پر نشر کرتے ہیں یا حکومت کے ایما پر لہٰذا ہلال کمیٹی کے اعلان کے بعد شرعاً عوام پر کیا عمل لازم آتا ہے۔ اگر ہلال کمیٹی کے ارکان بغیر شرعی شہادت کے حکومت کے ایما پر اعلان کرتے ہیں تو ان کے لیے کیا حکم ہے۔ شرعی حیثیت سے بیان فرما دیں۔

﴿ج﴾

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ اصل مسئلہ تو یہ ہے کہ اگر جماعت علماء مجاز کے سامنے تحت احکام شرع ہلال صوم ثابت ہو جاوے اور اس کا اعلان ریڈیو میں حاکم مجاز کی طرف سے ہو تو اس کے حدود ولایت میں سب کو اس پر عمل کرنا

لازم ہوگا۔ (فیصلہ علماء متعلقہ رویت ہلال مع زبدۃ المقال، طبع نمبر ۳)

لیکن حکومت وقت نے جو موجودہ ہلال کمیٹی مقرر کی ہے۔ اس کے ارکان پر علماء وقت کو چونکہ اعتماد نہیں ہے کہ یہ ارکان شرعی احکام کی رعایت رکھ کر ہی فیصلہ فرماتے ہیں۔ اس لیے موجودہ کمیٹی کے فیصلے کے اعلان پر عمل کرنا سب پر لازم نہ ہوگا۔ اگر کسی کو یہ ثبوت بہم پہنچ جائے کہ مذکورہ کمیٹی نے شرعی احکام کے تحت فیصلہ فرمایا ہے تو اس کو اس پر عمل کرنا لازم ہوگا ورنہ نہیں۔ یا حکومت وقت ہلال کمیٹی کے اندر چند جید علماء کو رکنیت دیدے۔ تب بھی ان کا فیصلہ جو ریڈیو سے نشر کیا جائے حاکم مجاز کی حدود ولایت تک نافذ ہوگا۔ (۳۰۲) لہٰذا جن اصحاب نے صرف اس ریڈیو کے اعلان پر اعتماد کر کے اتوار کے دن عید منائی ہے اور کسی قسم کا شرعی ثبوت ان کے پاس نہیں تھا یا جنہوں نے اس اعلان پر اعتماد کر کے روزہ توڑ ڈالا ہے۔ انہوں نے بہت برا کیا ہے توبہ کرنی ضروری ہے۔ کیونکہ ابھی تک موجودہ ہلال کمیٹی کو یہ حیثیت حاصل نہیں ہے کیونکہ اس میں جید علماء شامل نہیں ہیں لیکن اب چونکہ مختلف اطراف سے خبریں استفاضہ کے ساتھ پہنچی ہیں کہ اتوار کی رات وہاں چاند نظر آیا تھا اس لیے ایسے لوگوں کو قضاء و کفارہ ادا کرنا ضروری نہیں ہے اور جن لوگوں نے اس اعلان پر اعتماد کرتے ہوئے سوموار کو عید منائی ہے انہوں نے اچھا کیا ہے کیونکہ بغیر ثبوت شرعی عید منانی جائز نہیں ہے فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ عبد اللطیف غفرلہ معین مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان ۲۲ شوال ۱۳۸۶ھ

الجواب صحیح محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

جس نے حکومت کے اعلان پر روزہ توڑ کر عید منائی کیا اس پر قضاء و کفارہ لازم ہوگا؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ اس سال عید الفطر کے موقع پر حکومت کے اعلان پر بعض لوگوں نے جو روزے توڑے ہیں ان پر قضاء و کفارہ کا کیا حکم ہے۔ حکومت کا اعلان قضاء اور کفارہ کو ساقط کر سکتا ہے یا نہیں یا صرف کفارہ ساقط ہوتا ہے اور بصورت وجوب قضاء وہ لوگ مستثنیٰ ہو سکتے ہیں جنہوں کو مقامی علماء نے صرف اعلان پر بنا رکھتے ہوئے روزہ توڑنے کا فتویٰ دیا ہے یا ان پر بھی قضاء واجب ہوگی۔

﴿ج﴾

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ واضح رہے کہ اگر جماعت علماء مجاز کے سامنے ثبوت احکام شرعیہ ہلال صوم یا فطر ہو جائے اور ان کا اعلان ریڈیو میں حاکم مجاز کی طرف سے ہو تو اس کی حدود ولایت میں سب کو اس پر عمل کرنا لازم

انھوں نے سوموار کو عید نہیں پڑھی ہے اور منگل وار کو عید پڑھی ہے اور وغیرہ کی دستخطی چٹھی دی گئی - نمبر ۳ جن پانچ اشخاص نے چاند دیکھا ہے ان میں دو عالم دین بھی ہیں اور پابند صوم وصلوٰۃ بھی ہیں - نمبر ۴ نیز روزنامہ تعمیر ۲۶ فروری ۱۹۶۳ء - ۲ شوال ۱۳۸۲ھ میں بھی یوں تحریر ہے - اخبار کی سرخی پشاور اور اس کے قرب وجوار کے دیہات میں کچھ لوگوں نے پیر کو عید منائی - پشاور ۲۵ فروری پ پ پشاور اور متعدد دیہات میں رہنے والے چند افراد نے عید منائی گزشتہ رات مطلع ابر آلود تھا اور شہر میں کسی نے چاند نہیں دیکھا لیکن چند دیہاتیوں نے چاند دیکھنے کی گواہی دی اور ایک مقامی مولوی صاحب نے رات کے ۹ بجے رویت ہلال کا اعلان کر دیا - مسلمانوں کی اکثریت نے اس فیصلہ کو تسلیم نہیں کیا ہے - لیکن کچھ لوگوں نے اس کے مطابق عید منائی -

نمبر ۵ - چونکہ صرف پانچ آدمیوں نے چاند دیکھا اور اکثر شہروں اور دیہاتوں میں چاند نہیں دیکھا گیا ہے اس لیے علاقہ کے لوگ ان پانچ آدمیوں کو بد اور مجرم جانتے ہیں حالانکہ انھوں نے مسجد میں جا کر قسم اٹھائی ہے شرعی فیصلہ تحریر فرمایا جاوے - بینوا توجروا

الجواب

صورت مسئولہ میں اگر ان پانچ آدمیوں میں سے دو عادل ہوں تو ان کی گواہی علاقے کے ذمہ دار علماء نے محض اس بنا پر نہیں لی کہ دوسرے بڑے شہروں میں چاند نہیں دیکھا اور عید نہیں کی گئی تو یہ کوئی وجہ صحیح نہیں ہے بلکہ از روئے فتویٰ ان پر لازم تھا کہ ان کی گواہی پر اعتبار کر کے عید منانے کا حکم کرتے ہیں جن لوگوں نے سوموار کے دن روزہ نہیں رکھا ان پر قضا لازم نہیں ہے - چنانچہ بعض دوسری جگہوں میں بھی سوموار کی عید منائی گئی ہے - مثلاً پشاور کے دیہات اور ضلع بنوں کے اکثر حصہ اور ڈیرہ اسماعیل خان کے بعض مواضع میں - تو ان کو چاند دیکھنا اور گواہی دینا اور روزہ نہ رکھنا بالکل بے اصل بات نہیں ہے - بلکہ حقیقت پر مبنی ہے - واللہ تعالیٰ اعلم

بندہ احمد جان نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم

الجواب صحیح محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان شہر

ریڈیو کی خبر پر عید منانا یا روزہ رکھنا' ریڈیو کی خبر خبر متواتر ہے یا خبر مستفیض؟

رویت ہلال کمیٹی کی شرعی پوزیشن کیا ہے؟' ریڈیو کی خبر پر صوم وعید نہ کرنے والا گنہگار ہوگا یا نہیں؟

"یسئلونک عن الاھلة" کی ایک نادر توجیہ

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ہمارے ملک پاکستان میں اکثر رمضان کے چاند کی رات رویت وعیدین فطر وقربانی کے چاند کی رویت میں اختلاف پڑ جاتا ہے۔ اکثر لوگ صوم وعید فقط ریڈیو کی خبر سن کر کر دیتے ہیں۔

۱۔ کیا قانون شریعت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام میں ریڈیو وغیرہ کی خبر چاند رمضان و عیدین کے بارے میں درجہ شہادت میں آسکتی ہے یا نہیں۔

۲۔ ریڈیو کے ذریعہ خبر آنے پر صوم وافطار وعید کرنا جائز ہے یا نہ۔

۳۔ کیا خبر چاند بذریعہ ریڈیو وغیرہ خبر مشہور یا متواتر خبر مستفیض کے درجہ تک ہو سکتی ہے یا نہیں۔

۴۔ لوگ کہتے ہیں حکومت اسلامی ہے۔ ایک کمیٹی الہلال مقرر ہو چکی ہے جس میں علماء دین شامل ہیں چاند کی علماء کے آگے شہادتیں باقاعدہ شرع شریف کے مطابق پیش ہوتی ہیں۔ پھر ان علماء حق کی اجازت اور حکم سے ریڈیو اسٹیشن سے ریڈیو وغیرہ میں خبریں شائع ہوتی ہیں۔ کیا یہ صحیح ہے یا غلط۔

۵۔ اگر کوئی شخص ریڈیو وغیرہ کے ذریعے آنے والی خبروں پر صوم وافطار وعید نہ کرے تو وہ کیا ہے عنداللہ مجرم ہے یا گنہگار ہے۔

۶۔ اگر کوئی شخص آیۃ لیس البر بان تاتوا البیوت من ظہورہا الی آخر الآیۃ کا ربط ما قبل یسئلونک عن الاھلة قل ہی مواقیت للناس (ای مواقیت لصوم المسلمین و افطارہم) لصوموا لرؤیتہ و افطروا لرؤیتہ فان غم علیکم فعدوا ثلاثین یوماً وفی روایۃ فاذا رایتم الہلال فصوموا واذا رایتموہ فافطروا فان اغمی علیکم فاکملوا العدۃ ثلاثین — ابن کثیر وفی روایۃ ان

شهد شاهدا عدل فصوموا وافطروا - اہل کثیر یعنی اللہ تعالی نے شریعت محمدیہ میں صوم رمضان وافطار وعید کے لیے میقات مقرر فرمائے ہیں جو کہ بمنزلہ باب و دروازہ کے ہیں۔ صوم و فطر کے واسطے ایک رویت دوسرے شہادت عدل ہلال رمضان کے لیے شہادت عدلین۔ ہلال عید وافطار کے لئے حالت غیم میں۔ تیسرے اکمال ثلاثین بوقت عدم ثبوت دونوں کے۔ پس بذریعہ ریڈیو آنے والی خبروں پر صوم وافطار کرنا ایسا ہے جیسا کہ شہر و مکان میں دروازہ سے نہ آنا اور دیوار سے چھلانگ مار کر یا نقب سوراخ کر کے آنا ہو اور یہ خلاف ادب و تہذیب ہے۔ نیز یہ عادت سارق و چوری کی ہے۔ پس ریڈیو کے ذریعہ خبر آنے پر افطار کرانا انتیس رمضان کو ایسا ہے جیسے کہ ایک روزہ چرالینا۔ کیا اس طرح بیان کرنا ٹھیک ہے یا غلط۔

۷- کیا یہ ضروری ہے اور باعث اجر وثواب ہے کہ تمام ملک و علاقہ میں ایک ہی دن عید ہو اور اختلاف نہ ہو سکے اور اس کا اہتمام و کوشش کی جائے۔ کیا یہ ضروری ہے اور باعث اجر و ثواب ہے۔ بینوا توجروا

﴿ج﴾

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم - ریڈیو ٹیلیفون تار در باب صوم وفطر سوائے صورت استفاضہ کے معتبر نہیں ہے۔ استفاضہ یہ ہے کہ متعدد جگہوں یا ایک جگہ متعدد ٹیلیفون یا متعدد ریڈیو کے بیانات آجائیں۔ تب اس پر در بارۂ صوم وعید عمل کرنا جائز ہے۔ ویسے نہیں ہاں اگر جماعت علماء مجاز (ہلال کمیٹی) کے سامنے تحت احکام شرع ہلال صوم یا فطر ثابت ہو جائے اور اس کا اعلان ریڈیو میں حاکم مجاز کی طرف سے ہو تو اس کے حدود ولایت میں سب کو اس پر عمل کرنا لازم ہوگا - کما قال فی زبدۃ المقال فی رویت الہلال ص ۱۶ - اذا ثبت الصوم او الفطر عند حاکم تحت قواعد الشرع بفتوی العلماء او عند واحد او جماعة من العلماء والثقات ولاهم رئيس المملكة امر رؤية الهلال وحكموا بالصوم او الفطر و نشروا حكمهم هذا في الراديو يلزم على من سمعها من المسلمين العمل به في حدود ولايتهم واما فيما وراء حدود ولايتهم فلا بد من الثبوت عند حاكم تلك الولاية بشهادة شاهدين على الرؤية على الشهادة او على حكم الحاكم او جاء الخبر مستفيضا لان حكم الحاكم نافذ في ولايته

دوسرا دور اہم تھا – لیکن یاد رہے کہ حکومت پاکستان نے ابھی تک چونکہ ہلال کمیٹی میں جید علماء کو نہیں لیا ہے۔ اس لیے علماء کو موجودہ کمیٹی پر اعتماد نہیں اس لیے اس کا فیصلہ اگر ریڈیو پر نشر بھی ہو جائے تب بھی اس پر عمل کرنا نہیں چاہیے۔ اپنی شرعی تحقیق اور ثبوت شرعی پر اعتماد کرنا چاہیے۔ مذکورہ آیت کا جو ربط بیان کیا گیا ہے۔ یہ بھی بصورت عدم اعتماد بر نظریت ریڈیو ایک توجیہ ہو سکتی ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ عبد اللطیف غفرلہ معین مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان ۷ ذی قعدہ ۱۳۸۹ھ

الجواب صحیح محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

تار کے ذریعے اگر چاند کی اطلاع آ جائے تو ماننا چاہیے یا نہیں؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہم علاقہ تھلوچی سے تعلق رکھتے ہیں جو کہ ضلع بہاولنگر سے تعلق رکھتا ہے۔ چونکہ ہمارے ہاں چاند نہیں ہوا۔ بنا بریں ہم نے بروز منگل روزہ رکھا اور اتوار کو عید پڑھی لیکن ہم نے بہاولنگر کے ایک عالم دین سے رابطہ کیا انھوں نے بذریعہ ریڈیو تار مولانا مفتی محمد شفیع صاحب مدظلہ کا بھی حوالہ دیا کہ انھوں نے چاند ہونے کی تصدیق کر دی ہے بذریعہ تار لیکن ہم نے اس اطلاع کو غیر مصدقہ تصور کرتے ہوئے رد کر دیا۔ کیا اس صورت میں ہمارا منگل کا روزہ اور اتوار کی عید درست ہے کہ نہیں۔ شریعت کی رو سے جواب دے کر ممنون فرماویں۔ بینوا توجروا۔

﴿ج﴾

تار برقی کی خبر رویت ہلال کے بارے میں شرعاً معتبر نہیں ہے۔ شامی میں طریق موجب جس سے دوسروں پر روزہ لازم ہو جاوے کے بارے میں یہ تحریر فرمایا ہے کہ دو معتبر مرد شہادت کے متحمل ہوں یا حکم قاضی کی گواہی دیں یا خبر متواتر ہو جاوے اور ظاہر ہے کہ تنہا تار میں ان وجوہ میں سے کوئی بھی نہیں ہے۔ قال فی **الشامية تحت قوله (اذا ثبت عندهم رؤية اولئك بطريق موجب) كان يتحمل اثنان الشهادة او يشهدا على حكم القاضي او يستفيض الخبر (ردالمحتار كتاب الصوم ۲/ ۱۰۵)**

لیکن اگر تار کے ساتھ بہت سی خبریں پہنچ کر مفید ظن غالب ہو جاویں تو ان پر عمل کرنا جائز ہے۔ **نعم لو استفاض الخبر في البلدة الاخرى لزمهم على الصحيح من المذهب– مجتبى وغيره (در مختار ص ۱۰۲) معنى الاستفاضة ان تاتي من تلك البلدة جماعة متعددون كل منهم يخبر عن اهل**

۳- اتوار کا رمضان میں سے ہونا مستیقن ہے اور یوم عید الفطر ہونا محتمل ہے- لہٰذا مستیقن پر عمل کرنا ضروری ہے-

۴- جب ہمیں یقینا معلوم ہے کہ حکومت پاکستان نے شرعی شہادت لینے اور شرعی طرز کے اعلان کا کوئی انتظام نہیں کیا تو ریڈیو کا اعلان محض ایک خبر جس کے کذب ہونے کا احتمال قوی ہے علاوہ ازیں حکومت کے افسران میں مرزائی شیعہ منکر حدیث وغیرہ بھی ہیں- اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ بر تقدیر رمضان اتوار کو عید منانے والے پر قضاء و کفارہ لازم ہے یا نہیں اور بر تقدیر یوم عید اتوار کو عید نہ منانے والے گناہ کے مرتکب ہیں یا نہیں-

﴿ج﴾

بسم اللہ الرحمن الرحیم- پہلے اس مسئلہ کی شرعی حقیقت بیان کرتا ہوں- اس سے فریقین کے نزاع کا خود بخود محاکمہ ہو جائے گا- واضح رہے کہ حکومت کی طرف سے مقرر کردہ جماعت علماء کے سامنے تحت احکام شرع ہلال صوم یا فطر ثابت ہو جائے اور اس کا اعلان ریڈیو میں حاکم مجاز کی طرف سے ہو جائے تو اس کے حدود ولایت میں سب کو اس پر عمل کرنا لازم ہوگا- کیونکہ ریڈیو پر حکومت کے فیصلہ کو نشر کیا گیا ہے اور حکومت کے فیصلہ کو نشر کرنے والے کی عدالت و دیانت یا اس کی معرفت شرط نہیں جیسے کہ فقہاء کرام نے اہل رساتیق پر شہر سے توپوں کی آواز سننے یا قنادیل معلقہ کے دیکھنے سے روزہ رکھنے کو لازم قرار دیا ہے- کما قال الشامی فی رد المحتار ۲/۹۹

قلت والظاهر انه يلزم اهل القرى الصوم بسماع المدافع او رؤية القناديل من المصر لانه علامة ظاهرة تفيد غلبة الظن وغلبة الظن حجة للعمل كما صرحوا به واحتمال كون ذلك لغير رمضان بعيد اذ لا يفعل مثل ذلك عادة في ليلة الشك الا لثبوت رمضان-

وفي الشامي ايضا ۲/۱۱۵ وقد يقال ان المدافع في زماننا يفيد غلبة الظن وان كان ضاربه فاسقا لان العادة ان الموقت يذهب الى دار الحكم آخر النهار فيعين له وقت ضربه ويعينه ايضا للوزير وغيره واذا ضربه يكون ذلك بمراقبة الوزير واعوانه للوقت المعين فيغلب على الظن بهذه القرائن عدم الخطأ وعدم قصد الافساد والا لزم تاثيم الناس وايجاب قضاء الشهر بتمامه عليهم فان غالبهم يفطر بمجرد سماع المدفع من غير تحر ولا غلبة ظن والله تعالى اعلم-

سعودی عرب اور افغانستان کے اعلان پر پاکستانی عمل پیرا کیوں نہیں ہوتے؟

﴿س﴾

عرض مختصر اینکہ شایان حضرات بطریق اتفاق علماء کرام ۴۴ نفر بعضا درہ در احسن الفتاوی ارقام کردہ اید کہ باخبار ٹیلی گراف و ریڈیو روزہ گرفتن و عید کردن جائز است و حال آنکہ چہار سال در عرصہ ثبوت شود کہ از عربستان بذریعہ ٹیلی گراف اخبار روزہ و عید مے شود باز از کابل افغانستان ہماں اخبار ٹیلی گراف بذریعہ ریڈیو نشر مے شود و افغانستان ہماں اخبار ٹیلیگراف و ریڈیو معمول میگردانند۔ و حکومت پاکستان و علماء جید معمول نمے گردانند۔ تمہید ایں کہ وجہ چیست۔ و ایں علماء وزیرستان ہم دو فریق شدہ اند بعضے باعلان ریڈیو افغانستان روزہ و عید ہر دو جائز مے دارند و معمول میگردانند۔ بعضے جائز نے کنند۔

نوٹ: حضرات علماء پاکستان و ہندوستانی دیوبند در روزہ و بحث و مباحثہ در بارہ اخبار ٹیلی گراف و ریڈیو وغیرہ آلات خبر رسانی در جواز و عدم جواز روزہ و عید در قاسم العلوم ملتان کردہ اند۔ باز در احسن الفتاوی ہماں تقریر مولانا رشید احمد لدھیانوی تحریر کردہ۔ ۱۲

﴿ج﴾

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ در فیصلہ علماء در احسن الفتاوی ص ۴۴۹ بطور نوشتہ است کہ (۳) مجلس نے یہ بھی طے کیا ہے کہ اگر جماعت علماء حجاز کے سامنے تحت احکام شرع ہلال صوم یا فطر ثابت ہو جائے اور اس کا اعلان ریڈیو میں حاکم حجاز کی طرف سے ہو تو اس کے حدود ولایت میں سب کو اس پر عمل کرنا لازم ہوگا۔

وعمل علماء پاکستان مخالف ایں فیصلہ نیست۔ زیرا کہ مملکت پاکستان در حدود ولایت شاہ افغانستان داخل نیست ازیں وجہ اعلان ریڈیو مملکت افغانستان موجب عمل برائے پاکستان نباشد۔ حسب فیصلہ علماء مذکورہ۔

اما عدم عمل علماء بر اعلان ریڈیو مملکت پاکستان ازیں وجہ است کہ رویت ہلال کمیٹی پاکستان موجودہ اولا مشتمل بر جماعت علماء نیست و ثانیا فیصلہ تحت احکام شرع نکند و شہادت بطریق شرعی نے گیرند۔ ازیں وجہ بر کمیٹی موجودہ علماء را اعتماد نیست و در فیصلہ علماء تصریح است کہ ثبوت ہلال صوم و فطر روبروئے جماعت علماء حجاز تحت احکام شرع شود و پس اعلان او از جانب حاکم حجاز در ریڈیو شود۔ او موجب عمل است۔ و ایں شرائط تا حال ایں جا موجود نیستند۔

لہٰذا قول و عمل علماء پاکستان باہم مختلف نیست۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ عبد اللطیف غفرلہ معین مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان ۱۲ محرم ۱۳۸۸ھ
الجواب صحیح محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان ۱۵/۱/۱۳۸۸ھ

ایک شہر میں مطلع صاف ہونے کے سبب شہادت مسترد کیے جانے کے بعد دوسرے شہر سے آنے والے فون کا حکم

﴿س﴾

جمعہ کے دن شام کے وقت تقریباً ساری تحصیل بھکر میں مطلع بالکل صاف تھا لیکن چاند کہیں نظر نہیں آیا۔ کلور کوٹ میں چند آدمیوں نے کہا کہ ہم نے چاند دیکھا ہے۔ لیکن ان میں سے تین چار ہی ایسے تھے جن کی بات کو صحیح سمجھا جا سکتا تھا۔ باقی سب ناقابل اعتبار تھے جس کی وجہ سے وہاں کے علماء نے ان سب کی شہادت کو کالعدم قرار دیا۔ رات سرگودھا میں کلور کوٹ کے حضرات نے فون کیا وہاں کے ایک جید عالم دین نے فرمایا کہ ہم نے خوشاب دو آدمی بھیج کر تحقیق کی ہے وہاں چاند دیکھا گیا اس لیے ہماری عید ہے اور تم بھی بلا تردد عید کرو۔ ان عالم دین کی آواز کو بھی پوری طرح پہچاننے والے آدمی کو فون پر بٹھایا گیا تھا۔ کلور کوٹ میں مطلع بالکل صاف تھا جیسا کہ اوپر عرض کیا ہے کہ تقریباً سارے تحصیل بھکر میں مطلع بالکل صاف تھا۔ کلور کوٹ والوں نے سرگودھا کے عالم دین کو بتایا کہ یہاں مطلع صاف تھا ورنہ ان عالم دین نے فرمایا کہ سرگودھا میں مطلع ابر آلود تھا۔ حقیقت یہ ہے کہ سرگودھا میں مطلع ابر آلود تھا۔ اس صورت میں کلور کوٹ کے علماء نے عید کرنے کا فیصلہ کر دیا۔ کیا ایسی صورت میں کلور کوٹ کے علماء کا عید کرانا درست ہے یا نہیں۔ ریڈیو کی خبر رمضان اور عید کے چاند کے لیے معتبر ہے یا نہیں اگر ہے تو کن صورتوں میں۔ مطلع صاف ہونے کی صورت میں ایسی خبر کی حیثیت کیا ہوگی۔

﴿ج﴾

مطلع صاف ہونے کی صورت میں جمع عظیم کی شرط احناف کا ظاہر مذہب ہے جب کلور کوٹ میں شہادت عینی دینے والوں کی شہادت اس لیے مسترد کر دی کہ جمع عظیم نہیں ہے اور مطلع صاف ہے تو ٹیلیفون کی بات کا اعتبار کرنا سمجھ میں نہیں آتا۔ کیا ٹیلیفون کی بات عینی شہادت سے بھی زیادہ معتبر ہوتی ہے۔ اس لیے اس صورت میں عید کرنی جائز نہیں ہے۔ اگر مکمل سرکاری نظم اس طرح قائم ہو جاوے کہ شرعی اصول کے مطابق علماء کے فتوے اور مشورے سے آمنے سامنے عینی شہادت لے کر عید کا حکم دیا جائے اور پھر اس فیصلہ کو پوری ذمہ داری سے ریڈیو پر نشر کیا جاوے تو یہ اعلان خود حاکم کی حیثیت سے عید و رمضان دونوں میں معتبر ہوگا اور اس پر عمل لازم ہوگا اور جب اس طرح کا نظام قائم نہ ہو (جیسے کہ اب نہیں ہے) تو ریڈیو کی خبر کا کوئی اعتبار نہ ہوگا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

ریڈیو کے اعلان پر عمل کرنے کی صورت

﴿س﴾

بخدمت گرامی محترمی حضرت مولانا مفتی محمود صاحب!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ عرض ہے کہ مولانا احتشام الحق صاحب تھانوی جو اعلان کرتے ہیں۔ ریڈیو کے ذریعہ کہ آج فلاں فلاں جگہ چاند دکھائی دیا یا اعلان شریعت کے قانون کے موافق قائم مقام شاہد کے ہو سکتا ہے یا نہیں۔ اگر قائم مقام ہے تو دلیل کے ساتھ جواب عنایت فرماویں۔ فقط آپ کا شکریہ۔ جواب کی جلد از جلد عنایت ہو۔

المستفتی [illegible] علی نواز خان

﴿ج﴾

ریڈیو کے جس اعلان پر صوم یا افطار کا حکم دیا جائے گا اس کے لیے ضروری ہے کہ وہ تفصیلی ہو اور ذمہ دار حضرات کی طرف سے ہو یا کم از کم ان کی ذمہ داری کے حوالہ سے ہو کہ انھوں نے باضابطہ شرعی شہادت لے کر چاند کے ہو جانے کا فیصلہ کیا ہے۔ مثلاً ریڈیو اسٹیشن سے کوئی مسلمان یہ اعلان کرے کہ ہمارے شہر کی ہلال کمیٹی یا جماعت علماء نے ثبوت شرعی کے بعد رویت کا فیصلہ کر دیا ہے۔ اس طرح کے واضح اعلان پر جو معتمد کمیٹی کی طرف سے ہو صوم و افطار صوم درست ہے۔ والتفصیل فی زبدۃ الاتقان فی رویۃ الہلال لہٰذا اس صورت میں اعلان پر عمل کرنا جائز ہے۔

حررہ العبد محمود غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم

کیا ریڈیو کے اعلان کے باوجود روزہ نہ رکھنا یا عید نہ کرنا گناہ ہے یا نہیں؟

﴿س﴾

موجودہ حکومت نے رویت ہلال کمیٹی چاند کے لیے مقرر کر دی۔ آیا ریڈیو کے اعلان پر رمضان شریف کا روزہ رکھنا اور عید کرنا جائز ہے یا نہیں؟ اگر ریڈیو کے اعلان میں روزہ رکھنا جائز نہیں تو جن لوگوں نے ۲۹ شعبان ۱۳۹۴ھ کو رمضان کا روزہ سمجھ کر روزہ رکھا ہے وہ روزہ جائز ہے یا نہیں۔ اگر اس دن روزہ جائز نہیں تو اسی دن روزہ توڑ دیں یا نہ۔

﴿ج﴾

مدرسہ قاسم العلوم میں ایک اجتماع علماء کا ہو چکا ہے جس میں طے کیا جا چکا ہے کہ اگر رویت ہلال کے علماء کی نمائندہ جماعت مقرر ہو جائے اور وہ شرعی طریق سے شہادت اور اخبار مستفیضہ یا غیر مستفیضہ پر فیصلہ کرے تو وہ

فیصلہ تو صرف پاکستان میں نافذ ہوگا - ریڈیو کا حاکم بھی نظر کرنے والا ہوگا - اس ضابطہ کی بنا پر ہمارا مفتی صاحب نے بھی بدھ کا روزہ رکھا ہے اور ہم نے بھی بدھ کا روزہ رکھا ہے - لہٰذا یہ روزہ صحیح اور جائز ہوا ہے اور اس کا توڑنا صحیح نہیں - فقط واللہ اعلم

[illegible] عفا اللہ عنہ صدر مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان [illegible]

دوربین کے ذریعہ چاند دیکھنا

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ شعبان یا رمضان شریف کے یا کسی بھی چاند کو دوربین معتبر قسم کے دوربین یا کسی اور آلہ کے ذریعہ سے دیکھیں آیا ان کی گواہی عند الشرع مقبول ہوگی یا نہ۔

﴿ج﴾

دوربین کے ذریعہ اگر چاند نظر آئے اور گواہ بھی دیکھنے والے معتبر ہوں تو شرعاً چاند کا ثبوت ہو جائیگا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان [illegible] رمضان المبارک [illegible]ھ

اگر شرعی شہادت کے بغیر کسی نے ۲۹ کو عید منائی تو ایک روزہ کی قضاء واجب ہوگی

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین و شرع اس مسئلہ میں کہ اس دفعہ اختلاف چاند کی وجہ سے بعض مقامات پر بروز جمعرات عید پڑھی گئی ہے اور علماء کرام کی تحقیق اور فتویٰ کے خلاف عید جمعرات معلوم ہوتے ہیں جس سے ایک روزہ کی قضاء اور اختلاف کے متعلق دریافت کرنا ضروری و لازمی سمجھا گیا ہے کہ ازروئے شریعت حبیب تفصیل ارشاد فرمایئے کہ کیا کرنا ضروری ہے۔

﴿ج﴾

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ اگر کسی کو جمعرات کو چاند دیکھے جانے کا شرعی ثبوت بہم پہنچا ہو یعنی یا تو شرعی شہادت اس تک پہنچ گئی ہو۔ اور یا جمعرات کی رات کو چاند دیکھے جانے کی کسی سے خبر مستفیض اس کو پہنچی ہو۔ تو اس کے ذمہ ایک روزہ کی قضاء واجب نہیں ہے۔ صرف حکومت کے اعلان پر اعتماد کافی نہیں ہے۔ بلکہ کسی دوسرے شرعی طریق موجب سے اگر اس کو ثبوت ہو گیا ہو تو اس کے ذمہ قضاء واجب نہیں ہے اور اگر اس کو کسی شرعی طریق موجب

سے جمعرات کی شب کی رویت کا ثبوت نہ ہوا ہو۔ تو اس کے بدلے ایک روزہ کی قضاء واجب ہے اور اعتکاف مسنون کی قضا نہیں ہوا کرتی۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

محمد عبداللطیف غفرلہ معین مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان ۳۰ ذی قعدہ ۱۳۸۸ھ
الجواب صحیح محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان ۳ ذوالقعدہ ۱۳۸۸ھ

بعض لوگوں نے عید جمعرات کو اور دوسرے بعض نے جمعہ کو منائی اب حق بجانب کون ہیں؟

﴿س﴾

چہ فرمایند علماء دین دریں مسئلہ کہ اس دفعہ عید الفطر کے موقع پر حکومت کی طرف سے اعلان تھا کہ چاند دیکھا گیا ہے۔ اور جمعرات کو عید منائی جائے گی۔ علماء کرام نے روزہ رکھنے کا حکم دیا۔ چنانچہ بہت ہی کشمکش رہی جو لوگ حکام کے تابع تھے۔ ان کی عید جمعرات کو ہوئی اور جو لوگ علماء کا لحاظ رکھتے تھے۔ ان کی عید جمعہ کو ہوئی۔ الغرض نہایت پریشانی رہی اور ضلع لورالائی کے علماء کرام کو حکومت نے مجبور کیا ہے کہ ریڈیو کی اطلاع کے متعلق ہمیں فتویٰ سے مطلع کرو۔ چنانچہ اب آپ حضرات سے استدعا کی جاتی ہے۔ کہ ریڈیو کے متعلق مفصل فتویٰ دے کر ممنون فرمائیں۔

﴿ج﴾

حکومت کے مقرر کردہ معتمد علماء کی ہلال کمیٹی کے سامنے تحت احکام شرعیہ ہلال صوم یا فطر ثابت ہو جائے۔ اور اس کا اعلان حاکم مجاز کی طرف سے ریڈیو پر ہو جائے تو اس کے حدود ولایت میں سب لوگوں پر عمل کرنا لازم ہوگا۔ یعنی رویت ہلال کمیٹی اگر شہری ہو۔ تو پورے شہر میں ضلعی ہو تو پورے ضلع میں صوبائی ہو تو پورے صوبے میں مرکزی ہو تو پورے ملک میں اس کا فیصلہ نافذ ہوگا۔ جیسا کہ احسن الفتاویٰ ص ۴۱۳ پر ہے۔ کہ ہر قاضی کا فیصلہ صرف اس کی ولایت تک بذریعہ مدافع طبول اور ریڈیو وغیرہ کے نشر انفاذ و نشر کیا جا سکتا ہے اور ساکنین کے لیے موجب عمل ہے۔ حکومت مرکزی پاکستان کی ولایت عامہ ہے۔ لہٰذا اگر مرکزی حکومت نے کسی معتبر ہلال کمیٹی کے علماء سے فیصلہ کروا کر نشر کیا۔ تو یہ فیصلہ سارے پاکستان کے لیے موجب عمل ہوگا۔ بشرطیکہ ریڈیو خاص ضابطے کے تحت ہو۔ فیصلہ علماء متعلقہ رویت ہلال جو ۱۱ جمادی الاولیٰ ۱۳۸۱ھ مدرسہ قاسم العلوم ملتان میں ہوا تھا۔ اور جس پر ۲۲ جید علماء کے دستخط ہیں۔ (میں ہے۔ (۳) مجلس نے یہ بھی طے کیا ہے کہ اگر کسی جماعت علماء ہوں کے سامنے تحت احکام شرعیہ ہلال صوم یا فطر ثابت ہو جائے اور اس کا اعلان ریڈیو پر حاکم مجاز کی طرف سے ہو تو اس کی حدود ولایت میں

سب کو اس پر عمل کرنا لازم ہوگا۔ مگر افسوس ہے کہ آج تک حکومت نے اس مسئلہ پر سنجیدگی سے غور نہیں کیا ہے۔ اور مرکزی رؤیت ہلال کمیٹی میں اب تک معتمد علماء کو نہیں لیا گیا ہے۔ اس لیے علماء کرام حکومت کے فیصلہ سے اختلاف رائے رکھتے ہیں۔ اگر حکومت مرکزی رؤیت ہلال کمیٹی میں معتمد علماء کرام کو لے لے اور وہ احکام شرع کے تحت ہلال کی شہادتیں لے کر فیصلہ کریں اور حکومت کی طرف سے باضابطہ بذریعہ ریڈیو اس کا اعلان ہو تو شرعاً تمام ملک کے مسلمانوں کو اس پر عمل کرنا لازم ہوگا۔ اس مسئلہ پر مزید تفصیل فیصلہ علماء متعلقہ رؤیت ہلال کمیٹی زبدۃ المقال مصنفہ حضرت مولانا مفتی محمود صاحب ملاحظہ فرماویں فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔ حررہ عبداللطیف غفرلہ معین مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان ۸ شوال ۱۳۸۹ھ۔

الجواب صحیح محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

رؤیت ہلال کمیٹی کی شرعی حیثیت کیا ہے؟

رؤیت ہلال کمیٹی کے اعلان پر روزہ رکھنا یا عید منانا جائز ہے یا نہیں؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ رؤیت ہلال کمیٹی موجودہ قرآن کی روشنی میں کیا حیثیت رکھتا ہے اور اس کمیٹی میں کس قسم کے اور کس مکتب فکر کے افراد شامل ہیں۔

(۲) صوم و افطار بمطابق اعلان رؤیت ہلال کمیٹی بذریعہ ریڈیو شرعی حیثیت سے جائز ہے یا نہیں۔ ان کے جوابات مذہبی تعصبات اور فرقہ بندی سے بالاتر ہو کر محض کتاب و سنت اور فقہ کی روشنی میں مدلل اور بالتفصیل ارشاد فرماویں۔

﴿ج﴾

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ (۱-۲) رؤیت ہلال کمیٹی کی شرعی حیثیت یہ ہے کہ اس کا فیصلہ صوم و افطار کے متعلق اپنی حدود ولایت میں قابل قبول اور نافذ العمل ہوتا ہے۔ بشرطیکہ رؤیت ہلال کمیٹی کے ارکان معتمد علماء میں سے ہوں جو شہادت کی شرعی حیثیت سے واقفیت کے ساتھ ساتھ اس کے تمام شرائط کی کماحقہ رعایت رکھتے ہوں۔ تو ایسی کمیٹی اگر شہری ہو تو پورے شہر میں ضلعی ہو تو پورے ضلع میں صوبائی ہو تو پورے صوبہ میں اور مرکزی ہو تو پورے ملک میں اس کا فیصلہ متعلقہ صوم و افطار واجب العمل ہوگا۔ دیکھیے احسن الفتاویٰ ص ۴۴۳ پر ہے۔ کہ ہر قاضی کا فیصلہ صرف اس کی ولایت تک بذریعہ دافع فضول اور ریڈیو وغیرہ کے (بشرائط مذکورہ) نشر کیا جاسکتا ہے۔ اور سامعین

کے لیے موجب عمل ہے۔ حکومت مرکزی پاکستان کی ولایت عامہ ہے۔ لہٰذا اگر مرکزی حکومت نے کسی معتبر ہلال کمیٹی کے علماء سے فیصلہ کروا کر نشر کیا تو یہ فیصلہ سارے پاکستان کے لیے موجب عمل ہوگا۔ بشرطیکہ ریڈیو خاص ضابطہ کے تحت ہو۔ نیز فیصلہ علماء متعلقہ رؤیت ہلال (جو مدرسہ قاسم العلوم میں ۱۳ ستمبر ۱۹۶۶ء کو ہوا تھا اور جس پر ۳۲ جید علماء کے دستخط ہیں اہم ہے۔ (۳) مجلس نے یہ بھی طے کیا ہے کہ اگر جماعت علماء مجوزہ کے سامنے ثبوت احکام شرع ہلال صوم یا فطر ثابت ہو جائے اور اس کا اعلان ریڈیو میں حاکم مجاز کی طرف سے ہو تو اس کے حدود ولایت میں سب کو اس پر عمل کرنا لازم ہوگا۔ مگر افسوس ہے کہ آج تک حکومت پاکستان نے معتبر علماء کی مرکزی ہلال کمیٹی قائم نہیں کی اور نہ ہی شرعی اصول وضوابط کی کما حقہ رعایت رکھی ہے۔ اس لیے علماء پاکستان سرکاری اعلان کو قطعی فیصلہ قرار نہیں دیتے اور اس سے اختلاف رائے رکھتے ہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔ حررہ عبداللطیف غفرلہ معین مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان ۱۳ شوال ۱۳۸۶ھ

الجواب صحیح محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان ۱۴ شوال ۱۳۸۶ھ

رؤیت ہلال کمیٹی کی خبر پر عمل کن شرائط کے ساتھ جائز ہے؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ رؤیت ہلال کے متعلق جو اس زمانے میں بذریعہ ریڈیو کے خبریں شائع کی جاتی ہیں۔ اخبار مذکورہ قابل قبول ہو سکتی ہیں یا نہ۔ اگر ہو سکتی ہیں۔ تو کس قدر اور کن شرائط کے ساتھ اس مسئلہ کو وضاحت کے ساتھ بیان کر کے ممنون فرمائیں مزید برآں آپ صاحب کے پاس چاند رمضان المبارک کا اربعاء کے دن ہے یا خمیس کے دن کا ہے۔

﴿ج﴾

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ رؤیت ہلال کمیٹی جس میں معتمد علماء ہوں جو شرعی اصول وضوابط سے واقف ہوں۔ اور شرائط شہادت کی رعایت رکھ کر فیصلہ فرماتے ہوں۔ حکومت کی طرف سے مقرر کردہ ہوں تو ان کا فیصلہ اپنی حدود ولایت میں واجب العمل ہے۔ شہری ہو تو پورے شہر میں، ضلعی ہو تو پورے ضلع میں، صوبائی ہو تو پورے صوبے میں اور مرکزی ہو تو پورے ملک میں اس کا فیصلہ جو ریڈیو سے نشر کیا جائے نافذ العمل ہوگا۔ فیصلہ متعلقہ رؤیت ہلال (جو مدرسہ قاسم العلوم ملتان میں ۱۰ ستمبر ۱۹۶۶ء کو ہوا تھا اور جس پر ۳۲ جید علماء کے دستخط ہیں) میں ہے (۳) مجلس نے یہ بھی طے کیا ہے کہ اگر جماعت علماء مجوزہ کے سامنے ثبوت احکام شرع ہلال صوم یا فطر ثابت ہو

جائے اور اس کا اعلان ریڈیو میں حاکم مجاز کی طرف سے ہو تو اس کے حدود ولایت میں سب لوگوں پر عمل کرنا لازم ہوگا۔ مگر افسوس ہے کہ آج تک حکومت پاکستان نے معتبر علماء کی کوئی مرکزی کمیٹی قائم نہیں کی۔ اور نہ ہی شرعی اصول وضوابط کی کما حقہ رعایت رکھی ہے۔ اس لیے آج کل محض ریڈیو کی خبروں اور اعلانوں پر اکتفاء نہ کیا جائے۔ بلکہ اپنی رویت یا شرعی شہادت وغیرہ پر عمل کیا جائے۔ ہمارے ہاں بدھ کے دن پہلا روزہ تھا چاند عام دیکھا گیا تھا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔ حررہ عبداللطیف غفرلہ معین مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان ۱۴ شوال ۱۳۹۶ھ

الجواب صحیح محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

رویت ہلال کمیٹی میں چونکہ قابل اعتماد علماء نہیں ہیں لہٰذا اس کا فیصلہ قابل اعتبار نہیں

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ حکومت پاکستان نے جو رویت ہلال کمیٹی عمل میں قائم کی ہے۔ اس پر صوم وافطار کرنا درست ہے یا نہ۔ جواب اثبات یا نفی میں ہو۔ مکمل طور پر بالتشریح تحریر فرمادیں اور یہ بھی لکھیں کہ اس کمیٹی میں کون سے لوگ کیسے کام کرتے ہیں۔ مثلاً اگر پشاور یا کوئٹہ میں چاند دکھائی دیا۔ تو ان کے پاس تک شرعی شہادتیں کیسے پہنچتی ہیں۔ اور اگر ریڈیو پر اس کمیٹی کے ذریعہ اعلان ہو۔ تو کیا معلوم کہ وہ صحیح ہے یا غلط۔ اگر اس کمیٹی میں علماء نہیں فاسق فاجر شخصیتیں کام کر رہی ہیں۔ تو پھر ان کی خبر پر کیا اعتبار ہے۔

اور اگر رویت ہلال کمیٹی کے نام پر نہیں بلکہ وزارت داخلہ کے نام پر رویت ہلال کی خبر نشر کی گئی تو آیا اس پر عمل درست ہے یا نہیں۔ اگر آل انڈیا ریڈیو رویت ہلال کی خبر دے تو وہ صحیح ہوگی یا نہیں۔ ہم کو اس پر عمل کرنا لازم ہے یا نہیں۔ خبر ماہ رمضان یا شوال کی ہو۔

بہرحال آپ ہمیں اس رویت ہلال کمیٹی کے بارے میں بالتفصیل لکھیں۔ کیونکہ یہاں پر بہت جھگڑا ہو رہا ہے

﴿ج﴾

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ واضح رہے۔ کہ اگر رویت ہلال کمیٹی کے سامنے ہلال صوم یا فطر شرعی احکام کے تحت ہو جائے اور اس کا اعلان حاکم مجاز کی طرف سے ریڈیو میں ہو جائے۔ تو اس حاکم کے حدود ولایت میں اس پر عمل کرنا لازم ہوگا۔ یعنی اگر شہری کمیٹی ہو اور شہر کے حاکم مجاز کی طرف سے اعلان ہو تو پورے شہر میں اگر ضلعی ہو تو پورے ضلع میں صوبائی ہو تو پورے صوبہ میں اور مرکزی ہو تو پورے ملک میں اس کا حکم نافذ ہوگا۔ مگر یہ بات بھی ضروری ہے کہ کمیٹی کے اندر معتمد اور دیندار عالم ہوں جو شریعت کے مطابق فیصلہ کرتے ہوں۔ اور ان کے پاس

ہلال عید میں شرعی شہادت پیش ہوتی یا خبر مستفیض پہنچی ہو تو ایسی صورت میں ان کا فیصلہ واجب العمل ہوگا۔ اگر چاند پشاور میں دیکھا گیا ہو اور اس کی خبر ٹیلیفون سے مرکز تک پہنچے۔ اور باقاعدہ شرعی شہادتیں مرکزی کمیٹی کے سامنے پیش نہ ہو جائیں تو ایسی صورت میں مرکزی کمیٹی کا اعلان قطعاً درست نہیں ہوگا۔ موجودہ حالات میں حکومت وقت نے ہلال کمیٹی میں چونکہ معتمد علماء نہیں لیے ہیں۔ وزیر داخلہ، سیکرٹری اور چند دیگر سرکاری آفیسر اور برائے نام مولوی آجکل رویت ہلال کمیٹی کے ارکان ہیں۔ اس لیے علماء کو ان پر اعتماد نہیں ہے اور جب تک علماء کے سامنے ہلال کا شرعی ثبوت خود نہ پہنچ جائے۔ ان کے فیصلہ پر عمل نہیں کرتے۔ فیصلہ علماء متعلقہ رویت (جو کہ مدرسہ قاسم العلوم ملتان میں ستمبر ۱۹۵۹ء کو ہوا تھا اور جس پر ۴۲ علماء کے دستخط ہیں) میں ہے۔ (۳) مجلس نے یہ بھی طے کیا ہے کہ اگر جماعت علماء مجاز کے سامنے تحت احکام شرعی ہلال صوم و فطر ثابت ہو جائے اور اس کا اعلان ریڈیو میں حاکم مجاز کی طرف سے ہو تو اس کے حدود ولایت میں سب کو اس پر عمل کرنا لازم ہوگا۔ اس کی مزید تفصیل احسن الفتاوی اور رسالہ رویۃ الہلال میں ملاحظہ فرمالیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان ۱۲ شوال ۱۳۹۵ھ

الجواب صحیح محمد انور عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان ۱۳۹۶/۹/۲۰ھ

رویت ہلال کمیٹی کے اعلان پر عمل جائز ہے یا نہیں؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین؟ رویت ہلال میں غیر شرعی طریق کی وجہ سے اختتام شہر پر صائمین کو جن مشکلات اور آلام سے دوچار ہونا پڑتا ہے ان کی وضاحت کی احتیاج نہیں۔ اب حکومت نے رویت ہلال کمیٹی قائم کی ہے۔ جس میں ہر مکتبہ فکر کے علماء نمائندے شامل ہیں۔ اور سرپرست (چیئرمین) بھی مستند عالم دین ہے حل طلب امر یہ ہے کہ کیا موجودہ رویت ہلال کمیٹی کا رویت ہلال کے متعلق اعلان یا فیصلہ شرعی طریقہ شہادت کے مطابق ہے۔ اور کیا اس کے اعلان کے مطابق عمل کرنا صحیح مطابق فقہ حنفیہ ہے۔ مطلع فرمائیں۔

﴿ج﴾

اگر رویت ہلال کے لیے باقاعدہ حکومت کی جانب سے علماء کی مجلس مقرر ہو اور وہ اپنے شہروں میں باقاعدہ شہادت لیکر فیصلہ دیدیں۔ اور اس کا اعلان ریڈیو یا ٹیلیفون سے نشر کر دیں۔ تو دوسرے شہروں میں یہ تو ظاہر ہے وہ شہادت کی حیثیت نہیں رکھتا۔ لیکن جس طرح ایک شہر اور اس کے مضافات میں ضرب طبل بصورت واقع تعمیل

﴿ج﴾

قمری مہینہ ۲۹ یا ۳۰ کا ہوتا ہے۔ ۳۱ کا ہرگز نہیں ہو سکتا۔ حدیث شریف میں یہ مضمون صراحت سے وارد ہے۔ حساب و تجربہ بھی قطعاً اس کا مؤید ہے۔ لہٰذا اخبار مذکور کا ۳۱ ذی الحجہ تحریر کرنا قطعاً غلط ہے۔ باقی چاند کے مستور ہونے سے تیزاور نیچے ہونے سے آپ مہینہ کے تیس انتیس کے ہونے پر قطعی استدلال نہیں کر سکتے۔ مہینہ کی ابتداء سے (ابتداء کا ثبوت باقاعدہ شہادت سے ہو چکا ہو) شمار کر لیں اگر انتیس دن کے بعد دکھائی دیا تو مہینہ انتیس کا ہے۔ اور اگر تیس دن کے بعد دکھائی دیا تو مہینہ تیس کا شمار ہو گا۔ فقط واللہ اعلم

اسلامی مہینوں میں ۲۸ کا مہینہ ہو سکتا ہے یا نہیں؟

رمضان کا ثبوت ایک شخص کی شہادت سے ہو سکتا ہے یا نہیں؟

۲۸ شعبان کو رمضان کا چاند نظر آنے کے متعلق

آجکل رویت ہلال کمیٹی کے اعلان پر عمل کرنا جائز ہے یا نہیں؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مندرجہ ذیل مسائل کے بارے میں کہ (۱) ہجری کے مہینوں میں اٹھائیس دنوں کا ماہ بھی ہو سکتا ہے یا نہیں مثلاً جمعرات کا دن گزر کر جمعہ کی رات کو چاند دیکھا تو جمعہ سے یہ ماہ شروع ہو کر پھر جمعہ کو اس کے انتیس ۲۹ دن پورے ہوتے ہیں تو اسی رات (یعنی اس جمعہ کی رات جس پر انتیس ۲۹ دن پورے ہوئے ہیں) کسی نے چاند دیکھ لیا تو کیا یہ شہادت چاند دیکھنے کی قابل قبول ہوگی یا نہیں جبکہ اس مہینہ کے صرف اٹھائیس دن پورے ہوئے ہیں۔

(۲) رجب و شعبان وغیرہ علاوہ رمضان کے اور مہینوں کے ثبوت کے لیے ایک آدمی کی شہادت کافی ہو سکتی ہے یا نہیں اگر جواب نفی میں ہے تو اگر شعبان کے لیے ایک شخص گواہی دیوے اور اس حساب سے پھر رمضان کی شہادت بھی لی جائے تو رمضان ثابت ہوتا ہے یا نہیں یعنی غرض یہ ہے کہ شعبان کے لیے ایک آدمی کی شہادت سے رمضان کا ثبوت ہو سکتا ہے یا نہیں (۳) ایک گاؤں میں شعبان کی اٹھائیسویں تاریخ پر رمضان کے لیے شہادت لے لی تو اس پر رمضان کر لیا۔ دوسرے گاؤں کے تین افراد وہاں تھے۔ وہاں کے مولوی صاحب نے کہا۔ آپ اپنے گاؤں جاؤ۔ فرض رمضان ہے تو جب وہ اپنے گاؤں گئے تو وہاں کے مولوی صاحب کو اطلاع دی کہ کیا کل رمضان

اصطلاحی شہادت نہیں ہے، ریڈیو کا اجمالی اعلان کہ فلاں شہر میں چاند دیکھا گیا بالکل مبہم ہے قابل قبول نہیں ہے اور نہ اس طرح کے اعلان پر صوم یا افطار صوم کا حکم دیا جائے گا۔ اس کے لیے ضروری ہے کہ یا تو تفصیلی ہو جو ذمہ دار اور معتمد علیہ علماء کی طرف سے ہو یا کم از کم ان کی ذمہ داری کے حوالے سے ہو کہ انھوں نے باضابطہ شرعی شہادت لیکر چاند کے ہو جانے کا فیصلہ کیا ہے مثلاً ریڈیو سٹیشن سے کوئی مسلمان یہ اعلان کرے کہ ہمارے شہر کی ہلال کمیٹی یا جماعت علماء یا قاضی شریعت نے ثبوت شرعی کے بعد رویت ہلال کا فیصلہ کر دیا۔ اسی طرح کے واضح اعلان پر صوم و افطار صوم درست ہے پاکستان میں موجودہ رویت ہلال کمیٹی جو ہر طبقہ کے معتمد علیہ علماء پر مشتمل ہے اور ضابطہ شرعی شہادت لیکر چیئرمین کمیٹی چاند کے ہو جانے کے فیصلہ کا اعلان کرتا ہے صوم و احکام مذکورہ کے مطابق ہے اور اس پر صوم و افطار صوم کا فیصلہ کرنا جائز اور درست ہے اور اس پر عمل کرنا لازم ہے۔

کیا واقعی قمری سال کے ۶ مہینے ۳۰ کے اور ۶ مہینے ۲۹ کے ہوتے ہیں؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء کرام کہ بعض لوگ کہتے ہیں کہ چاند اس رمضان کے مہینے کا انتیس کا تھا اور ریڈیو کی اطلاع بھی یہی ہے ہم نے نہیں دیکھا۔ ۲۔ بعض کہتے ہیں کہ قمری سال کے چھ ماہ ۲۹ دن اور چھ ماہ ۳۰ دن کے ہوتے ہیں۔

﴿ج﴾

۱۔ چاند ۲۹ کا تھا پہلا روزہ بدھ کے دن سے ہے۔ ریڈیو کی اطلاع درست تھی کیونکہ رویت ہلال کمیٹی میں مقرر شدہ علماء کے فیصلے کے بعد اعلان کیا گیا تھا اس لیے اگر پہلا روزہ نہیں رکھا تو رمضان کے بعد اس کی قضا کریں۔

۲۔ قمری سال کے بارے میں چھ ماہ کے ۲۹ دن اور چھ ماہ کے ۳۰ دن ہونے کا احتمال کوئی اصول نہیں چاند دیکھنے اور نہ دیکھنے پر موقوف ہے۔ فقط واللہ اعلم۔

محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ [illegible] رمضان [illegible]

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ خیر خلقہ و خاتم الانبیاء

سیدنا و مولانا محمد و آلہ و اصحابہ اجمعین

تمہید

سال ہا سال سے دیکھا جا رہا ہے کہ عید رمضان میں عامۃ المسلمین میں شدید اختلاف ہوتا ہے۔ ایک ہی شہر میں بعض روزے سے ہوتے ہیں اور بعض عید مناتے ہیں۔ پھر ان میں سے ہر ایک اپنے مخالف فریق پر طعن و تشنیع کرنے میں پوری ہمت صرف کرتا ہے۔ سب سے زیادہ اختلاف کا موجب ریڈیو پر نشر شدہ خبریں ہوتی ہیں۔ ریڈیو کے ذریعہ جب کسی شہر میں خبر پہنچتی ہے تو بعض حضرات بغیر تحقیق کے اس پر عمل کرنے لگتے ہیں اور بعض اس کی شرعی حیثیت کو لے کر متذبذب رہتے ہیں۔ اس شدید انتشار کے پیش نظر مدرسہ عربیہ قاسم العلوم کچہری روڈ ملتان شہر کے مہتمم حضرت مولانا محمد شفیع صاحب نے اس خاص علمی مسئلہ کو حل کرنے کے لیے قدم اٹھایا اور اطراف پاکستان و ہند میں اس بارہ میں سوالات بھیجے۔ جوابات آنے پر چونکہ بعض میں اختلاف پایا جاتا تھا۔ اس کو رفع کرنے کے لیے ۲۸ اکتوبر [illegible] کو مدرسہ قاسم العلوم میں مفتیان پاکستان کا ایک اجتماع بلایا۔ دو دن مکمل بحث کے بعد جو فیصلہ ہوا اس کو ہندوستان کے مشہور مدارس میں نیز پاکستان کے ان علماء کی خدمت میں جو اجتماع میں بوجہ عذر کے تشریف نہ لا سکے تھے بذریعہ ڈاک روانہ کر دیا۔ سب کی تصدیقات حاصل کرنے کے بعد اب اس کو مسلمانوں کی خدمت میں پیش کیا جا رہا ہے۔

نیز حکومت سے بھی گزارش ہے کہ وہ متدین علماء دین کی جماعت کے فیصلے کے بعد اس کو نافذ کرنے کے لیے بذریعہ ریڈیو اعلان کرے اور محکمہ اطلاعات کو پابند کرے کہ وہ رویت کے بارے میں بغیر رویت ہلال کمیٹی کے فیصلے کے کوئی خبر نشر نہ کرے۔ تاکہ عامۃ المسلمین کے مذہبی شعائر کو کوئی نقصان نہ آئے۔ (نوٹ: حکومت سے اس بارے میں تجویز کی جا رہی ہے)

حامداً و مصلیاً

نوٹ: رویت ہلال کے مسئلہ پر حضرت مفتی محمودؒ نے امت کی جو رہنمائی فرمائی تاریخ کا ایک روشن باب ہے۔ زیر نظر رسالہ (زبدۃ المقال فی رویت ہلال) بھی اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے۔ اس نایاب علمی ذخیرہ کو اردو ترجمہ کے ساتھ شامل اشاعت کیا جا رہا ہے۔ تاکہ ہر سطح کے لوگ استفادہ کر سکیں۔

اجتماع علماء منعقدہ ملتان مورخہ ۱۹ رجب ۱۳۸۱ھ بمقام مدرسہ قاسم العلوم ملتان کی دعوت پر مسائل پیش آمدہ رویت ہلال پر غور و خوض اور بحث و تمحیص کے بعد جو متفقہ مسائل طے ہوئے وہ بغیر اعادہ سوالات کے حسب ذیل ہیں۔ اس میں اس بات کی پوری کوشش کی گئی ہے کہ متون معروفہ و مشہورہ کی مفتی بہ روایات کے خلاف کوئی بات نہ ہو اور اختلاف و خود رائی کی جو وبا عام پھیلی ہوئی ہے اس کا انسداد ہو سکے۔ ان جوابات اور طے شدہ مسائل کی ایک ایک کاپی تمام اطراف و اکناف کے علماء کرام کی خدمت میں پیش کی جائے گی اور اتفاق و تصدیق کے بعد جو بات حکومت سے متعلق ہے۔ اس کی منظوری کی استدعا حکومت سے کی جائے گی۔ وبہ اللہ التوفیق

۱۔ ہلال رمضان بحالت علت خبر واحد سے خواہ وہ عادل ہو یا مستور الحال ہو ثابت ہو سکتا ہے۔ اس میں شہادت شرط نہیں۔ البتہ ہلال عیدین میں شہادت بشرائطہا ہونا ضروری ہے۔ یعنی کم از کم دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتیں ایسی ہوں جو دیندار ہوں اور اشہد سے حاکم یا جماعت مجاز کے سامنے باقاعدہ شہادت ادا کریں۔ بحالت روئیت ہلال میں جم غفیر کے ایسے اخبار جو موجب ظن غالب ہوں ضروری ہوں گے اور ان کا اعتبار کیا جائے گا لیکن اگر ہلال رمضان میں بستی سے باہر آنے ہوئے یا موضع مرتفع سے دیکھنے والے ایک عادل شخص کی یا بستی کے دو عادل کی شہادت سے بھی اطمینان حاصل ہو جائے تو اس پر حکم دیا جا سکتا۔

۲۔ ریڈیو، ٹیلیفون، تار، برقی خط اور اخبار میں یہ فرق ہے کہ تار برقی اور اخبار سوائے صورت استفاضہ کے ہرگز معتبر نہیں۔ البتہ خط بشرط معرفۃ الکاتب و عدالتہ اور ریڈیو و ٹیلیفون بشرط معرفۃ صاحب الصوت و عدالتہ بحیثیت اخبار معتبر ہوں گے۔ شہادت میں نہیں ہوں گے۔

(۱۸ محرم الحرام ۱۳۸۲ھ)

۳- مجلس نے یہ بھی طے کیا ہے کہ اگر جماعت علماء مجاز کے سامنے تحت احکام شرعیہ ہلال صوم یا فطر ثابت ہو جائے اور اس کا اعلان ریڈیو میں حاکم مجاز کی طرف سے ہو تو اس کے حدود ولایت میں سب لوگوں پر عمل کرنا لازم ہوگا۔

۴- ہلال صوم یا ہلال فطر دونوں میں دیہات و مضافات کے لوگوں کو جہاں علماء یا قضاۃ نہیں ہیں صرف افواہوں پر اعتماد کر کے روزہ اور عید جائز نہیں بلکہ اس کے لیے ضروری ہے کہ عادل اور ثقہ ذمہ داری کے ساتھ یہ بیان دے کہ فلاں جگہ میں نے علماء کا فیصلہ سنا ہے یا وہاں متفقہ طور پر عید ہوئی اور میں خود پڑھ کر آیا ہوں یا میں نے مشاہدہ کیا ہے یا میں نے منادی سنی ہے اور اس کے ایسے بیان پر اہل قریہ کو غلبۂ ظن بھی حاصل ہو اس پر عمل کرنا درست ہوگا۔

۵- رویت ہلال میں جہاں جہاں استفاضہ کا لفظ آیا ہے اس میں بھی سب سرسری افواہوں یا مبہم اور غیر معروف لوگوں کے تعدد کا اعتبار نہیں بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ حاکم وقت یا اس کے نائب مجاز (یعنی جماعت علماء یا عالم ثقہ) کے پاس متعدد خبر دینے والے خبر رویت ہلال کو بالشرائط المرقومۃ فی الجواب بمطابق بیان کریں اور اس سے مخبر لیکر طمانیت قلب اور غلبہ ظن حاصل ہو جائے تو اس صورت میں یہ طریقہ موجب عمل قرار دیا جائے گا۔ اس کے علاوہ استفاضہ میں یہ صورت بھی داخل ہے کہ حاکم یا نائب یا عالم ثقہ فی القریہ کے پاس متعدد خطوط یا ٹیلیفون یا تار ثقہ یا غیر ثقہ کے ایسے اور اتنے آجائیں کہ اس کی طمانیت قلب ہو سکے۔

۶- اگر ہلال رمضان میں خبر واحد عادل یا خطوط وغیرہ پر اعتماد کرتے ہوئے روزہ کا حکم دے دیا گیا اور تیس روزے پورے ہو جانے کے بعد بھی رویت ہلال نہ ہوئی تو بحالت صحو عید کرنی جائز نہیں اور بحالت علت عید کرنی جائز ہے

۷- اگر کسی جگہ حاکم وقت یا اس کے نائب نے (جماعت علماء یا عالم ثقہ فی القریہ) رویت ہلال کے باب میں فاسق کی شہادت کا غلبہ ظن کے بعد اعتبار کرتے ہوئے حکم دے دیا تو نتیجۃً وہ سب کے لیے قابل تسلیم سمجھا جائے گا۔ لیکن اسے ایسا نہیں کرنا چاہیے تھا۔

۸- اختلاف مطالع صوم و فطر میں بشرطیکہ دوسری جگہ ثبوت رویت بطریق موجب ہو معتبر نہیں ہوگا

۱- محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۲- محمد شفیع غفرلہ مہتمم قاسم العلوم ملتان

۳- محمد عبداللہ غفرلہ خادم الافتاء خیر المدارس ملتان - مورخہ ۱۰ محرم ۱۳۹۷ھ

۴- خیر محمد عفا اللہ عنہ خیر المدارس ملتان

۵- محمد صادق عفا اللہ عنہ ناظم امور مذہبیہ بہاولپور

۶- محمد ناظم ندوی شیخ الجامعہ العباسیہ بہاولپور

۷- محمود الحسن عفی عنہ خطیب جامع مسجد مظفر گڑھ

۸- عبدالرحمن عفی عنہ مفتی دارالافتاء محکمہ امور مذہبیہ بہاولپور

۹- محمد چراغ عفی عنہ مدرس مدرسہ عربیہ گوجرانوالہ

۱۰- محمد غنی عفی عنہ صدر مدرس جامعہ دینیہ دارالہدیٰ تھیڑی ریاست خیرپور میرس سندھ

۱۱- جواب ہذا میں مجھے ابھی تک شرح صدر نہیں تحقیق کروں گا باقی نمبرات میں متفق ہوں۔

۱۲- محمد برکت کشمیری مدرس خیر المدارس ملتان شہر

۱۳- جمال الدین غفرلہ مردانی

۱۴- ابھی شرح صدر نہیں ہوا عفا محمد صاحب نمبر ۲ و نمبر ۳ میں تعلیمات سے پوری طرح متفق ہوں۔ فقیر محمد شمس الدین ہزاروی

۱۵- الاجوبۃ صحیحۃ عندی واللہ تعالیٰ اعلم ظفر احمد عثمانی تھانوی عفا اللہ عنہ ۲۳ رجب ۱۳۷۷ھ

۱۶- محمد امیر بقلم خود غفرلہ جھوک وینس

۱۷- علی محمد عفی عنہ (مدرس قاسم العلوم ملتان)

۱۸- احقر الانام احمد علی عفی عنہ (لاہور)

۱۹- عبدالحق عفی عنہ (مہتمم و شیخ الحدیث مدرسہ حقانیہ اکوڑہ خٹک سرحد)

۲۰- محمد یوسف عفی عنہ (مفتی مدرسہ حقانیہ اکوڑہ خٹک سرحد)

۲۱- مجھے جوابات بالا سے اتفاق ہے۔ محمد اشفاق الرحمن مفتی دارالعلوم اسلامیہ ٹنڈو اللہ یار سندھ

۲۲- سعید احمد غفرلہ مفتی مظاہر علوم سہارنپور

۲۳- مظفر حسین مظاہری معین مفتی مظاہر علوم سہارنپور

۲۴- محمد ایوب نور غفرلہ (مہتمم و شیخ الحدیث معراج العلوم بنوں)

۲۵- محمد سیاف الدین کاکاخیل مفتی مدرسہ اشاعت العلوم لائل پور

۲۶- سعید احمد مفتی مرکزی العلوم سرگودھا

۲۷- صالح محمد مدرس سراج العلوم سرگودھا
۲۸- محمد عطاء اللہ عفی عنہ مدرسہ تعلیم الاسلام لائل پور
۲۹- عبدالسمیع عفی عنہ مدرس مدرسہ سراج العلوم سرگودھا
۳۰- مسعود احمد نائب مفتی دارالعلوم دیوبند
۳۱- سعید احمد سعید دارالعلوم دیوبند
۳۲- عزیز الرحمن بجنوری دارالعلوم دیوبند

محترم حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب دیوبندی (کراچی) نے باقی جوابات سے اتفاق فرمایا ہے۔ صرف اختلاف مطالع کے عدم اعتبار میں تامل کا اظہار کیا ہے۔ اس لیے ریڈیو کے اعلان سے متعلق جواب نمبر ۳ میں دو الفاظ تحریر فرمائے جو نمبر ۳ کے حاشیہ پر درج ہیں۔ نیز شہادت فاسق کے بارے میں ذیل کی تحریر ارسال فرمائی جو بلفظہ درج ہے۔

فیصلہ نمبر ۸ میں یہ الفاظ کہ (لیکن اسے ایسا نہیں کرنا چاہیے) محل تامل ہے۔ کیوں کہ جب شرط غلبہ ظن کی صورت میں قاضی کو یہ اختیار دیا گیا ہے کہ فاسق کی شہادت قبول کرے تو پھر یہ کہنا کہ اسے ایسا نہیں کرنا چاہیے فی نفسہ بھی محل نظر ہے اور موجودہ زمانے کے اعتبار سے تو یہ حکم شاید ناقابل عمل ہو جائے کیونکہ اگر فاسق کی شہادت کو مطلقاً رد کرنا قرار دیا جائے تو ساری دنیا کا نظام مختل ہو جائے۔ کیونکہ معاملات کے لیے قابل قبول شہادت ہزار میں ایک بھی میسر آنا مشکل ہو جائے گا۔ ہاں یہ ظاہر ہے کہ قاضی کے لیے غلبہ ظن بصدق مخبر ضروری ہے۔ جو فاسق اس درجہ میں نہ ہو اس کی شہادت رد کی جائے گی۔ ورنہ قبول کرنا چاہیے تاکہ حقوق ضائع نہ ہو جائیں۔ معین الحکام باب الثانی والعشرین میں اس مسئلہ پر مفصل کلام کر کے اس کو ترجیح دی ہے۔

﴿مستند﴾

قال القرافي في باب السياسة نص بعض العلماء على انا اذا لم نجد في جهة الا غير العدول اقمنا اصلحهم واقلهم فجورا للشهادة عليهم ويلزم ذلك في القضاة وغيرهم لئلا تضيع المصالح قال وما اظن احداً يخالف في هذا فان التكليف شرط في الامكان هذا كله ضرورة لئلا تهدر الاموال وتضيع الحقوق— قال بعضهم واذا كان الناس فسقاً الا القليل النادر قبلت شهادة بعضهم على بعض ويحكم بشهادة الامثل فالامثل من الفسق هذا هو الصواب الذي عليه العمل وان انكره كثير من الفقهاء بالسنتهم كما ان العمل على صحة ولاية الفاسق ونفوذ احكامه وان انكروه بالسنتهم و كذلك العمل على صحة كون الفاسق ولياً في النكاح ووصياً في المال وهذا يؤيد ما نقله القرافي— واذا غلب على الظن صدق الفاسق قبلت شهادته وحكم بها— والله تعالى لم يأمر برد خبر الفاسق فلا يجوز رده مطلقاً بل يتبت فيه حتى يتبين صدقه من كذبه فيعمل على ما تبين وقفه عليه—

محترم حضرت مولانا محمد یوسف صاحب بنوری نے بھی فقط اختلاف مطالع میں فیصلۂ علماء سے اختلاف فرمایا ہے۔ آپ کی تحریر بھی بلفظہ درج ذیل ہے۔

گرامی قدر محترم مفتی صاحب زیدت معالیکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ قرارداد منظور کو دیکھا۔ مجھے حسب ذیل امور میں اختلاف ہے۔

(۲) ریڈیو میں صاحب الصوت کی معرفت وعدالت کی قید درست نہیں خصوصاً جب وہ کسی اسلامی حکومت کا ریڈیو ہو اور وہاں وکالتہً علماء یا جماعت علماء کی خبر/فیصلہ کو نشر کرتا ہو۔ نمبر ۳ میں "حدود ولایت" میں عمل کرنا کا کلیہ صحیح نہیں۔ بعض اوقات بلاد میں بعد اتنا ہوتا ہے کہ حقیقۃً مطلع مختلف ہو سکتا ہے جیسے پشاور و ڈھاکہ۔ اس لیے اس میں یہ قید بڑھانا چاہیے۔ بشرطیکہ دونوں ملکوں میں اتنا فاصلہ نہ ہو جہاں اختلاف مطلع حقیقۃً ہو سکتا ہو۔

بلاد بعیدہ میں اختلاف مطالع کا معتبر ہونا مسئلہ اجماعی ہے۔ کما صرح بہ ابن عبد البر وغیرہ وبدایۃ المجتہد لابن رشد۔ فتح الباری لابن حجر ملاحظہ ہوں۔ حنفیہ کے ہاں بھی بلاد بعیدہ میں معتبر ہونا متعین ہے۔ راجعوا البدائع والاختیار شرح المختار وتبیین الحقائق للزیلعی اور جب اجماع ثابت ہو جاتا ہے۔ دوسرا امر جرح قول خود بخود ختم ہو جاتا ہے۔ ائمہ کا قول لا عبرۃ لاختلاف المطالع مخصوص ان بلاد کے ساتھ ہے جہاں وسط شہر یا آخر شہر تک اتنی مسافت طے نہیں ہو سکتی تھی۔ متاخرین حنفیہ نے جو توسیع کر دی ہے۔ نہ ائمہ کا مراد نہ حقیقۃً صحیح ہے۔ تفصیل کی اس وقت ہمت نہیں۔

والسلام

محمد یوسف بنوری عفی اللہ عنہ

مولانا عطا محمد صاحب (ڈیرہ اسماعیل خان) اور مولانا شمس الدین صاحب ہزاروی نے نمبر ۳ میں اختلاف فرمایا ہے۔ وہ بھی ریڈیو کے اعلان کو پورے ملک میں نافذ ہونے کے مخالف ہیں۔

بسم الله الرحمن الرحيم

الحمد لله الذي نور قلوبنا بنور اليقين — وشرح صدورنا لقبول الحق المبين — وامرنا بالاعتصام بالحبل المتين — وجعل الهلال غرة للمستهلين — والصلوة والسلام على سيد الصائمين والمفطرين الذي بعث برد الخصام المتنازعين وجعل بدرا منيرا للعالمين وعلى آله واصحابه الذين هم مصابيح المهتدين — صلوة وسلاما دائمين مابقيت نجوم الارضين — وكانت النجوم في السماء ستهدي —

اما بعد فيقول الضعيف المفتقر محمد محمود عفا عنه ربه الودود ووقاه من شدائد اليوم الموعود — واعاذه من شر الظلوم الحسود — لما اشتد اختلاف اهل الزمان في هلالي رمضان و شوال وكثر فيهما النزاع والجدال وان العلماء منهم من يفرطون ليحكمون بلا حجة شرعية لا يراعون الشروط التي اشترطها الفقهاء في شهادة الشاهدين ولا ينظرون الى الاخبار الى اوصاف المخبرين — ومنهم من يتوغلون في هذا الامر توغل المتعمقين وحتى لا تطمئن نفوسهم دون الشاهدين حتى ان عامة المسلمين كانوا في اكثر البلاد والقرى متحيرين اضطربت الامة المسلمة الى حل هذه العقدة وكشف هذه الغمة فانتهض لهذا مدير المدرسة العربية قاسم العلوم الواقعة في بلدة ملتان — ورتب الاسئلة التي تتعلق بالرؤية وارسلها الى المفتين في نواحي پاكستان ليلهمهم ليروا الاجوبة عنها — ثم بعد وصول الاجوبة جمع مدير المدرسة المذكورة اكثرهم هنا — ليرتفع الخلاف من البين — فبحثوا عن تحقيق المسألة يومين — واتفقوا على امر فيصل —

ولله الحمد وهو الذي جعله هديكم قبل هذه الرسالة ولقد كنت كتبت في جواب تلك المسألة رسالة عديدة — فاردت ان اهديها للناظرين — لعل الله ينفع بها المنصفين ويجعلها وسيلتي يوم الدين — وهو الموفق والمعين —

— يكتفى في الصوم في حالة الغيم ونحوه من العلة خبر واحد عدل او مستور على الاصح ولا يشترط شروط الشهادة من لفظ الشهادة و مجلس القضاء وعدد و حرية وغيرها [illegible] الدر المختار وقيل بلا دعوى و بلا لفظ اشهد و بلا حكم و مجلس قضاء لانه خبر لاشهادة للصوم مع علة كغيم وغبار خبر عدل او مستور على ما صححه البزازي (كتاب الصوم)

واما في الفطر والحالة هذه فيشترط له ما يشترط لثبوت المال من العدد والعدالة ولفظة الشهادة وغيرها من الشروط لما في رد المحتار ج ۲ صفحه ۹۹ للعلامة الشامي وشرط للفطر مع العلة والعدالة نصاب الشهادة ولفظ اشهد واذا كان يوم صحو فيشترط لها اخبار جمع عظيم يطمئن اليه القلب ويمكن به البت – ولا يشترط ان يكون احادها موصوفين بالعدالة والاسلام والحرية وسائر شروط اهلية الشهادة هنا في عامة الكتب – لكن قال العلامة الشامي وفي عدم اشتراط الاسلام نظر' لانه ليس المراد هنا بالجمع العظيم ما يبلغ مبلغ التواتر الموجب للعلم القطعي حتى لا يشترط له ذلك بل ما يوجب غلبة الظن رد المحتار ج ۲ ص ۱۰۰ (كتاب الصوم)

قلت فعليكم بالاحتياط مرةً وبالتوسع اخرى وذلك بحسب اختلاف المواقع – واما العدد الخاص في الجمع العظيم فلم ار ه‍ و ينبغي ان يكون موكولاً الى الحاكم – قال العلامة ابن عابدين الشامي في رد المحتار ج ۲ ص ۱۰۰ – والصحيح من هذا كله انه مفوض الى راى الامام ان وقع في قلبه صحة ما شهدوا به وكثرت الشهود الخ ولكن عن ابي حنيفة في حالة الصوم والفطر الكفاية بخبر عدلين كما قال العلامة ابن نجيم صاحب البحر وروى الحسن عن ابي حنيفة انه يقبل فيه شهادة رجلين او رجل وامرأتين سواء كان بالسماء علة او لم يكن كما روى عنه في هلال رمضان كذا في البدائع اه لكن ينبغي ان لا يعدل في العمل عن ظاهر الرواية وهو اشتراط الجمع العظيم في الفطر – واما في الصوم فهذه الرواية هي المعينة للفتوى كيف لا ولقد قال صاحب الدر وعن الامام انه يكتفي بشاهدين واختاره في البحر قال الشامي (واختاره في البحر) حيث قال وينبغي العمل على هذه الرواية في زماننا لان الناس تكاسلت عن تراءي الاهلة (الى ان قال العلامة)

اقول انت خبير بان كثيراً من الاحكام تغيرت لتغير الازمان ولو اشترط في زماننا الجمع العظيم لزم ان لا يصوم الناس الا بعد ليلتين او ثلث لما هو مشاهد من تكاسل الناس بل كثيراً ما رأيناهم يشتمون من يشهد بالشهر ويوذونه وحينئذ فليس في شهادة الاثنين تفرد من بين الجمع الغفير حتى يظهر غلط الشاهد فانتفت علة ظاهر الرواية فتعين الافتاء بالرواية الاخرى اه رد المحتار ج ۲ ص ۱۰۱ فانظروا الى التعليل المذكور للعمل بهذه الرواية يتبين لكم ان العلة وهو التكاسل عن التراءي لم توجد في الفطر بل يرغبون في تراءي هذا الهلال حتى ان الفساق الذين لا يؤدون فريضة الصوم والعبادة بتلك يتهيؤن من نصف النهار الى الغروب لرؤية هلال الفطر

ويتشوفون اليه كل التشوف فيما انعدمت علة الالغاء برواية الحسن عن ابي حنيفة فالعمل بظاهر الرواية هو الواجب كما لا يخفي وينبغي ان يعلم انه يجوز العمل في هلال الصوم بخبر واحد عدل جاء من خارج العامرة او راى على مكان عال مرتفع وهو رواية عن الامام بل نقل العلامة الشامي في ردالمحتار عن قول النهر (وصحح في الاقضية الاكتفاء بواحد ان جاء من خارج البلد او كان على مكان مرتفع واختاره ظهير الدين) انها ايضا ظاهر الرواية و انها قول ائمة الثلثة ثم وفق بين الروايتين الظاهرتين بان رواية اشتراط الجمع العظيم محمولة على اذا كان الشاهد في المصر في مكان غير مرتفع — ورواية الاكتفاء بخبر الواحد على ما اذا جاء من خارج البلد او راى على مكان مرتفع من شاء مزيد التفصيل فليراجع الى ردالمحتار —

واما الحكام المسلمون في ديارنا ديار باكستان فكونهم في حكم القضاة و كون حكمهم مما يلزم المسلمين ام لا موقوف على النظر في الامور الثلثة فبعد ذلك ينكشف الغطاء عن وجه المسئلة ويتضح الامر (الاول) هل المتغلب القاهر الذي لم ارتضاه ارباب الحل و العقد تصح سلطنته ويجوز التقلد منه —

(الثاني) هل الفاسق من اهل القضاء

(الثالث) هل الجهل بالاحكام الشرعية يفوت على المرء اهلية القضاء

اما الامر الاول فالاحاديث الكثيرة وعبارات الفقهاء رحمهم الله تدل على ان الاصل و ان كان في الامارة ان تكون بمشاورة ارباب الحل والعقد لكن مع هذا لو استولى احد وتولي امور المسلمين بلا مبايعة احد من ذوي علم ورأي يجب على المسلمين ان يطيعوه مالم يروا فيه كفراً بواحا لهم عليه برهان ويتقلدوا منه الاعمال والولايات قال العلامة الشامي في رد المحتار ج ١ باب الامامة (وتصح سلطنة متغلب للضرورة) اى من تولى بالقهر و الغلبة بلا مبايعة اهل الحل والعقد — وقال صاحب الهداية ويجوز التقلد من السلطان الجائر كما يجوز من العادل — وقال صاحب الدر المختار ويجوز التقلد من السلطان العادل والجائر ولو كان كافراً على هامش الشامي صفحه ٣٣٢ ج ٣ — والشاهد على هذا ان سادة الامة من الصحابة والتابعين تقلدوا العمالات من ملوك بني امية وحالهم لا يخفى على من طالع كتب التاريخ — فان بعد الخلافة الراشدة قلما فاز المسلمون بامام عادل و مع هذا لم يجوز احد منهم الخروج على اولئك الملوك

واطاعوهم ما استطاعوا في معروف–

لكن ينبغي ان يعلم ان حكمهم واجب الامتثال على العامة ما لم يكن مخالفاً للشرع وتقلد القضاء منهم جائز اذا مكنوا القضاة من القضاء بحق واما اذا لم يخلوا هم وانفسهم في انفاذ الحق المبين فحاشا من الاطاعة– فانه لا طاعة لمخلوق في معصية الخالق– قال صاحب الاشباه امر السلطان ينفذ اذا وافق الشرع وقال صاحب الهداية الا اذا كان لا يمكنه من القضاء بحق– قال في الفتح في شرح هذه العبارة استثناء من قوله يجوز التقلد من السلطان الجائر لان المقصود لا يحصل من التقلد وهو ظاهر (كتاب القضاء) والآن في مملكتنا ان تولى الحكام المسلمون بعضاً من المسائل وحصل لهم التمكن من ان يحكموا فيها بقوانين الشريعة الغراء فحكمهم هذا يصح وينفذ– فان القضاء يتخصص– قال صاحب الدر المختار ان تولية القضاء يتخصص بالزمان والمكان والشخص (الى ان قال) ولو نهى عن بعض المسائل لم ينفذ حكمه فيها– (شامي قبيل كتاب الطهارة ج صفحة ۵۶)

واما الامر الثاني فعبارات الفقهاء الاحناف دالة على ان العدالة في القضاء شرط الاولوية لا شرط الجواز (قال العلامة الشامي بعد ان نقل قول من قال ان الفاسق ليس باهل للقضاء) اقول لو اعتبر هذا لانسد باب القضاء خصوصاً في زماننا فلذا كان ما جرى عليه المصنف هو الاصح كما في الخلاصة وهو اصح الاقاويل كما في العمادية نهر وفي الفتح والوجه تنفيذ قضاء كل من ولاه سلطان ذو شوكة وان كان جاهلاً فاسقاً وهو ظاهر المذهب عندنا– وحينئذ فيحكم بفتوى غيره شامي ج ۴ كتاب القضاء صفحه ۳۳۳

واما الامر الثالث فعبارة الفتح المارة آنفاً تدل صريحاً على ان الجاهل يصح قضاؤه وينفذ حكمه وهو ظاهر المذهب في الدر المختار وينبغي ان يكون موثوقاً به في عفافه وعقله وصلاحه وفهمه وعلمه بالسنة والآثار ووجوه الفقه والاجتهاد وشرط الاولوية لتعذره على انه يجوز خلو الزمن عنه عند الاكثر فصح تولية العامي ويحكم بفتوى غيره۔ فبعد اتضاح الامور الثلاثة تبين ان الحكام الباكستانيين وان كانوا جاهلين بالاحكام الشرعية وكانوا غير عدول لكن حكمهم نافذ اذا حكموا بفتوى العالم الثقة في ثبوت رؤية الهلال وراعوا فيه شروط الشهادة في موضوعها وصفات الشاهد والمخبر واذا حكموا بغير مشورة العلماء الثقات فلم ينفذ حكمهم لا

نه لا یمکن لهم ان یراعوا فی الشهادة والاخبار جمیع الشرائط لجهلهم ولو سلم علمهم بشروط الشهادة فبالغائب لانهم بحقوق الشرع ولفقد عدالتهم لا یسلکون مسلک الاحتیاط ولا یؤدون ما فرض الله علیهم من التثبت فی امر الدین کما هو مشاهد من حالهم والعالم الثقة من یعلم الاحکام الشرعیه ویبلغ فی ذلک مبلغا یعتمد علماء العصر بفتواه وکان متیقظاً غیر غافل عن عرف اهل زمانه ونظره علی اسقاط ماهر —

نمبر ۳ — اما الخبر الظاهر الی غیر معتبر لانه لا یمکن معرفة المخبر فیه ولا یعلم ان الذی اظهر نفسه مرسلاً هو هو فاذا لم یعلم شخص المرسل فکیف بعدالته وفسقه، والخبر المقبول یجب ان لا یکون من الفاسق وکذلک الخبر المکتوب فی الجرائد فان مدیر الجرائد کثیراً ما یحتاج الی تصحیح الاغلاط الشائعة ومعرفة الکاتب ایضاً لیست بسهلة الحصول هنا حتی یجزم بعدالته ولکن لو کثرت الاخبار التلغرافیة او اتت الجرائد المختلفة واطمئن الیه القلب وحصل الظن بصدقها فحینئذ یجوز الحکم بها وتکون فی حکم الاستفاضة والعدالة لیست بمشروطة فیها حتی یحتاج الی معرفة المخبر —

واما العلم بالخط وخبر الرادیو والتلفون ففی موضع تکون الشهادة شرطاً فیه غیر صحیح لان الشاهد یجب ان یکون بحضور القاضی بلا حائل کاشفاً عن وجهه کما هو مصرح فی موضعه — واما المواقع التی یکتفی فیها بمجرد الاخبار بدون الشهادة فالعمل بالمذکور جائز صحیح فی المعاملات والدیانات کلها بشرط معرفة خط الکاتب وعدالته فی الخط — ومعرفة المخبر وعدالته فی خبر الرادیو التلفون — والدلیل علیه ما فی الدر المختار ولا یعمل بالخط الا فی مسئلة کتاب الامان ویلتحق به البراءات ودفتر بیاع وصراف وسمسار وجوزه محمد لراو وقاض وشاهد ان تیقن به وبه یفتی -- قال الشامی (ان تیقن به) ای بانه خط من یروی عنه فی الاول وبانه خط نفسه فی الاخیرین (وقیل وبه یفتی) قال فی غرر الافکار اجاز ابو یوسف ومحمد العمل بالخط فی الشاهد والقاضی والراوی اذا رای خطه ولم یتذکر الحادثة قال فی العیون والفتوی علی قولهما اذا تیقن انه خطه سواء کان فی القضاء او الروایة او الشهادة علی الصک وان لم یکن الصک فی ید الشاهد لان الغلط نادر واثر التغییر یمکن الاطلاع علیه وقلما یشتبه الخط من کل وجه فاذا تیقن جاز الاعتماد علیه توسعة علی الناس ص ۳۹۳ ج ۳ وقال الشامی تحت قول

الدر (و دفتر بياع و صراف وسمسار) فقد قال في الفتح من الشهادات ان خط السمسار والصراف حجة للعرف الجاري به قال البحري هذا الذي في غالب الكتب حتى المجتبى فقال في الاقرار واما خط البياع والصراف والسمسار فهو حجة وان لم يكن مصدراً معنوناً يعرف ظاهراً بين الناس وكذا ما يكتب الناس فيما بينهم يجب ان يكون حجة للعرف الخ ص ٢٤٣ ج ٢

واعلم ان نقل الحديث وروايته من الدين وهو بالكتابة والرسالة جائز باجماع المحدثين ويقال لهذا التحمل المكاتبة في عرفهم — قال في مقدمة الفتح الملهم ص ٦٤ ومن اقسام التحمل المكاتبة بان يكتب مثلاً حدثني فلان فلان فاذا بلغك كتابي هذا فحدث به عني بهذا الاسناد وقال ابن الهمام هما اي الكتابة والرسالة كالخطاب لتبليغه عليه الصلوة والسلام بهما وعرفاً ويكفي معرفة خط الكاتب وظن صدق الرسول في حل رواية المكتوب اليه والمرسل اليه من الكاتب والمرسل كما عليه عامة اهل الحديث فاذا جاز الاعتماد على الخط في رواية الحديث مع ان تاكد الصدق فيه مطلوب شرعاً فوق ما يكون في خبر روية هلال الصوم بدليل ان ثبوت الصوم يكفي فيه خبر مستور الحال على القول المصحح كما مر سابقاً وفي نقل الحديث المذهب الصحيح ان خبر المستور ليس بمقبول اصلاً — قال صاحب الكشف شارحاً لما قال الامام فخر الاسلام خبر الفاسق في الدين اي نقله للحديث غير مقبول اصلاً سواء وقع في قلب السامع صدقه ام لا — نقلاً من مقدمة فتح الملهم ص ١٣ ثم قال في ص ٥ — وفي التحرير و شرحه ومثله (اي الفاسق) المستور وهو من لم تعرف عدالته ولا فسقه في القول الصحيح فلا يكون خبره حجة حتى تظهر عدالته انتهى فكيف لا يجوز العمل بالخط في ثبوت الصوم بالشرط المذكور وعلى هذا القياس خبر الراديو والتلفون —

٣ — والبلدة التي لا والي فيها ولا حاكم او كان ولا يحكم بحكم الشرع ولا يبالي به كما هو مشاهد في زمننا — فالعالم الثقة الذي يعتمده المسلمون هناك بمنزلة القاضي قال الشامي وفي الفتح اذا لم يكن سلطان ولا من يجوز التقلد منه كما هو في بعض بلاد المسلمين غلب عليهم الكفار كقرطبة الآن يجب على المسلمين ان يتفقوا على واحد منهم انتهى ص ٣٣٢ شامي ج ٣ — فما لم يكن نظم المملكة بحسب قانون الشرع في مسئلة روية الهلال يوخذ بقول عالم ثقة معتمد مرجع للعامة في عامة المسائل — قال مولانا عبدالحي اللكهنوي في عمدة الرعاية على

شرح الوقاية والعالم الثقة في بلدة لا حاكم فيها قائم مقامه ص ۳۰۹ ج ۱

۳ – اذا ثبت الصوم او الفطر عند حاكم تحت قواعد الشرع بفتوى العلماء او عند واحد و جماعة من العلماء الثقات و (هم رئيس المملكة امر رؤية الهلال و حكموا بالصوم او الفطر ونشر وا حكمهم هذا في راديو يلزم على من سمعها من المسلمين العمل به في حدود ولايتهم –

واما فيما وراء حدود ولايتهم فلابد من الثبوت عند حاكم تلك الولاية بشهادة شاهدين على الرؤية او على الشهادة او على حكم الحاكم او جاء الخبر مستفيضاً لان حكم الحاكم نافذ في ولايته دون ماوراءها – ولهذا وجب العمل على اهل الرساتيق المتصلة بالمصر اذا بلغ اليهم خبر ثبوت الشهر في المصر بطريق موثوق كان بلغهم نداء منادٍ من قبل المحكمة او جاء اليهم رجل عدل حتى لو سمعوا صوت المدافع او ضرب الطبول وغير ذلك من الامارات الموجبة لغلبة الظن لزمهم العمل في الصوم والفطر فخبر الراديو بحكم الحاكم لا يكون اقل من هذه الامارات بحال وهو في الحقيقة نداء منادٍ من جانب الحاكم وهو معتبر ولما لم يكن في الزمان السابق ايجاد مثل الراديو ليكون وسيلة الى وصول حكم الحاكم في ولاية المصر ادلى بيان هذه المسئلة على المدافع التي قد كانت هناك حتى قال العلامة الشامي في منحة الخالق على البحر الرائق مانصه لم يذكروا عندنا العمل بالامارات الظاهرة الدالة على ثبوت الشهر كضرب المدافع في زماننا – والظاهر وجوب العمل بها على من سمعها ممن كان غائبا عن المصر كاهل القرى ونحوها كما يجب العمل بها على اهل المصر الذين لم يروا الحاكم قبل شهادة الشهود – وقد ذكر بعض الشافعية تصريح ابن حجر في التحفة بثبوت بالامارة الظاهرة الدالة التي لا تتخلف عادة كرؤية القناديل المعلقة بالمنائر ومخالفة جمع في ذلك غير صحيحة ص ۲۷۰ على حاشية البحر الرائق كتاب الصوم –

وقال رحمه الله في رد المحتار على الدر المختار قلت والظاهر انه يلزم اهل القرى الصوم بسماع المدافع او رؤية القناديل من المصر لانه علامة ظاهرة تفيد غلبة الظن حجة موجبة للعمل كما صرحوا به واحتمال كون ذلك لغير رمضان بعيد اذ لا يفعل مثل ذلك عادة في ليلة الشك الا لثبوت رمضان (كتاب الصوم من رد المحتار)

ولا يختلج في قلبك ان عبارة رد المحتار صريحة في الصوم فيختص به هذا الحكم لان

العلة التي علل هذا الحکم بها هي غلبة الظن و غلبة الظن هي التي عليها مدار الحکم کما قال صاحب الدر و قيل بلا علة جمع عظيم يقع العلم الشرعي وهو غلبة الظن بخبرهم و ايضاً قال العلامة الشامي في باب القضاء و الکفارة- انه لو افطر اهل الرستاق بصوت الطبل يوم الثلثين ظانين انه يوم العيد وهو لغيره لم يکفروا- و انت تعلم ان سقوط الکفارة يکون بغلبة الظن بالعيد في هذا المقام بالشک فقط- قال صاحب الدر او تسحر او افطر يظن اليوم اي الوقت الذي اکل فيه ليلاً والحال ان الفجر طالع والشمس لم تغرب لف ونشر ويکفي الشک في الاول دون الثاني عملاً بالاصل فيهما- وقال الشامي نقلاً عن الفتح ان المختار لزوم الکفارة عند الشک لان الثابت حال غلبة الظن بالغروب شبهة الاباحة لا حقيقتها ففي حال الشک دون ذلک وهو شبهة الشبهة وهي لا تسقط العقوبات ص ۱۱۴ الخ وقال في بحث سقوط الکفارات ص ۱۱۵ ج ۲ تتمه- في تعبير المصنف کغيره بالظن اشارة الی جواز التسحر والافطار بالتحري- فخلاصة هذه العبارات ان سقوط الکفارة من اهل الرستاق الذين افطروا بصوت الطبل ظانين انه يوم العيد و هو لغيره انما يکون بغلبة ظنهم بالعيد لا بالشک فقط- فعلم من هذا ان صوت الطبل و کذلک الامارات الاخر تفيد غلبة الظن و غلبة الظن هي الحجة في الفطر ايضا کما علمت فتخصيص هذه الامارات بالصوم مع افادتها غلبة الظن بلا دليل وايقاع الناس في الحرج فانه لا يتيسر لکل واحد وجود الشهادة عنده علی الروية او علی الشهادة او علی حکم الحاکم ولا يمکن للحاکم ان يبعث في اطراف ولايته لتنفيذ حکمه العام شاهدين يشهد ان علی حکمه فان لم يعتبر هذه الامارات او نداء المنادي من المحکمة ومنه خبر الراديو لا دي ذلک الی حرج عظيم و تخطية عبارات الفقهاء وايضاً قال مولانا عبدالحي المرحوم اللکهنوی في جواب مثل هذا السوال في اللغة الاردوية ما ترجمته ان الافطار (بهذه الامارات) يصح لان صوت المدافع بحسب العادة الشائعة يوجب غلبة الظن بالعيد و غلبة الظن يکفي للعمل و لهذا يلزم الصوم بهذه العلامات کما في رد المحتار- قلت والظاهر انه يلزم اهل القری الخ من مجموعة الفتاوی- ولا يظن ان الناشر والمخبر بالراديو مستور الحال بل الغالب انه يکون فاسقاً کما هو المشاهد في ارباب الحکومة فکيف يکون خبره معتبراً لان ناشر حکم القاضي لا يشترط فيه العدالة فيجوز ان يکون المعلن و المنادي والناشر لحکم القاضي و الوالي فاسقاً ويجب علی الناس اطاعة اعلانه

ونصہ قال العلامة الشامی ص ۱۱۵ ج ۲ وقد يقال ان المدفع في زماننا يفيد غلبة الظن وان كان ضاربه فاسقاً لان العادة ان الموقت يذهب الى دار الحكم آخر النهار فيعين له وقت ضربه ويعينه ايضاً للوزير وغيره واذا ضربه يكون ذلك بمراقبة الوزير واعوانه للوقت المعين فيغلب على الظن بهذه القرائن عدم الخطاء وعدم قصد الافساد والا لزم تأثيم الناس وايجاب قضاء الشهر بتمامه عليهم فان غالبهم يفطر بمجرد سماع المدفع من غير تحرٍ ولا غلبة ظن — وهذه العبارة وان كانت مسوقة للافطار اليومي لكن تدل على ان الفاسق اذا كان ناشراً او منادياً لحكم الحاكم وعاملاً بامره فيفيد خبره غلبة الظن — وغلبة الظن هي الموجبة للعمل في الافطار اليومي والعيد كليهما كما علمت ومن ادعى الفرق فعليه البيان—

واعلم ان اختلاف المطالع واقع محسوس لا ينكره من له ادنى تعلق بعلم الهيئة كما قال العلامة الشامي في رسالته تنبيه الغافل والوسنان على احكام هلال رمضان ما نصه — اعلم ان المطالع تختلف باختلاف الاقطار والبلدان فقد يرى الهلال في بلد دون آخر كما ان مطالع الشمس تختلف فان الشمس قد تطلع ببلد ويكون الليل باقياً في بلد آخر وذلك مبرهن عليه في كتب الهيئة وهو واقع مشاهد اه — لكن مع ذلك ففي اعتباره في الصوم والفطر اختلاف قال المحقق الشيخ كمال الدين ابن الهمام في فتح القدير واذا ثبت في مصر لزم سائر الناس فيلزم اهل المشرق برؤية اهل المغرب في ظاهر المذهب وقيل يختلف باختلاف المطالع لان السبب الشهر وانعقاده في حق قوم للرؤية لا يستلزم انعقاده في حق آخرين مع اختلاف مطالع الخ وقال ابن عابدين في هذه الرسالة لكن المعتمد الراجح عندنا انه لا اعتبار به وهو ظاهر الرواية وعليه المتون كالكنز وغيره وهو الصحيح عند الحنابلة كما في الانصاف وكذا هو مذهب المالكية انتهى — فعلم ان ظاهر مذهب الاحناف ومذهب المالكية والحنابلة هو عدم الاعتبار واما مذهب الشافعية فالمعتمد عندهم هو الاعتبار على ما صححه النووي في المنهاج—

وقال العلامة ابن عابدين في رسالته هذه نقلاً عن فتح القدير والاخذ بظاهر المذهب احوط قال في التتارخانيه وعليه فتوى الفقيه ابي الليث وبه كان يفتي الامام الحلواني وكان يقول لو رآه اهل المغرب يجب الصوم على اهل المشرق انتهى وفي الخلاصة وهو ظاهر المذهب وعليه الفتوى ص ۲۵۲ (مجموعه رسائل ابن عابدين) قال الحافظ ابن حجر في الفتح (فلا تصوموا حتى

تروه الحديث) ليس المراد تعليق الصوم بالرؤية في حق كل احد بل المراد بذلك رؤية بعضهم (الى ان قال) وقد تمسك بتعليق الصوم بالرؤية من ذهب الى الزام اهل البلد برؤية اهل بلاد غيرها - ومن لم يذهب الى ذلك قال لان قوله عليه السلام حتى تروه خطاب لاناس مخصوصين فلا يلزم غيرهم ولكنه مصروف عن ظاهره فلا يتوقف الحال على رؤية كل واحد فلا يتقيد بالبلد (انتهى) فتح الباری ص ۹۸ ج ۴ وقال العلامة الشوكاني في نيل الاوطار ج ۴ ص ۳ والذی ينبغی اعتماده هو ما ذهب اليه المالكية وجماعة من الزيدية واختاره المهدی منهم وحكاه القرطبی عن شيوخه انه اذا رآه اهل بلد لزم اهل البلاد كلها ولا يلتفت الى ما قاله ابن عبدالله من ان هذا القول خلاف بالاجماع - قال لانهم قد اجمعوا على انه لا تراعى الرؤية فيما بعد من البلدان كخراسان والاندلس - وذلک لان الاجماع لا يتم والمخالف مثل هؤلاء الجماعة (انتهى)

وقال الشامی فی رد المحتار وظاهر الرواية (عن الاعتبار) هو المعتمد عندنا - وعند المالكية والحنابلة لتعلق الخطاب عاما بمطلق الرؤية فی حديث صوموا لرؤيته بخلاف اوقات الصلوة انتهى -

۶ - اذا ثبت الفطر والصوم فی بلدة عند حاكمها او عالم ثقة قائم مقامه وحكم والزم اهل البلدة حكمه فانتقل هذا الخبر الى بلدة اخرى فلا يخلو اما ان تكون فی حدود ولايته اولا - فعلى الاول يلزم اهلها العمل بهذا الخبر اذا كان موجباً لغلبة الظن لان الشهادة هنا ليست بشرط كما علمت فی جواب السؤال الرابع بالتفصيل وعلى الثانی فلا يجوز العمل بهذا الخبر ولا الحكم الصيام لقاضی هذه البلدة حتى يشهد عنده شاهدان على الشهادة بالطريق المعروف فی تحمل الشهادة او على حكم حاكم البلدة الاولى قال فی فتح القدير ثم انما يلزم متأخری الرؤية اذا ثبت عندهم رؤية اولئک بطريق موجب حتى لو شهد جماعة ان اهل بلد كذا رأوا هلال رمضان قبلكم بيوم فصاموا وهذا اليوم ثلاثون بحسابهم ولم يرو هؤلاء الهلال لا يباح فطر غد ولا تترک التراويح هذه الليلة لان هذه الجماعة لم يشهدوا بالرؤية ولا على شهادة غيرهم وانما حكوا رؤية غيرهم ولو شهدوا ان قاضی بلدة كذا شهد عنده اثنان برؤية الهلال فی ليلة كذا وقضى بشهادتهما جاز لهذا القاضی ان يحكم بشهادتهما لان قضاء القاضی حجة وقد شهدوا به انتهى - فتبين ان نفس الحكاية لا تكفی ههنا ما لم يكن خبراً مستفيضاً كما سيأتی

ممايوجب العمل استفاضة الخبر من بلاد الى بلد ففی صورة الاستفاضة يكفی الحكاية ولا

يشترط على المخبرين فيها ان يشهدوا على الشهادة او على حكم الحاكم-

قال العلامة الشامي في رسالته تنبيه الغافل والوسنان بعد نقل العبارة المذكورة في الجواب السادس من الفتح ما نصه- قلت لكن قال في الذخيرة البرهانية ما نصه قال شمس الائمة الحلواني رحمه الله الصحيح من مذهب اصحابنا ان الخبر اذا استفاض وتحقق فيما بين اهل البلدة الاخرى يلزمهم حكم هذه البلدة (انتهى) ونقل مثله الشيخ حسن الشرنبلالي في حاشيته الدرر عن المنتقى وعزاه في الدر المختار الى المجتبى وغيره مع ان هذه الاستفاضة ليس فيها حكم ولا شهادة- لكن لما كانت الاستفاضة بمنزلة الخبر المتواتر وقد ثبت بها ان اهل تلك البلدة صاموا يوم كذا لزم العمل بها لان المراد بها بلدة فيها حاكم شرعي كما هو العادة في البلاد الاسلامية فلا بد ان يكون صومهم مبنياً على حكم حاكمهم الشرعي فكانت تلك الاستفاضة بمعنى نقل الحكم المذكور وهي اقوى من الشهادة بان اهل تلك البلدة رأوا الهلال يوم كذا و صاموا يوم كذا فانها مجرد شهادة لا تفيد اليقين فلذا لم تقبل الا اذا شهدت على الحكم او على شهادة غيرهم لتكون شهادة معتبرة شرعاً والا فهي مجرد اخبار- واما الاستفاضة فانها تفيد اليقين كما قلنا- ولذا قالوا اذا استفاض وتحقق الخ، فلا ينافي ما تقدم عن فتح القدير ولو سلم وجود المنافاة فالعمل على ما صرحوا بتصحيحه و الامام الحلواني من اجل مشائخ المذهب وقد صرح بانه الصحيح من مذهب اصحابنا وكتبت فيما علقته على البحر- ان المراد بالاستفاضة تواتر الخبر من الواردين من تلك البلدة الى البلدة الاخرى لا مجرد الاستفاضة لانها قد تكون مبنية على اخبار رجل واحد فيشيع الخبر عنه ولا شك ان هذا لا يكفي بدليل قولهم اذا استفاض وتحقق الخبر فان التحقق لا يكون الا بما ذكرنا- والله تعالى اعلم (انتهى)

فانظر في هذه العبارة بنظر عميق يظهر لك ان العلامة الشامي استدرك اولاً على ما في الفتح من عدم الكفاية بشهادة جماعة على طريق الحكاية واورد قول شمس الائمة الحلواني وغيره من الفقهاء دليلاً على ان الاستفاضة ليس فيها نقل الحكم ولا الشهادة ثم وفق بين ما في الفتح وقول شمس الائمة بان الاستفاضة وان كانت في الحقيقة بطريق الحكاية لا تكون فيها شهادة على الشهادة ولا على الحكم لكن لما كان صوم تلك البلدة مبنياً على حكم الحاكم على العادة في البلاد الاسلامية فهذه الحكاية بمعنى نقل حكم الحاكم فلا منافاة فوضح كل

الوضوح ان نقل الحكم حقيقة ليس بشرط في الاستفاضة عند المعلم قال رحمه الله ولو سلم وجود المنافاة بين القولين - ولم يوجد في الاستفاضة نقل الحكم حقيقة ولا حكماً - او كان مراد صاحب الفتح نقل الحكم حقيقة فالعمل بما قال شمس الائمة الحلوانى فانه هو الصحيح من مذهب اصحابنا - ثم قال رحمه الله انه ان جاء واحد من البلدة الاولى و شاع خبره في هذه البلدة فليس هذا من الاستفاضة في شيء بل يشترط ان تاتي جماعة من بلدة الرؤية لتكون استفاضة موجبة للعمل -

ثم نعلم ان الاستفاضة ليست بخبر متواتر بل هي من اخبار الاحاد كما قال في نخبة الفكر ص ۱۲ والثاني وهو اول اقسام الآحاد ماله طرق محصورة باكثر من اثنين وهو المشهور عند المحدثين سمي بذلك لوضوحه وهو المستفيض على رأى جماعة من ائمة الفقهاء انتهى - وقال صدر الشريعة في التوضيح (ويفيد) الثاني (اى المشهور) علم الطمانية وهو علم تطمئن به النفس وتظنه يقينا لكن تأمل حق التامل علم انه ليس بيقين -

وقال العلامة التفتازاني في التلويح في شرح هذه العبارة فالطمانية رجحان جانب الظن بحيث يكاد يدخل في حد اليقين فعلم من هذا ان ما قال الشامي في توفيق كلامي ابن الهمام وشمس الائمة ما نصه واما الاستفاضة فانها تفيد اليقين - فالمراد منه الطمانية المستفاد بالخبر المستفيض المشهور لا اليقين بمعنى الاعتقاد الجازم الراسخ المستفاد من المتواتر لان بين المستفيض والمتواتر فرقاً بيناً فان المستفيض من الاحاد كما علمت - ولهذا قال الشامي في ضمن ذلك التوفيق - ان الاستفاضة بمنزلة الخبر المتواتر ولم يقل هي عين المتواتر - ويؤيد هذا ان صاحب الدر المختار صرح في تفسير الجمع العظيم بانه هو الذي يقع العلم الشرعي اى غلبة الظن بخبرهم وقال الشامي في شرح هذا المقام بالصراحة انه ليس المراد هنا بالجمع - ما يكون خبرهم يفيد اليقين كالمتواتر - فلذا علمت ان الخبر المستفيض من الاحاد - وليس من المتواتر - ثم اعلم ان المستفيض يشترط فيه ان يكون رواته ثلثة فصاعداً كما مر من نخبة الفكر بالصراحة ويفهم من كلام المفتي عزيز الرحمن الديوبندى الذى صوبه وصححه استاذ الاستاذ شيخ الهند مولانا محمود حسن قدس سرهما مانصه وهو الصواب (اى عدم الاعتبار بالخبر التلغرافى) في الصورة المسئولة الا ان يحصل غلبة الظن بالاخبار الكثيرة فح يجوز العمل به ولا يجب و عدم

بالعدد الواحد والاثنین اظهر وهکذا حال الکتاب ۱۵ المأخوذ من البیان الکافی فی الخبر المتظافر الی ان قال بعض الفقهاء کما قال الشامی نقلاً عن الرحمتی معنی الاستفاضة ان تأتی من تلک البلدة جماعات متعددون کل منهم یخبر عن اهل تلک البلدة الخ ص ۱۰۲ شامی ج ۲ - محمول علی زیادة التاکید لا انه شرط جواز العمل - ولو سلم ان لفظة جماعات متعددون هی المقصود الیها فـ نقول ان لفظة الجماعة فی اللغة والشرع یطلق علی اثنین فصاعداً - فاذا صدرت بصیغة الجمع واقله ثلث فلفظة جماعات تصدق علی ستة من المخبرین کما لا یخفی - فالاستفاضة تتحقق بالستة ویؤید ذلک ما فی البیان الکافی فی الخبر المتظافر الی من جواب المفتی الاعظم بالدیار الهندیة مولانا محمد کفایت الله وصرح به ایضاً حضرة شیخ الهند قدس سرهما مانصه - واما اذا تعددت وزادت علی الخمسة ویظن المرسل الیه انها بخط المرسل نفسه الی ان قال ینبغی ان یعتمد علیها لکن الذی تطمئن الیه النفس هو ان لا یقدر لها عدد معین بل کلما حصل للحاکم - او عالم ثقة الطمانیة جاز له الحکم بها -

ومما ینبغی ان یعلم ان الاستفاضة لا یشترط فیه ان یتباین اماکن المخبرین بل یکفی فیها ان تأتی جماعة من بلدة واحدة رأی فیها الهلال فلانه لا یشترط هذا فی الخبر المتواتر فکیف فی الاستفاضة وهی دونه -

قال صدر الشریعة فی التوضیح فی بیان المتواتر ان یکون رواته فی کل عهد قوماً لا یحصی عددهم ولا یمکن تواطؤهم علی الکذب لکثرتهم وعدالتهم وتباین اماکنهم انتهی - فقال فی شرحه العلامة فی التلویح واما ذکر العدالة وتباین الاماکن فللتاکید لعدم تواطؤهم علی الکذب ولیس بشرط فی التواتر - وایضاً یفهم هذا من عبارة شمس الائمة الحلوانی التی نقلها الشامی کما مر ان الخبر اذا استفاض وتحقق فیما بین البلدة الاخری یلزمهم حکم هذه البلدة - وکذا عبارة الرحمتی ان تأتی من تلک البلدة الخ فان هذه وتلک من اسماء الاشارة والموضوع له فیها خاص کما هو مبین فی موضعه -

(۸) ان حکم الحاکم او نائبه من العلماء الثقات بالصوم بقول واحد او بخط - وصام الناس ثلثین یوماً فان کان فی السماء علة جاز الفطر بالاتفاق وان کانت السماء صحیحة فعند الشیخین لا یجوز الافطار وعند محمد یجوز - قال الشامی ج ۲ ص ۱۰۲ وعن الذخیرة ان غم هلال الفطر

حل الفطر (انتهى) استدرك على ما ذكره المصنف من ان خلاف محمد فيما اذا غم هلال الفطر بان المصرح في الذخيرة وكذا في المعراج عن المجتبى ان حل الفطر هنا محل وفاق وانما الخلاف فيما اذا لم يغم ولم ير الهلال فعندهما لا يحل الفطر وعند محمد يحل كما قاله شمس الائمة الحلواني وحرره الشرنبلالي في الامداد - قال في غاية البيان وجه قول محمد وهو الاصح ان الفطر ما ثبت بقول الواحد ابتداء بل بناء وتبعاً وكم من شئ يثبت ضمناً ولا يثبت قصداً ص ١٠٣ فالاحتياط في الصحو بالعمل على قول الشيخين - واما في الغيم ونحوه فيجاز الفطر - فان ثبوت الفطر وان لم يكن بدون شهادة شاهدين لانه يدخل تحت الحكم لكن هنا لما كان الثبوت ضمناً فيكتفي فيه قول الواحد - كما قال العلامة الشامي تحت قول الدر (ويثبت دخول الشهر ضمناً) ونظيره ما سنذكره فيما لو تم عدد رمضان ولم ير هلال الفطر لعلة يحل الفطر وان ثبت رمضان بشهادة واحد لثبوت الفطر تبعاً وان كان لا يثبت قصداً الا بالعدد العدالة هذا ما ظهر لي انتهى -

٩- خبر الفاسق غير مقبول في الصوم والفطر حتى يجب على القاضي ان لا يقبله وان حكم به اثم - لكن مع ذلك لو قبله وحكم به نفذ حكمه ولزم سائر المسلمين العمل به - قال في الفتاوى الهندية (ولو شهد فاسق وقبلها الامام وامر الناس بالصوم فافطر هو او واحد من اهل بلده قال عامة المشايخ تلزمه كذا في الخلاصة ج ١ باب رؤية الهلال - من كتاب الصوم وفي الدر المختار (وهل له ان يشهد مع علمه بفسقه - قال البزازي نعم لان القاضي ربما قبله (انتهى)

وقال مولانا عبدالحي المرحوم اللكهنوي عن رسائل الاركان ونحن نقول ان شرط العدالة في مثل هذا في زماننا يخل باكثر الاعمال لا سيما في الصيام فالاحرى ان يفتي بما عن الامام ابي يوسف ان الشاهد اذا كان ذا مروة بحيث يغلب على الظن صدقه يقبل قوله لئلا يختل امر العالم (انتهى)

وقال المفتي عزيز الرحمن الديوبندي رحمه الله في فتاواه في جواب هذا السوال ما ترجمته - ان تحققت قرائن صدق الشاهد عند القاضي فيسع له قبول شهادته وجاز له ان يحكم به الحكم العالم انتهى - فتبين من هذه العبارات ان القاضي وجب عليه الاحتياط البالغ لكن بعد قبول قول الفاسق لا يجوز للمسلمين ان يخالفوا امره - ويفرقوا على الناس شملهم - لان من حكم بهذا الحكم هو ضامن لما حاكم - ومسئول عما التزم - والله اعلم

ترجمہ

بندہ ضعیف محمود عفا اللہ عنہ کہتا ہے کہ جب ہمارے اہل زمانہ میں ہلال رمضان اور شوال کا اختلاف نزاع و جدال کی شکل اختیار کر گیا۔ بعض علماء اس میں کوتاہی اس حد تک کرتے کہ بغیر حجت شرعی کے فیصلہ کرتے شاہدین کی شہادت اور مخبر کی خبر کے بارے میں فقہاء نے جو اوصاف و شرائط عائد کیں اس کی رعایت نہ رکھتے تھے۔ اور بعض ان میں تعمق والے غلو سے کام لیتے اور اتنا کہ وہ خود بھی کسی کی گنتی پوری کیے بغیر مطمئن نہ ہوتے۔ یہاں تک کہ عام مسلمان اکثر شہروں اور بستیوں میں فرقہ بندی میں بٹ چکے تھے۔ اس مشکل کے حل اور اس پردہ کو ہٹانے کے لیے مضطرب تھے، اس مشکل کو حل کرنے کا مدرسہ قاسم العلوم ملتان کے مہتمم نے تہیہ کر لیا، انھوں نے رویت ہلال سے متعلق سوالات مرتب کر کے پاکستان و ہندوستان کے اطراف کے علماء کو ارسال کیے تاکہ اس کے متعلق وہ جوابات مرتب کریں۔ جوابات کی وصولی کے بعد مدرسہ مذکورہ کے مہتمم نے انھیں میں سے اکثر کو یہاں جمع کیا تاکہ باہمی کا اختلاف ختم ہو جائے، انھوں نے دو دن اس پر بحث کی اور ایک فیصلہ کن مسئلہ پر متفق ہو گئے۔

اللہ کی حمد و ثنا ہے جس نے ہماری راہنمائی کا سامان اس رسالہ کے نشر ہونے سے پہلے کر دیا تھا۔ میں نے بھی ان سوالوں کے جوابات کے سلسلہ میں چند اوراق لکھے تھے۔ میں نے ان کو ہدیہ قارئین کرنے کا ارادہ کیا۔ شاید اللہ منصف مزاج لوگوں کے لیے اس کو باعث نفع بنا دے اور قیامت کے دن میرے لیے نجات کا وسیلہ ہو جائے، وہو الموفق والمعین۔

(۱) روزہ میں ابر کی صورت میں ایک عادل یا مستورالحال کی خبر صحیح روایت کے مطابق کافی ہے، اور اس میں شہادۃ کے شروط لفظ شہادت مجلس قضاء، عدد اور حریت وغیرہ شرط نہیں جیسا کہ درمختار میں ہے اور کہا گیا ہے کہ بغیر دعویٰ اور بغیر لفظ "اشہد" بغیر فیصلہ اور بغیر مجلس قضاء کے، اس لیے کہ یہ خبر ہے شہادت نہیں ہے، روزے کے لیے ابر کی علت کے ساتھ اور غبار کی علت کے ساتھ عادل کی یا مستور کی خبر اسی کی تصحیح ہدایہ نے کی (کتاب الصوم)

افطار میں جب یہی حالت ہو تو ثبوت ہلال کے لیے عدد، عدالت، لفظ شہادت اور اس کے علاوہ جو شروط ہیں وہ تمام شرائط اس کے لیے بھی ہیں۔ ردالمحتار ج ۲ ص ۹۹ میں علامہ شامی نے فرمایا، افطار میں علت کی صورت میں عدالت، نصاب شہادۃ اور لفظ اشہد شرط ہے، اور جب ابر آلود ہو تو اس کے لیے اتنی عظیم جمعیت شرط ہے جس سے دل مطمئن ہو اور خاطر کی تسکین ہو، اور یہ شرط نہیں ہے کہ ان میں سے ہر ایک عادل، اسلام، حریت اور تمام شروط شہادت سے متصف ہو، عام کتب میں یہی ہے لیکن علامہ شامی فرماتے ہیں کہ اسلام شرط نہ ہونا محل نظر ہے۔

اس لیے کہ یہاں جمع عظیم سے یہی جمع عظیم مراد نہیں ہے جو حدِ تواتر کو پہنچے۔ جو علم قطعی کا موجب ہوتا ہے جس کی وجہ سے یہ شرط (عدمِ اسلام) لگائی جائے بلکہ وہ جمع عظیم مراد ہے جو غالب ظن کا موجب ہو۔ ردالمحتار ج ۲ ص ۱۰۱ کتاب الصوم) میں کہتا ہوں کہ اس میں احتیاط اور توسیع دونوں ہیں اور یہ مختلف مواقع کے اعتبار سے ہے۔ جمع عظیم کی کوئی تعداد مقرر کرنا تو میں مناسب نہیں سمجھتا بلکہ مناسب یہ ہے کہ یہ حاکم کی رائے کے حوالہ ہو۔ علامہ ابن عابدین الشامی نے ردالمحتار ج ۲ ص ۱۰۰ پر فرمایا: ان تمام میں صحیح بات یہ ہے کہ امام کی رائے کے سپرد ہے۔ اگر اس کے دل میں اس کی صحت واقع ہو جائے اور گواہ بھی زیادہ ہوں۔ لیکن امام ابوحنیفہ کے نزدیک صوم و افطار کے لیے کفایہ دو عادلوں کی خبر ہے جیسا کہ علامہ ابن نجیم صاحب بحر نے کہا ہے: حسن نے امام ابوحنیفہ سے روایت نقل کی ہے کہ اس میں دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتوں کی شہادت قبول کی جائے گی۔ چاہے آسمان میں علت ہو یا نہ ہو جیسا کہ ہلال رمضان میں ان سے نقل کیا گیا ہے۔ بدائع میں ایسا ہی ہے لیکن مناسب یہ ہے کہ ظاہر الروایۃ سے عمل میں عدول نہ کیا جائے اور وہ افطار میں جمع عظیم کی شرط ہے۔ روزے کی صورت میں یہی روایت فتویٰ کے لیے متعین ہے اور کیوں نہیں جبکہ صاحب درمختار نے کہا ہے کہ امام صاحب سے منقول ہے کہ شاہدین پر اکتفا کیا جائے گا۔ بحر میں بھی اسی کو اختیار کیا گیا ہے۔ امام شامی نے فرمایا "لا و اختاره فی البحر" فرمایا کہ ہمارے زمانہ میں اسی پر عمل کرنا مناسب ہے۔ اس لیے کہ چاند دیکھنے میں لوگ سستی کا مظاہرہ کرتے ہیں۔ (الی ان قال العلامة) میں کہتا ہوں تو اس بات پر مدار ہے کہ بہت سارے احکامات زمانوں کے تغیر سے متغیر ہو جاتے ہیں اگر ہمارے زمانہ میں جمع عظیم کی شرط لگائی جائے تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ روزہ تین راتوں کے بعد روزہ رکھا کریں لوگوں کی سستی کی وجہ سے مشاہدہ بھی ہے بلکہ بہت ساروں کو تو ہم نے دیکھا ہے کہ وہ شہادت دینے والے کو گالیاں دیتے ہیں اور ان کو ایذا دیتے ہیں تو ان حالات میں دو شاہدوں کی شہادت میں جمع غفیر سے مقابلہ میں تفرد نہیں ہے کہ شاہد کی غلطی ظاہر ہو۔ تو ظاہر الروایت کی علت منتفی ہو گئی اور دوسری روایت اتباع کے لیے متعین ہو گئی۔ ردالمحتار ج ۲ ص ۱۰۱

اس روایت پر عمل کرنے کی علت پر آپ غور کریں تو یہ بات واضح ہو گی کہ علت چاند دیکھنے میں سستی برتنا ہے اور فطر میں سستی نہیں پائی جاتی بلکہ اس چاند دیکھنے میں تو لوگ غلو کرتے ہیں۔ یہاں تک کہ وہ فاسق لوگ جو فرض روزہ بھی ادا نہیں کرتے (العیاذ باللہ) وہ نصف نہار سے غروب آفتاب تک عصر کے رویت ہلال کے لیے تیار بیٹھے رہتے ہیں اور پورے شوق کا مظاہرہ کرتے ہیں حسن کی امام ابوحنیفہ سے روایت پر جب علت اتفاقاً جب منتفی ہو گیا تو ظاہر الروایت پر عمل واجب ہو گیا (کما لا یخفی) یہ بات جان لینا بھی مناسب ہے کہ ہلال

صوم میں اس عادل کی خبر واحد پر عمل جائز ہے جو شہر کے باہر سے آیا ہو یا جس نے بلند جگہ سے چاند دیکھا ہو یہ
روایت امام صاحب سے منقول ہے بلکہ علامہ شامی رد المحتار میں درمختار کے اس قول (اور اقضیہ میں آیا ہے کہ ایک پر بھی
اکتفا جائز ہے جو شہر کے باہر سے آیا ہو یا وہ بلند جگہ پر ہو ظہیر الدین نے اسی کو اختیار کیا ہے) کہ یہ بھی ظاہر
الروایت ہے اور یہ ہو سکتا ہے کہ امام محمد کا قول ہے پھر دونوں ظاہر روایتوں میں تطبیق اس طرح کی کہ جمع عظیم کی
شرط ان حالات پر محمول ہے جب شاہد شہر میں مکان غیر مرتفع میں ہو اور خبر واحد کی روایت پر اکتفا اس صورت میں
ہے کہ جب خارج مصر سے آیا ہو یا اس نے مکان مرتفع سے مشاہدہ کیا ہو جس کو مزید تفصیل درکار ہو وہ رد المحتار
کی طرف مراجعت کرے۔

(۲) جہاں تک ہمارے پاکستان کے مسلمان حکمرانوں کی بات ہے کہ یہ قضاۃ کے حکم میں اور ان کا حکم
مسلمانوں پر لازم ہے یا نہیں تو یہ تین امور میں غور و فکر پر موقوف ہے۔ اس کے بعد مسئلہ سے پردہ ہٹے گا اور
معاملہ واضح ہوگا۔

(الاول) جس شخص نے زبردستی غلبہ حاصل کر کے حکومت پر قبضہ کیا ہو۔ ارباب حل و عقد نے اس کو متعین
نہ کیا ہو کیا اس کی سلطنت صحیح اور اس سے کوئی عہدہ قبول کرنا جائز ہے۔

(الثانی) کیا فاسق اہل قضاء ہے

(الثالث) کیا شرعی طور سے جاہل آدمی سے قضاء کی ولایت ثابت ہو جاتی ہے۔

پہلا مسئلہ کثیر احادیث اور فقہاء کی عبارات اس بات پر دال ہیں کہ امارت میں اولویت تو یہی ہے کہ امارۃ کا
انعقاد ارباب حل و عقد کے مشورہ سے ہو تاہم اگر کوئی زبردستی قبضہ کر کے بغیر اہل علم اور اہل الرائے کی بیعت
کے مسلمانوں کے امور کا ذمہ دار بن گیا تو مسلمانوں پر اس کی اطاعت اس وقت تک واجب ہے جب تک اس
میں ظاہری کفر نہ دیکھ لیں جس پر ان کے پاس دلیل بھی ہو اس سے گورنری وغیرہ حکومتی عہدے قبول کرنا
جائز ہے علامہ شامی رحمہ اللہ نے رد المحتار باب الامامۃ میں فرمایا کہ (ضرورت کی وجہ سے زبردستی قبضہ کرنے
والے کی سلطنت صحیح ہے) یعنی جو شخص زبردستی بغیر اہل حل و عقد کے مشورے اور بیعت کے حکومت پر قبضہ
کرے۔ صاحب ہدایہ نے لکھا ہے کہ سلطان جائر و عادل سے حکومتی عہدہ قبول کرنا جائز ہے اگرچہ کافر ہو۔
حاشیہ شامی ۳۲۲ ج ۴ اور کلی دلیل یہ ہے کہ صحابہ اور تابعین کبار امت نے بنو امیہ کے بادشاہوں سے
عہدے قبول کیے حالانکہ ان کی حالت کتب تاریخ کے مطالعہ کرنے والوں پر مخفی نہیں۔ خلفاء راشدین کے بعد عادل
سربراہ مسلمانوں کو بہت کم نصیب ہوئے اس کے باوجود بھی ان بادشاہوں کے خلاف خروج کو کسی نے جائز

نہیں کہا اور حتی الامکان معروف میں ان کی اطاعت کی۔

یہ بات جان لینا بھی ضروری ہے کہ ان کے حکم کی تعمیل عام لوگوں پر اس وقت واجب ہے جب ان کا حکم شریعت کے مخالف نہ ہو اور ان سے قضاء کا عہدہ قبول کرنا اس وقت جائز ہے جب قضاۃ کو اس بات پر قدرت ہو کہ وہ حق کے مطابق فیصلہ کر سکتے ہوں اگر وہ ان کو حق کے نفاذ کے لیے نہ چھوڑتے ہوں پھر ان کی اطاعت سے اجتناب ہی لازم ہے اس لیے کہ مخلوق کی اطاعت خالق کی ناراضگی کے مقابلہ میں جائز ہی نہیں الاشباہ والے نے کہا کہ بادشاہ کا حکم نافذ اس وقت ہوتا ہے جب وہ شریعت کے موافق ہو صاحب ہدایہ نے کہا اس صورت میں جائز نہیں جب اس کو حق کے مطابق فیصلہ کرنے کا حق نہ دے فتح القدیر نے اس عبارت کی تشریح میں فرمایا کہ یہ استثناء ہے (یجوز التقلید من السلطان الجائر) کہ ظالم بادشاہ سے عہدہ قبول کرنا جائز ہے اس لیے کہ عہدہ قبول کرنے سے مقصد حاصل نہیں ہو رہا یہی ظاہر ہے (کتاب القضاء) ہماری مملکت میں حکام نے مسلمانوں کو کچھ مسائل کی ذمہ داری دی ہے اور اس میں ان کو یہ قدرت حاصل ہے کہ وہ ان میں شریعت کے حکم کے مطابق فیصلہ کریں تو ان کا یہ حکم صحیح اور نافذ العمل ہوتا ہے۔ اس میں قضا خاص ہے صاحب درمختار نے کہا ہے قضا کا عہدہ قبول کرنا زمان اور مکان اور شخص کے ساتھ خاص ہے (الی ان قال) اور اگر وہ بعض مسائل سے منع کرے تو اس کا حکم نافذ نہ ہوگا۔ (شامی قبیل کتاب الطہارۃ ص ۵۶)

دوسرا مسئلہ فقہاء احناف کی عبارات اس پر دال ہیں کہ قضاء میں عدالت شرط اولویت یعنی فوقیت والی شرط ہے شرط جواز نہیں۔ علامہ شامی ان لوگوں کا قول جو کہتے ہیں کہ فاسق اہل قضا نہیں ہے نقل کرنے کے بعد کہتے ہیں۔ اگر اس کا اعتبار کر لیا گیا تو قضا کا دروازہ ہی بند ہو جائے گا خصوصاً ہمارے زمانہ میں۔ اس لیے مصنف نے جو بات اختیار کی یہی صحیح ہے۔ علامہ میں بھی اسی طرح ہے اور یہی صحیح قول ہے۔ اسی طرح عمادیہ میں ہے (نہر) فتح میں ہے وجہ یہ ہے کہ جس کو صاحب شوکت بادشاہ نے ولایت دی ہو۔ اگر چہ وہ جاہل فاسق ہو اس کی قضا نافذ ہو جائے گی ظاہر مذہب ہمارے نزدیک یہی ہے اور اس وقت فتویٰ دوسرے کے قول پر دیا جائے گا۔

شامی ج ۴ کتاب القضا ص ۳۳۳

تیسرا مسئلہ۔ فتح القدیر کی جو عبارت ابھی گزری ہے وہ صریح دلالت کرتی ہے کہ جاہل کی قضا صحیح اور اس کا حکم نافذ ہے اور یہی ظاہر مذہب ہے درالمختار میں ہے کہ امام کے بارے میں ہے کہ اس کی صفت عقل، تکلیف، فہم آثار و سنت کے علم اس پر اعتماد کیا جاتا ہو یہ ترجیحی شرط ہے کہ کبھی یہ شرط متعذر ہو سکتی۔ اکثر کے نزدیک ایسا زمانہ آ سکتا ہے کہ کوئی اس شرط سے عاری ہو اس حالت میں عامی کی حکمرانی صحیح ہے اور حکم دوسرے کے فتویٰ کے

جو در مختار میں ہے کہ خط پر عمل نہیں کیا جائے گا مگر کتاب الامان کے مسئلہ میں اور اسی کے ساتھ لگی ہیں یہاں خواص کے خطوط قریہ و فروخت اور کمیشن والے پر۔ امام محمد رحمہ اللہ نے قاضی راوی اور شاہد کے لیے جائز قرار دیا ہے کہ اس پر یقین کریں اور اس پر فتویٰ بھی دیں۔ شامی نے لکھا ہے کہ اس پر یقین کرے کہ اسی کا خط ہے جس سے نقل کیا جا رہا ہے۔ پہلے میں اور یہ کہ یہ اسی کا اپنا خط ہے دوسرے دو میں۔ (وعليه و به يفتى) کہا گیا ہے کہ اسی پر فتویٰ دیا جائے گا۔ خزانۃ الاکمل میں کہا ہے کہ امام ابو یوسف اور امام محمد نے شاہد قاضی اور راوی کے خط پر عمل کرنے کو جائز قرار دیا ہے۔ جب یہ اس کے خط کو دیکھے اور کوئی بات یاد نہ آئے۔ عیون میں کہا ہے کہ فتویٰ صاحبین کے قول پر ہے جب یہ متعین ہو جائے کہ یہ اسی کا خط ہے چاہے یہ قضا میں ہو یا روایت میں یا کسی دستاویز پر شہادت اگر دستاویز شاہد کے ہاتھ میں نہ ہو۔ اس لیے کہ غلطی نادر ہوتی ہے اور تبدیلی پر اطلاع ممکن ہے اور ایک خط دوسرے خط کے ساتھ مکمل مشابہ ہو ایسا بہت کم ہوتا ہے۔ جب یقین ہو جائے تو پھر لوگوں پر توسع کرنے کے لیے اس پر اعتماد جائز ہے۔ ص ۳۹۳ ج ۴

شامی در مختار کے قول (ودفتر بیاع وصراف و سمسار) کے ذیل میں لکھا ہے کہ فتح القدیر میں لکھا ہے کہ شہادات کمیشن ایجنٹ کا لکھا ہوا اور صراف رقم کی تبدیل کرنے کا خط حجت ہے۔ اس لیے کہ عرف میں اس کو معتبر سمجھا جاتا ہے۔ امام میری نے کہا کہ اکثر کتب میں یہی ہے یہاں تک کہ حلبی نے اقرار میں کہا ہے کہ خرید و فروخت کرنے والے صراف اور سمسار کا خط حجت ہے۔ اگرچہ باقاعدہ عنوان سے اس کو شائع نہ کیا گیا ہو۔ جو ظاہراً لوگوں میں معروف ہو اور ایسے لوگ آپس میں خط و کتابت کرتے ہیں ضروری ہے کہ وہ حجت ہو اس لیے کہ عرفاً اس کو حجت سمجھا جاتا ہے۔ ص ۳۹۲ ج ۴

چونکہ نقل حدیث اور روایت حدیث دین کا ایک حصہ ہے اور نقل و روایت کتابت اور خط سے جائز ہے اور اس پر محدثین کا اجماع ہے۔ اس کو ان کی عرف میں تحمل المکاتبہ کہا جاتا ہے جیسے کہ مقدمہ فتح الملہم ص ۲۶ پر ہے۔ تحمل مکاتبہ کے اقسام میں سے ہے۔ مثلاً یہ لکھوا دے کہ مجھے فلاں نے بیان کیا' جب تمہارے پاس میرا یہ مکتوب پہنچ جائے تو اسی اسناد کے ساتھ تم یہ مجھ سے بیان کرو۔ امام ابن الہمام نے کہا ہے کہ کتابت اور رسالت دونوں خطاب ہی کی طرح ہیں۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان دونوں کے ذریعہ تبلیغ کی اور عرفاً بھی یہ معتبر ہیں۔ مرسل الیہ اور مکتوب الیہ کے لیے روایت کرنے کے جواز کے لیے کاتب کے خط کی معرفت اور رسول کی صداقت کا ظن کافی ہے کہ وہ کاتب اور مرسل سے روایت کرے۔ تمام اہل حدیث کا یہی مسلک ہے (اہل حدیث سے یہاں اہل حدیث غیر مقلد مراد نہیں ہیں بلکہ محدثین حضرات مراد ہیں۔ مترجم) تو جب روایت حدیث میں

خط پر اعتماد جائز ہو گیا جبکہ اس میں سچائی کا اہتمام شرعاً بھی مطلوب ہے اور رویت ہلال کی خبر سے زیادہ مطلوب ہے۔ دلیل یہ ہے کہ ثبوت صوم کے لیے ایک مستور الحال کی شہادت شرعاً معتبر ہے۔ صحیح روایت کے مطابق جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے لیکن علی حدیث میں صحیح مذہب کے مطابق مستور الحال کی خبر بالکل معتبر نہیں ہے۔ صاحب الکشف نے امام فخر الاسلام کے قول کی تشریح میں لکھا ہے کہ دین میں فاسق کی خبر بالکل معتبر نہیں ہے۔ خواہ سامع کو اس کی صداقت کا یقین ہو یا نہ ہو' مقدمہ فتح الملہم ص ۱۴ اور ص ۱۵ پر کہا کہ تحریر اور اس کی شرح اور اس جیسی دوسری کتابوں میں ہے یعنی فاسق مستور الحال کہ نہ تو جس کی عدالت معروف ہو اور نہ ہی اس کا فسق تو صحیح قول کے مطابق تو اس کی خبر حجت نہیں ہو گی۔ جب تک اس کی عدالت ظاہر نہ ہو جائے' تو ثبوت صوم میں خط پر عمل کیوں جائز نہ ہو گا۔ اس شرط پر کہ وہ تحریر شدہ ہو اور اسی پر قیاس ہے ریڈیو اور ٹیلیفون کی خبر۔

(۳) وہ ملک جس میں کوئی والی یا حاکم نہ ہو یا ہو تو سہی لیکن وہ فیصلہ شرعی احکام کے مطابق نہ کرتا ہو' اور نہ ہی شریعت کے احکامات کی پابندی کرتا ہو' جیسا کہ ہمارے زمانے میں عام مشاہدہ ہے' لیکن وہ ثقہ عالم جس پر مسلمان اعتماد کرتے ہوں۔ بمنزلہ قاضی کے ہو گا۔ شامی نے کہا ہے کہ فتح میں ہے کہ جب بادشاہ نہ ہو اور ایسا کوئی جس سے ذمہ داری لی جا سکتی ہو' جیسا کہ بعض اسلامی ممالک جن پر کفار نے غلبہ حاصل کیا ہے جیسا کہ قرطبہ اس وقت ہے' تو مسلمانوں پر واجب ہے کہ ان میں سے کسی ایک پر اتفاق کر لیں (ص ۳۴۹ شامی ج ۴) پس جب تک نظم مملکت شرعی قوانین کے مطابق نہ ہو تو رویت ہلال کے مسئلہ میں ثقہ عالم کے قول کو لیا جائے گا جو معتمد اور عام مسائل میں عوام کا مرجع ہو' مولانا عبدالحی لکھنوی رحمہ اللہ نے عمدۃ الرعایہ علی شرح الوقایہ میں فرمایا کہ جس ملک میں حاکم نہ ہو اس میں ثقہ عالم اس کے قائم مقام ہوتا ہے۔ (ص ۲۰۹ ج ۱)

(۴) جب صوم یا افطار کا ثبوت حاکم کے سامنے قواعد شرع کے مطابق علماء کے فتویٰ سے ثابت ہو گیا یا ایک عالم یا علماء کی ایک جماعت کے سامنے ثبوت ہو گیا جن کے سپرد حاکم نے رویت ہلال کا معاملہ کیا تھا اور انھوں نے صوم یا افطار کا فیصلہ دے دیا اور ان کا فیصلہ ریڈیو پر نشر ہو گیا تو جو مسلمان بھی اس مملکت کی حدود میں وہ فیصلہ سن لیں تو اس پر عمل کرنا ان پر لازم ہو جائے گا اور ان کی حدود ولایت سے نکلے ہوئے علاقے میں اس ولایت کے حاکم کے پاس ثبوت ضروری ہے کہ دو گواہ رویت ہلال کی گواہی دیں یا شہادت پر شہادت دیں یا حکم حاکم پر یا ان تک خبر شہرت کے طریقہ پر پہنچی ہو اس لیے کہ حاکم کا حکم اس کی ولایت کے حدود میں تو نافذ ہوتا ہے اور حدود ولایت سے باہر نہیں' اسی وجہ سے شہر کے قریب و جوار کے دیہات والوں پر شہر کی خبر پر عمل کرنا واجب ہو جاتا ہے جب ان کو اطلاع با وثوق ذریعے سے ہوتی ہو کہ یا تو ان کو منادی کرنے والے کے اعلان کی آواز پہنچے

جو اطلاع ملک کی جانب سے ہو یا کوئی عادل شخص ان کے پاس آ گیا ہو یہاں تک کہ انھوں نے توپ کی آواز سنی یا ڈھول کی آواز سنی وان کے علاوہ جو چیزیں غلبۂ ظن کی علامات ہوں تو صوم وافطار میں ان کے لیے عمل کرنا واجب ہے اس لیے کہ یہ خبر ان غلبۂ ظن کی علامات سے کسی قیمت پر کم نہیں بلکہ فی الحقیقت یہ حاکم کی جانب سے منادی کرنے والے کی ندا ہے اور یہ معتبر ہے اور جب پہلے زمانہ میں یہ ایجادات نہیں ہوئی تھیں کہ وہ حاکم کے حکم کے پہنچانے کا وسیلہ بنیں تو صرف انھی ذرائع پر انحصار کیا گیا جو اس زمانہ میں تھیں۔ علامہ شامی نے منحۃ الخالق علی بحر الرائق میں فرمایا کہ انھوں نے ذکر نہیں کیا کہ ہمارے نزدیک عمل ظاہری علامات پر ہے جو کہ دلالت کرتی ہوں شہرت کے ثبوت پر جیسا کہ ہمارے زمانہ میں توپ چلانے کی آواز۔ ظاہر یہ ہے کہ جو شخص شہر سے غائب ہو اور یہ آواز سنے تو بستی والوں کی طرح اس پر بھی عمل واجب ہے جیسا کہ شہر کے ان لوگوں پر عمل واجب ہے جنھوں نے حاکم کو شہادت قبول کرتے ہوئے دیکھا۔ اس فرع کو شوافع نے بھی ذکر کیا ہے۔ علامہ ابن حجر رحمہ اللہ نے تحفہ میں نقل کیا ہے کہ وہ علامات جو ظاہراً دلالت کرتی ہوں اور عادۃً وہ خلاف نہیں ہوتیں جیسا کہ میناروں پر قندیلوں کا دیکھنا کہ اس سے حکم ثابت ہو جاتا ہے اور ایک جماعت کی مخالفت اس میں صحیح نہیں ہے (ص ۲۷۰ حاشیہ بحر الرائق کتاب الصوم)

رد المحتار میں فرمایا میں کہتا ہوں کہ دیہات والوں پر توپ کی آواز سننے اور شہر کے میناروں پر قندیلیں دیکھنے کی وجہ سے روزہ لازم ہے۔ اس لیے کہ یہ ظاہری علامت ہے جو غلبۂ ظن کا فائدہ دیتی ہے اور غلبۂ ظن ایسی حجت ہے جو کہ موجب عمل ہے جیسا کہ فقہاء نے اس کی تصریح کی ہے اور اس کا غیر رمضان کے لیے ہونے کا احتمال بعید ہے اس لیے کہ لیلۃ الشک میں یہ ثبوت رمضان ہی کے لیے کیا جاتا ہے۔ (کتاب الصوم رد المحتار)

تمھارے ذہن میں یہ بات نہیں کھٹکنی چاہیے کہ رد المحتار کی عبارت تو روزے کے بارے میں صریح ہے تو یہ حکم اسی کے ساتھ خاص ہے کیا لیے کہ جس علت کے ساتھ یہ حکم معلل کیا گیا ہے وہ غلبۂ ظن ہے جس پر مدار حکم ہے جیسا کہ صاحب درمختار نے کہا ہے "علت نہ ہونے کی صورت میں شیٔ عظیم کو قریب کیا جائے گا جس سے علم شرعی واقع ہوتا ہے اور وہ غلبۂ ظن ہے جو ان کی خبر سے حاصل ہوا"

علامہ شامی نے بھی باب القضاء والکفارہ میں فرمایا کہ دیہات والوں نے اگر تیسویں شب کو طبل کی آواز پر اس گمان سے افطار کر لیا کہ یہ عید کا دن ہے جبکہ یہ طبل کسی اور مقصد کے لیے تھا تو انھیں کفارہ لازم نہ ہوگا اور آپ جانتے ہیں کہ یہاں ان سے کفارہ صرف عید کے بارے شک کی وجہ سے ساقط ہوا ہے۔ صاحب درمختار نے کہا کہ یا اس نے سحری کی یا افطار کیا اس گمان سے کہ یہ وقت نہیں، اس وقت میں اس نے کھایا ہے رات ہے

جبکہ (سحری کی صورت میں) فجر طلوع ہو چکا تھا اور (غروب کی صورت میں) سورج غروب نہیں ہوا تھا (لف و نشر مرتب ہے) پہلی صورت میں شک معتبر اور دوسری میں نہیں۔ دونوں میں اس پر عمل کی وجہ سے۔ شامی نے فتح سے نقل کرتے ہوئے فرمایا کہ مختار لزوم کفارہ ہے شک کی وجہ سے۔ اس لیے کہ غروب کی وجہ سے جو حال ثابت ہوا وہ غلبہ ظن ہے غروب کی وجہ سے تو یہ محض شبہ اباحت ہے حقیقت نہیں اور شک کی حالت تو اس سے بھی کم یعنی شبہ الشبہ جس کی وجہ سے عقوبات ساقط نہیں ہوتے ص ۱۱۳ اور ۱۱۵ ج ۲ میں کفارہ کے ساقط ہونے کی بحث میں فرمایا کہ مصنف کی تعبیر لا کفارۃ بالظن میں اس طرف اشارہ ہے کہ سحری اور افطار کی تحری کے ساتھ جائز ہے۔ ان عبارات کا خلاصہ یہ ہے کہ دیہات والوں سے مقصود کفارہ جب انھوں نے افطار کیا ہو رات کے وقت طبل کی آواز سن کر اس گمان سے کہ یہ عید کے لیے طبل ہے جبکہ وہ کسی دوسرے مقصد کے لیے تھا، تو یہ ان کے غلبہ ظن کے سبب نہ کہ صرف شک کی بنا پر۔ اس سے معلوم ہوا کہ طبل کی آواز وغیرہ دوسری علامات ہیں جو کہ غلبہ ظن کا فائدہ دیتی ہیں غلبہ ظن افطار میں بھی حجت ہوا جیسا کہ آپ کو معلوم ہو چکا ہے۔ پس ان علامات کی تخصیص صرف روزے کے ساتھ جبکہ یہ فائدہ غلبہ ظن کا دیتی ہیں تخصیص بلا دلیل ہے اور لوگوں کو حرج میں مبتلا کرنا ہے اس لیے کہ ہر ایک کے پاس رویت یا شہادت کا موجود ہونا یا شہادت پر شہادت کا موجود ہونا یا حکم حاکم پر شہادت کا موجود ہونا آسان نہیں ہے اور نہ ہی حاکم کے لیے یہ ممکن ہے کہ وہ اپنی ولایت کے تمام اطراف میں اپنے حکم عام کی تنفیذ کے لیے دو گواہ بھیجے جو اس کے حکم پر گواہی دیں اگر ان علامات کو اور تحری کی جانب سے اطلاع جس میں ریڈیو کا اعلان بھی شامل ہے، کو معتبر نہ مانا جائے تو یہ ایک عظیم حرج میں مبتلا کرنے کا موجب بن جائے گا اور یہ فقہاء کی عبارتوں کو قصداً نظر انداز کرنے کے مترادف ہوگا۔ مولانا عبدالحی لکھنوی رحمہ اللہ نے اسی جیسے سوال کے جواب میں فرمایا کہ ان علامات کی بنیاد پر افطار جائز ہے اس لیے کہ توپ کی آواز مروجہ دستور کے مطابق عید کے بارے میں غلبہ ظن کا موجب ہے اور غلبہ ظن عمل کے لیے کافی ہے۔ اسی وجہ سے ان علامات کی وجہ سے روزہ بھی لازم ہو جاتا ہے جیسا کہ رد المحتار میں ہے میں کہتا ہوں ظاہر یہ ہے کہ بستی والوں پر لازم ہے۔ (مجموعۃ الفتاویٰ) اور یہ گمان نہ رکھا جائے کہ ریڈیو پر نشریات کرنے والا اور خبریں پڑھنے والا مستور الحال ہوتا ہے بلکہ غالب یہ ہے کہ وہ فاسق ہوتا ہے جیسا کہ ارباب حکومت کے بارے میں عام مشاہدہ ہے تو اس کی خبر کیسے معتبر سمجھی جائے گی اس لیے کہ ناشر قاضی کے حکم میں ہے اور اس میں عدالت شرط نہیں یعنی اعلان کرنے والے منادی کرنے والے اور قاضی کے حکم کو نشر کرنے والے اور وہ اگرچہ فاسق ہوں تب بھی اس کے اعلان اور ندا کی اطاعت واجب ہے۔ علامہ شامی نے ص ۹۵ ج ۲ پر فرمایا اور کہا جاتا ہے کہ توپ کی آواز ہمارے زمانہ میں غلبہ ظن کا فائدہ دیتا ہے اگرچہ توپ

چلانے والا فاسق ہی کیوں نہ ہو اس لیے کہ تمام شہر والوں کے آخری حصہ میں وہ افطار کرتا ہے تو اس کے لیے توپ
چلانے کا وقت معین کیا جاتا ہے اور ایک ذمہ دار کی ڈیوٹی لگائی جاتی ہے کہ جب وہ توپ چلائے تو وہ وزیر اور اس
کے عملے کی نگرانی میں معین وقت پر چلائے۔ تو ان قرائن کی وجہ سے غلبہ ظن عدم خطا اور عدم قصد افساد ہے ورنہ
لوگوں کا گناہگار ہونا لازم ہو جائے گا اور پورے مہینے کی قضا ان پر لازم ہو گی۔ اس لیے اکثر لوگ بغیر تحری
اور بغیر غلبہ ظن کے صرف توپ کی آواز پر افطار کر دیتے ہیں۔ یہ عبارت اگرچہ روزہ کے افطار کے باب میں ہے لیکن
یہ اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ فاسق اگر رمضان کے مہینہ کا منادی کرنے والا مقرر ہو اور اس کے حکم کا پتہ ہو تو یہ غلبہ
ظن کے لیے مفید ہے اور غلبہ ظن عمل کا موجب ہے روزہ کے افطار اور عید میں جیسا کہ آپ جان چکے ہیں اور جو
فرق کا دعویٰ کرے اس کے ذمہ ثبوت دینا ہے۔

(۵) جاننا چاہیے کہ اختلاف مطالع واقع اور محسوس امر ہے جس شخص کو بھی ہیئت سے تھوڑا بہت تعلق ہو وہ
اس کا انکار نہیں کر سکتا جیسے کہ علامہ شامی نے رسالہ (تنبیہ الغافل والوسنان علی احکام ہلال رمضان) میں فرمایا کہ
اطراف اور ممالک کے اختلاف سے مطالع مختلف ہوتے ہیں کبھی کسی شہر میں چاند دکھائی دیتا ہے اور کسی میں
نہیں جیسے کہ سورج کے مطالع مختلف ہوتے ہیں۔ کسی ملک میں سورج طلوع ہوتا ہے اور کسی ملک میں ابھی رات
کا کچھ حصہ باقی ہوتا ہے۔ یہ بات کتب ہیئت میں مبرہن ہے اور یہ معاملہ واقعی اور مشاہد ہے تاہم صوم و افطار میں
اس کے اعتبار کرنے میں اختلاف ہے۔ محقق شیخ کمال الدین ابن الہمام نے فتح القدیر میں فرمایا جب مصر میں
رویت ثابت ہو جائے تو تمام لوگوں پر لازم ہو جائے گا۔ اہل مشرق پر اہل مغرب کی رویت کی وجہ سے لازم ہو
جائے گا ظاہر مذہب کے مطابق اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ اختلاف مطالع کی وجہ سے حکم مختلف ہو گا اس لیے کہ سبب
مہینہ ہے اور اس کا انعقاد ایک قوم کے حق میں ان کی رویت کی وجہ سے دوسرے لوگوں کے حق میں انعقاد لازم
نہیں آتا۔ اختلاف مطالع کے بارے میں ابن عابدین نے اسی رسالہ میں کہا ہے کہ معتمد اور راجح ہمارے نزدیک
یہ ہے کہ اس کا اعتبار نہیں اور یہی ظاہر الروایت ہے اور متون بھی اسی پر ہیں جیسا کہ کنز وغیرہ اور حنابلہ کے نزدیک
بھی یہی صحیح ہے جیسے کہ انصاف میں ہے۔ مالکیہ کا بھی یہی مذہب ہے یہی معلوم ہوا کہ مذہب مالکیہ اور حنابلہ کا
مذہب عدم اعتبار ہے۔ شافعیہ کے نزدیک معتمد اعتبار ہے جیسا کہ نووی نے منہاج میں اس کی تصحیح کی ہے۔

علامہ شامی نے اپنے اسی رسالہ میں فتح القدیر سے نقل کرتے ہوئے لکھا ہے کہ ظاہر مذہب پر عمل زیادہ
احوط ہے تاتارخانیہ میں ہے کہ فقیہ ابو اللیث کا فتویٰ اسی پر ہے۔ امام حلوانی بھی اسی پر فتویٰ دیا کرتے تھے اور
فرمایا کرتے تھے کہ اہل مغرب کی رویت سے اہل مشرق پر روزہ رکھنا واجب ہو گا خلاصہ میں ہے کہ یہ ظاہر

المذہب ہے اور اسی پر فتویٰ ہے۔ مجموعہ رسائل ابن عابدین ص ۲۵۲۔ حافظ ابن حجر نے فتح الباری میں حدیث (روزہ رکھو جب تک رویت نہ ہو) کے ضمن میں لکھا ہے کہ ہر ایک کے حق میں روزہ کی تعلیق رویت کے ساتھ مراد نہیں بلکہ اس سے مراد بعض کی رویت ہے اور جن لوگوں نے ایک شہر والوں پر دوسرے شہر والوں کی رویت سے روزہ لازم کیا ہے انہوں نے رویت کے ساتھ تعلیق صوم سے دلیل لی ہے اور جو قائل نہیں وہ کہتے ہیں کہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد "حتی تروہ" مخصوص لوگوں کو خطاب ہے۔ تو ان کی رویت سے دوسروں پر لازم نہ ہوگا لیکن یہ ظاہر کو رد کرتا ہے تو حال ایک کی رویت پر موقوف نہیں بلکہ ایک ملک اور ایک شہر کی رویت معتبر ہوگی۔ فتح الباری ج ۴ ص ۹۹ علامہ شوکانی نے نیل الاوطار جلد چہارم میں فرمایا کہ جس پر اعتماد مناسب ہے وہ مالکیہ کا مذہب ہے اور زیدیہ کی ایک جماعت اور ان میں سے مہدی نے بھی اسی کو اختیار کیا ہے قرطبی نے بھی اپنے شیوخ سے اسی کو نقل کیا ہے کہ جب ایک شہر والوں نے رویت کرلی تو تمام شہر والوں پر بھی واجب ہو جائے گا اور ابن عبدالبر نے اس قول کہ یہ اجماع کے خلاف ہے کی طرف التفات نہ کیا جائے گا کہا کہ دور کے شہروں مثل خراسان اندلس کے بارے میں اجماع ہے کہ وہاں رویت کی رعایت نہیں رکھی جائے گی۔ کہ اس کی وجہ یہ ہے کہ جب اس سے جماعت مخالف ہو تو اجماع مکمل نہیں ہوتا۔

علامہ شامی نے رد المحتار میں کہا ہے کہ دوسری ظاہر الروایت ہمارے نزدیک عدم اعتبار ہے اور یہی ہمارے مالکیہ اور حنابلہ کے نزدیک معتمد ہے۔ اس لیے کہ خطاب کا تعلق عام ہے۔ مطلق رویت کے ساتھ حدیث "صوموا لرؤیتہ" میں بخلاف نماز کے اوقات کے۔

(۴) جب صوم یا افطار کا حکم ایک شہر میں اس شہر کے حاکم یا قاضی عام کے سامنے ثابت ہو جائے اور اس نے حکم کر دیا اور اس شہر والوں پر اس نے لازم کر دیا اور اس کا حکم دوسرے شہر میں منتقل ہو گیا تو دو قسم پر تو اس کی حدود ولایت میں ہوگا یا نہ ہوگا۔ پہلی صورت میں اس شہر والوں پر عمل لازم ہوگا جب وہ خبر غلبہ ظن کی موجب ہو اس لیے کہ اس صورت میں یہاں شہادت شرط نہیں ہے جیسا کہ تفصیل سے آپ سوال چہارم کے جواب میں جان چکے ہیں اور دوسری صورت میں اس خبر پر عمل جائز نہیں اور نہ اس شہر کے قاضی کو حکم کرنا جائز ہے۔ جب تک اس کے پاس دو گواہ معروف طریقے سے گواہی نہ دے دیں تحمل شہادت میں یا اپنے شہر کے حاکم کے حکم کے بارے میں۔ فتح القدیر میں کہا ہے پھر ان پر حتی خود رویت کی اب سے لازم ہے جب ان کے پاس ان لوگوں کی رویت بطریق موجب ثابت ہو جائے یہاں تک کہ اگر کسی جماعت نے شہادت دی کہ فلاں شہر والوں نے ہلال رمضان تم سے ایک دن پہلے دیکھ کر روزہ رکھ لیا تھا اور آج تیسواں دن ہے ان کے حساب کے مطابق جبکہ انہوں نے

چاند نہیں دیکھا تو کل کا افطار اور اس رات کی تراویح چھوڑنا ان کے لیے جائز نہیں- اس لیے کہ اس جماعت نے نہ تو رویت پر شہادت دی اور نہ ہی دوسروں کی شہادت پر شہادت دی بلکہ انھوں نے صرف ان کی شہادت کی حکایت کی ہے اور اگر انھوں نے شہادت دی کہ فلاں شہر کے قاضی کے پاس دو آدمیوں نے رویت ہلال کی شہادت فلاں رات دی اور قاضی نے ان کی شہادت کی بنیاد پر فیصلہ دے دیا تو پھر اس قاضی کے لیے جائز ہے کہ ان کی شہادت کی بنیاد پر فیصلہ کرے- اس لیے کہ قاضی کی قضا حجت ہے اور انھوں نے اس کی گواہی بھی دی ہے- اس سے یہ بات واضح ہوگئی کہ محض حکایت شہادت حجت نہیں جب تک خبر مشہور نہ ہو-

(۷) عمل کا موجب خبر کا پھیلانا ہے- کئی شہروں سے ایک شہر کی طرف 'استفاضہ' کی صورت میں حکایت خبر کافی ہے- خبر دینے والوں کے لیے شہادت علی الشہادۃ اور حکم حاکم پر شہادت شرط نہیں-

علامہ شامی نے رسالہ "تنبیہ الغافل الوسنان" میں چھٹے سوال کے جواب کی عبارت فتح القدیر سے نقل کرنے کے بعد فرمایا "میں کہتا ہوں کہ ذخیرہ برہانیہ میں شمس الائمہ حلوانی نے کہا کہ صحیح مذہب ہمارے اصحاب کا یہ ہے کہ خبر جب مشہور ہو جائے اور دوسرے شہر والوں کے ہاں محقق ہو جائے تو ان پر اس شہر کا حکم لازم ہو جائے گا اور اسی جیسی بات حسن الشرنبلالی نے حاشیہ درر میں مغنی سے نقل کی ہے اور درمختار میں اس کی نسبت مجتبیٰ کی طرف کی ہے- جب کہ اس استفاضہ میں نہ حکم ہے اور نہ شہادۃ لیکن جب خبر مستفیض بمنزلہ خبر متواتر کے ہو جائے اور اس سے ثابت ہو جائے کہ اس شہر والوں نے فلاں دن روزہ رکھا ہے تو اس پر عمل لازم ہو جائے گا- اس لیے کہ اس سے مراد ایسا شہر ہے جس میں شرعی حاکم ہو جیسا کہ بلاد اسلامیہ میں عادت ہے پس ضروری ہوا کہ ان کا روزہ ان کے شرعی حاکم کے حکم پر ہو- تو یہ استفاضہ بمنزلہ حکم مذکور کے نقل کرنے کے ہوا اور یہ شہادت سے زیادہ قوی ہے کہ یہ شہادت دینا کہ فلاں شہر والوں نے فلاں دن چاند دیکھ کر روزہ رکھا مجرد شہادت ہے جو یقین کا فائدہ نہیں دیتا- اسی وجہ سے یہ مجرد شہادت قبول نہیں کی جاتی جب تک وہ حاکم کے حکم کی شہادت نہ دیں یا دوسروں کی شہادت پر شہادت نہ دیں تاکہ ان کی خبر معتبر سمجھی جائے ورنہ یہ مجرد خبر ہوگی اور استفاضہ یقین کا فائدہ دیتا ہے جیسا کہ ہم لکھ چکے ہیں- اسی وجہ سے انھوں (از استفاضہ و تحقق) کے الفاظ استعمال کیے ہیں تو اس صورت میں یہ فتح القدیر مذکورہ سابقہ تحقیق کے منافی نہ ہوگا اور اگر منافات تسلیم کر لی جائے تو عمل اس پر ہوگا جس کی تصحیح پر انھوں نے تصریح کی ہے- امام حلوانی مذہب کے اجلہ آئمہ میں سے ہیں اور انھوں نے تصریح کی ہے کہ ہمارے اصحاب کا صحیح مذہب یہ ہے اور بحر پر تعلیقات میں لکھ دیا ہے کہ استفاضہ سے مراد اس شہر سے آنے والوں کی تواتر خبر ہے- صرف استفاضہ مراد نہیں ہے- کیونکہ صرف استفاضہ کی بنیاد کبھی صرف ایک شخص کی خبر ہوتی ہے

جو پھیل جاتی ہے اور اس میں کوئی شک نہیں ان کے اس قول "اذا استفاض و تحقق" کی بنیاد پر یہ کافی نہیں ہے اس لیے کہ اس کا تحقق ہمارے مذکورہ طریقہ کے بغیر نہیں ہوتا۔ واللہ اعلم

پس اس عبارت کو عمیق نظروں سے دیکھو تو یہ بات ظاہر ہو جائے گی کہ علامہ شامی نے پہلے فتح القدیر کی جماعت کی حکایت کی عدم کفایت کا استدراک کیا اور شمس الائمہ الحلوانی اور دوسرے فقہاء کا قول بطور دلیل لائے کہ استفاضہ میں نہ تو نقل حکم ہوتا ہے اور نہ شہادت ہوتی ہے۔ پھر فتح القدیر اور شمس الائمہ الحلوانی کے اقوال میں موافقت پیدا کی کہ استفاضہ اگرچہ درحقیقت بطریق حکایت ہوتا ہے کہ نہ تو اس میں شہادت علی الشہادت ہوتی اور نہ شہادت علی الحکم ہوتی ہے۔ لیکن جب اس شہر کے روزے کا دارومدار حاکم پر ہو جیسا کہ بلاد اسلامیہ میں یہی عادت اور مروجہ بھی طریقہ ہے تو یہ حکایت بمنزلہ حاکم کے حکم کے نقل کرنے کے لیے ہے۔ پس اس میں کوئی منافات نہیں۔ پس یہ بات مکمل طور پر واضح ہو گئی کہ استفاضہ میں نقل حکم حقیقتہً شرط نہیں کسی کے نزدیک بھی۔ پھر علامہ شامی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اگر دونوں میں منافاۃ تسلیم بھی کر لی جائے اور استفاضہ میں نقل حکم نہ حقیقتہً پایا جائے اور نہ حکماً اور صاحب فتح القدیر کی مراد نقل حکم حقیقتہً ہو تو شمس الائمہ الحلوانی کے قول کے مطابق ہوگا اس لیے کہ ہمارے اصحاب کا صحیح مذہب یہی ہے۔

پھر فرمایا کہ اگر کوئی ایک شخص پہلے شہر سے آ جائے اور اس کی خبر اس شہر میں پھیل جائے تو یہ کسی طرح بھی استفاضہ نہ ہوگا بلکہ یہ شرط ہے کہ رویت کے شہر سے ایک جماعت آ جائے تا کہ ان کی خبر مستفیض موجب عمل ہو۔

پھر یہ بات جان لو کہ استفاضہ خبر متواتر نہیں ہے بلکہ یہ اخبار احاد کی قسم ہے جیسا کہ مجموعۃ اللآلی ۱۲ میں ہے دوسرا یہ کہ یہ احاد کی پہلی قسم ہے جس کے طرق محصور ہیں اور دو سے زیادہ ہیں اور یہ محدثین کے نزدیک مشہور ہے اس کا یہ نام بوجہ اس کے واضح ہونے کے رکھا گیا ہے۔ فقہاء کی ایک جماعت کی رائے کے مطابق یہ مستفیض ہے صدر الشریعہ نے توضیح میں فرمایا کہ دوسرا یعنی مشہور مفید ہے علم طمانیت کا اور ایسا علم ہے کہ جی اس سے مطمئن ہو کر اس کو علم یقین سمجھتا ہے لیکن صحیح غور و فکر کیا جائے تو معلوم ہو جاتا ہے کہ یہ یقین نہیں ہے۔

علامہ تفتازانی نے تلویح میں اس عبارت کی تشریح میں فرمایا کہ اس کا اطمینان جانب ظن کی جانب رجحان ہے کہ یقین کی حد میں داخل ہونے کے قریب ہو۔ اس سے معلوم ہوا کہ علامہ شامی نے ابن الہمام اور شمس الائمہ کے کلام میں موافقت کی جو بات کی ہے جس کی عبارت یہ ہے کہ "وہ استفاضہ مفید یقین ہے" سے مراد وہ طمانیت ہے جو خبر مستفیض مشہور سے حاصل ہوتا ہے نہ یقین بمعنی اعتقاد جازم راسخ جو متواتر سے حاصل ہوتا ہے اس لیے کہ مستفیض اور متواتر میں واضح فرق ہے مستفیض از قسم احاد ہے جیسا کہ آپ جان چکے ہیں اسی وجہ سے علامہ

شامی نے اس موافقت کے ضمن میں فرمایا کہ استفاضہ بمعنی خبر متواتر کے ہے یہ نہیں فرمایا۔ مستفیضہ بمعنی متواتر ہے۔ اس کی تائید جمِ عظیم کی اس تفسیر سے ہوتی ہے جو صاحب درالمختار نے کی ہے کہ جمع عظیم وہ ہے کہ ان کی خبر سے علم شرعی یعنی غلبہ ظن حاصل ہو۔ شامی نے صراحت کے ساتھ اس مقام پر فرمایا کہ جمع عظیم سے مراد یہاں پر یہ نہیں ہے جس کی خبر علم یقین کا فائدہ دیتی ہو متواتر کی طرح - جب آپ کو یہ معلوم ہو گیا کہ خبر مستفیض از قسم آحاد ہے متواتر نہیں۔ تو جان لو کہ مستفیض میں تین یا تین سے زیادہ راوی شرط ہیں جیسا کہ نخبۃ الفکر کے حوالہ سے صراحتہً گزر چکا ہے اور مفتی عزیز الرحمن صاحب دیوبندی کے کلام جس کی تصحیح و تصویب استاذ الاساتذہ شیخ الہند مولانا محمود حسن قدس اللہ سرہ نے کی ہے سے سمجھ آتی ہے جس کی عبارت یہ ہے اور یہی صحیح جواب ہے کہ صورت مسئولہ میں غیم رام کی خبر پر عدم اعتماد ہے ہاں اگر کثرت اخبار سے غلبہ ظن حاصل ہو جائے تو پھر اس پر عمل جائز ہے واجب نہ ہوگا اور ایک یا دو پر عدم اکتفائی ظاہر مذہب ہے اور اسی طرح حال خط و کتابت کا ہے۔ اعیان الاقاف سے دلیل لی جا سکتی ہے یعنی جو بعض فقہاء نے کہا ہے جیسا کہ شامی نے رحمتی سے نقل کیا ہے کہ استفاضہ کا معنی یہ ہے کہ ان شہروں سے متعدد جماعتیں آئیں اور ہر ایک اس شہر کے بارے میں خبر دے۔ شامی ج ۲ ص ۱۰۲ یہ زیادہ تاکید پر محمول ہے جواز عمل کے لیے شرط نہیں اور اگر تسلیم کر لیا جائے کہ لفظ "جماعت متعددون" ہی مقصود ہے یہاں پر تو ہم کہتے ہیں لغت اور شرع میں لفظ جماعت کا اطلاق دو یا دو سے زیادہ پر ہوتا ہے لیکن جب یہ جمع کے صیغہ کے ساتھ ہو اور جمع کے اقل افراد تین ہوتے ہیں تو لفظ جماعات چھ افراد پر صادق آئے گا۔ جیسا کہ یہ مخفی نہیں ہے تو استفاضہ چھ افراد سے ثابت ہو جائے گا۔ اس کی تائید ہندوستان کے مفتی اعظم مولانا کفایت اللہ قدس اللہ سرہ کی "البیان الکافی فی الخبر المستفاض" سے ہوتی ہے اس کی تصحیح و تصویب بھی حضرت شیخ الہند قدس اللہ سرہ نے فرمائی ہے۔ فرمایا کہ مناسب ہے کہ اس پر اعتماد کیا جائے لیکن دل جس بات سے مطمئن ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ اس کے لیے کوئی عدد متعین نہ کیا جائے۔ بلکہ جب حاکم کو یا ثقہ عالم کو اطمینان ہو جائے تو اس کے لیے فیصلہ کرنا جائز ہوگا۔ اور جو استفاضہ کے بارے جاننا ضروری ہے وہ یہ کہ استفاضہ میں یہ شرط نہیں ہے کہ خبر دینے والے مختلف جگہوں سے ہوں بلکہ ایک جگہ سے اگر ایک جماعت آ جائے جہاں انھوں نے چاند دیکھا ہو تو یہ کافی ہے۔ خبر متواتر کے لیے بھی اماکن مختلفہ کی شرط نہیں ہے تو استفاضہ جو متواتر سے کم ہے کے لیے کیونکر شرط ہوگی

صدر الشریعہ نے توضیح میں متواتر کے بیان میں کہا ہے۔ متواتر وہ ہے جس کے راوی ہر زمانہ میں اتنے ہوں جن کی گنتی مشکل ہو اور جھوٹ پر ان کی موافقت بھی ناممکن ہو بوجہ ان کی کثرت عدالت اور بوجہ ان کے

اما آپ مختلفہ کے علاوہ سے فوائد میں اس کی شرح میں فرمایا عدالت اور امام کی مخالفت کا تذکرہ ثبوت پر عدم موافقت
کی تاکید ہے تواتر کے لیے شرط نہیں یہ بات شمس الائمہ الحلوانی کی عبارت سے بھی ملتی ہے جس کو شامی نے نقل
کیا ہے جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے کہ ”خبر جب مشہور ہو جائے اور دوسرے شہر میں بھی اس کا تحقق ہو جائے تو ان پر
بھی ان شہروں کا حکم لازم ہو جائے گا“ اور اسی طرح رحمتی کی عبارت بھی ہے“ ج ۲ ص تلک البلدۃ الخ“ ہے۔
جلد دوم تک اسماء شمارہ جس کا موضوع داخل ہے جیسا کہ یہ مسئلہ اپنی جگہ پر واضح ہے۔

(۸) اگر حاکم یا ثقہ عالم نے ایک کے قول پر اس کے خط پر فیصلہ دے دیا اور لوگوں نے تیس روزے مکمل کر
لیے اگر آسمان میں ابر وغیرہ کوئی علت ہو تو بالاتفاق افطار جائز ہے اور اگر آسمان صاف ہو تو شیخین کے نزدیک
افطار جائز نہیں اور امام محمد کے نزدیک جائز ہے۔ شامی نے ج ۲ ص ۱۰۲ پر ذخیرہ سے نقل کرتے ہوئے فرمایا۔
اگر افطار کا چاند ابر آلود ہو جائے تو بالاتفاق افطار جائز ہے۔ مصنف نے جو امام محمد کا اختلاف نقل کیا ہے چاند
کے ابر آلود ہونے میں ہے اس کا مستند کہ ذخیرہ میں بھی یہ بات صراحت ہے اور المعراج میں المجتبیٰ سے منقول ہے
کہ اس موقع پر افطار بالاتفاق جائز ہے۔ اختلاف اس صورت میں ہے جب آسمان صاف ہو اور چاند بھی نظر نہ
آئے تو اس صورت میں شیخین کے نزدیک افطار جائز نہیں اور امام محمد کے نزدیک جائز ہے۔ جیسا کہ شمس الائمہ
حلوانی اور الشرنبلالی نے الامداد میں تحریر کیا ہے۔ غایۃ البیان نے کہا کہ امام محمد کے قول کی وجہ یہ ہے کہ افطار
ایک ہی قول واحد سے بنا اور ضمناً ثابت ہوتا ہے کئی ایسی چیزیں ہیں جو ضمناً تو ثابت ہو جاتی ہیں لیکن قصداً
نہیں ص ۱۰۲ اور آسمان کے صاف ہونے کی صورت میں شیخین کے قول پر عمل کرنے میں احتیاط ہے اور بادل
وغیرہ کی صورت میں افطار جائز اس لیے کہ ثبوت فطر کے لیے اگرچہ یہ لازم ہے کہ وہ بغیر دو گواہوں کی شہادت
کے نہ ہو اس لیے کہ یہ فیصلہ کے ضمن میں شامل ہے لیکن یہاں پر جب ثبوت حکم ضمناً ہوتا ہے تو اس میں ایک
شاہد کا قول کافی ہے۔ جیسا کہ علامہ شامی نے درمختار کے قول کے ذیل میں لکھا ہے کہ ثبوت شہر رمضان کا ثبوت ضمناً
ہوتا ہے اس کی نظیر جیسا کہ ہم ذکر کریں گے کہ جب رمضان کی گنتی تیس دن پوری ہو جائے اور علت کی وجہ سے
عید الفطر کا چاند نظر نہ آئے تو بھی افطار جائز ہوتا ہے اگرچہ رمضان کا ثبوت ایک شخص کی شہادت سے ہوا
ہو اس لیے کہ افطار ضمناً ثابت ہے اس لیے کہ فیصلہ خود اور عدالت کے بغیر ثابت نہیں ہوتا۔

(۹) صوم و افطار میں فاسق کی خبر غیر مقبول ہے تو قاضی پر واجب ہے کہ وہ فاسق کی خبر قبول نہ کرے فاسق کی
خبر کی بنیاد پر اگر وہ فیصلہ صادر کر دے تو گنہگار ہوگا۔ اس کے باوجود بھی اگر اس نے قبول کر کے فیصلہ صادر کر
دیا تو اس کا حکم نافذ ہوگا اور تمام مسلمانوں پر عمل کرنا لازم ہوگا۔ فتاویٰ ہندیہ میں کہا ہے کہ اگر فاسق نے شہادت

دی اور امام نے قبول کر کے لوگوں کو روزے کا حکم دے دیا۔ اس شہر کے کسی ایک فرد نے بھی افطار کرایا یا اس نے کر لیا تو عام مشائخ کا قول ہے کہ اس پر کفارہ واجب ہے (فتاویٰ ہندیہ باب رویۃ الہلال کتاب الصوم) اور فتح میں ہے کہ اس کے لیے جائز ہے کہ فاسق کا علم ہوتے ہوئے بھی اس کی شہادت دے کیونکہ ممکن ہے یہاں اس لیے کہ قاضی بہت دفعہ قبول بھی کر لیتا ہے۔

مولانا عبد الحی لکھنوی نے فرمایا۔ ہم کہتے ہیں کہ ہمارے زمانہ میں اس جیسے مسائل میں عدالت کی شرط سے کیونکہ اعمال میں خلل واقع ہو جاتا ہے۔ خصوصاً رمضان کے معاملہ میں زیادہ مناسب یہ ہے کہ فتویٰ امام ابو یوسف کے قول کے مطابق دیا جائے۔ شاید کہ صاحب ہدایہ کی مراد جب گمان اس کے سچے ہونے کا ہو تو اس کا قول قبول کیا جائے گا تاکہ روزے کے معاملہ میں تعطل نہ واقع ہو۔ مفتی عزیز الرحمن دیوبندی رحمہ اللہ نے اس جیسے سوال کے جواب میں فرمایا اگر شاہد کی سچائی کے قرائن موجود ہوں تو قاضی کے سامنے تو اس کی شہادت قبول کرنے کی گنجائش ہے۔ اور اس کے لیے جائز ہے کہ اس کے مطابق عام فیصلہ کرے۔ ان عبارات سے واضح ہوا کہ قاضی پر انتہائی درجہ کی احتیاط لازم ہے لیکن فاسق کی شہادت قبول کر لینے کے بعد مسلمانوں کے لیے اس کے حکم کی مخالفت جائز نہیں ہے تاکہ لوگوں کا شیرازہ نہ بکھرے اس لیے کہ جس نے یہ فیصلہ کیا وہ اس کا ضامن ہے جو لازم کیا ہے اس کا مسئول ہوگا۔ واللہ اعلم

محمد شریف ہزاروی

۱۰-۱۰-۲۰۰۲

مسئلہ رویت ہلال اور عید کا بیان

نوٹ: جنرل محمد ایوب خان کے مارشل لاء میں سیاسی جماعتوں پر پابندی لگا دی گئی۔ جمعیۃ علماء اسلام نے نظام العلماء کے نام سے کام شروع رکھا۔ زیر نظر فیصلہ ۱۹۶۷ء میں جمعیۃ کی مرکزی شوریٰ میں کیا ہوا اہم فیصلہ ہے جو مضمون کی مناسبت سے شامل اشاعت کیا جا رہا ہے۔

مجلس شوریٰ نظام العلماء مغربی پاکستان (جمعیۃ علماء اسلام مغربی پاکستان) کا یہ اجلاس عید و رمضان کے موقع پر محکمہ موسمیات کے اعلان کے نتیجے میں ملک بھر میں اختلاف و اضطراب کو تشویش کی نگاہ سے دیکھتا اور یہ محسوس کرتا ہے کہ وحدت عیدین کے شدید جذبے کے تحت جتنی کوشش کی گئی انتشار و افتراق میں اتنا ہی اضافہ ہوا۔ اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ شرعی شہادات کا معروف طریق چھوڑ کر محکمہ موسمیات کے تخمینی اعلان کو رویت ہلال کا مدار ٹھیرا دیا گیا۔ جس کے نتیجے میں علماء کرام اور عامۃ المسلمین کا تعاون و اعتماد کھو دیا گیا کہ وہ حکام کے اعلان پر عمل کرنے سے قاصر رہے۔

اس کے بعد حکومت نے اصلاح کی طرف قابل قدر قدم اٹھا کر اس فیصلہ کو رویت ہلال کی شہادتوں سے متعلق کر دیا ہے۔ تاہم یہ اجلاس بطور مشورہ چند حقائق کا اظہار کرنا ضروری تصور کرتا ہے۔

اسلام ایک فطری مذہب ہے اس کا نظام عبادت اقلیم و افراد اور کسی خاص طبقہ تک محدود نہیں ہے بلکہ یہ صحرائی، دیہاتی، قصباتی، شہری تمام طبقات سے وابستہ ہے۔ اس لیے اسلامی عبادات میں منجمین اہل حساب اور سائنسدانوں کی علمی تحقیقات و نظریات کا شریعت مقدسہ نے عامۃ المسلمین کو پابند نہیں کیا ہے کہ وہ جنتری وغیرہ کا حساب یاد رکھ کر حج کریں یا موسمیات کا علم سیکھ کر ہلال رمضان کا اندازہ لگایا کریں۔ بلکہ اسلام نے عبادات میں انسانی علم کے فطری ذریعہ کو مدار قرار دیا ہے کہ چاند کے حساب ذی الحجہ میں حج کرو اور چاند دیکھ کر ہی رمضان کا روزہ رکھو یا عید مناؤ۔

پیغمبر اسلام صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اعلان فرمایا کہ صوموا لرؤیتہ وافطروا لرؤیتہ فان غم علیکم فاکملوا العدۃ ثلثین (رواہ البخاری ومسلم)

ترجمہ: چاند دیکھ کر روزہ رکھو اور چاند دیکھ کر افطار (عید) کرو اور اگر بادل وغیرہ کی وجہ سے تم اشتباہ میں

نہ جانو تو تیس دن پورے کر لیا کرو۔

دوسرا ارشاد ہے کہ لا تصوموا حتی تروا الهلال ولا تفطروا حتی تروه (بخاری و مسلم)

ترجمہ: جب تک چاند نہ دیکھ لو روزہ نہ رکھو اور روزہ ترک نہ کرو جب تک چاند نہ دیکھ لو۔

تیسرا ارشاد ہے۔ نحن امة امية لا نكتب ولا نحسب الشهر هكذا وهكذا (الحديث)

ترجمہ: ہم سادہ (ناخواندہ) امت ہیں نہ لکھیں اور نہ حساب کریں۔ مہینہ یوں ہوتا ہے یوں اور یوں۔ آپ نے دس انگلیاں دونوں ہاتھوں کی بتا کر ان کو تین دفعہ بڑھایا کہ مہینہ تیس دن کا ہوتا ہے) پھر فرمایا اور کبھی یوں ہوتا ہے۔ دو دفعہ دسوں انگلیوں کو بتایا اور تیسری بار ایک انگلی عقد کر کے نو انگلیاں بتائیں کہ مہینہ کبھی ۲۹ دن کا بھی ہوتا ہے۔

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یونانی علم ہیئت کے اصول و تحقیقات کا پابند نہیں کیا۔ حالانکہ وہ زمانہ قبل از اسلام سے شروع موجود تھے جن کے ذخیرے آج بھی موجود ہیں۔ ان کے ہاں بھی چاند سورج کے طلوع و غروب، منازل قمر کی تحدید، کسوف و خسوف (گرہن) کے اوقات کی تعیین اس طرح منضبط اور منظم تھی کہ دنیا آج تک ان کی تغلیط نہیں کر سکی اور نہ اس جیسا اقرب حساب سائنس پیش کر سکا ہے۔ لوگوں کو سائنسی ترقیات و تحقیقات سے بھی مرعوب کیا جا رہا ہے۔ سائنس کی ترقی سے انکار ہے نہ اس کی افادیت میں اشتباہ اور نہ اسلام اس کی ترقی کی راہ میں مانع ہے۔ لیکن رویت ہلال کے نظام میں موجودہ سائنس دان قدیم علماء ہیئت سے کسی طرح سبقت حاصل نہیں کر سکے۔ کراچی کے محکمہ موسمیات اور لاہور کی رصدگاہ کے اطلاعات کا اختلاف گزشتہ عید الفطر کے موقع پر ان کی کمزوری اور غیر یقینی ہونے کی بین دلیل ہے۔ اسی طرح موسمی حالات کے بارہ میں اس کی روزانہ اطلاعات کا بسا اوقات خلاف واقعہ ہونا اظہر من الشمس ہے۔ اسی طرح یہ بھی قابل غور ہے کہ مشرقی پاکستان میں گزشتہ سال کے مہلک طوفان کے سلسلے میں سائنس دان ایک ہفتہ قبل اعلان کرنے سے کیوں عاجز رہے اور سمندر کے مدوجزر کا ان کو علم کیوں نہ ہوا۔ یہاں تک کہ ہزاروں جانوں کی ہلاکت کا مجبوراً منظر دیکھنا پڑا۔

بہرحال قبل از اسلام رویت ہلال کے منضبط اصول و قواعد کی موجودگی میں بھی اسلام نے فطرت کے عین مطابق حساب و آلات کا محتاج نہیں رکھا۔ ان کا اعتبار نہ کرتے ہوئے صاف اعلان کیا گیا کہ چاند دیکھ کر روزہ رکھو اور کھولو۔

اسی لیے اس اجلاس کی نظر میں واضح نصوص و احکام کی موجودگی میں محکمہ موسمیات یا سائنس کی آڑ میں چاند دیکھے بغیر یا اس کی شرعی شہادت و شرعی فیصلہ کیے بغیر عیدین کا اعلان کرنا مذموم کوشش ہے جس سے مسلمانوں

کے قلوب مجروح ہوتے ہیں۔

یہ اجلاس حکومت کو مشورہ دیتا ہے کہ اس طرح کے اہم مذہبی امور میں شرعی حدود و ضوابط کا لحاظ رکھنا ہی مسلمانوں کا اعتماد حاصل کر سکتا ہے اور اگر معزز حکومت رویت ہلال رمضان و عید میں دلچسپی رکھتی ہے تو یہ اجلاس چند امور کی تصریح و تشریح ضروری تصور کرتا ہے۔

(۱) عیدین اور رمضان کی وحدت نہ شرعاً ضروری ہے اور نہ ساری دنیا میں ممکن ہو سکتی ہے (اسی سال جزیرہ میں چار دن تک عید کا اختلاف رہا) ۔کون انکار کر سکتا ہے کہ یہاں دن لیکن امریکہ میں رات ہوتی ہے، اور کون نہیں جانتا کہ موجودہ صورت حال میں پاکستان کے پس ماندہ اور دور افتادہ علاقوں میں اطلاع پہنچانے کا کوئی نظام قائم نہیں کیا جا سکتا اس ۔سے قبل اسلامی حکومتوں کے ادوار میں نیز انگریزی عملداری میں جبکہ مسلمانوں کو آزادی سے عید منانے کی اجازت تھی۔ اس وقت نہ کسی کو کسی سے نزاع و اختلاف تھا نہ اعتراض و تنقید، ہر مقام پر حسب حالات رویت یا شہادت کی بنا پر مقامی لوگ اپنی ذمہ داری سے عمل کرنے میں آزاد تھے۔ اس میں کیا قباحت ہے کہ اس کو دور کرنے کے لیے حکومت ایک بڑے منصوبے اور اتنی پریشانی کا بوجھ اپنے یا عوام کے کاندھوں پر ڈالے۔ اس اجلاس کی نظر میں حکومت کا فائدہ اور سہولت اسی میں ہے کہ عامۃ المسلمین کو اس فریضہ کی ادائیگی میں پہلے کی طرح آزاد رکھا جائے۔ اس سال شام اور مصر میں عید ایک دن نہیں ہوئی مگر وہاں نہ کوئی بحث ہے اور نہ انتشار۔

(۲) اور اگر کسی مصلحت کے لیے وحدت عیدین کو ضروری قرار دیں اور اس کے لیے کوئی ہلال کمیٹی مقرر کرتی ہے تو عوام کے اعتماد کے لیے لازم ہے کہ کمیٹی کے ارکان ماہر فقہ اسلامی علماء رہیں اور اگر حکومت اس میں صرف ایک ہی عالم کا تقرر قرین مصلحت سمجھتی ہے تو اس عالم کو شرعی شہادت، شرعی حدود و ضوابط کی تشریح میں مکمل با اختیار ہونا ضروری اور اس کے شرعی فتویٰ کی مجاز (اکثریت) پر قربان ہونے سے بچانا لازم ہے تا کہ شرعی شرائط میں نقص باقی رہنے کا احتمال نہ رہے۔

(۳) مرکزی کمیٹی گواہ کو خود حاضر کر کے اس کی شہادت لے اور پھر حکم کو نشر کرے جب شریعت نے عیدین کے لیے شہادت رویت کو ضروری قرار دیا ہے تو اس میں شہادت کی یہ شرط بھی نظر انداز نہیں ہو سکتی کہ شاہد (گواہ) کا حاکم کے آمنے سامنے بلا حائل موجود رہ کر کے گواہی دینا واجب ہے۔ حکومت کا موجودہ محکمہ عدلیہ بھی کسی کیس میں گواہ کو حاضر ہونے کا حکم دیتا ہے۔ اس کے خط، تار اور ٹیلیفون کو کسی حالت میں بھی بطور گواہی کے قبول نہیں کرتا اور نہ اس پر فیصلہ دے سکتا ہے تو عیدین کی شرعی شہادت میں آخر کیوں ٹیلیفون، تار وغیرہ کی خبر کو شہادت

قرار دے کر عید کا حکم نافذ کرنے کا جواز پیدا کیا جا سکتا ہے۔ اس لیے یہ اجلاس تجویز کرتا ہے کہ ٹیلیفون وغیرہ کے ذریعے زونل رویت کمیٹیوں کی طرف سے مہیا کردہ خبروں پر حکم دینے اور فیصلہ کرنے کی بجائے مرکزی کمیٹی گواہوں کو اپنے روبرو حاضر ہونے کا انتظام کرکے شرعی حدود کی نگہداشت کرے (اہل اسلام کے اقتدار سے اسی قسم کے فوائد کی توقع ہوتی ہے)

(۳) اور اگر شہادت کو مرکزی کمیٹی کے سامنے پیش کرنا متعذر ہو تو پھر بہترین صورت یہ ہے کہ مرکزی حکومت ہر ضلع کے ڈی سی کی صدارت میں ضلعی رویت ہلال کمیٹی بنائے، اس کمیٹی کو شہادتیں سن کر ان کو رد یا قبول کرنے کا اور ان شہادتوں پر قطعی فیصلہ کرنے کا اختیار بھی دے دے۔ اگر کمیٹی شرعی شہادت پر یقین کرکے عید کا فیصلہ کردے۔ اس کا یہ فیصلہ سارے ملک کے لیے قطعی ہوگا۔ ڈی سی اور حکومت کا کام اب اس فیصلے کو نشر کرنا ہے، چاہے جس ذرائع سے کرے۔ یہ وہم نہ کرنا چاہیے کہ مختلف اضلاع کے فیصلوں کا اختلاف ہو سکتا ہے۔ اس لیے کہ عدم رویت کی تو کوئی شہادت نہیں ہو سکتی۔ جہاں سے بھی شہادت نے رویت ثابت کردی وہاں کے اعتبار ہی کا فیصلہ قطعی ہو جائے گا۔ حکومت نے اضلاع کے حکام کو جو احکام دیے ہیں اس سلسلہ میں اتنی ترمیم قابل غور ہے تاکہ وہ قابل قبول ہو سکے۔

افطار کے وقت سے ایک گھنٹہ قبل روزہ توڑنے والے پر قضا وکفارہ دونوں لازم ہیں

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک جامع مسجد بیرو فرقانی کے متولی علی نبی نے ۱۵ ستمبر بوقت ۶،۵ پر روزہ بریں توجیہت توڑ دیا کہ اس روز ۱/۲ ۵ اور ۳/۴ ۵ بجے کے درمیان مطلع صاف ہونے اور دیہاتی علاقہ ہونے کی وجہ سے چاند ماہ شوال نظر آ رہا تھا۔ اسے جب مذکورہ وقت پر چاند نظر آنے کا علم ہوا تو اس نے زبردستی شربت بنانے والے سے شربت چھین کر یہ الفاظ کہتے ہوئے کہ عید کا چاند نظر آنے پر عید کر دی جاتی ہے، روزہ توڑ دیا۔ قبل ازیں اس کو بہت روکا گیا۔ مگر اس نے یہ فعل کر ہی دیا۔ جبکہ افطاری کا وقت تقریباً ۱/۲ ۶ بجے تھا۔ تو کیا اس صورت میں اس پر قضاء وکفارہ آتا ہے یا نہ؟

﴿ج﴾

صورت مسئولہ میں بر تقدیر صحت واقعہ شخص مذکور کا یہ قول غلط ہے۔ کیونکہ یہ چاند اگلی رات کا شمار ہوتا ہے۔ اس لیے چاند دیکھتے ہی روزہ توڑنا جائز نہیں تھا۔ لہذا قضا اور کفارہ دونوں اس پر لازم ہیں۔ رؤیته بالنهار للیلة

الاتیۃ مطلقا علی المذھب ذکرہ الحدادی وقال الشامی تحتہ ای سواء رؤی قبل الزوال اوبعدہ وقولہ علی المذھب ای الذی ھو قول ابی حنیفۃ ومحمد قال فی البدائع فلا یکون ذالک الیوم من رمضان عندھما وقال ابو یوسف ان کان بعد الزوال فکذلک وان کان قبلہ فھو للیلۃ الماضیۃ ویکون الیوم من رمضان ... والمختار قولھما ۔ رد المحتار ۔ ۲/ ۱۰۳ ۔ بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان ۔ ہوالمصوب اصل حکم تو یہی ہے ۔ جو مفتی صاحب نے تحریر کیا ہے ۔ لیکن چونکہ صوبہ سرحد کے اکثر و بیشتر علاقوں میں عید ۱۵ ستمبر ۱۹۷۴ء کو ہو گئی تھی اس بنا پر کفارہ ساقط ہو جانا چاہیے ۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم ۔ حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان ۲۶ /۱۰/ ۱۳۹۷ھ

نفل روزہ افطار کرنا

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ کیا نفلی روزہ کسی دوسرے شخص کی خواہش پر وقت سے پیشتر کھلوایا جا سکتا ہے؟

﴿ج﴾

کھولا جا سکتا ہے ۔ لیکن بعد میں ایک روزہ رکھنا پڑے گا ۔ فقط واللہ اعلم ۔

بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان ۲۵ /۴/ ۱۳۹۸ھ

۳۰ رمضان کو لوگوں کے شور وغل سے عید سمجھ کر روزہ افطار کر لیا تو کفارہ ہوگا یا نہیں؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ تیس ۳۰ رمضان کو لوگوں نے روزہ رکھا ہوا تھا کہ چند آدمیوں نے شور وغل مچا دیا کہ آج عید کا دن ہے ۔ دوسرے دن پھندے میں آکر لوگوں نے روزہ توڑ دیا اور پھر عید بھی پڑھی ۔ لیکن فی الحقیقہ سارے ملک میں عید دوسرے دن منائی گئی ۔ تو اب جن لوگوں نے اس دھوکہ میں آکر روزہ توڑا ہے ان پر قضاء و کفارہ دونوں ہوں گے ۔ یا کہ صرف قضاء صوم کافی ہے ۔

﴿ج﴾

اگر کسی شبہ کی وجہ سے روزہ توڑا ہے ۔ تب تو کفارہ لازم نہیں ہے اور اگر بلا شبہ دن یہ جان کر کہ آج عید نہیں ہے ۔ خواہ مخواہ کسی غیر عالم کے کہنے سے روزہ توڑ دیا ہے تو کفارہ آتا ہے ۔ اور عالم جو وہاں کا معتمد ہو اس کا قول بھی شبہ بن جاتا ہے ۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم ۔

حررہ عبد اللطیف غفرلہ معین مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان ۲۲ محرم ۱۳۸۹ھ

جان کر رمضان کا روزہ خراب کرنے سے کفارہ لازم آتا ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین مسئلہ مندرجہ ذیل میں زید نے رمضان شریف میں روزہ توڑ دیا اسکی تلافی زید کو کس طرح کرنی پڑے گی صرف قضا ہوگی یا کفارہ بھی ہوگا اگر کفارہ ہو تو اس کو کیا کفارہ دینا پڑے گا کھانا کھلانے کی صورت میں کھانا دونوں وقت دینا ہوگا یا ایک وقت اور اگر اناج ہو اسکی قیمت دے دے تو یہ بھی جائز ہے یا نہیں؟

﴿ج﴾

صورت مسئولہ میں اگر زید نے عمداً ایسی چیز کے کھانے سے روزہ توڑا ہو جس سے غذائیت حاصل ہوتی ہے۔ یا جس سے دوا وغیرہ کی جاتی ہو یا عمداً پانی شربت دودھ وغیرہ کوئی چیز پی ہو یا عمداً عورت سے صحبت کرنے سے روزہ توڑا ہو تو زید پر اس روزے کی قضاء وکفارہ دونوں لازم ہیں عالمگیری ص ۲۱۸ میں ہے اذا اکل متعمداً ما يتغذى به او يتداوى به يلزمه الكفارة وهذا اذا كان مما يؤكل للغذاء او للدواء الخ وفيه ايضاً قبل ذلك من جامع عمداً في احد السبيلين فعليه القضاء والكفارة الخ کفارہ میں اولاً زید کو ساٹھ ۶۰ روزے پے در پے رکھنے ہوں گے اور اگر روزے رکھنے کی استطاعت نہ ہو روزہ رکھنے سے عاجز ہو۔ تو ساٹھ مسکینوں کو صبح وشام کھانا کھلا دے شامی صفحہ ۱۱۹ میں ہے قوله ككفارة المظاهر مرتبط بقوله وكفر اى مثلها في الترتيب فيعتق اولاً فان لم يجد صام شهرين متتابعين فان لم يستطع اطعم ستين مسكينا الخ فقط والله تعالى اعلم۔

بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان ۱۹/۱۰/۱۳۸۳ھ

روزہ کن چیزوں سے ٹوٹتا ہے؟

روزہ ٹوٹ جانے کی صورت میں دن کا بقیہ حصہ کس طرح گزارا جائے؟

نماز تراویح، چاشت، تہجد، صلوٰۃ تسبیح سنت ہیں یا نفل؟

﴿س﴾

روزہ کن چیزوں سے ٹوٹتا ہے؟ قضاء وکفارہ کی تفصیل بیان فرماویں ۲۔ روزہ ٹوٹ جانے کی صورت میں باقی دن کس طرح رہنا چاہیے ۳۔ نماز تراویح، چاشت، تہجد، صلوٰۃ تسبیح سنت ہیں یا نفل۔

سائل ملک احمد خان محلہ قشت کابلی نزد عیدگاہ ملتان

﴿ج﴾

قصداً کھانے پینے اور جماع کرنے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے۔ اس صورت میں قضا و کفارہ دونوں لازم ہو جاتے ہیں اور غلطی سے کھالیا یا پی لیا (جیسے کلی کرتے ہوئے پانی گلے سے اتر جائے) تو روزہ ٹوٹ جائے گا صرف قضاء لازم ہوگی کفارہ نہیں ہوگا۔ اور بھول کر کھانے پینے سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔ تراویح سنت مؤکدہ ہے اور تہجد بعض کے نزدیک سنت مؤکدہ ہے اور بعض فقہاء کے نزدیک مستحب ہے۔ چاشت اور صلوٰۃ تسبیح مستحب ہیں۔

محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ ۱۹ رمضان ۱۳۹۲ھ

بدن میں مسام سے داخل ہونے والی چیز سے روزہ نہیں ٹوٹتا

﴿س﴾

چہ می فرمایند علماء دین و مفتیان شرع متین دریں مسئلہ ذیل کہ مسطور است کہ اگر کسے در حالت روزہ خود را سوزن زند آیا روزہ اش باطل شد یا صحیح خواہد شد جوابش واضح فرمائید۔ بینوا توجروا

﴿ج﴾

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ از سوزن زدن روزہ فاسد نمی شود زیرا کہ مفسد روزہ آں چیز است کہ بذریعہ منافذ اصلیہ (مثلاً دہن، بینی، گوش، دبر و فرج) یا منافذ غیرہ (مثلاً جراحت جائفہ و زخمیکہ داخل بجوف بطن باشد و جراحت آمہ (زخمیکہ داخل بجوف دماغ باشد) تا اندرون جوف بطن یا جوف دماغ باشد۔ و آں ہمہ چیز کہ بذریعہ مسام بدن بجوف بطن یا جوف دماغ رسد او مفسد نیست و در صورت سوزن زدن دوا بذریعہ مسام بدن در جوف بطن وغیرہ رسد لہذا مفسد روزہ نباشد۔ فی المبسوط للسرخسی ۳/۶۷ (کتاب الصوم) وصل عين الكحل الى باطنه فذلك من قبل المسام لا من قبل المسالك اذ ليس من العين الى الحلق مسلك فهو نظير الصائم يغتسل في الماء فيجد برودة الماء في كبده و ذلك لا يضره وعلى هذا اذا دهن الصائم شاربه. وفي الجامع الرموز ۱/۱۵۸ تحت قول الماتن او وصل دواء الى جوفه او دماغه و جوف الانسان بطنه من غير المسام فلو وصل شيء منها الى الجوف لم يفسد بلا خلاف لكن ينبغي ان يكون مكروها عند الخلاف فيهما على صب الماء على البدن كما يأتي. وفي الفتاوى العالمگيرية ۱/۲۰۳ وما يدخل من مسام البدن من الدهن لا يفطر هكذا في شرح المسلم۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

محمد عبداللطیف قریشی غفرلہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان ۱۳۸۸/۱۱/۱۳ھ

الجواب صحیح محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان ۱۳۸۸/۱۱/۱۴ھ

بحالت روزہ انجکشن لگوانا

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین کہ حالت روزہ میں انجکشن (ٹیکہ لگوانا) جائز ہے یا نہ جواب سے جلد مستفید فرماویں۔

﴿ج﴾

روزہ کے افطار کے لیے یہ ضروری ہے کہ باہر سے کوئی چیز بطن معدہ میں پہنچ جائے۔ مطلق بطن میں پہنچنے سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔ یعنی ماسوائے معدہ کے کسی اور عضو کے اندر کسی چیز کا داخل ہونا مفطر صوم نہیں۔ بطن دماغ میں کسی چیز کا داخل ہو جانا اس لیے مفطر ہے کہ دماغ سے بطن معدہ تک منفذ کبیر چلا گیا ہے۔ اس لیے کسی چیز کا بطن دماغ تک پہنچنا بطن معدہ میں پہنچنے کے لیے مستلزم ہے۔ اس لیے ناک کے اندر جو چیز داخل ہو وہ براہ دماغ بطن معدہ میں پہنچ کر مفطر ہو جاتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آمہ اور جائفہ یعنی زخم دماغ و معدہ پر اگر تر دوائی ڈال دی جاوے تو مفطر ہے۔ اگر مطلقاً کسی چیز کا اندر جانا مفطر ہوتا (اگرچہ بطن معدہ میں نہ ہو) تو احلیل یعنی ذکر کے راستہ سے اگر کوئی دوا یا پانی اندر مثانہ میں پہنچ جائے تو طرفین کے نزدیک کیوں مفطر نہیں۔ وجہ یہ بیان کی گئی ہے کہ چونکہ مثانہ اور معدہ کے درمیان کوئی منفذ نہیں پیشاب بذریعہ تقاطر مثانہ میں جمع ہوتا ہے اس لیے مثانہ سے معدہ کے اندر وہ دوائی نہیں پہنچتی اس لیے مفطر نہیں۔ امام ابو یوسفؒ چونکہ مثانہ اور معدہ میں منفذ تسلیم کرتے ہیں اس لیے مفطر کہتے ہیں اگر ان کی معلومات یہ ہوتیں کہ منفذ نہیں ہے تو وہ بھی افطار کے قائل نہ ہوتے۔ معلوم ہوا کہ قاعدہ کلیہ میں کوئی اختلاف نہیں تحقیق منفذ کا اختلاف ہے۔ عالمگیری میں جزئیہ موجود ہے کہ اگر کوئی شخص کسی تاگے (رشتہ) سے انگور پرو لے یعنی منسلک کر لے اور حلق سے نیچے اتار دے تو جب تک معدہ میں نہ پہنچے اور حلق سے واپس کھینچ لے تو مفطر نہیں اور اگر کچھ زمانہ کے بعد کھینچا تو چونکہ اس کے اجزاء صغیرہ معدہ میں پہنچ جاتے ہیں مفطر ہے۔ اگر مطلق بطن جسم میں کسی شی کا داخل ہونا مفطر ہوتا تو حلق سے نیچے جاتے ہی افطار ہوتا اس قاعدہ کے معلوم ہونے کے بعد مسئلہ مذکورہ بالا کے متعلق عرض ہے کہ انجکشن کے ذریعہ دوا عروق میں چلی جاتی ہے اور بطن عروق میں جانا مفطر نہیں اور طب کا مسلمہ مسئلہ ہے ڈاکٹروں کی تحقیق ہے کہ عروق میں سے کوئی بھی بطن معدہ کے اندر نہیں گئی۔ جب بطن معدہ میں نہیں گئی اور مطلق بطن میں جانا مفطر نہیں تو انجکشن مفطر نہیں اس کے اثر کا اندر جانا مفطر نہیں۔ ذات شی کا اندر جانا ضروری ہے۔ اس لیے دھان اکتحال وغیرہ سے روزہ فاسد نہیں ہوتا۔ صاحب ہدایہ نے کل

کے اندر جانے کو تسلیم کیا ہے۔ لیکن فرماتے ہیں کہ یہ اثر محل ہے۔ ذات محل نہیں۔ انجکشن کی وجہ سے اثر دوائی کا اگرچہ تمام جسم میں پہنچ جاتا ہے۔ لیکن ذات دوائی کی بطن معدہ تک نہیں پہنچتی۔ اس لیے مفطر نہیں۔ واللہ اعلم بالصواب۔ کتب کے موجود نہ ہونے کی وجہ سے حوالہ جات خود دیکھ لیجیے۔ اشارات کر دیے ہیں۔

محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ خادم الافتاء مدرسہ قاسم العلوم ملتان [illegible]

انجکشن کی مختلف قسموں کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اندریں مسئلہ کہ اگر ماہ رمضان کا روزہ تندرستی کی حالت میں رکھا گیا ہو۔ بعد میں معمولی یا غیر معمولی نزلہ کی شکایت ہو جائے۔ یا تھوڑا بہت بخار ہو جائے۔ لیکن ہوش و حواس ٹھیک ہوں۔ چلنے پھرنے میں کوئی تکلیف نہ ہوتی ہو کمزوری معمولی ہو یا قدرے زیادہ۔ تو ایسی حالت میں ٹیکہ وجود میں کسی جگہ گوشت یا رگ میں لگوایا جا سکتا ہے یا نہیں۔ ٹیکہ لگوانے کے بعد بھوک یا پیاس جاتی رہے اور آدمی اطمینان کے ساتھ روزے کا وقت پورا کر سکے۔ نیچے کی قسم مثلاً کیلشیم، سوئی سی گلوکوز، ریفلیکس، دلی تقویت، مقوی وغیرہ اور کوئی ٹیکہ جس سے روزہ دار خوشی سے دن گزار سکے۔ جواز یا عدم جواز دونوں صورتوں میں اس کا جواب بحکم قرآن و حدیث یا کسی امام صاحب کے قول سے مع حوالہ برائے شریعت ثبوت فرما دیں۔ اور جواب باصواب مکمل تحریر فرما دیں۔ نوازش ہوگی۔

﴿ج﴾

روزہ اس چیز سے فاسد ہوتا ہے جو کسی منفذ کے ذریعہ معدہ یا دماغ میں پہنچ جائے انجکشن میں دوا بذریعہ منفذ نہیں جاتی بلکہ عروق اور مسامات کے ذریعہ جسم اور معدہ میں پہنچتی ہے۔ لہٰذا مسئولہ صورت میں انجکشن کی جو اقسام تحریر کی ہیں۔ ان سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔ قال فی شرح التنویر او ادهن او اكتحل او احتجم وان وجد طعمه فی حلقه وفی الشامية لان الموجود فی حلقه اثر داخل من المسام الذی هو خلل البدن والمفطر انما هو الداخل من المنافذ للاتفاق علی ان من اغتسل فی ماء فوجد برده فی باطنه انه لا يفطر وانما كره الامام الدخول فی الماء والتلفف بالثوب المبلول لما فيه من اظهار الضجر فی اقامة العبادة لا لانه مفطر [illegible]۔ پوری تفصیل اس مسئلہ کی آلات جدیدہ کے شرعی احکام میں مذکور ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان ۱۳ ذیقعدہ [illegible]

بخار کی وجہ سے ٹیکہ لگوانا' بخار کی وجہ سے روزہ افطار کرنا

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں؟

(۱) ایک مسلمان کو روزے کی حالت میں بخار ہو جائے کیا وہ بخار کی حالت میں انجکشن کروا سکتا ہے یا نہیں۔ (۲) روزے کی حالت میں بخار ہو جاوے۔ اور اتنا شدید بخار ہو جائے کہ بے ہوشی کے قریب ہو جائے۔ اس حالت میں روزہ افطار کر سکتا ہے یا نہیں۔ اگر افطار کر سکتا ہے تو اس کے بارے میں شرعی حکم کیا ہے۔

﴿ج﴾

(۱) روزہ اس چیز سے فاسد ہوتا ہے۔ جو کسی منفذ اصلی (کان' ناک' دبر) کے ذریعے معدہ یا دماغ میں پہنچ جائے۔ انجکشن میں دوا بذریعہ منفذ نہیں جاتی۔ بلکہ عروق اور مسامات کے ذریعے معدہ میں پہنچتی ہے۔ لہذا روزہ نہیں ٹوٹتا۔ قال في شرح التنوير او ادهن او اكتحل او احتجم وان وجد طعمه في حلقه وفي الشامية لان الموجود في حلقه اثر داخل من المسام الذي هو خلل البدن والمفطر انما هو الداخل من المنافذ للاتفاق على ان من اغتسل في ماء فوجد برده في باطنه انه لا يفطر الخ (ردالمحتار ۲/۴۰۱)۔ (۲) اگر کوئی شخص روزہ رکھنے کے بعد بیمار ہو گیا اور حالت نازک ہو گئی اگرچہ موت کا خوف نہ تھا۔ تو اس کے لیے افطار جائز ہے۔ ایسی صورت میں صرف قضاء واجب ہے۔ کفارہ نہیں۔ كما في الهندية او مريض خاف الزيادة لمرضه وصحيح خاف المرض الخ (الدرالمختار ج ۲/۴۲۶ص) فقط واللہ اعلم

کتبہ محمد عامر ۔۔۔ الجواب صحیح ۔۔۔ دارالعلوم حقانیہ

الجواب صحیح محمد ۔۔۔ ۱۴۱۹ھ

کیا تمام ٹیکوں کا ایک ہی حکم ہے؟' بھوک پیاس کے ازالے کے لیے ٹیکہ لگوانا

روزہ کی حالت میں افیون کا ٹیکہ لگوانا

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین مندرجہ مسائل میں۔ (۱) آج کل جو انجکشن کے ذریعے دوا بدن میں پہنچائی جاتی ہے۔ یہ مفسد صوم ہے یا نہیں۔ زید کہتا ہے کہ مفسد صوم نہیں عمرو کہتا ہے کہ مفسد صوم ہے۔ (۲) کیا رگ کے اندر

دوسرے انجکشن میں کوئی فرق ہے یا دونوں کا حکم ایک ہی ہے۔ (۳) کیا ضرورت کی حالت میں انجکشن لگوانا موجب عدم فساد صوم ہے یا بلاضرورت بھی لگوائے۔ مثلاً بھوک پیاس کے ازالہ کے لیے یا اسی طرح افیون کا عادی اپنے نشہ کو برقرار رکھنے کے لیے افیون انجکشن کروالے تو عدم فساد کا حکم ہوگا۔ یا فساد صوم کا حکم دیا جائے گا۔ (۴) کیا کوئی خاص انجکشن مفسد صوم بھی ہے۔ یا مطلقاً اس کا حکم عدم فساد ہی کا ہے۔

﴿ج﴾

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ واضح رہے کہ انجکشن جس میں بذریعہ مسامات یا عروق کے دوا بدن کے اندر پہنچائی جاتی ہے۔ مطلقاً مفسد صوم نہیں ہے۔ اس لیے کہ مفسد صوم ہر وہ شئی ہے۔ جو بذریعہ منافذ اصلیہ (منہ۔ ناک۔ کان۔ دبر۔ فرج) یا منافذ عارضیہ جیسا کہ جراحت جائفہ (پیٹ کا وہ زخم جو اندر جوف تک پہنچا ہو) جیسے جوف بطن یا جوف دماغ میں پہنچ جائے۔ اور جو چیز بذریعہ مسامات جوف بطن یا جوف دماغ کے اندر پہنچ جائے۔ اگرچہ بعینہ پہنچ جائے۔ یہ مفسد صوم نہیں ہے۔ انجکشن میں دوا نہ تو بذریعہ منافذ اصلیہ کے اور نہ بذریعہ منافذ عارضیہ کے جوف بطن یا جوف دماغ میں پہنچائی جاتی ہے۔ بلکہ بذریعہ مسامات یا عروق کے دوا پہنچائی جاتی ہے۔ اس لیے انجکشن خواہ رگ کا ہو یا دوسرا مفسد صوم نہیں ہے۔ ضرورت کی حالت میں ہو یا بلاضرورت بہرحال مفسد نہیں ہے۔ اگرچہ بلاضرورت انجکشن لگوانا مکروہ ہو کما علی الخلاف۔ جزئیات فقہیہ درج ذیل ہیں۔ فقال فی الهداية ص ۱۹۷ ولو اكتحل لم يفطر لانه ليس بين العين والدماغ منفذ والدمع يترشح كالعرق والداخل من المسام لاينافي كمالو اغتسل بالماء البارد. وقال برجندي في شرح مختصر الوقايه ص ۲۱۶ او وصل دواء الى جوفه وهو داخل ثقور البدن او دماغه الى ان قال من غير المسام هي المنافذ الضيقة في البدن وهي من عبارات الاطباء اخذت من سم الخياط وهو ثقبه واحترز بذلك اذا مسح ظاهر الجلد بدهن ونحوه ووصل الى الجوف من تلك المنافذ فانه لا يفسد.

وفي جامع الرموز ۱۵۸/۱ او وصل دواء الى جوفه او دماغه وجوف الانسان بطنه من غير المسام فلو وصل شيئ منه الى الجوف لم يفسد بلا خلاف لكن ينبغي ان يكون مكروها على الخلاف قياساً على صب الماء على البدن كمايأتي.

وفي المبسوط للسرخسي ۶۸/۳ فاما الجائفة والآمة اذا داواهما بدواء يابس لم

انجکشن سے روزہ کیوں نہیں ٹوٹتا؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ روزہ انجکشن (ٹیکہ) سے ٹوٹ جاتا ہے یا نہیں اگر ٹوٹتا ہے تو کس لحاظ سے۔

﴿ج﴾

فساد صوم کا دار و مدار کھانے پینے میں اس پر ہے کہ کسی شی کا وصول جوف معدہ و دماغ میں ہو جائے۔ مطلقاً کسی چیز کے جسم کے اندر کرنے سے روزہ فاسد نہیں ہوتا۔ چنانچہ فقہاء کی عبارتوں سے واضح ہے بدائع الصنائع ۹۳/۲ میں ہے۔ واما ما وصل الی الجوف او الی الدماغ من المخارق الاصلية كالانف او الاذن والدبر بان استعط او احتقن او اقطر فی اذنه فوصل الی الجوف او الی الدماغ فسد صومه اما اذا وصل الجوف فلا شک فيه لوجود الاكل من حيث الصورة وكذا اذا وصل الی الدماغ لانه له منفذ الی الجوف فكان بمنزلة... زاوية من زوايا الجوف واما ما وصل الی الجوف او الی الدماغ عن غير الاصلية بان داوی الجائفة او الآمة فان داوی بدواء يابس لا يفسد لانه لم يصل الی الجوف ولا الی الدماغ ولو علم انه وصل يفسد فی قول ابی حنيفة رحمه الله الخ فتاوی قاضیخان اما الحقنة والوجور فلانه وصل الی الجوف ما فيه صلاح البدن وفی القطور والسعوط لانه وصل الی الراس ما فيه صلاح البدن الخ قال فی البحر والتحقيق ان بين جوف الراس وجوف المعدة منفذا اصليا فما وصل الی الجوف الراس وصل الی الجوف البطن الخ۔ نیز ان عبارات سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جوف دماغ اور بطن میں کھلا منفذ (راستہ) ہے کہ جوف دماغ میں پہنچنے سے جوف معدہ میں پہنچ ہی جاتا ہے بلاشبہ گو کہ دماغ ایک زاویہ بطن ہے اس لیے وصول الی الدماغ کی صورت میں فساد ہے ورنہ فی نفسہ مفسد نہیں اور جہاں دواء اندر کرنے سے وصول الی جوف البطن نہیں وہاں فساد صوم نہیں چنانچہ ذکر کے راستہ سے اگر دوائی مثانہ میں بھی پہنچ جائے۔ پھر بھی طرفین کے نزدیک فساد نہیں اس لیے کہ وصول الی معدہ نہیں اسی طرح اگر کوئی انگور وغیرہ ایک تاگے میں باندھ کر نگل جاوے تو معدہ میں پہنچنے سے پہلے کھینچنے سے روزہ فاسد نہیں ہوتا۔ اسی طرح ڈاکٹروں سے تحقیق کرنے سے نیز تجربہ سے یہ بات ثابت ہوئی ہے کہ انجکشن سے دوا جوف عروق میں

پہنچائی جاتی ہے اور خون کی شریانیں اور رگیں ان کا راستہ ہوتے ہیں جوف دماغ اور جوف بطن میں روزنہ سے آتی اور مذکورہ عبارات سے آپ کو معلوم ہوا کہ روزہ کے لیے مفطر کا جوف دماغ یا جوف بدن تک پہنچنا ضروری ہے اس لیے یہ واضح ہوا کہ انجکشن کے ذریعہ جو دوا بدن میں پہنچائی جاتی ہے مفسد صوم نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ نائب مفتی دارالعلوم حقانیہ

الجواب صحیح محمد یوسف عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ ... ۲۲/۸/۱۳۹۷ھ

روزہ کی حالت میں طاقت کا ٹیکہ لگوانا

«سوال»

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ انجکشن (چاہے وہ رگ میں ہو یا عضلات میں، خون کی زیادتی کے لیے ہو یا طاقت کی فراوانی کے لیے) سے روزہ فاسد ہوگا یا نہیں۔ جواب اثبات یا نفی میں مکمل دلائل سے واضح فرمائیں۔

«الجواب»

روزہ کے لیے مفسد وہ چیز ہے جو بذریعہ منافذ اصلیہ (مثلاً ناک، منہ، دبر، قبل، کان) یا منافذ عارضہ (مثلاً جائفہ پیٹ کا وہ گہرا زخم جو اندر جوف دماغ تک پہنچا ہو، آمہ سر کا وہ گہرا زخم جو اندر جوف دماغ تک پہنچے) جوف بطن (حلق سے لے کر دبر تک اس کی چار دیواری کا اندرونی حصہ) یا جوف دماغ تک بعینہٖ پہنچ جائے۔ اگر کوئی چیز ان منافذ کے علاوہ بذریعہ مسامات جوف بطن یا جوف دماغ تک پہنچ جائے تو وہ مفسد صوم نہیں ہے۔ قال في فتح المعين ۱/۳۳۲ ولئن كان هينة فهو من قبيل المسام الذي هو خلل البدن فلا يضره لان المفطر انما هو الداخل من المنافذ ولهذا اتفقوا على ان من اغتسل فوجد برد الماء في باطنه لا يفطره وقال في الفتاوى الهندية ۱/۲۰۳ وما يدخل من مسام البدن من الدهن لا يفطر هكذا في شرح المجمع. المبسوط للسرخسي ۳/۶۷ وان وصل عين الكحل الى باطنه فذالك من قبل المسام لا من قبل المسالك اذ ليس بين العين الى الحلق مسلك فهو نظير الصائم شرع في الماء فيجد برودة الماء في كبده وذالك لا يضره وعلى هذا اذا دهن الصائم شاربه وفي المبسوط ايضاً ۳/۶۸ فاما الجائفة والآمة اذا داواهما بدواء يابس لم يفطره وان بدواء رطب فسد صومه في قول ابي حنيفة رحمه الله تعالى ولم يفسد في قولهما والجائفة اسم لجراحة وصلت البطن والآمة اسم

﴿ج﴾

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ جواب یہ ہے کہ جو چیز بذریعہ منافذ اصلیہ یا منافذ عارضیہ (چنانچہ جائفہ و آمہ) بجوف بطن یا بجوف دماغ رسد آں مفسد صوم است و آں چیزے کہ بذریعہ مسامات و انجکشن و رگ اگر چہ بجوف بطن یا بجوف دماغ رسد مفسد صوم نیست و انجکشن ہم از یں قبیل است چونکہ دوا در عضلہ یا زیر جلد یا در عروق دوا ے کند۔ و دوا از ذریعہ مسامات و عروق شعریہ یا رگ ہا بجوف بطن یا جوف دماغ مے رسد بنا بریں روزہ فاسد نے شود۔ کما قال فی البرجندی شرح مختصر الوقایہ ۲۱۲/۱ او وصل دواء الی جوفہ وھو داخل تجویف البدن او دماغہ الی ان قال من غیر المسام ھی المنافذ الضیقۃ فی البدن وھی من عبارات الاطباء احترز من سم الضباع وھو ثقبۃ واحترز بذلک عما اذا مسح ظاھر الجسد بدھن ونحوہ ووصل الی الجوف من تلک المنافذ فانہ لا یفسد۔ وقال فی فتح المعین علی ملا مسکین ۴۳۳/۱ ولیس کان عینہ لیھو من قبیل المسام الذی ھو خلل البدن فلا یضرہ لان المفطر انما ھو الداخل من المنافذ ولھذا اتفقوا علی ان من اغتسل فوجد برد الماء فی باطنہ لا یفطر اھ وھکذا فی الشامیۃ وغیرھا فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ عبداللطیف غفرلہ معین مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان ۲۰ شوال ۱۳۹۸ھ
الجواب صحیح محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان ۱۳۹۸/۱۰/۲۱ھ

شہوت کے ساتھ انزال کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک شخص روزہ دار ہے وہ اپنی منکوحہ بیوی سے مذاق چھیڑ چھاڑ کرنے لگ جاتا ہے اور مذاق کی نوبت یہاں تک پہنچ جاتی ہے کہ انزال ہو جاتا ہے۔ لیکن دونوں میاں بیوی کے دل میں نہ مجامعت کا خیال ہے اور نہ ہی مجامعت کرتے ہیں اور نہ ہی ایسے اقدام پر عمل کرتے ہیں جسم پوشیدہ ہی ہوتے ہیں۔ اگر انزال شہوت سے ہے تو کیا حکم ہے۔ فقط والسلام۔

حافظ محمد جمیل احمد ... ریاض ... ۱۹۷۶ء

﴿ج﴾

انزال بالشہوۃ سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے۔ ایک روزہ قضا کرنا ہوگا۔ کفارہ لازم نہیں آتا خواہ جسم پوشیدہ ہو یا نہ ہو۔ کفارہ اس وقت ہوگا۔ جب مجامعت ہو اور دخول ہو جاوے۔ بغیر شہوت کے انزال سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔ عورت سے چھیڑ چھاڑ کی صورت میں شہوت ضرور ہوتی ہے۔ واللہ اعلم۔

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

درج ذیل صورت میں صرف قضا ہے یا کفارہ بھی؟

قضا و کفارہ کا ایک ساتھ ہونا ضروری نہیں

کسی کو قرض معاف کرنے سے کفارہ ادا نہیں ہوتا

بوس و کنار کا حکم

﴿سوال﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ زید نے روزہ کی حالت میں اپنی زوجہ کے ساتھ برہنہ حالت میں اپنا عضو مخصوص عورت کے مخصوص جگہ کے ساتھ ملا دیا۔ جس سے زید کو انزال ہو گیا ساتھ ہی عورت کو بھی انزال ہو گیا۔ چونکہ دونوں میاں بیوی روزہ کے ساتھ تھے۔ کیا اس صورت میں دونوں کا روزہ فوت ہو جاتا ہے۔ اگر روزہ فوت ہو گیا تو شرعاً قضا واجب ہے یا کفارہ۔

نمبر۲۔ کیا صرف قضا یا کفارہ یا دونوں ادا کرنا ہونگے۔ نمبر۳۔ اگر قضا نہ رکھ سکے تو کفارہ دے سکتا ہے۔ نمبر۴۔ کفارہ ایک ساتھ ادا کرے یا تھوڑا تھوڑا حیثیت کے مطابق دے سکتا ہے۔ نمبر۵۔ کیا قرض کی معافی کی صورت میں کفارہ ادا ہو سکتا ہے۔ نمبر۶۔ کیا ایک ہی ساتھ کسی حاجت مند کی ضروریات پوری کرنے سے کفارہ ادا ہو سکتا ہے۔ نمبر۷۔ تھوڑا تھوڑا کچھ عرصہ تک دیتا رہے تو کوئی حرج تو نہیں ہے۔ نمبر۸۔ کیا اپنی عورت کے ساتھ روزہ کی حالت میں پیار و محبت کرنا بوسہ لینا وغیرہ۔ اس سے روزہ میں تو فرق نہیں پڑتا۔ نمبر۹۔ کیا ناک میں پھنسی کی وجہ سے تھوڑا سا تیل پھنسی پر لگانے سے روزہ میں تو فرق نہیں پڑتا۔

﴿الجواب﴾

اگر حشفہ قبل عورت میں غائب ہو گیا ہے تو کفارہ اور قضا دونوں لازم ہیں۔ ورنہ صرف قضا لازم ہے۔ کما فی الدر ۲/۱۰۶ شامی۔ وان جامع المکلف آدمیا مشتہی فی رمضان اداء او جومع و توارت الحشفۃ فی احد السبیلین قضی و کفر الخ۔ اور قضا کفارہ کا ایک ساتھ ہونا ضروری نہیں۔ نمبر۵ زبانی دریافت کر لیں۔ نمبر۶۔ اس سے کفارہ ادا نہ ہوگا۔ نمبر۷۔ زبانی دریافت کر لیں۔ نمبر۸۔ لپٹنے چمٹنے اور پیار و محبت اور بوسہ لینے میں تو کوئی حرج نہیں البتہ اگر اس طرح پر عمل کرنے سے انزال ہو گیا۔ تو روزہ جاتا رہیگا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

بندہ [illegible] مدرسہ عربیہ [illegible] ملتان [illegible] ۱۳۹۰ھ

بھول کر ہم بستر ہونا؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ جس طرح بھول کر کھانے پینے سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔ کیا اسی طرح بھول کر جماع کرنے سے بھی روزہ نہیں ٹوٹتا۔

﴿ج﴾

فی الفتاویٰ الہندیہ ج ۱ ص ۲۰۲ اذا اکل الصائم او شرب او جامع ناسیاً لم یفطر ولا فرق بین الفرض والنفل۔ روایت بالا سے معلوم ہوا کہ بھول کر جماع کرنے سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

الجواب صحیح محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

مشت زنی سے قضا لازم ہے کفارہ نہیں

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ زید ماہ صیام میں روزہ کی حالت میں ارادۃً مختلف چار ایام میں چار مرتبہ مشت زنی کا مرتکب ہوا ہے۔ اور روزے شرع زید پر قضا لازم آتی ہے یا کفارہ بھی۔ کفارہ ایک ہی ہوگا یا روزوں کا جدا جدا؟

﴿ج﴾

واضح رہے کہ مشت زنی حرام ہے اور روزہ میں اس فعل کی وجہ سے قضا واجب ہے۔ کفارہ لازم نہیں۔ چار روزوں کی قضا لازم ہے۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان ۲۵ شوال ۱۳۹۵ھ

روزہ کی حالت میں مجامعت کے جواز کا فتویٰ دینے والے کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک شخص سے کسی عالم سے مسئلہ پوچھا گیا کہ ماہ رمضان شریف میں جبکہ ہر دو فریق روزہ دار ہوں۔ کیا مجامعت کر سکتے ہیں یا نہیں۔ مذکورہ شخص نے جواب دیا کہ ہر دو فریق روزہ

روزہ باقی رہتا ہے۔ درست ہے۔ پھر اس شخص کے حق میں تین گواہان نے مسجد میں داخل ہو کر اقرار کیا ہے کہ ہم نے یہی الفاظ مذکور شخص سے صحیح طور پر سنے ہیں۔ شرع کے اندر مذکور شخص پر کیا تعزیر ہے۔ مذکور شخص مولوی عطا محمد ولد غلام محمد قوم امیر اسا کن پنڈ والہ ضلع جھنگ کا امام مسجد ہے۔ گواہان کے نام ہو غیرہ دیئے ہیں۔

﴿ج﴾

بسم اللہ الرحمن الرحیم واضح رہے کہ روزہ دار کے لیے مجامعت نص قرآنی سے حرام ہے۔ **قال تعالیٰ احل لکم لیلة الصیام الرفث الی نسائکم الی ان قال فالئن باشروھن وابتغوا ما کتب اللہ لکم وکلوا واشربوا حتی یتبین لکم الخیط الابیض من الخیط الاسود من الفجر ثم اتموا الصیام الی اللیل** الآیۃ اور اس سے روزہ فاسد ہو جاتا ہے۔ قضا اور کفارہ لازم آتا ہے۔ جیسا کہ حدیثوں سے ثابت ہے اور ائمہ مجتہدین کا اس پر اتفاق ہے۔ ہو سکتا ہے مولوی صاحب نے کچھ اور کہا ہو۔ آخر ایک عالم دین کیسے ایسی غلط بات کہہ سکتا ہے۔ بالفرض اگر اس نے ایسا غلط مسئلہ بیان کیا ہو۔ تو جہالت کی بنا پر کہا ہوگا۔ تو بہ کر لینی ضروری ہے۔ ایک ایسے واضح مسئلہ سے ایک مسلمان کا ناواقف رہنا بڑا گناہ ہے۔ اللہ بچائے۔ اگر مولوی صاحب مذکور کو مسئلہ مذکورہ باقاعدہ طور پر بتا دیا جائے۔ اور سمجھایا جائے۔ اور پھر بھی وہ انکار کرے۔ اور روزہ دار کے لیے مجامعت جائز قرار دیوے۔ تب اندیشہ کفر ہے۔ کیونکہ فرائض قرآنی کا انکار لازم آ رہا ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ عبداللطیف غفرلہ معین مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان ۲۰ ذی قعدہ ۱۳۸۵ھ
الجواب صحیح محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

جس عورت سے زبردستی ہم بستری کی جائے اس پر کفارہ نہیں ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک شخص حالت صوم میں اپنی بیوی سے زبردستی جماع کر لیتا ہے۔ کفارہ کی صورت میں دونوں پر کفارہ آئیگا یا ایک پر۔

﴿ج﴾

اگر عورت کے ساتھ خاوند نے زبردستی کر کے جماع کیا ہے۔ تو عورت پر کفارہ نہیں ہوگا۔ صرف ایک روزہ قضا کرے گی۔ کما فی العالمگیریہ ج ۱ ص ۲۰۶ **وعلی المرأة مثل ما علی الرجل ان کانت مطاوعة وان کانت مکرھة فعلیھا القضاء دون الکفارة۔ فقط واللہ اعلم۔**

بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ نائب مفتی ۱۹۸۰/۶/۲۶ء

دو رمضان میں دو روزے ضائع کرنے سے ایک کفارہ کافی ہے یا دو کفارے ہوں گے؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ زید سے رمضان المبارک میں بسبب جماع روزہ فاسد ہو گیا پھر دوسرے رمضان میں بھی اسی سبب سے روزہ فاسد ہو گیا ہے۔ تو اس نے فتاویٰ رشیدیہ دیکھ کر کفارہ ادا کر دیا ہے۔ اس میں لکھا تھا۔ دو رمضان المبارک میں دو روزے فاسد ہو گئے۔ تو کفارہ ایک ہی کافی ہے۔ پھر بہشتی زیور کا مطالعہ کیا تو لکھا تھا۔ اگر جماع کی صورت میں فاسد ہوئے ہیں۔ تو کفارے دو۔ اگر کسی اور وجہ سے تھی رمضان میں بھی فاسد ہو جائیں کفارہ ایک ہے۔ اب زید نے دونوں کفارے ادا کر دیے لیکن تعیین نہیں کی۔ کیا اس صورت میں کفارے ادا ہو جائیں گے۔ بینوا توجروا۔

﴿ج﴾

دونوں کفارے ادا ہو گئے۔ اگرچہ تعیین نہیں کی ہے۔ قال فی الہدایۃ ج ۱ ص ۲۱۹ والکفارۃ مثل کفارۃ الظہار الخ۔ وایضا فی الہدایۃ ص ۳۱۹ ومن وجبت علیہ کفارۃ ظہار فاعتق رقبتین لا ینوی عن احدھما بعینہا جاز عنہما وکذا اذا صام اربعۃ اشہر او اطعم مائۃ وعشرین مسکینا جاز لان الجنس متحد فلا حاجۃ الی نیۃ معینۃ الخ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان ۱۳ ذی قعدہ ۱۳۹۵ھ

روزہ کن چیزوں سے ٹوٹتا ہے؟

روزہ ٹوٹ جانے کی صورت میں دن کا بقیہ حصہ کس طرح گزارا جائے؟

نماز تراویح، تہجد، صلوٰۃ تسبیح سنت ہیں یا نفل؟

﴿س﴾

روزہ کن چیزوں سے ٹوٹتا ہے، نیز کفارہ کی تفصیل بیان فرما دیں۔
روزہ ٹوٹ جانے کی صورت میں باقی دن کس طرح رہنا چاہیے۔
نماز تراویح، چاشت، تہجد، صلوٰۃ تسبیح سنت ہیں یا نفل۔

سائل شاہ احمد خان گلشن کالونی نزد بچہ بہاولپور ملتان

﴿ج﴾

قصداً کھانے پینے اور جماع کرنے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے۔ اس صورت میں قضا، کفارہ دونوں لازم ہو جاتے ہیں اور غلطی سے کھالیا یا پانی لیا (جیسے کلی کرتے ہوئے پانی گلے سے اتر جائے) تو روزہ ٹوٹ جانے کا صرف قضا لازم ہوگی کفارہ نہیں ہوگا اور بھول کر کھانے پینے سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔ تراویح سنت مؤکدہ ہے اور تہجد بعض کے نزدیک سنت مؤکدہ ہے اور بعض فقہاء کے نزدیک مستحب ہے۔ چاشت اور صلوٰۃ تسبیح مستحب ہیں۔

محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ ۱۹ رمضان ۱۳۹۳ھ

صدقہ فطر سرکاری ریٹ کے اعتبار سے دیا جائے یا رائج فی العلاقہ کے اعتبار سے؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین مندرجہ ذیل مسئلہ کے بارے میں

کیا صدقہ فطر سرکاری مروجہ نرخ کے مطابق ادا کیا جاسکتا ہے۔ بینوا توجروا۔

﴿ج﴾

سرکاری قیمت کے مطابق اگر صدقہ فطر ادا کیا گیا ہے تو واجب ادا ہوگیا ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان ۳۰ شوال ۱۳۹۹ھ

صدقۃ الفطر کی صحیح مقدار کیا ہے؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ صدقہ فطر کے متعلق بہت سے اختلافات ہیں کوئی دو سیر انگریزی مروجہ کوئی اونچے عربی دو سیر انگریزی اور کئی پونے دو سیر چھٹانک بتاتے ہیں۔ لہٰذا مودبانہ گزارش ہے کہ اختلاف مذاہب اور صحیح صدقہ فطر کی وضاحت فرما کر ممنون فرمادیں۔

﴿ج﴾

صدقہ فطر عربی صاع کے اعتبار سے آدھا صاع گندم ہے اور صاع چار مد کا اور مد دو رطل کا اور ایک رطل دو سو ساٹھ درہم کا ہوتا ہے۔ اس حساب سے پورا صاع ایک ہزار چالیس درہم کا ہوتا ہے۔ اور نصف صاع پانچ سو بیس درہم کا ہوتا ہے۔ اسی طرح شامی میں مذکور ہے اور فتاویٰ رشیدیہ میں ایک درہم کو تین ماشہ ۱/۵ رتی کے فرمایا

گئے ہوں۔ اور کوئی وصیت بھی نہ کی ہو۔ مگر اس کے ورثاء اس کے قضا کردہ روزوں اور نمازوں کا کفارہ ادا کریں تو کیا شرعاً ادا ہو جائے گا۔ اور ہر ایک روزہ اور نماز کے لیے کتنی مقدار گندم یا اس کی رقم ادا کرنی ہوگی۔ بینوا توجروا۔

﴿ج﴾

اگر میت نے وصیت نہیں کی تو اس کی طرف سے ورثاء پر فدیہ دینا لازم نہیں۔ لیکن اگر بالغ ورثاء اپنی خوشی سے اپنی جائیداد میں سے میت کی طرف سے فدیہ دیدیں تو اللہ تعالیٰ کے وسیع فضل و کرم سے عفو کی امید ہے۔ فدیہ ہر نماز اور روزہ کا پونے دو سیر (اسی تولہ کے سیر کے حساب) گندم یا اس کی قیمت مستحق زکوٰۃ کو دے دیں۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان ۱۹۷۱/۱/۲۸ء

جس شخص کے لیے کوئی کھانا پکانے والا نہ ہو کیا وہ فدیہ دے سکتا ہے؟
عیدگاہ کی زمین پر مسجد بنانا جائز نہیں ٭ جھوٹ بولنے والے کی امامت
ایک مسجد کا سامان یا چندہ دوسری مسجد میں خرچ کرنا

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علمائے دین دریں مسئلہ کہ ایک شخص بوڑھا ہے۔ اس کا کوئی کھانا پکانے والا نہیں ہے۔ اس نے روزہ رکھوانے کے لیے ۶۰ روپے فی رمضان کا فدیہ دیا ہے۔

نمبر۲۔ جو شخص امام ہو اور وعدہ خلافی کرتا ہے جھوٹ بولتا ہے۔ کیا اس کی امامت درست ہے۔

نمبر۳۔ ایک آدمی پارٹی بندی کرتے مسجد کا چندہ خود بھی بند کرے اور پارٹی سے بھی بند کروائے۔

نمبر۴۔ ایک عیدگاہ کے پاس اگر چھوٹی مسجد بنائی جائے تو یہ مسجد یہودیوں کی تصور ہوگی۔ کسی عالم نے کہا ہے حالانکہ مسلمانوں کی زمین میں اجازت سے بنائی جائے گی۔

نمبر۵۔ کیا ایک مسجد کا سامان یا رقم دوسری مسجد میں خرچ کرنا یا عیدگاہ کی رقم پر مسجد اور مسجد کی رقم عیدگاہ میں صرف کرنا جائز ہے یا نہ؟

﴿ج﴾

۱۔ اگر وہ روزہ رکھ سکتا ہے تو فدیہ دینا صحیح نہیں۔ یہ عذر درست نہیں کہ کھانا پکانے والا کوئی نہیں۔ اگر نہیں۔

تو زندہ کیسے ہے اور کہاں سے کھاتا پیتا ہے۔

۲۔ اس کی امامت مکروہ تحریمی ہے۔

۳۔ سوال نمبر ۳ صحیح ہے۔

۴۔ عیدگاہ کی زمین پر مسجد تعمیر نہ کی جاوے۔ کسی کی مملوکہ زمین پر مالک کی اجازت کے ساتھ مسجد تعمیر کرنا درست ہے۔

۵۔ ایک مسجد کا چندہ دوسری مسجد میں صرف کرنا درست نہیں۔ اسی طرح مسجد اور عیدگاہ بھی الگ مدات ہیں۔ ایک کا چندہ دوسری مد میں صرف کرنا درست نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان [illegible]

جو شخص سال کے کسی بھی موسم میں روزہ نہ رکھ سکے وہ معذور ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک بوڑھی عورت نے علاج کروانے کی وجہ سے روزے نہیں رکھے لیکن اب وہ بڑھاپے کی وجہ سے روزے رکھنے سے قاصر ہے۔ اگر وہ ایک دن کا روزہ رکھتی ہے تو تین چار دن بیمار پڑ جاتی ہے۔ تو اس عورت پر روزوں کی قضا ضروری ہے۔ یا ان روزوں کے لیے صدقہ بھی کر سکتی ہے۔ اور اگر وہ صدقہ کر سکتی ہے۔ تو فی روزہ کتنا صدقہ ادا کرے۔

﴿ج﴾

ایسی بوڑھی عورت کے لیے جو سال کے کسی موسم میں روزہ رکھنے پر قادر نہ ہو اور ہمیشہ رمضان شریف کے روزے رکھنے یا قضا کرنے سے تین چار دن بیمار پڑ جاتی ہو اور کسی طرح روزہ نہ رکھ سکتی ہو۔ اور صحت سے نا امید ہو چکی ہو۔ فدیہ دینا فقہاء نے جائز لکھا ہے۔ قال في الدر المختار وللشيخ الفاني العاجز عن الصوم الفطر ويفدي. وفي الشامية تحت قوله (وللشيخ الفاني) اي الذي فنيت قوته او اشرف على الفناء ولذا عرفوه بانه الذي كل يوم في نقص الى ان يموت نهر

ومثله ما في القهستاني عن الكرماني المريض اذا تحقق اليأس من الصحة فعليه الفدية لكل يوم من المرض (رد المحتار فصل في العوارض المبيحة ۲/[illegible])

ایک روزہ کا فدیہ اسی تولے کے سیر کے حساب سے پونے دو سیر گندم ہے یا اس کی قیمت [illegible] اگر "جو" سے ادا کرے تو ایک روزہ کا ساڑھے تین سیر فدیہ ادا کرنا واجب ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان [illegible]

جس کو روزہ رکھنے سے نقصان ہوتا ہو اسے فدیہ دینا چاہیے

مجہول نیت سے قضاء روزے رکھنا

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین دریں مسئلہ کہ زید کی عمر اس وقت ۴۳ سال ہے۔ ۵ سال قبل سے معدہ میں تیزابیت کے بڑھ جانے کا مرض ہوا۔ جس کا مختلف طرح سے علاج کیا گیا۔ آخر اس پر قابو پانے کی یہی صورت بن گئی کہ ہر ۳ گھنٹے کے بعد کچھ نہ کچھ کھایا جائے۔ اس لیے رمضان کے روزے نہ رکھے جاسکے۔ ۲ سال بعد تجربہ کے طور پر ایک دن روزہ رکھا۔ تو عصر کے وقت طبیعت بہت خراب ہوگئی۔ اور اگلے دن روزہ نہ رکھ سکا۔ پھر ایک انگریزی نئی دوا کا مکمل کورس استعمال کیا جس سے کافی افاقہ ہوا۔ چنانچہ افطاری سے سحری تک میں اس دوا کا استعمال کر کے گزشتہ سال کے تمام روزے رکھ لیے۔ لیکن ماہرین نے بتایا کہ اس دوا کو زندگی میں صرف ایک بار استعمال کرنا چاہیے۔ بار بار کا استعمال معدہ کے لیے نقصان دہ ہے۔

ا۔ اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ ۴ سال کے روزے رہ گئے ہیں کیا ان روزوں کے بدلہ فدیہ ادا کر دیا جائے۔ یا سردی کے چھوٹے دنوں میں یہی روزے رکھنے کی کوشش کی جائے۔

ب۔ گزشتہ سال قضاء روزوں کی نیت سے سردی کے دنوں میں گیارہ روزے رکھے تھے۔ لیکن انھیں متعین نہیں کیا تھا کہ یہ کس سال کا روزہ ہے۔ صرف قضاء روزہ کی نیت کی تھی۔ تو کیا اس نیت سے قضاء روزے ہوگئے یا نہیں

﴿ج﴾

ا۔ متفرق دنوں میں روزہ رکھ کر دیکھ لیں۔ اگر روزے رکھے جائیں تو بہتر ہے فدیہ صرف اس وقت دیا جاسکتا ہے جب کہ روزہ رکھنے سے بالکل معذوری ہو۔

ب۔ روزے قضاء کے شمار ہوں گے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

[illegible]

مرض الموت کے روزوں اور نمازوں کی قضاء اور فدیہ کا حکم؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک آدمی کو فالج کی بیماری ہوگئی۔ پہلے اس کا ایک حصہ مفلوج ہوا۔

﴿ج﴾

صورت مسئولہ میں صبح صادق ہونے کی تحقیق کریں کہ جس وقت آپ پانی پی رہے تھے۔ اس وقت گھڑی پر کیا وقت تھا اور اپنی گھڑی آگے پیچھے ہونے کی بھی تحقیق کریں۔ پھر اس وقت دوسرے دن صبح ہوتے خود دیکھ لیں۔ یا کسی دوسرے آدمی سے معلوم کر والیں۔ جو سحری کے ختم ہونے کا وقت یعنی صبح صادق ہو جاتا ہو۔ اگر تحقیق سے ہو جائے کہ صبح ہو چکی تھی۔ جب پانی پی رہا تھا۔ تو ایک روزہ قضا رکھنا ہوگا۔ اور آج کا روزہ بعد میں رکھنا ہوگا۔ اور اگر تحقیق سے ہو جائے کہ اس وقت صبح نہیں ہوئی تھی۔ تو پھر یہ روزہ صحیح ہوگا۔ اور قضا روزہ نہیں رکھنا ہوگا۔ نیز محض اذان ہونے پر صبح ہونے کا دار و مدار نہیں ہے۔ بلکہ مشرق کی جانب آسمان کا جو زمین کے ساتھ کنارہ لگتا ہے۔ وہاں شمالاً جنوباً سفیدی نمودار ہو جانے سے صبح کا وقت ہو جاتا ہے۔ اور سحری کھانے کا وقت ختم ہو جاتا ہے۔ کیونکہ اذان اصل حد صبح سے پیچھے دے دیتے ہیں یا احتمال ہے کہ مؤذن کو غلطی بھی لگ سکتی ہے۔ آپ یا کسی اور جاننے والے کی تحقیق پر دار و مدار ہے۔ جسے گمان غالب ہو جائے۔ اس کے مطابق عمل ہوگا۔ اور آج کا روزہ ہر حال میں رکھنا لازم ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

بندہ احمد عفا اللہ عنہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

سائرن بجتے وقت جو اذانیں دی جاتی ہیں وہ وقت میں ہوتی ہیں یا وقت سے پہلے؟
تراویح میں ختم قرآن کا مسنون طریقہ اور حفاظ کا رد عمل

﴿س﴾

(۱) رمضان المبارک میں اختتام سحری علامات کے طور پر سائرن بجانا سیٹیاں اور چھوڑنا اذان پڑھنا درست ہے یا نہیں اور کیا یہ اذان مسنون ہے یا غیر مسنون۔ یہ اذان صبح صادق کے تمام ہونے پر پڑھی جائے دلائل سے وضاحت فرمادیں۔ سوال نمبر ۲۔ نماز تراویح میں قرآن شریف ختم کرنے کا مسنون طریقہ کیا ہے کیونکہ بعض حفاظ اس طرح ختم کرتے ہیں کہ ختم کے دن تراویح کے آخری شفعہ (۱۹، ۲۰ رکعت) کی پہلی رکعت میں سورت فلق تک کر لیتے ہیں پھر دوسری رکعت میں بعد سورۃ فاتحہ سورۃ الناس پڑھ کر پھر ابتداء سے فاتحہ دوبارہ پڑھ کر چند آیتیں سورۃ بقرہ کی ملا کر شفعہ پورا کرتے ہیں۔ حالانکہ کتب فقہ میں موجود ہے کہ تقدیم و تاخیر کرنے سے کراہیت پائی جاتی ہے۔ بعض حفاظ کا یہ طریقہ ہے کہ اٹھارہ ویں رکعت میں سورۃ الناس پڑھ کر قرآن پورا کر لیتے ہیں پھر آخری شفعہ (یعنی ۱۹-۲۰ رکعت) کی پہلی رکعت میں بعد فاتحہ چند آیتیں سورۃ بقرہ پڑھ کر رکعت کرتے ہیں۔ دوسری رکعت میں کوئی

سورۃ ملا کر نماز پوری کر لیتے ہیں۔ اس طریقہ میں مقدم و مؤخر سورۃ کا شبہ نہیں رہتا۔ مذکورہ ہر دو طریقوں میں سے کونسا طریقہ مسنون اور افضل ہے اور اگر دونوں طریقے خلاف سنت ہیں۔ تو پھر مسنون طریقہ ختم قرآن کا بیان فرما کر عنداللہ ماجور ہوں۔

سائل صادق حسین مدرسہ العلوم الشرعیہ ... جھنگ صدر ۔ ۱۰ شعبان ۱۳۹۳ھ

﴿ج﴾

اختتام سحر پر علامت کے طور پر سائرن، نقارہ بجانا یا گولا چھوڑنا جائز ہیں۔ کسی نے ان پر انکار نہیں کیا۔ بلکہ اس کے اہتمام کرنے والے کو ثواب ملے گا۔ کیونکہ بہت سے لوگ اس سے نفع اٹھا لیتے ہیں۔ اور بعض مواقع خیر میں جیسا کہ جہاد کے لیے طبل غزاۃ کا ثبوت ہے اور اذان اگر اس طریقہ پر دی جائے جیسا کہ احادیث میں ثبوت ہے۔ (یعنی دو اذانیں دی جائیں۔ ایک اذان صبح صادق سے پہلے دی جائے کہ صبح صادق کو کچھ وقت رہتا ہو کہ سوئے ہوئے جلدی اٹھ کے کھا پی لیں۔ اور تہجد پڑھنے والے جلدی سحری کے لیے لوٹ جائیں کہ اب صبح صادق کا وقت قریب ہوگیا ہے۔ اور صبح صادق تام ہونے پر دوسری اذان دی جائے لحدیث الصحیحین ان بلالاً یؤذن بلیل فکلوا واشربوا حتی یؤذن ابن ام مکتوم ولقوله علیه السلام لا یمنعکم من سحورکم اذان بلال فانه یؤذن لیوقظ نائمکم ویرجع قائمکم) تو مستحب کا ثواب ملے گا۔ لیکن اگر ایک ہی اذان دیں تو صبح صادق تام ہونے پر دی جائے کیونکہ اگر اذان کے کچھ کلمات صبح صادق سے پہلے ہو جائیں اور کچھ بعد میں تو اعادہ لازم ہوگا۔ اور معلوم کر دیا واجب اذان جو کہ وقت کے دخول کے بعد ہے۔ ادا نہ ہوگی۔ درمختار بحاشیہ رد المحتار ج ۱ ص ۲۸۴ فیعاد اذان وقع بعضه قبله کالاقامة الخ فتح القدیر ج ۱ ص ۲۲۷ قوله (ولا یؤذن للصلوة قبل دخول وقتها) ویکره ذالک ویعاد الخ وفي البحر ج ۱ ص ۲۷۷ فلو وقع بعض کلمات الاذان قبل الوقت وبعضها فی الوقت فینبغی ان لا یصح وعلیه استیناف الاذان کله الخ لیکن آج کل عام لوگ دین کے معاملہ میں جاہل غافل ہیں اور پھر شہروں میں کئی اذانیں ہوتی ہیں۔ اس لیے سحری کے لیے اذان دینے سے لوگوں کے روزے خراب ہو جائیں گے۔ کہ پہلی اور پچھلی کا انہیں علم نہیں ہوگا اور جیسے اذان بلال اور ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہما میں صحابہ امتیاز کرتے تھے وہ امتیاز لوگوں پر آج کل مشکل ہے۔ لہٰذا ایک ہی بار اذان صبح صادق ہونے پر دی جائے۔ (۲) دونوں طریقے جائز ہیں کیونکہ نوافل میں توسع ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

بندہ محمد عفا اللہ عنہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

بغیر شرط کے اگر کسی حافظ کی خدمت کی جائے اس کے پیچھے تراویح پڑھنا

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ موجودہ حفاظ صاحبان زبانی فرماتے ہیں کہ ہم اللہ واسطے رمضان شریف میں تراویح پڑھائیں گے اور جو خدمت عوام اللہ واسطے کریں گے ہمیں منظور ہے کیا یہ طریقہ اجرت میں شامل تو نہیں ہے۔ کیا ایسے حفاظ کے پیچھے تراویح پڑھنا درست ہے۔ یہی رواج تمام علاقوں میں ہے۔ بینوا توجروا۔

﴿ج﴾

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ ایسے حفاظ کرام کو کچھ دینا اور ان کے لیے لینا دونوں ناجائز ہیں۔ فتاویٰ رشیدیہ ص ۳۴۴ پر ہے۔ اگر حافظ کے دل میں لینے کا خیال نہ تھا اور پھر کسی نے دیا تو درست اور جواب رواج وغیرہ سے دیتے ہیں۔ حافظ بھی لینے کے خیال سے پڑھتا ہے۔ اگرچہ زبان سے کچھ نہیں کہتا تو درست نہیں فقط۔ لہٰذا ایسے حفاظ کے پیچھے تراویح نہ پڑھی جائے۔ کذا فی الفتاویٰ الرشیدیہ ص ۳۴۴ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ عبد اللطیف غفر لہ معین مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان ۱۱ شوال ۱۳۹۷ھ

الجواب صحیح محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان ۱۲-۱۰-۱۳۹۷ھ

ختم قرآن پر مشروط یا غیر مشروط طور پر اجرت لینا

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ (ا) زید رمضان میں تراویح کے اندر قرآن سناتا ہے اور لوگوں سے پہلے رقم کھانے وغیرہ کے متعلق وعدہ لیتا ہے۔ مثلاً ۵۰ یا ۱۰۰ یا ۲۰۰ روپیہ وصول کروں گا۔ اور روٹی اس طرح کی لوں گا۔ (ب) بکر قرآن سناتا ہے اور لوگوں سے کوئی وعدہ نہیں لیتا۔ مگر دل میں خیال ضرور ہوتا ہے کہ کوئی اچھی جگہ ہو کہ قرآن سناؤں غریب طالب علم ہوں مگر زبان سے کچھ نہیں کہتا ہے۔ بعد از قرآن شریف رقم اچھی ملی تو خوش ہوا اور نہ تو دل میں ملال پیدا ہوا۔ (ج) عمر بھی سناتا ہے۔ اور دل میں محض رضائے الٰہی مقصود ہے۔ حتیٰ کہ روٹی بھی دوسرے سے گوارا نہیں کرتا ہے مگر لوگ مجبور کرتے ہیں اور بعد از ختم قرآن شریف کچھ نہیں لیتا اور لینے کو اچھا نہیں سمجھتا مگر لوگ مجبور کرتے ہیں تو روپیہ لنگی وغیرہ دیتے ہیں۔ ان تینوں حافظوں کے پیچھے نماز کا اور دینے کا ازروئے شرع کیا حکم ہے۔ بینوا توجروا۔

﴿ج﴾

عبادت پر اجرت لینا حرام ہے۔ لینے دینے والے دونوں گنہگار ہوتے ہیں اگر اجرت طے نہ کی جائے تو اجارہ مجہول کا فساد لازم ہے اور چونکہ اس کا رواج پڑا ہوا ہے۔ کہ اجرت پر ہی لوگ پڑھتے اور لوگ برابر دیتے ہیں وہاں بغیر طے کیے بھی شرط طے کرنے کے ہی ہوگا بقاعدہ المعروف کالمشروط۔ وہ بھی گناہ میں ہے۔ اگر اس سے پہلے تعلقات ہیں کہ کھانا وغیرہ ایک دوسرے کے یہاں کھاتے ہیں تو مضائقہ نہیں ورنہ وہ بھی نکی ہے۔ رقم جو دستار کی تو اس کے سوا کچھ نہیں ہو سکتا اس لیے یہ سب ناجائز ہے۔ مفتی جمیل احمد جامعہ اشرفیہ نیلا گنبد لاہور۔ تائید۔ مولانا جمیل احمد صاحب کے جواب کے ساتھ پورا اتفاق ہے۔ رسم المفتی ہو خود علامہ ابن عابدین شامی میں تصریح موجود ہے کہ تلاوت قرآن پر پیسے لینا ہرگز جائز نہیں ہے۔ اور اسے تعلیم قرآن پر قیاس نہیں کیا جا سکتا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

الجواب صحیح عبداللہ عفا اللہ عنہ

شک کے دن روزہ رکھنے کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء اسلام اس مسئلہ میں کہ یوم شک کے روزے کا کیا حکم ہے۔ کہ ہم عوام کو فرض کہہ دیں یا نفل۔ نمبر۲۔ ایک آدمی عشاء کی نماز فرض امام سے رہ جاتا ہے اور تراویح کے لیے پہنچ جاتا ہے۔ یہ آدمی وتر امام کے ساتھ ادا کرے یا الگ اس کا کیا حکم ہے بینوا توجروا۔

﴿ج﴾

عوام یوم شک میں سرے سے روزہ رکھیں ہی نہیں۔ نہ فرض رکھیں کیونکہ فرض روزہ کا ثبوت نہیں اور نہ نفل رکھیں کیونکہ نفل کی نیت صحیح نہیں کر سکتے۔ بلکہ نفلی روزہ رکھنے میں بھی ایسی ہی نیت میں آتا ہے۔ کہ اگر رمضان ہوا تو رمضان سے ہو جائے گا۔ ورنہ نفل رہے گا اور یہ مکروہ ہے درمختار ص ۳۸۰ ج ۲ میں ہے۔ ویصوم فیہ الخواص ويفطر غيرهم الى قوله ويصير صائماً مع الكراهة. لورود النهي وصفه بان نوى ان كان من رمضان فعنه والا فعن واجب آخر وكذا يكره لو قال انا صائم ان كان من رمضان والا فعن نفل لتردده بين مكروهين او مكروه وغير مكروه الخ فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

نمبر۲۔ مذکور شخص جو فرضوں کی جماعت سے رہ گیا ہو اور علیحدہ فرض ادا کر لیے ہوں۔ وتر جماعت سے امام کے ساتھ ادا کرے اور علیحدہ پڑھنے میں بھی کوئی قباحت نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

نائب مفتی ... مدرسہ قاسم العلوم ملتان ۲ رمضان ۱۳۹۶ھ

چھوٹی سورتوں سے تراویح پڑھانے والے کو کپڑے یا رقم دینا

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں مفتیان عظام دریں صورت کہ رمضان شریف میں قرآن سنانے والے یا الم تر سے تراویح پڑھنے والے کو رقم یا کپڑے دینا جائز ہے یا نہیں۔ اور مطلق ختم قرآن پر رقم وغیرہ لینے کا کیا حکم ہے۔

﴿ج﴾

رمضان شریف میں قرآن مجید سنانے والے کو رقم یا کپڑے دینا جائز نہیں۔ فقط واللہ اعلم۔

بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان ۲ شعبان ۱۳۹۶ھ

ختم کی رات حافظ صاحب کو رقم نہیں لینی چاہیے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ رمضان المبارک میں حافظ صاحب جو قرآن تراویح میں سناتے ہیں۔ اور لوگ ختم کی رات جو رقم ان کو دیتے ہیں۔ از روئے شریعت ان کے لیے یہ رقم لینا جائز ہے یا نہ۔ بینوا توجروا۔

﴿ج﴾

ختم قرآن کی رات جو رقم حافظ صاحب کو دی جاتی ہے۔ حافظ صاحب کو چاہیے کہ وہ رقم نہ لے۔ فقط واللہ اعلم۔

بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان ۲۳ شوال ۱۳۹۹ھ

مشروط یا غیر مشروط رقم ختم قرآن پر لینا جائز نہیں ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ اجرت پر تراویح و تلاوت قرآن مجید در تراویح میں مشروط یا غیر مشروط طور پر لینا جیسا کہ ہمارے ضلع ڈیرہ غازی خان کے حفاظ کرام کثیر رقم کے بدلے ملتان یا سندھ وغیرہ کا سفر کرتے ہیں۔ یہ کرنا جائز ہے یا ناجائز۔ بینوا توجروا۔

﴿ج﴾

صورت مسئولہ میں تراویح میں قرآن پاک سنانے پر اجرت لینا جائز نہیں۔ اور اس میں کوئی ثواب نہیں۔

رہتے۔ بلکہ نماز سے فارغ بیٹھے رہتے ہیں۔ آہستہ یا بلند آواز سے گفتگو میں مصروف رہتے ہیں۔ جب حافظ بھول جاتا ہے۔ تو فوراً کوئی حافظ شور کر نیت باندھ کر اس آیت کو دوبارہ پڑھ دیتا ہے اور غلطی کی اصلاح کر کے نماز دوبارہ توڑ کر بیٹھ جاتا ہے۔ صرف غلطی کی اصلاح کے لیے نفل کی نیت باندھنا اور پھر بلا عذر نفل کا توڑنا جائز نہیں۔ پھر اس باطل کردہ نفل کی قضا بھی کرتے ہوں گے۔ یا نہ؟ جو لوگ مسجد یا کسی مسجد میں جمع ہوتے ہیں۔ اور قرآن سننے کے لیے ہی جمع ہوتے ہیں۔ ان پر ضروری ہے کہ وہ قرآن کے سننے کے آداب کو ملحوظ رکھیں۔ لیکن عام طور پر اس کا لحاظ نہیں رکھا جاتا۔ جو لوگ قرآن سننے کے لیے جمع نہیں ہوتے بلکہ اپنے گھروں میں رہتے ہیں اور قرآن سننے کا ارادہ نہیں رکھتے۔ ان کو لاؤڈ سپیکر کے ذریعہ بزور قرآن مجید سنایا جاتا ہے۔ اور وہ لوگ آداب قرآن کو ملحوظ نہیں رکھتے۔ تو اس کا گناہ سننے والوں پر نہیں بلکہ سنانے والوں پر ہوتا ہے۔ قال فی الهندیة رجل یکتب الفقه وبجنبه رجل یقرأ القرآن فلا یمکنه استماع القرآن فالاثم علی القاری وعلی هذا لو قرؤا علی السطح فی اللیل جهرا والناس نیام یاثم. بہر حال بنظر انصاف مشاہدہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ مفاسد غالب ہیں۔ اور عادۃً شکل لازم کے ہو گئے ہیں۔ لہٰذا ان مفاسد کی وجہ سے مروجہ شبینہ سے منع کرنا ہی لازم ہے اور اسی پر فتویٰ دینا چاہیے۔ قال فی رد المحتار ص ۵۷۷ ج ۱ فی بحث سجدة الشکر لان العامة الجهلة یعتقدونها سنة او واجبة وکل مباح یؤدی الیه فمکروه۔ اسی طرح اگر شبینہ یعنی ختم قرآن جماعت نفل کے ساتھ ہو تو مکروہ ہے۔ یعنی ناجائز ہے۔ کیونکہ نفل کی جماعت تداعی کے ساتھ مکروہ تحریمی ہے۔ جو قریب حرام کے ہے۔ اور تفسیر تداعی کی یہ ہے۔ کہ چار مقتدی ہوں۔ اور تین میں اختلاف ہے۔ ولا یصلی الوتر ولا التطوع بجماعة خارج رمضان ای یکره ذلک لو علی سبیل التداعی بان یقتدی اربعة بواحد. (الدر المختار علی هامش رد المحتار۔ ج ۱ ص ۵۲۲) قرآن شریف کو اتنی جلدی پڑھنا کہ حروف سمجھ میں نہ آویں۔ اور مخارج سے ادا نہ ہوں ناجائز ہے۔ پس اگر شبینہ میں ایسی جلدی ہو گی تو وہ بھی ناجائز ہے۔ کما فی الدر المختار ویجتنب المنکرات هذرمة القراءة وفی الشامیة قوله هذرمة بفتح الهاء وسکون الذال المعجمة وفتح الراء سرعة الکلام والقراءة قاموس (شامی۔ ج ۱ ص ۵۲۳)

(۱) ائمہ کبار سے اس کے بارے میں کوئی قول منقول نہیں ہے۔ لیکن اس کا ذکر نہ ہونے سے اس کو بدعت نہیں کہا جا سکتا۔ کیونکہ اس کا اصل موجود ہے۔ عادۃ سلف کی ختم قرآن کے بارے میں مختلف منقول ہے۔ فقد اختلف عادة السلف فی مدة الختم فمنهم من کان فی کل شهرین ختمة وآخرون فی

کل شهر (الی قوله) وکثیرون فی یوم و لیلة وجماعة ثلاث ختمات فی یوم ولیلة. اس لیے مدار مروجہ شبینہ کا اس امر پر شمار رکھا جائے بلکہ ان عوارض ومفاسد پر رکھا جائے جو اوپر ذکر ہوئے۔ مذکورہ بالا مفاسد کے ہوتے ہوئے ثواب اور جزائے آخرت کی امید نہیں کی جا سکتی۔

(۲) اس کا حکم اوپر ذکر ہو گیا۔

(۳) شبینہ ایصال ثواب کے لیے ختم قرآن اور تراویح میں ختم قرآن پر اجرت مقرر کر لینا خواہ صراحۃً ہو جیسا کہ بعض لوگ کرتے ہیں۔ یا بطور عرف وعادت کے ہو جیسا کہ عموماً آجکل رائج ہے۔ دونوں صورتوں میں لینا دینا جائز نہیں۔

ان القراءة لشیء من الدنیا لا تجوز ... وانما افتی المتاخرون بجواز الاستیجار علی تعلیم القرآن لا علی التلاوة وعللوه بالضرورة وهی خوف ضیاع القرآن ولا ضرورة فی جواز الاستیجار علی التلاوة (ردالمحتار ج ۱ ص ۵۴۲)

قال صاحب الطریقة فی اخر الفصل الثالث فی بعض امور مبتدعة باطلة اکب الناس علیها علی ظن انها قرب مقصودة وهذه کثیرة فنذکر اعظم منها وقف الاوقاف سیما المنقود ولتلاوة القرآن او لان یصلی نوافل او لان یسبح او لان یهلل او یصلی علی النبی صلی الله علیه وسلم ویعطی ثوابه لروح الواقف او لروح من اراده. وعن الحافظ العینی فی شرح الهدایة ویمنع القاری للدنیا والآخذ والمعطی آثمان فقط واللہ اعلم۔

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان ۵ رجب ۱۳۹۳ھ

تنخواہ دار حافظ جس کی خدمت رمضان میں کی جائے اس کے پیچھے نماز پڑھنے کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک حافظ صاحب جو کہ بارہ مہینے ایک مسجد میں قرآن مجید پڑھاتا ہے اور ماہ رمضان المبارک میں نماز تراویح میں قرآن مجید اس مسجد میں بغیر کسی لالچ کے سناتا ہے۔ اور ماہانہ تنخواہ لیتا ہے۔ لیکن ختم کی رات لوگ اسے کچھ نہ کچھ رقم یا کپڑے وغیرہ دیتے ہیں۔ کیا اس کے پیچھے نماز تراویح پڑھنا درست ہے یا نہیں نیز اس کے لیے یہ رقم لینا حلال ہے یا حرام مہربانی فرما کر اس مسئلہ کی وضاحت فرما دیں۔

﴿ج﴾

فقہاء نے یہ قاعدہ لکھا ہے۔ المعروف کالمشروط۔ کذا فی الشامی وغیرہ۔ اور یہ بات تمام حافظوں کو معلوم ہے کہ ان کو قرآن شریف سنانے پر کچھ روپیہ ملے گا۔ اور لینا معروف ہے۔ لہٰذا اس حافظ صاحب کو بھی ختم قرآن پر کچھ لینا دینا درست نہیں۔ دونوں تالی و سامع دونوں ثواب سے محروم ہیں۔ البتہ اگر ہدیہ دینے والے حضرات ان رقوم اور پارچہ جات وغیرہ کو انجمن مسجد میں داخل کر دیں اور اہل مسجد ان کی تنخواہ میں اضافہ فرما دیں تو یہ صورت بالکل جائز ہے۔ بلا شبہ۔ حدیث میں آیا ہے۔ هبه یزاد ورق المعزمی۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان ۵ شوال ۱۳۹۴ھ

الجواب صحیح محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ ۷ شوال ۱۳۹۴ھ

قرآن سنانے پر رقم لینے والے حفاظ کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں؟

اگر مندرجہ بالا حفاظ کے پیچھے نماز جائز نہ ہو تو پھر چھوٹی سورتوں سے پڑھیں یا کیا؟

اگر حافظ کی خدمت ناجائز ہے تو امام و مدرس کی تنخواہ کیونکر جائز ہوگی؟

ختم قرآن کے موقع پر مٹھائی تقسیم کرنا

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ (۱) آجکل ماہ رمضان شریف کی تراویح میں قرآن سنانے پر نمازی لوگ اپنی رضامندی و خوشی سے چندہ کر کے حفاظ صاحبان کی خدمت کرتے ہیں۔ طرفین اس کو معاوضہ نہیں سمجھتے اور نہ ان حفاظ صاحبان کی طرف سے تقاضا ہوتا ہے۔ البتہ حفاظ صاحبان کو یہ بات اچھی طرح معلوم ہوتی ہے کہ لوگ حسب توفیق ہماری ضرور خدمت کریں گے۔ اور اگر لوگ خدمت نہ کریں تو بظاہر راضی نہیں ہوتے۔ ان کے دل پر بوجھ ضرور ہوتا ہے۔ جس کی دلیل یہ ہے کہ اگر ایک دفعہ ایک مسجد میں کچھ خدمت نہ ہو تو آئندہ سال قرآن مجید وہاں نہیں سناتے۔ اور بعض حفاظ تھوڑی رقم ملنے والی جگہ کو چھوڑ کر دوسری مساجد تلاش کرتے ہیں جہاں زیادہ رقم ملے مگر حفاظ صاحبان قریب بھی ہوتے ہیں۔ کیا یہ خدمت جائز ہے یا ناجائز؟ ایسے حفاظ کے پیچھے نماز جائز ہے۔ یا مکروہ؟

(۲) اگر ایسے حفاظ کے پیچھے نماز پڑھنا مکروہ ہے تو کیا چھوٹی سورتوں میں تراویح پڑھنا بہتر ہے یا ان کے پیچھے کمل قرآن پاک سننا ہی بہتر ہے۔ (۳) اگر یہ خدمت ناجائز ہے تو امامت اور تدریس قرآن مجید کی تنخواہ لینا

جائز ہے یا ناجائز۔ تینوں امور ایک جیسے ہیں۔ یا شرعی حکم میں ان کی نوعیت الگ الگ ہے۔ (۴) اسی طرح تراویح میں ختم قرآن مجید پر مسجدوں میں نمازی چندہ کر کے تبرک وثواب کی نیت سے شیرینی تقسیم کرتے ہیں۔ اور کسی سال ناغہ نہیں ہوتا۔ ہر سال یہ کیا جاتا ہے۔ بندہ اس کو ضروری نہیں سمجھتے ہیں اگر کسی سال ناغہ کیا جائے تو لوگ برا مناتے ہیں اور ناراض بھی ہوتے ہیں۔ تو کیا ختم قرآن مجید کے موقع پر ہر سال چندہ جمع کر کے ثواب وتبرک کی نیت سے شیرینی تقسیم کرنا اور نہ کرنے والوں کو برا سمجھنا شرعاً جائز ہے یا بدعت ہے۔ جواب قرآن وحدیث کی روشنی میں فقہ حنفی کی مستند کتابوں کے حوالہ جات سے مدلل مطلوب ہے۔

الجواب

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ فقہاء نے یہ قاعدہ لکھا ہے۔ المعروف کالمشروط کذا فی الشامی وغیرہ۔ پس اگر حافظ صاحب کو معلوم ہے کہ ان کو قرآن شریف سنانے پر کچھ روپیہ ملے گا۔ اور لینا دینا معروف ہے تو اس حافظ صاحب کو کچھ لینا قرآن شریف ختم کر کے درست نہیں ہے۔ اور اس میں تالی اور سامع دونوں ثواب سے محروم ہیں۔ وان القراءة لشيء من الدنيا لا تجوز وان الآخذ والمعطي آثمان لان ذلك يشبه الاستئجار على القراءة ونفس الاستئجار عليها لا يجوز فكذا ما اشبهه الخ. ولا ضرورة في جواز الاستئجار على التلاوة (رد المحتار باب قضاء الفوائت ص ۳۴۵ ج ۱ مطلب بطلان الوصية)

۲۔ چھوٹی سورتوں سے تراویح پڑھنا بہتر ہے اجرت کا قرآن نہ سننا چاہیے۔

۳۔ امامت اور تدریس قرآن کی تنخواہ لینا جائز ہے۔ امامت تدریس اور تراویح میں اجرت سے قرآن سنانا تینوں ایک جیسے نہیں ہیں۔ پہلے دو جائز اور آخری ناجائز ہے۔ في الرد المحتار باب الاجارة الفاسدة ويفتى اليوم بصحتها لتعليم القرآن والامامة والاذان۔ ان کے آخر میں مزید تفصیل کے ساتھ مدلل طور پر امداد الفتاوی ص ۲۹۰ ج ۳ ۳۲۰ میں موجود ہے۔ اگر ضرورت ہو ملاحظہ فرما دیں۔

۴۔ یہ صورت التزام کے ساتھ درست نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان [illegible]

روزہ نہ رکھنے والے حفاظ کا تراویح پڑھانا

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء کرام اور یں مسئلہ کہ ایک حافظ تراویح پڑھاتا تھا وہ بیمار ہوگیا۔ اس نے پڑھنا ختم کر دیا۔ بخار اتر گیا۔ دراس نے تراویح پڑھائی۔ لیکن روزہ نہیں رکھتا۔ کیا وہ اس حالت میں تراویح پڑھا سکتا ہے۔ یا نہیں۔ اس وقت وہ تندرست ہے لیکن روزہ نہیں رکھتا تو کیا ایسے شخص کے پیچھے تراویح درست ہے یا نہیں۔

﴿ج﴾

بغیر عذر کے رمضان شریف کا روزہ نہ رکھنا گناہ کبیرہ ہے۔ جس کا بدل تمام روزوں سے بھی نہیں ہو سکتا۔ کمافی حدیث من فطر یوما من رمضان من غیر رخصۃ ولا مرض لم یقض منہ صوم الدھر کلہ وان صامہ رواہ احمد والترمذی وغیرھما۔ پس ایسا حافظ جو بغیر عذر کے روزہ نہیں رکھتا۔ اس کو تراویح میں امام بنانا جائز نہیں۔ البتہ اگر عذر مرض یا سفر کی وجہ سے روزہ نہیں رکھ سکتا۔ تو اس کو امام بنانا درست ہے۔ فقط واللہ اعلم۔

بندہ محمد اسحاق غفر لہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

روزہ کی حالت میں خشک دوا سونگھنے کا حکم

وضوخانہ اگر مسجد کے فرش سے متصل ہو وہاں اعتکاف کرنے والے کا بغیر ضرورت کے جانا

اعتکاف درمیان میں ٹوٹ جائے تو کیا کیا جائے؟ مالک زمین کا مزارع سے قرض رقم لینا

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین متعدد ذیل مسائل میں۔

نمبر ا۔ ایک دوائی جس کو نسوار کہا جاتا ہے۔ خشک ہوتی ہے۔ اس کو صرف سونگھنے سے سر کا درد چلا جاتا ہے۔ کیا اس کے سونگھنے سے روزہ فاسد ہو جاتا ہے یا نہیں۔

نمبر ۲) ہماری مسجد میں وضو کی جگہ ایک برآمدہ کی شکل میں ہے۔ جو کہ مسجد کے فرش کے ساتھ متصل ہے۔ یعنی وضو کر کے جوتا نہیں پہننا پڑتا بلکہ اسی طرح فرش میں داخل ہو جاتے ہیں۔ تو معتکف اس وضو کی جگہ جا کر وضو کر سکتا ہے۔ اور مسنون غسل کر سکتا ہے۔ یا نہیں یا الخاص وہ وضو کی جگہ حکم فرش مسجد میں داخل ہے یا خارج ہے۔ معتکف بلا ضرورت بھی وہاں جا سکتا ہے یا نہیں۔

نمبر۳۔ رمضان المبارک کے آخری عشرہ کا اعتکاف اگر فاسد ہو جائے تو کیا کرے۔ مثلاً سات دن اعتکاف پورے ہو گئے تھے۔ اس کے بعد مسنون غسل کر لیا اعتکاف فاسد ہو گیا۔ تو کیا اعتکاف قائم رکھے۔ اور ایک دن کی قضا کرے۔ یا تمام بقیہ دنوں کی یا پورے عشرہ کی اور اعتکاف ختم کر کے گھر چلا جاوے۔

نمبر۴۔ ہمارے علاقہ میں دستور ہے۔ کہ کسی کو زمین مزارعت پر دے دیتے ہیں۔ جب اس سے ہزار دو ہزار روپیہ قرض لے لیں جو مطلوب ہو اور تاکہ اس کی زمین بٹائی پر نہیں دیتی اور خود زمین بٹائی پہ لیتے ہیں۔ جب زمین واپس کریں گے تو اپنا قرض بھی وصول کریں گے۔ ہمارے علاقہ میں اس کو چھک کہتے ہیں۔ تو کیا یہ درست ہے؟

﴿ج﴾

۱۔ اس دھوئیں کے سونگھنے سے روزہ فاسد ہو جاتا ہے اور بعد میں قضا کرنا لازم ہو جاتا ہے۔ کما فی الدر المختار باب ما یفسد الصوم ومفادہ انہ لو ادخل حلقہ الدخان افطر ای دخان کان ولو عودا او عنبرا لو ذاکرا لامکان التحرز عنہ وتحقیقہ فی الشامیۃ ج ۲/ص ۴۰۱

۲،۳۔ وضو کی جگہ مسجد میں داخل نہیں اور معتکف کے لیے یہاں بیٹھ کر مسنون غسل کرنا جائز نہیں۔ مسنون غسل وضو کی جگہ میں کرنے کی صورت میں اعتکاف فاسد ہو جائے گا۔ اور اعتکاف کی قضا لازم نہیں۔

۴۔ صورت مسئولہ میں اس شرط پر قرض لینا کہ زمین مزارعت پر دے گا درست نہیں۔ ہاں اگر مزارعت پر زمین دینے کی شرط نہ لگائے اور پیسے دینے کے بعد میں اگر اسی شخص کو زمین مزارعت پر دے دے تو یہ درست ہوگا۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان ۱۸ شوال ۱۳۹۶ھ
الجواب صحیح محمد اسحاق غفر اللہ لہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان ۲۰ شوال ۱۳۹۶ھ

رمضان میں مغرب کی اذان کے بعد کتنا وقفہ ہونا چاہیے؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ رمضان المبارک میں مغرب کے وقت ایک یا دو عدد کھجور سے روزہ افطار کرنے کے فوراً نماز ادا کرنی چاہیے۔ یا کچھ حسب فرمائش مناسب کھانے پینے سے فراغت کر کے نماز پڑھنی چاہیے؟

﴿ج﴾

زیادہ تاخیر سے احتراز کیا جائے۔ البتہ اتنی تاخیر کرنے میں حرج نہیں۔ کہ چند منٹ میں لوگ افطار کر کے جماعت میں شریک ہو سکیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ ۱۱ شعبان ۱۳۹۶ھ
الجواب صحیح محمد اسحاق غفر اللہ لہ

اعتکاف کے مسائل

اعتکاف میں بیٹھتے وقت نماز جنازہ پڑھانے کی نیت کرنا

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ زید رمضان المبارک کے آخری عشرہ میں اعتکاف بیٹھنے لگا تو یہ نیت کر کے بیٹھا کہ اگر فلاں شخص کی موت واقع ہو گئی تو نماز جنازہ میں خود پڑھاؤں گا۔ چنانچہ وہ شخص فوت ہو گیا۔ اور زید نے نماز جنازہ پڑھائی اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ آیا اس صورت میں زید کے اعتکاف میں تو کوئی فرق نہیں آتا۔

﴿ج﴾

شخص مذکور نے اگر اعتکاف بیٹھتے وقت یہ شرط کر لی تھی کہ میں جنازہ کی نماز پڑھنے یا پڑھانے کے لیے باہر جاؤں گا تو پھر نماز جنازہ کے لیے باہر جانے سے اعتکاف پر کوئی اثر نہیں پڑا۔ کما فی الشامیۃ ج ۲/ص ۴۴۷ لو شرط وقت النذر ان یخرج لعیادۃ مریض وصلوۃ جنازۃ الی ان قال. جاز ذلک فقط واللہ اعلم۔

حررہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان ۲۸ شوال ۱۳۹۷ھ

بیمار شخص کا بغیر روزہ کے اعتکاف میں بیٹھنا

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر ایک شخص چار پانچ روزے رکھ کر بیمار ہو جاتا ہے۔ اگر وہ شخص اعتکاف میں بیٹھنا چاہے۔ اور درمیان میں مجبوری کے تحت روزہ نہ رکھ سکے۔ کیا اس کا اعتکاف صحیح ہے یا نہیں۔ تحریر فرما دیں۔

﴿ج﴾

اعتکاف مسنون کے لیے روزہ شرط ہے۔ لہٰذا صورت مسئولہ میں اگر سائل نے بیماری کے سبب بغیر روزہ کے اعتکاف کیا۔ تو اعتکاف مسنون کا ثواب نہ ملے گا۔ بلکہ اس کا یہ اعتکاف نفل ہو جائے گا۔ قلت و مقتضی ذلک ان الصوم شرط ایضا فی الاعتکاف المسنون لانہ مقدر بالعشر الاخیر حتی لو

اعتکافه بلا صوم لمرض او سفر ینبغی ان لا یصح عنه بل یکون نفلا الخ

(شامی۔ ج ۲ ص ۱۳۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ محمد عامر عفی عنہ معین مفتی جامعہ مسجد القرآن والحدیث مدرسہ قاسم العلوم ملتان ۱۷ رمضان ۱۴۰۸ھ

الجواب صحیح محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ ۱۷ رمضان ۱۴۰۸ھ

فجر اور عصر میں نفل کی نیت سے جماعت میں شریک ہونا

اعتکاف کرنے والے کا نماز جمعہ کے لیے باہر جانا

فنانس کمپنی میں ملازمت کرنا

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک آدمی فجر اور عصر کی نماز باجماعت ادا کرتا ہے بعد میں وہ ایک اور مسجد میں جاتا ہے جہاں پر جماعت تیار ہوتی ہے۔ آیا وہ آدمی نفل نماز کی نیت کے ساتھ نماز ادا کر سکتا ہے یا نہیں

۲۔ ایک آدمی اپنے محلے کی چھوٹی مسجد میں اعتکاف کرتا ہے۔ جہاں پر جمعہ کی نماز نہیں ہوتی۔ اب وہ آدمی جمعہ پڑھنے کے لیے جامع مسجد میں جاتا ہے۔ راستے میں کوئی آدمی سلام کرتا ہے۔ آیا جواب دے یا نہ دے۔ پھر وہ جس مسجد میں جاتا ہے وہاں پر اعتکاف میں بیٹھا ہوا آدمی یا کوئی اور آدمی اس سے بات چیت کر سکتا ہے یا نہیں؟

۳۔ آجکل ملک میں فنانس کمپنیاں بہت کھل رہی ہیں۔ آیا ان کی ملازمت جائز ہے یا نہیں؟

﴿ج﴾

۱۔ فجر اور عصر کے فرض پڑھنے کے بعد تو نفل درست نہیں اس لیے دوسری جماعت کے ساتھ نفل نہ پڑھے۔

۲۔ معتکف کے لیے راستہ میں جاتے ہوئے سلام کا جواب دینا اور دوسری مسجد میں معتکف یا غیر معتکف سے بات چیت کرنا جائز ہے۔

۳۔ جس کمپنی کے کاروبار کے بارہ میں آپ سوال کر رہے ہیں اس کے کاروبار کا مکمل طریقہ کار اصول و ضوابط شرائط وغیرہ ہمیں ارسال کر دیں۔ انشاء اللہ جواب دے دیا جائے گا۔ چونکہ کمپنی کے شرائط و قواعد وغیرہ معلوم نہیں اس لیے جواب سے معذور سمجھیں۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان ۲۰ ذوالقعدہ ۱۳۹۸ھ

جس اعتکاف کی نظر مانی گئی ہو اسے کب ادا کیا جائے؟ مدرسہ قاسم العلوم کی لائبریری میں کتابیں کتنی زبانوں میں ہیں؟

﴿س﴾

سلام مسنون براہ کرم مندرجہ ذیل دو سوالات کے جوابات تحریر فرمادیں: (۱) کیا قاسم العلوم کی لائبریری اور دارالمطالعہ بھی ہے۔ لائبریری میں یعنی کتب خانے میں کس کس زبان میں کتابیں کتنی تعداد میں ہوں گی۔ (۲) میں نے اعتکاف سنت مانا تھا تو اعتکاف مجھ پر واجب ہو گیا ہے۔ لیکن رمضان المبارک میں نہیں بیٹھ سکا اب چاہتا ہوں کہ کسی اچھے موسم میں بیٹھ جاؤں یہاں کے بعض علماء نے اجازت دی ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ رمضان میں ہی بیٹھنا چاہیے۔ مجھے سہولت جو لگتی ہے وہ یہ کہ کسی اچھے خوشگوار موسم میں اعتکاف بیٹھوں براہ کرم آپ اپنی قیمتی رائے سے آگاہ کریں۔ جواب کا انتظار کروں گا۔

﴿ج﴾

باسمہ سبحانہ ہو المصوب

محترم مہر صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ آپ کے دونوں سوالوں کے جوابات درج ذیل ہیں۔ (۱) آپ چونکہ اعتکاف کی منت مان چکے ہیں اور رمضان شریف میں اعتکاف کے لیے نہیں بیٹھے تو اب آپ جس مہینے موسم میں چاہیں اعتکاف کے لیے مسجد میں روزہ کے ساتھ بیٹھ سکتے ہیں۔ روزہ رکھنا ساتھ ضروری ہوگا اور اس اعتکاف منذور کی قضا بھی ضروری ہے۔ باقی موسم میں اختیار ہے۔ کما قال فی الدر المختار و شرط الصوم صحۃ الاول اتفاقا فقط علی المذھب وایضا قال فیہ وان لم یعتکف رمضان المعین قضی شہرا غیرہ بصوم مقصود الخ واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم واحکم ج ۲ ص ۱۳۱، ۱۳۲۔ (۲) مدرسہ قاسم العلوم کے اندر لائبریری بھی ہے اور دارالمطالعہ بھی جس کے اندر مختلف علوم وفنون کی بیش بہا اور ہزاروں کی تعداد میں کتابیں موجود ہیں۔ ان میں زیادہ تر عربی زبان میں ہیں اور کچھ فارسی اور اردو زبان میں بھی ہیں۔

حررہ عبداللطیف غفرلہ۔ معین مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

الجواب صحیح بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان ۷ شوال ۱۳۹۵ھ

ہوتے۔ اس لیے عام قمری سنہ ۳۵۴ دن کا ہوتا ہے اب حدیث معراج اور آیت کریمہ فرضیت صیام ماہ رمضان کی طرف توجہ مبذول فرما کر لازم و فرض ہے کہ ماہ رمضان لازماً دائماً تیس دن کا ہو۔ پس ہر قمری ماہ کی تعداد ایام تفصیل ذیل ہے۔ محرم الحرام ۳۰ یوم۔ صفر المظفر ۲۹ یوم۔ ربیع الاول ۳۰ یوم۔ ربیع الآخر ۲۹ یوم۔ جمادی الاولیٰ ۳۰ یوم۔ جمادی الاخریٰ ۲۹ یوم۔ رجب ۳۰ یوم۔ شعبان المعظم ۲۹ یوم۔ رمضان المبارک ۳۰ یوم۔ شوال ۲۹ یوم۔ ذیقعدہ ۳۰ یوم۔ ذوالحجہ ۲۹ یوم۔ عام قمری سنہ ۳۵۴ یوم اور ہمیشہ اسی طرح رہا اور رہے گا تا قیام قیامت۔ اہل باطل نے مختلف سالوں کے دن مقرر و معین کیے ہوئے ہیں اور نتیجۃً اکمل دین حق کے پیروکار اس میں تانک ٹولے لے رہے ہیں۔ یکم اکتوبر ۱۹۵۲ء کا نوائے وقت میرے نظر سے گذرا درج ہے کہ یوم جمعہ ۲ صفر المظفر ۱۳۷۲ھ ۱۵ سورج ۲۰۱۱ میرے قیاس اور حساب میں جمعہ کو ۳ صفر تھی کیونکہ گذشتہ عید الفطر بروز بدھ تھی اس لیے منگل کو یکم صفر اور منگل کو ۳۰ صفر تھی بدھ کو یکم ربیع الاول شد کہ آخری چہار شنبہ ماہ صفر یا یوم چوری ۲۳ ماہ صفر کو آخری چہار شنبہ یوم چوری تھا ماہ صفر ۲۹ دن کا ہوتا ہے ۲۷ صفر ۱۱ اکتوبر یوم صفر یا یوم چوری نہیں ہے۔ ۲۰ اکتوبر کو یوم چوری تھا تمام مسلمانوں نے یکم ربیع الاول کو یوم چوری منایا یعنی سات دن بعد یوم چوری منایا گیا۔ ببیں تفاوت راہ از کجا تا بہ کجاست فاعتبروا یا اولی الابصار۔

﴿ج﴾

دین اسلام ایک عمومی دین ہے۔ ہر شہری، دیہاتی، خواندہ، ناخواندہ سب سے اس کے احکام کی اتباع مطلوب ہے۔ اس لیے اس کے احکام بھی عمومی عام فہم ہونے چاہئیں۔ شمسی سال میں تبدیلی شہور پر کوئی ظاہری علامت قائم نہیں۔ جیسا کہ قمری شہور کے اول میں ہلال ببانگ دہل اعلان کر دیتا ہے کہ مہینہ بدل گیا اس حکمت سے نیز بہت سی حکمتوں سے..... جن کی تفصیل کا موقع نہیں ہے۔ اسلام نے قمری شہور کو اپنایا اور رؤیت ہلال کو تبدل شہور کا مدار ٹھہرایا اور مشاہدہ و محسوس ہے کہ قمری شہور میں تعیین ایام نہیں ہوتا بلکہ کسی سال ایک مہینہ ۳۰ کا ہے تو وہی مہینہ دوسرے سال انتیس کا ہوتا ہے۔ علم ہیئت کے قواعد بھی تعیین کے خلاف ہیں۔ کما لا یخفی علی اهل هذا العلم نیز تعیین شہور کہ خاص فلاں مہینہ ضرور تا قیامت ۳۰ کا ہوگا۔ اور فلاں ۲۹ کا ہوگا کا زعم ہذا القائل احادیث کے بالکل خلاف ہے۔ مثلاً۔ صوموا لرؤیته وافطروا لرؤیته فان غمی علیکم الشهر فعدوا ثلثین (رواہ مسلم) صوم کو جس رؤیت پر موقوف کر دیا ہے۔ وہ شعبان کی ثابت ہوگی۔ اگر شعبان بقول ہذا القائل ہمیشہ ۲۹ کا ہوتا۔ تو ۲۹ یوم کے بعد اگر رؤیت نہ بھی ہو تب بھی صوم فرض ہوگا۔ اور یہ

جاتا ہے۔ کیونکہ اگر رگ کے ٹیکہ اور گوشت کے ٹیکہ میں کوئی فرق ہو تو بھی باب افتراق واضح فرما دیا جاوے۔ تاکہ پوچھے جانے والوں اور شک کرنے والوں کو ہدایت ہو جاوے۔

﴿ج﴾

ڈاکٹروں سے تحقیق کرنے میں نیز تجربے سے یہ بات ثابت ہوئی ہے کہ انجکشن کے ذریعہ دوا جوف عروق میں پہنچائی جاتی ہے۔ اور خون کے ساتھ شریانوں میں اس کا سریان ہوتا ہے۔ جوف دماغ یا جوف بطن میں منفذ سے دوا نہیں پہنچتی۔ اور فساد صوم کے لیے مفطر کا جوف دماغ یا جوف بطن میں منفذ سے پہنچنا ضروری ہے۔ مطلقاً کسی عضو کے جوف میں یا عروق کے جوف میں پہنچنا مفسد صوم نہیں۔ لہٰذا ٹیکے کے ذریعہ جو دوا بدن میں پہنچائی جاتی ہے۔ مفسد صوم نہیں۔ رگ کے ٹیکے اور گوشت کے ٹیکے میں کوئی فرق نہیں۔ وللتفصیل فی امداد الفتاویٰ من شاء التفصیل فلیرجع الیہ۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

الجواب صحیح محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ خیر المدارس ملتان ۲۰/۲/۱۳۹۲ھ

رمضان میں تہجد جماعت کے ساتھ پڑھنا؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ رمضان شریف میں تہجد کی نماز جماعت سے پڑھنا جائز ہے۔ یا نہیں۔ اور رمضان شریف میں قیام اللیل میں تہجد کی نماز داخل ہے یا نہیں ہمارے یہاں کے علماء اس بارے میں دو فریق ہو گئے ہیں۔ ایک فریق کہتا ہے کہ رمضان شریف کے قیام اللیل میں تراویح کے سوا دوسری کوئی نماز داخل نہیں ہے۔ لہٰذا تہجد کی نماز جماعت سے پڑھنا مکروہ اور بدعت ہے۔ اور دوسرا فریق کہتا ہے کہ رمضان شریف کے قیام اللیل میں تراویح اور تہجد دونوں نمازیں داخل ہیں۔ لہٰذا رمضان شریف میں تہجد کی نماز جماعت سے پڑھنے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔ بلکہ ثواب کی امید ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ اس بارے میں آپ کا ارشاد گرامی کیا ہے۔ بالتفصیل تحریر فرمایئے۔

﴿ج﴾

تہجد کی نماز صلوٰۃ تراویح سے علیحدہ ایک نماز ہے۔ تہجد کی نماز کو علی سبیل التداعی جماعت کے ساتھ ادا کرنا مکروہ ہے۔ اور تراویح کو جماعت سے ادا کرنا مستحب ہے اس مسئلہ کو علامہ گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے ایک

(۲) اکرم نامی ایک شخص نے یہ کہہ دیا کہ اگر ایک شخص تراویح کی چار یا چھ یا دس یا زائد رکعات سے رہ جائے اور باقی امام کے ساتھ پڑھ لے بعد تراویح کے امام نے وتر کی نماز شروع کر دی اب اکرم کہتا ہے کہ وہ شخص وتر کی جماعت میں شریک نہ ہو اور تراویح پوری کرے اور اسلم نامی شخص کہتا ہے کہ وہ وتر کی جماعت میں شریک ہو ان دونوں میں کون ٹھیک کہتا ہے اور کون غلط کہتا ہے کس دلیل سے کہتا ہے۔ بینوا توجروا۔

﴿ج﴾

بسم اللہ الرحمن الرحیم نماز عصر کے بعد احمرار شمس سے قبل نماز جنازہ بلا کراہت درست ہے۔ اگرچہ جنازہ قبل از نماز عصر حاضر ہوا ہو۔ اور احمرار شمس سے لیکر غروب آفتاب تک کے وقت میں نماز جنازہ ادا کرنا مکروہ ہے بشرطیکہ جنازہ اس وقت مکروہ سے پہلے حاضر کیا گیا ہو۔ اور اگر اسی وقت میں حاضر ہوا ہو تو اس وقت مکروہ کے اندر بھی نماز جنازہ ادا کرنا مکروہ نہیں۔ قال فی العالمگیریہ ج ۱ ص ۵۳ ثلاث ساعات لا تجوز فیها المکتوبة ولا صلوة الجنازة ولا سجدة التلاوة اذا طلعت الشمس حتی ترتفع وعند الانتصاف الی ان تزول وعند احمرارها الی ان تغیب الا عصر یومه ذلک فانه یجوز اداؤه عند الغروب. هکذا فی فتاوی قاضیخان. وفیها بعد اسطر هذا اذا وجبت صلوة الجنازة وسجدة التلاوة فی وقت مباح واخرتا الی هذا الوقت فانه لا یجوز قطعا اما لو وجبتا فی هذا الوقت وادیتا فیه جاز لانها ادیت ناقصة کما وجبت کذا فی السراج الوهاج وفیها بعد اسطر. تسعة اوقات یکره فیها النوافل وما فی معناها لا الفرائض هکذا فی النهایة والکفایة الی ان قال ومنها ما بعد صلوة العصر قبل التغیر هکذا فی النهایة والکفایة.

(۲) اگر تراویح ادا کرکے وتر کی جماعت میں شریک ہو سکتا ہے تب تو پہلے تراویح پڑھ لے ورنہ تراویح چھوڑ دے اور وتر کو جماعت کے ساتھ ادا کرے اور اس کے بعد تراویح پڑھے۔ قال فی العالمگیریہ ج ۱ ص ۱۱۲ واذا فاتته ترویحة او ترویحتان فلو اشتغل بها یفوته الوتر بالجماعة یشتغل بالوتر ثم یصلی ما فاته من التراویح وبه کان یفتی الشیخ الامام الاستاذ ظهیر الدین۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ محمد عبداللطیف غفرلہ معین مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان [illegible]

شبینہ کے متعلق ایک مفصل فتویٰ

(سوال)

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ ہمارے گرد و نواح کے شہروں میں شبینہ ہوا کرتا ہے یعنی حفاظ کرام کو جمع کرکے ایک رات میں قرآن مجید کا ختم سنتے ہیں اور اس کو ثواب دارین اور آخرت میں نجات کا ذریعہ جانتے ہیں۔ (بے شک قرآن مجید کا سننا ہر مسلمان کے لئے ایک نعمت ہے رحمت اور فضل خداوندی کا ذریعہ ہے اس کا کون انکار کرسکتا ہے) مگر اس میں چند چیزیں پیدا ہوگئی ہیں۔ (۱) اب تو ایک نے دعوت کی۔ دوسرے نے اس سے بڑھ چڑھ کر دعوت کو وسیع کیا۔ رونق افزوں کی ظاہر تو تفاخر و شہرت کا ہی معلوم ہوتا ہے۔ ممکن ہے کچھ اخلاص بھی ہو۔ (۲) ہر حافظ یہ چاہتا ہے کہ میرا نام پیدا ہو۔ میں آگے نکلوں۔ جس کی علامت یہ ہے کہ اگر کسی کو کوئی لفظ قرأت کے دوران اٹک گیا اس پر ہزار ملامت استہزاء طعن ہر طرف سے آنے لگے اور شرمساری ہوتی ہے۔ (۳) کہ حافظ لوگ تمام رکعتوں میں امام کے پیچھے نہیں رہتے۔ بلکہ فارغ از نماز بیٹھے رہتے ہیں۔ باتیں بہت آہستہ یا ذرا بلندی سے کرتے رہتے ہیں۔ جب حافظ کو قرأت میں اٹک گئی فوری اللہ اکبر کہہ کر نیت باندھ کر اس آیت کو دوبارہ پڑھوایا اور چل دیا۔ پھر نماز توڑ کر بیٹھ گئے۔ نماز کی نیت باندھنا اللہ اکبر کہنا چلنا پھر توڑنا نفل کا بغیر عذر یہ سب کچھ کرتے ہیں پھر اس باطل کردہ نفل کو ممکن ہے کہ کبھی قضا کرتے ہوں گے۔ نمبر ۴ اور کبھی امام نا ؤڈ سپیکر رکھتے ہیں دور دور تک آواز جاتی ہے شہر والے اور دیہاتی اپنے کام میں ہوتے ہیں۔ بات چیت میں لڑنے جھگڑنے میں کوئی کان دھرتا بھی ہوگا سننے کے لیے اور اس پیچھے کی حالت میں تمام رات میں کوئی فحش بات بھی کرتا ہوگا اور کوئی اپنی بیوی کے ساتھ مجامعت بھی کرتا ہوگا۔ وغیرہ ذلک (۵) ان حفاظ کو کچھ کوئی عطیہ وانعام بھی دیا جاتا ہے اور کسی جگہ نذر دینے والا مطعون بخیل کہلایا جاتا ہے وغیرہ ذلک۔

اب عرض یہ ہے کہ کیا یہ شبینہ اگر مذکورہ افعال سے خالی ہو اور محض اخلاص پر مدار ہو تو جائز ہے یا نہ۔ سلف رحمہم اللہ تعالیٰ سے یا اقوال ضعیف کتب فقہ حنفی سے منقول ہے۔ یا نہ یہ عمل بدعت تو نہیں ہے۔ (۲) اور ان افعال کا مکتوبہ کے ہونے کے باوجود بھی ثواب اور جزائے آخرت کی امید رکھنی چاہیے یا نہ (۳) لاؤڈ سپیکر پر پڑھنے کی صورت میں مسجد یا محلہ والوں کو سننا کلام مجید کا واجب ہے۔ یا سب حاضرین مجلس اور غائب اور دور قریب والوں پر سننا واجب ہوگا۔ اگر سب پر واجب ہے تو کیا یہ سارے کے سارے گنہگار ہوں گے قرآن پڑھنے کی آواز میں آتی رہنے کے باوجود باتیں اور مباح وغیرہ کرسکتے ہیں یا نہ۔ نمبر ۴ کیا اس طور پر نفل کی نیت باندھنا اور توڑنا جائز ہے۔ یا نہ۔ کتاب و سنت سے مسئلہ کا حل فرمادیں۔

اکثر استماع قرآن کے آداب کو ضائع کرنا اور جماعت کا کسل مند ہونا اور ضرورت سے زیادہ روشنی وغیرہ تکلف کرنا۔ وغیر ذلک۔

اور بنظر انصاف مشاہدہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ مفاسد غالب ہیں۔ چونکہ شبینہ لازم کے ہو گئے ہیں۔ لہذا منع کرنا ہی احوط ہے۔ اور اسی پر فتویٰ دینا چاہیے۔ وفی الدر المختار ص ۵۷۷/ج ۱ فی بحث سجدة الشکر لان الجهلة یعتقدونها سنة او واجبة فکل مباح یؤدی الیه فمکروه فی رد المحتار تحت قول صاحب الدر صلوة الرغائب فلو ترک امثال هذه الصلوات تارک لیعلم الناس انه لیس من الشعائر فحسن الخ ۔ جہاں تک کہ احقر کی ناقص معلومات کا تعلق ہے۔ مشہور فتاویٰ میں شبینہ کا کوئی ذکر نہیں ہے۔ (۱) اور نہ ائمہ کبار سے اس کے متعلق کوئی قول منقول ہے۔ لیکن اس ذکر نہ ہونے سے اس کو بدعت نہیں کہا جا سکتا۔ کیونکہ اس کی اصل موجود ہے۔ اور جس امر کی اصل موجود ہو بدعت نہیں کہا جا سکتا۔ اس لیے مدار ممانعت شبینہ کا اس امر پر نہ رکھا جائے بلکہ ان عوارض ومفاسد پر رکھا جائے جو سابق میں ذکر ہوئے۔ فی الدر المختار مکروهات الصلوة و ترکها ای قلب الحصی اولی.
فی رد المحتار لانه اذا تردد الحکم بین سنة وبدعة کان ترک السنة راجحا علی فعل البدعة ج ۱/ ص ۳۷۵ (۲) مذکورہ بالا مفاسد کے ہوتے ہوئے ثواب اور جزاء آخرت کی امید نہیں کی جا سکتی۔
(۳) جو لوگ مسجد یا کسی مسجد میں جمع ہیں۔ اور وہ قرآن سننے کے لیے جمع ہیں۔ ان پر ضروری ہے کہ قرآن کے سننے کے آداب کو ملحوظ رکھیں اور جو لوگ قرآن سننے کے لیے جمع نہیں ہوتے ہیں بلکہ اپنے گھروں پر ہیں اور قرآن سننے کا ارادہ نہیں ہے۔ اور ان کو زبردستی لاؤڈ اسپیکر کے ذریعے سنایا جائے۔ اور وہ آداب قرآن کو ملحوظ نہ رکھیں تو اس کا گناہ سننے والوں پر نہیں ہوگا بلکہ سنانے والوں پر ہوگا۔ قال فی الخلاصة رجل یکتب الفقه وبجنبه یقرأ القرآن فلا یمکنه استماع القرآن فالاثم علی القاری وعلی هذا لو قرأ علی السطح فی اللیل جهرا والناس نیام اثم تغنیه . روح المعانی تحت قول الله عز وجل واذا قرئ القرآن فاستمعوا له وانصتوا . روح المعانی ج ۹/ ص ۱۵۳ (۴) نفل کی نیت باندھنے سے اس کا اتمام ضروری ہوتا ہے۔ اور اس کو توڑ لیا جائے تو اس کی قضا ضروری ہے۔ کما فی عامة کتب الفقه فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ ... حسن ... مفتی مدرسہ عربیہ ... کراچی
الجواب صحیح بندہ محمد اسحاق غفر لہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان ۱۸/۴/۱۳۸۸ھ
الجواب صحیح بندہ محمد عبدالستار عفا اللہ عنہ نائب مفتی مدرسہ خیر المدارس ملتان ۲۸/۴/۱۳۸۸ھ
الجواب صحیح محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان ۲۹/۴/۱۳۸۸ھ

سورہ اخلاص کو مکرر پڑھنا

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء کرام مندرجہ ذیل مسائل کے بارے میں (۱) بعض حفاظ کرام نماز تراویح میں قرآن مجید پڑھتے ہوئے آخری رکعتوں میں تین بار سورہ اخلاص پڑھ کر والناس تک دو رکعتیں آخری کر دیتے ہیں۔
(۲) اور بعض دو آخری رکعتوں میں اول بغیر تکرار سورہ اخلاص والناس تک پڑھتے ہیں۔ پھر دوسری رکعت میں مفلحون تک ختم کر دیتے ہیں۔ (۳) اور بعض بغیر تکرار سورہ اخلاص والناس تک پڑھتے ہیں۔ دو رکعتوں میں والناس تک ختم کر دیتے ہیں۔ ان میں سے کونسی صورت شریعت کے مطابق ہے۔ بینوا توجروا۔

﴿ج﴾

ختم کرنے کے ساتھ دوبارہ قرآن مجید شروع کیا جاوے۔ اس لیے صورت مسئولہ میں درمیان والی صورت ان دوسری دو صورتوں سے بہتر ہے۔ اور آج کل چونکہ تکرار سورہ اخلاص کا التزام حفاظ حضرات کرتے ہیں۔ تو بدعت بن جانے کے خطرہ سے ایک دفعہ سورہ اخلاص پڑھنی چاہیے۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ عربیہ ... ملتان شہر ...ھ

ایک ہی رات میں لاؤڈ اسپیکر پر شبینہ میں قرآن مجید پورا پڑھنا

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ بعض جو حفاظ کرام نے شبینہ شروع کر رکھا ہے۔ کرسی پر بیٹھ کر ایک ہی رات میں لاؤڈ اسپیکر میں قرآن مجید ختم کرتے ہیں۔ کیا یہ پڑھنا جائز ہے یا نہ۔ اگر جائز نہیں۔ تو جو حفاظ اس کو ضروری سمجھتے ہیں ان کے بارہ میں کیا حکم ہے۔ ان کے پیچھے نماز ہو سکتی ہے۔ ویسے شبینہ کس طرح پڑھا جائے۔ لاؤڈ اسپیکر میں پڑھنا ٹھیک ہے یا نہیں۔

﴿ج﴾

زمانہ سلف صالحین میں اس طرح شبینہ کا کوئی ثبوت نہیں اس لیے اس طرح شبینہ کو ترک کر دینا چاہیے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان ۱۳ ذوالقعدہ ۱۳۹۹ھ

سحری کے وقت زبان سے روزہ کی نیت کرنا

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ماہ رمضان میں سحری کھانے کے بعد زبان سے نیت کرنے میں روزہ کی صحت وعدم صحت کا دارومدار ہے یا صرف سحری کھانا کافی ہے؟

﴿ج﴾

رمضان شریف میں سحری کھانے سے نیت روزہ ہوگئی۔ زبان سے الگ نیت کرنے کی حاجت نہیں۔ البتہ اگر سحری کھانے کے بعد بھی اس کی نیت یہ ہو کہ کل روزہ نہیں رکھوں گا۔ تو ایسی صورت میں دن کو روزہ توڑنے سے کفارہ لازم نہ ہوگا۔ فقط واللہ اعلم۔

بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان ۱۲ صفر ۱۳۹۹ھ

امام کا شبینہ کے لیے تراویح کی کچھ رکعات چھوڑنے کا حکم؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین مندرجہ ذیل مسائل کے بارے میں کہ شریعت میں شبینہ کی کیا اصل ہے جبکہ حافظ صاحب قرآن پاک پڑھ رہے ہیں اور کچھ لوگ حافظ کے پیچھے نیت باندھ کر کھڑے ہوگئے اور کچھ مسجد ہی میں سوتے رہتے ہیں۔ کچھ باتیں کر رہے ہوتے ہیں کچھ بیٹھے ہیں اور مسجد سے باہر والے لوگ بھی حقہ وغیرہ پینے میں مشغول ہیں اور حافظ صاحب اتنے تیز قرآن پڑھ رہے ہیں تو اس صورت میں فرمایئے کہ شبینہ کرنا اور کرانا جائز ہے کہ نہیں۔ نمبر۲۔ حافظ صاحب نے نفل کی جماعت مکروہ ہونے کی وجہ سے دو یا چار تراویح چھوڑ دی کہ ان بقیہ تراویح میں شبینہ کے سپارے پڑھے تو اب امام صاحب تراویح ہی کی نیت کرے اور مقتدی نوافل کی نیت کریں تو نماز ہوتی ہے یا نہیں۔ برائے مہربانی جواب جلدی سے روانہ فرمائیں۔ محمد عنایت اللہ حیدرآبادی۔

﴿ج﴾

قرآن پاک کو ایسی جلدی پڑھنا کہ حروف سمجھ میں نہ آویں اور مخارج سے ادا نہ ہوں ناجائز ہے پس اگر شبینہ میں ایسی جلدی ہو اور لوگ مسجد میں باتوں میں مشغول ہوں سننے کی طرف توجہ نہ ہو اور اس میں رسومات کا ارتکاب ہو درست نہیں اگر مقتدی تراویح پڑھ چکے ہیں اور اب امام کے پیچھے نفل پڑھ رہے ہیں۔ تو اب بھی

یا مجیر کے بعد "صلوات بر محمد" کے الفاظ کہنا

﴿س﴾

تین شخصوں کے درمیان تسبیح تراویح میں یا مجیر یا مجیر کے بعد صلوٰۃ بر محمد پڑھنے پر بہت بھاری اختلاف پیدا ہو گیا ہے۔

نمبر ۱۔ ایک شخص کہتا ہے کہ یا مجیر یا مجیر کے بعد بلند آواز سے صلوٰۃ بر محمد پڑھنا بالکل ٹھیک ہے یہ بھی درود شریف ہے۔ نمبر ۲۔ دوسرا کہتا ہے کہ یا مجیر یا مجیر کے بعد صلوٰۃ بر محمد پڑھنا درود شریف نہیں ہے۔ بلکہ صلوٰۃ بر محمد پڑھنے کا کوئی فائدہ نہیں۔ درود شریف پڑھنا بہتر اور افضل ہے۔ نمبر ۳۔ تیسرا کہتا ہے کہ یا مجیر یا مجیر کے بعد صلوٰۃ بر محمد درود شریف پڑھنا لازمی ہے۔ جب تک حضور کا نام نہ آئے اس وقت درود پڑھنا درست نہیں یا تو ویسے پڑھا جائے۔ لیکن تسبیح تراویح میں نام کے بعد درود پڑھنا ٹھیک ہے۔ شرعی لحاظ سے ان تینوں شخصوں میں سے کون حق پر ہے۔

﴿ج﴾

فقہاء نے لکھا ہے کہ ہر ترویحہ یعنی چار رکعت کے بعد اختیار ہے کہ تسبیح پڑھے یا قرآن شریف پڑھے۔ یا نفل رکعتیں پڑھے یا خاموش بیٹھا رہے۔ اور شامی نے قہستانی سے نقل کیا ہے کہ بعد ہر ترویحہ کے سبحان ذی الملک والملکوت تین بار پڑھے (رد المحتار ج ۲ ص ۴۶) ويجلس ندبا بين كل اربعة بقدرها كذا بين الخامسة والوتر يخيرون بين تسبيح و قرأة و سكوت و صلوة فرادى الخ۔ اور کلمہ سبحان الله والحمد لله ولا اله الا الله والله اكبر کا تکرار کرنا زیادہ اچھا ہے۔ الحاصل کوئی چیز لازمی نہیں اختیار ہے لیکن پڑھنا افضل ہے۔ صلوٰۃ بر محمد درود شریف نہیں بلکہ اس قدر پر اکتفا کرنا درست نہیں۔ مکمل درود شریف پڑھنا چاہیے۔ واتفقوا ايضا على انه لا يجزى ان يقتصر على الخبر كان يقول الصلوة على محمد اذ ليس فيه اسناد الصلوة الى الله تعالى (اوجز المسالك ج ۲ ص ۱۶۳) باب ما جاء في الصلوة على النبي صلى الله عليه وسلم۔ فقط والله تعالى اعلم۔

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان ۔۔ ربیع الاول ۱۳۹۷ھ۔

شبینہ کی شرعی حیثیت کیا ہے؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ ہمارے علاقہ میں یہ رواج انتہائی سرعت کے ساتھ چل چکا ہے کہ لوگ قرآن شریف کا شبینہ کرواتے ہیں اور پوری رات یہ شبینہ لاؤڈ اسپیکر پر پڑھا جاتا ہے۔ جبکہ منتظمین شبینہ آرام سے بستر بچھا کر سو جاتے ہیں۔ اور حافظ صاحب پڑھتا رہتا ہے۔ کیا قرآن مجید کا لاؤڈ اسپیکر پر پوری رات اس طرح پڑھا جانا جائز ہے؟ کیونکہ پوری رات قرآن خوانی ہوتی رہتی ہے۔ لیکن لوگ گھروں میں سوئے ہوتے ہوتے ہیں کوئی اپنی بیوی سے ہم بستر ہوتا ہے۔ کوئی کسی حالت میں ہوتا ہے۔ کسی کی شادی عروسی کی پہلی شب ہوتی ہے۔ کوئی بیمار پڑا ہوتا ہے۔ جبکہ قرآن پاک ان کے کانوں تک پہنچتا رہتا ہے۔ اور یہ بھی علماء سے سنا گیا ہے۔ کہ قرآن پاک نہایت ادب سے سننا چاہیے۔ براہ کرم ہمیں یہ مسئلہ سمجھایا جائے کہ اس طرح رواجی شبینہ قرآن پاک لاؤڈ اسپیکر پر پڑھنا اور پڑھانا جائز ہے یا کہ نہیں۔

﴿ج﴾

بشرط صحت سوال طریقہ مذکورہ سے شبینہ بدعت اور مکروہ ہے۔ سلف صالحین نے اس طرح کا عمل ثابت نہیں ہے اس میں تمام گناہ بے ادبی کا منتظمین اور قراء پر ہوگا۔ سامعین میں یہ تفصیل ہوگی کہ جو وہاں (یعنی مقام شبینہ میں) سوئے ہوئے بے پرواہی اور غفلت سے کام لے وہ گنہگار ہوں گے۔ اور جو لوگ دور ہوں یا معذور ہوں وہ استغفار کریں۔ اور معافی کے امیدوار ہیں۔ (۲) تفسیر اتقان جلد اول ص ۱۰۴ طبع مصری شرکۃ مکتبہ ومطبع المصطفیٰ البابی الحلبی میں ہے وکرہ جماعات الختم فی اقل من ذلک (ای ثلث) لما روی ابو داؤد والترمذی من حدیث عبداللہ بن عمرو مرفوعاً لا یفقہ من قرأ القرآن فی اقل من ثلث (و کذلک روی عن ابن مسعود موقوفاً لا تقرؤا القرآن فی اقل من ثلث و کذالک عن معاذ بن جبل موقوفاً (۳) اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے واذا قری القرآن فاستمعوا له وانصتوا لعلکم ترحمون. جب قرآن مجید پڑھا جائے تو اسے توجہ سے سنو اور اس کی طرف کان لگاؤ تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔ لاؤڈ اسپیکر سے جب آواز تمام اہل محلہ سنیں گے اور تمام شب اس کی طرف توجہ مشکل ہو جائے گی اور اس کی طرف استماع اور انصات کے لیے انصات نہیں کر سکیں گے تو اس کا گناہ منتظمین اور قراء پر ہوگا۔ فقط واللہ اعلم۔

محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ ۱۰ شوال ۱۳۹۲ھ

کتاب الحج

حج کی فرضیت وادائیگی کے احکام

قرعہ اندازی میں نام نہ نکلنے کے بعد اگر کوئی فوت ہو جائے تو حج کی وصیت واجب ہوگی یا نہیں؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں دریں مسئلہ کہ ایک شخص کو سفر بیت اللہ کا آمد ورفت کے لیے خرچ میسر ہوا اور اس نے فی الفور حکومت کے قانون کے تحت داخلہ کر دیا لیکن قرعہ اندازی کے وقت اس کا قرعہ نہ نکلا تو اس نے حکومت سے رقم مذکور واپس لے لی۔ اب اگر دوسرا سال آنے سے پہلے اس کا انتقال ہو جائے تو کیا اس ترک حج سے جو بلا اختیار اس کے ہوا وہ مجرم بنے گا یا نہیں اور کیا اس کو یہ وصیت کر جانا کہ میرے ترکے سے میری طرف سے حج کرائیں ضروری ہے یا نہ اور اگر وہ وصیت نہ کر جائے تو وارثوں کو اس کے ترکے سے حج کرانا ضروری ہے یا نہیں۔

﴿ج﴾

قرعہ اندازی میں نام نہ نکلنے کی وجہ سے اگر تاخیر ہو جائے اور اسی سال اس کا انتقال ہو جائے تو انشاء اللہ وہ اس سال کے ترک کی وجہ سے عند اللہ ماخوذ نہ ہوگا لیکن اس کے ذمہ وصیت کرنا ضروری ہے۔ نیز اگر وصیت کیے بغیر اس کا انتقال ہوا تو وارثوں کے ذمہ اس کی طرف سے حج کرنا ضروری نہیں ہے۔ فقط واللہ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان ۲۹ جمادی الاولیٰ ۱۳۹۸ھ

الجواب صحیح محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

اپنے آپ کو دوسرے ملک کا باشندہ ظاہر کر کے حج پر جانے سے حج ادا ہوگا یا نہیں؟

﴿س﴾

چہ می فرمایند علماء کرام ومفتیان عظام دریں مسئلہ کہ بعضے از مردمان ایران مثلاً یا از کشور دیگر بوزری حکومت عمرہ و بنام برائے حج وزیارت بیت اللہ کہ دریں راہ چندیں گناہ ہائے کبیرہ مرتکب می شوند۔ مثلاً دروغگوئی۔ دوزدی حکومت ورشوت ملازمان وکارندگان دولت کہ غیر از ارتکاب آں معلوم است کہ چارہ ندارند و ممکن نیست تا کی یا دو را اختیار بکنند۔ پس دریں صورت حج وزیارت ایشان درست وصحیح است یا نہ؟ با وجود ایں آیات من استطاع الیہ سبیلا وایشان می گویند کہ چون حکومت ایرانی بہ نسبت پاکستان ذلیل زیادہ می گیرد۔ از ایں جہت از دیگر کشور رفتن بہر طور کہ باشد جائز است۔

﴿ج﴾

بدایں طریق برائے حج وزیارت رفتن جائز است۔ وفریضہ حج از ذمہ ایشان ساقط شود۔ اما از روئے کوئی وشوت دادن کارندگان را جائز نہ باشد۔ ازیں ہر دو حتی المقدور احتراز کردن لازم است۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

بصورت مجبوری اگر بغیر رشوت کار تمام نہ گردد دہندہ را باشد استغفار کند و بہ حج برود

الجواب صحیح محمود عفا اللہ عنہ ۲ صفر ۱۳۹۱ھ

کیا عورت کا حج سگے بھائی کے ساتھ ادا ہو جائے گا؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ تسنیم بی بی اپنے سگے بھائی کے ساتھ حج پر جانا چاہتی ہے لہٰذا وہ آپ سے اجازت مانگنا چاہتی ہے۔ مہربانی فرما کر اسے اجازت دی جائے۔

﴿ج﴾

حج فرض کی ادائیگی کے لیے محرم رشتہ دار حقیقی بھائی کے ساتھ جانے کی صورت میں خاوند کے لیے منع کرنے کی اجازت شرعاً حاصل نہیں لہٰذا وہ حج کر سکتی ہے۔ واذا وجدت محرما لم یکن للزوج منعها هدایه ج ۱ ص ۲۳۳) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

محمد انور شاہ غفر لہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان ۱۵ ربیع الاول ۱۳۹۶ھ

عمر رسیدہ خواتین کے گروپ کا بغیر محرم حج کے لیے جانا

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ ضعیف العمر تقریباً پچاس سال کی عمر کی چند خواتین حج بیت اللہ کو جانا چاہتی ہیں۔ محرم کوئی ہمراہ نہیں۔ ان خواتین کا حج بیت اللہ قبول ہو گا یا نہیں۔

﴿ج﴾

بروئے احادیث نبویہ وفقہ حنفیہ عورت کے لیے محرم کا یا خاوند کا ساتھ ہونا شرط ہے۔ بغیر اس شرط کے اس پر حج لازم ہی نہیں ہوتا۔ ایک طریقہ محمودہ شرع شریف میں یہ بھی ہو سکتا ہے کہ بیوہ عورت ایک ہو یا متعدد کسی نیک دل عمر رسیدہ حاجی کے ساتھ نکاح کر لیں۔ اور اس کے ساتھ حج کر لیں۔ بعد از فراغ من الحج اگر چاہیں تو خلع کر لیں اور چاہیں تو اس کے ساتھ عمر بھر تک مربوط و متعلق رہیں۔ بہرحال حج مطابق شرع شریف صحیح ہو جائے گا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

عبداللہ عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان ۲۲ جمادی الاخری ۱۳۹۰ھ

﴿ج﴾

یہ شخص والدین کی خدمت نہ کرنے کے سبب گنہگار ہے۔ اور اس کے گنہگار ہوتے ہوئے اس پر بھی حج فرض ہوگا۔ اگر فرض ہے۔ اگر مستطیع ہے۔ تو بھی اس کو جانا چاہیے تھا۔ اگر دوسرے موانع نہ ہوں۔ حج کا ثواب اس کو ملے گا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبدالرحمن نائب مفتی مدرسہ ہذا

الجواب صحیح محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان [illegible]

شوہر اگر بیوی کو حج سے منع کرے تو کیا کیا جائے؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ میرا خاوند مجھے خرچ دیتا ہے۔ میں اپنے رشتہ دار کے پاس رہ رہی ہوں اور اس مرتبہ اپنے ماموں کے ہمراہ حج پر جا رہی ہوں البتہ میرا خاوند مجھے حج پر جانے کی اجازت نہیں دے رہا۔ کیا اس کی اجازت کے بغیر حج پر جا سکتی ہوں۔

﴿ج﴾

محرم کے ساتھ بغیر رضا شوہر حج فرض کر سکتی ہیں اور خاوند کے لیے حج فرض سے روکنا جائز نہیں۔ بہر حال صورت مسئولہ میں آپ کا حج فرض پر جانا جائز ہے۔ ولا طاعة لمخلوق في معصية الخالق. الحديث وليس لزوجها منعها عن حجة الاسلام (الدر المختار على هامش رد المحتار كتاب الحج ج ۲ ص ۱۵۸) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان [illegible]

والد کی اجازت کے بغیر حج کو جانا

﴿س﴾

بخدمت جناب مولانا صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ عرض خدمت یہ ہے کہ امام بخش ولد کریم بخش پختہ ارادہ حج ادا کرنے کا رکھتا ہے۔ کیونکہ امام بخش پر حج فرض ہے اور والد اس کے کریم بخش نے حج ادا نہیں کیا ہے۔ جو کہ ملازمت ریلوے میں کرتے ہیں۔ اور امام بخش عرصہ ۱۵ سال سے علیحدہ ہے۔ (یعنی کمائی امام بخش اور اس کے والد کی عرصہ پندرہ سال سے علیحدہ علیحدہ ہے) اور کریم بخش کے لڑکے تین اور بھی ہیں۔ جو کہ تقریباً

۲۵ سال عمر کا ہے اور دوسرا عمر ۱۲ سال کا ہے۔ اور تیسرا عمر ۱۱ سال کا ہے۔ تو ہمارے نام مطلب کیا؟ سے صحیح فتویٰ روانہ کریں۔ عین نوازش ہوگی۔ امام بخش ولد کریم بخش چوہدری۔

نوٹ۔ کریم بخش اپنے لڑکے امام بخش کو حج پر جانے کی اجازت نہیں دیتے ہیں۔ تو کیا بغیر اجازت حج پر جا سکتا ہے۔

الجواب

جب امام بخش والد سے علیحدہ ہے۔ وہ کمائی اس کی اپنی خاص ملکیت ہے اور اس پر حج فرض بھی ہے اور اس کا باپ گزارہ یا معذور بھی نہیں کہ اس کی خدمت گزاری کرے اور یہ امام بخش پر لازم ہو بلکہ اس کے دوسرے لڑکے بھی ہیں۔ تو امام بخش وغیرہ بغیر اجازت والد کے حج کی ادائیگی کے لیے ضرور بالضرور چلا جانا چاہیے۔ واللہ اعلم

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان ۲۳ شوال ۱۳۸۲ھ

دورانِ عدت عورت پر حج کی ادائیگی فرض نہیں

س

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ میری والدہ حج پر جا رہی تھیں کہ اچانک قضاء الٰہی سے میرے والد صاحب فوت ہو گئے ہیں۔ اب والدہ حج پر جا سکتی ہیں یا کہ نہیں۔

ج

ایام عدت میں فریضہ حج کے لیے سفر نہیں کر سکتی۔ قال فی الدر المختار مع (زوج او محرم) الخ (مع) وجوب النفقة لمحرمها (علیها) لانه محبوس علیها (لامرأة) حرة ولو عجوزا فی سفر الخ...... (و) مع (عدم عدة علیها مطلقا) اية عدة كانت وفی الشامية ای فلا يجب عليها الحج اذا وجدت (اية عدة كانت) ای سواء كانت عدة وفاة او طلاق بائن او رجعی (رد المحتار كتاب الحج ص ۴۵۹ ج ۲ مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ) ولا تخرج معتدة رجعی او بائن الخ. عن بيتها اصلا (الدر المختار على هامش رد المحتار فصل فی الحداد) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان ۲۱ ذوالقعدہ ۱۳۹۳ھ

۱۲ سالہ عمر والا لڑکا اگر حج کرے تو فرض ادا ہو جائے گا یا نہیں؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اندریں مسئلہ کہ اگر کسی بچے ۱۲ بارہ سال کے لڑکے کو فرض حج ادا کرنے کے لیے اپنے ہمراہ مکہ معظمہ لے جا کر جملہ ارکان ادا کرا دیں۔ تو لڑکے کا فرض حج ادا ہوگا یا نہیں۔ (۲) شرعی لحاظ سے لڑکا کتنے سالوں کے بعد بالغ ہو جاتا ہے۔ شرعی دلائل سے جواب مرحمت فرمائیں۔

﴿ج﴾

بارہ سال کا لڑکا اگر بلحاظ تندرستی کے لحاظ سے جسیم ہو۔ وہ اقرار کرے کہ مجھ کو احتلام سے انزال منی ہو گیا۔ تو اس کا اقرار صحیح سمجھ کر اس کو بالغ مانا جائے گا۔ اور اس کا حج فرض بھی ادا ہوگا۔ اور اگر وہ احتلام سے انزال کا اقرار نہ کرے۔ یا جسمانی لحاظ سے اسکا یہ قول صحیح تسلیم نہ ہو۔ یعنی بظاہر اس کا یہ اقرار جھوٹا معلوم ہو۔ تو جب تک وہ چودہ سال کا پورا نہ ہوگا بالغ نہ ہوگا۔ اور اس کا حج فرض بھی صحیح نہ ہوگا۔ بلوغ الغلام بالاحتلام والاحبال والانزال والجارية بالاحتلام والحيض والحبل فان لم يوجد فيهما شيء فحتى يتم لكل منهما خمس عشرة سنة به يفتى لقصر اعمار اهل زماننا (الى ان قال) فان راهقا اى بلغا هذا السن اى اثنا عشر في الغلام وتسعة في الجارية فقالا بلغنا صدقا ان لم يكذبهما الظاهر كذا قيده في العمادية وغيرها فبعد ثنتي عشرة سنة يشترط شرط آخر لصحة اقراره بالبلوغ وهو ان يكون بحال يحتلم مثله والا لا يقبل قوله الخ (درمختار مطبوعه ایچ ایم سعید) کتاب الحجر ج ۲ ص ۱۹۵

محمود عفا اللہ عنہ

والدین کی زندگی میں اولاد کا حج فرض ہی ہوگا

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ہمارے ہاں بعض حضرات فرماتے ہیں کہ والدین کی زندگی میں اولاد حج کرے تو وہ نفل ہوگا۔ خواہ والدین نے حج کیا ہو یا نہ۔ تو کیا یہ صحیح ہے؟

﴿ج﴾

یہ کوئی مسئلہ نہیں ہے۔ بلکہ ایک من گھڑت افسانہ ہے۔ فقط واللہ اعلم

بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان ۱۸ ذوالحجہ ۱۳۹۹ھ

عورت کا اپنی بھاوج اور اس کے والد کے ساتھ حج پر جانا

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین بیچ اس مسئلہ کے۔ میری والدہ بیوہ ہے انشاء اللہ میرا ارادہ ہے کہ اپنی والدہ کو حج مبارک کے لیے بھیجوں۔ اتنی مالی طاقت نہیں ہے کہ خود بھی ساتھ جاؤں صرف والدہ کے اخراجات کا متحمل ہو سکتا ہوں میری حقیقی بیوہ بھاوج بھی ہمراہ اپنے والد کے حج مبارک کے لیے جانے کا ارادہ رکھتی ہے میری بیوہ بھاوج اور اس کی حقیقی اور سوتیلی والدہ ساتھ ہوں گی۔ بہرحال اپنی والدہ کے لیے میں اپنے طور پر خود جانے یا کسی اپنے بھائی بھتیجے کو بھیجنے سے عاجز ہوں۔ حکومت کے اعلان کے مطابق کوئی عورت اکیلی حج مبارک کے لیے نہیں جا سکتی از راہ کرم نوازی فدوی کو مطلع فرمایا جائے کیا مجھے اپنی والدہ کو اپنی حقیقی بیوہ بھاوج اور اس کے والد کے ساتھ بھیجنے کی مذہبا کوئی ممانعت تو نہیں ہے۔ مہربانی فرما کر جلد از جلد فدوی کو فتویٰ سے مطلع کیا جائے۔

ماما اختر علی بیوپاری اختر پارک سیف بکل ملتوی ڈاکخانہ خاص تحصیل حاصل پور ضلع بہاولپور

﴿ج﴾

اگر آپ کی والدہ اپنی ذاتی رقم سے حج کرنا چاہتی ہے اور رقم اتنی مقدار کی نہ ہو کہ دوسرے آدمی کے حج کے لیے بھی کافی ہو سکے تب تو آپ کی والدہ پر حج فرض نہیں ہے۔ اور اگر رقم آپ کی ہو حوائج اصلیہ سے زائد ہو تو اس صورت میں آپ والدہ کو یا دوسرے آدمی کو نہیں بھیج سکتے ہیں۔ پہلی صورت میں اگر محرم مل بھی جائے تب بھی اس پر حج فرض نہ ہوگا۔ جب تک کہ اس کے پاس اتنی مقدار کا روپیہ نہ ہو جس سے اس کے اور اس کے محرم دونوں کا حج ادا ہو سکے۔ بہرحال اجنبی غیر محرم آدمی کے ساتھ عورت کے لیے حج پر جانا صحیح نہیں ہے۔ درمختار مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ ص ۱۵۸ ج ۲ میں ہے مع زوج او محرم بالغ عاقل الخ الی قوله وجوب النفقة لمحرمها (علیها) اس پر شامی نے لکھا ہے قوله مع وجوب (مع) الخ ای فیشترط ان تکون قادرة علی نفقتها و نفقته ۔ واللہ اعلم

عبدالرحمن نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

''حج بدل کے مسائل''

کیا حج بدل کرنے والے کے لیے ضروری ہے کہ اس نے پہلے سے حج کیا ہو؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے گذشتہ سال حج کی درخواست دی تھی وہ منظور نہیں ہوئی بعد میں وہ شخص فوت ہو گیا کیا اس کی جگہ شخص آخر حج کر سکتا ہے یا نہیں۔ نیز جس شخص نے پہلے اپنا حج کیا ہوا ہو وہ جا سکتا ہے یا کہ دوسرا بھی جا سکتا ہے۔ بحوالہ ارشاد فرمائیں۔ نوٹ۔ میت نے وصیت بھی کی تھی حج کرنے کی۔

﴿ج﴾

صورت مسئولہ میں اگر متوفی کی طرف سے ایسا شخص حج کرے جس نے پہلے حج کیا ہوا ہو۔ تو بہتر و اولیٰ ہے۔ ایسے شخص کا حج کرنا جس نے اپنا حج نہیں کیا اگر فقیر ہے تو مکروہ تنزیہی ہے اگر وہ شخص غنی ہے یعنی اس پر اپنا فرض ہے تو اس کا حج کرنا میت کی طرف سے مکروہ تحریمی ہے۔ وصیت کرنے کی صورت میں اس کے کل ترکے کے تیسرے حصے سے اس کی طرف سے حج کرانا واجب ہے۔ کذا فی الشامی۔ ج ۲ / ص ۱۲

اگر حج بدل کے لیے ایسا شخص بھیجا جائے جس نے اگلے سال اپنا حج کرنا ہو تو کیا حکم ہے؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک شخص اپنے والد مرحوم کی طرف سے ایک غریب آدمی کو حج پر بھیجنا چاہتا ہے۔ کیا از روئے شرع غریب آدمی حج بدل کر سکتا ہے۔ یا نہ۔ جبکہ وہی غریب آدمی حج فرض ہو جانے کی صورت میں اگلے سال حج پر جائے گا۔ یا وہاں رہ کر اپنا فرض حج ادا کر کے واپس آئے گا۔ بینوا توجروا

﴿ج﴾

حج بدل ایسے شخص سے کرانا جس نے حج نہ کیا ہو صحیح اور جائز ہے۔ لیکن بہتر یہ ہے کہ ایسے شخص سے حج کرایا جائے۔ جس نے اپنا حج فرض ادا کر لیا ہو۔ کیونکہ جس پر حج فرض نہیں ہے۔ اور اس کو استطاعت نہیں ہے۔ اس پر چونکہ بعض علماء محققین کے نزدیک مکہ معظمہ میں پہنچ کر حج فرض ہو جاتا ہے۔ تو ایسے شخص سے حج بدل کرانا کراہت سے خالی نہیں۔ بہرحال میت نے اگر وصیت کی ہے۔ تو ایسے شخص سے حج بدل کرانے کی صورت میں کہ جس نے اپنا حج نہ کیا ہو۔ میت کا حج ادا ہو جائے گا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
الجواب صحیح محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ [illegible]

حج فرض ہونے کے بعد اگر کوئی شخص فوت ہو جائے تو آیا وصیت کرنے یا نہ کرنے کی دونوں صورتوں میں کچھ فرق ہوگا؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ مثلاً زید فوت ہو گیا ہے۔ اس کے بعد ایک شخص نے کہا کہ میں اس کی طرف سے حج کروں گا۔ زید من استطاع الیہ سبیلا میں سے تھا۔ اور حج کے بعد زید کے ورثاء اس کو خرچہ حج دے سکتے ہیں یا نہیں۔ اور وہ عطایہ تبرع سکتا ہے۔ کیونکہ حج کی فرضیت زید کے ذمہ ہے۔ یا ادا ہو گئی ہے۔ اور زید کی وصیت بھی ہو تو اس کے بارہ میں کیا حکم ہے اور وصیت نہ ہو تو اس بارے میں کیا حکم ہے۔

﴿ج﴾

بدون وصیت کے ورثاء کے ذمہ ضروری نہیں ہے کہ وہ متوفی کی طرف سے حج بدل کرائیں۔ لیکن اگر جملہ ورثاء اس پر راضی ہوں۔ اور وہ سب بالغ ہوں۔ تو اگر وہ سب متوفی کی طرف سے حج بدل کرائیں تو اچھا ہے۔ اور امید ہے کہ ان شاء اللہ میت کی طرف سے حج فرض ادا ہو جائے گا۔ درمختار مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ ص ۲۵۹ ج ۲ میں ہے۔ (بشرط الامر به) ای بالحج عنه (فلا يجوز حج الغير عنه بغير اذنه الا اذا حج) او احج (الوارث عن مورثه) وفي الشامي (ان لم يوص به) اى بالاحجاج (فتبرع عنه الوارث) الخ (او احج عنه غيره جاز) والمعنى جاز عن حجة الاسلام ان شاء الله تعالى (رد المحتار باب الحج عن الغير) اگر بعض ورثاء بالغ ہیں۔ اور بعض نابالغ تو پہلے ترکہ تقسیم کر دیا جائے۔ اس کے بعد بالغین اپنے حصہ میں سے متوفی کی طرف سے حج کرا سکتے ہیں۔ الغرض بدون وصیت کے وارثوں کے ذمہ ضروری نہیں ہوتا۔ کہ وہ ضرور حج کرائیں۔ البتہ اگر چاہیں تو کرا سکتے ہیں۔ اور اس سے حج فرض میت کا ان شاء اللہ تعالیٰ ادا ہو جائے گا۔ اگر متوفی نے وصیت کی ہے۔ تو وصیت کے مطابق حج کرانا ورثاء پر لازم ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان ۸ ربیع الثانی ۱۳۹۲ھ

حج بدل کرنے والے کی طرف سے ادا ہوگا یا کرانے والے کی طرف سے؟
حج بدل پر جانے والے پر وہاں پہنچ کر اپنا حج فرض ہوگا یا نہیں؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ میں کہ (۱) ایک شخص پر حج ضروری ہے یا بہت دولت ہو گیا۔ یا شیخ فانی ہو گیا۔ تو اس کی طرف سے ایک شخص فقیر جس نے پہلے حج نہیں کیا۔ حج عن الغیر کر سکتا ہے یا نہیں۔ پھر اگر حج عن الغیر کرے۔ تو اس کی طرف سے ہوگا۔ یا اسی فقیر کی طرف سے ہوگا۔ اگر حج بدل آمر کی طرف سے ہے۔ (۲) تو کیا فقیر پر وہاں پہنچنے کے بعد اپنا حج فرض ہو جاتا ہے یا نہیں۔ اور اس کو سال کے لیے حج کا ادا کرنا ضروری ہے یا نہیں۔ مفصل تحریر فرمائیں۔

﴿ج﴾

جس نے اپنا حج ادا نہ کیا ہو۔ مگر اس پر اپنا حج فرض ہو چکا ہے۔ تو اب قبل ادائیگی فریضہ دوسرے کے لیے حج کرنا مکروہ تحریمی ہے۔ اور اگر اب اس پر فرض نہیں ہوا تو مکروہ تنزیہی ہے۔ علامہ شامیؒ نے رد المحتار ص ۶۰۲ ج ۲ میں تحریر فرمایا ہے۔ **والذی یقتضیه النظر ان حج الصرورة (ای الذی لم یحج عن نفسه) عن غیره ان کان بعد تحقق الوجوب علیه بملک الزاد والراحلة والصحة فهو مکروه کراهة تحریم الخ.** لیکن یہ کراہت تحریمی حج کرنے والے کے لیے ہے۔ حج کرانے والے کے لیے ہر صورت میں کراہت تنزیہی ہے۔ **کما نقله الشامي عن البحر ان الکراهة في حقه تنزیهیة وان کانت في حق المامور تحریمیة شامی ص ۶۰۲ ج ۲.** لیکن اس کے ساتھ ساتھ احناف کے نزدیک بہر حال حج آمر کا ادا ہو جاتا ہے۔ خلافاً للشافعیؒ۔ البتہ یہ مسئلہ کہ اگر فقیر نائب بن کر مکہ معظمہ پہنچ جاتا ہے۔ تو کیا اس پر وہاں پہنچنے سے اپنا حج فرض ہو جاتا ہے یا نہیں۔ اس میں اختلاف ہے۔ بعض نے مثلاً مفتی ابو السعود اور السید محمد ابو السعود وغیرہ نے اس پر وجوب قرار دیا ہے اور اس پر رسالہ لکھا ہے اور بعض نے مثلاً شیخ عبدالغنی النابلسیؒ نے واجب نہیں کیا۔ اور شیخ عبدالغنی نے بھی اس میں رسالہ تصنیف کیا۔ شیخ عبدالغنی نابلسیؒ اس قدرت کو جو بقدرۃ الغیر اسے حاصل ہے۔ قدرت نہیں قرار دیتے۔ اور اگلے سال تک قیام کرنا موجب حرج ہے۔ اس لیے عدم وجوب کے قائل ہوئے۔ علامہ شامیؒ نے اس تفصیل کو رد المحتار باب الحج عن الغیر میں ذکر کیا ہے۔ مکتوبات شیخ الاسلام حضرت مدنی قدس سرہ جلد دوم صفحہ ۲۵۶۔۲۵۸ میں حضرت نے وجوب حج کا قول کیا

ہے۔ نیز اس سے پہلے مرتب نے حضرت مفتی کفایت اللہ صاحب مرحوم اور مفتی دارالعلوم دیوبند مولانا مفتی مہدی حسن صاحب مدظلہ کے دو فتوے نقل کیے ہیں۔ دونوں عدم وجوب کے قائل ہیں۔ میری رائے میں بھی عدم وجوب ہی مرجح معلوم ہوتا ہے۔ (انتہیٰ)

[illegible]

حج بدل پر جانے والے کا حج تمتع ادا کرنا

سوال

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کہ حج عن الغیر یعنی حج بدل تمتع کی صورت میں ادا ہو سکتا ہے یا نہیں۔ بصورت دیگر کیا قربانی بھی اس پر لازم ہو سکتی ہے یا نہیں۔ نیز حج بدل کے ضروری مسائل اور حج کے اخراجات کے متعلق تفصیلاً تحریر فرمائیں۔ کہ کتنے تک اخراجات کر سکتا ہے۔ بینوا توجروا

جواب

صورت مسئولہ میں بر تقدیر صحت واقعہ صاحبین رحمہما اللہ تعالیٰ کے نزدیک حج بدل ادا ہو گیا ہے۔ حج اور حج بدل کے تفصیلی مسائل معلوم کرنے کے لیے معلم الحجاج، زبدۃ المناسک وغیرہ کتب کا مطالعہ فرمائیں۔ (جواہر الفقہ ج ۱ ص ۵۱۲) فقط واللہ اعلم

[illegible]

کیا حج بدل کرنے والا تمتع کر سکتا ہے؟

کیا حج بدل کرنے والا ادائیگی حج سے پہلے مدینہ منورہ جا سکتا ہے؟

سوال

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ آیا حج بدل والا تمتع کر سکتا ہے یا نہ، اور اگر کسی اور امام صاحب کے قول پر عمل کر لیا جائے۔ کیا حج بدل میں تمتع ہو سکتا ہے یا نہ (۲) اور حج بدل کرنے والا حج سے قبل مدینہ شریف جا سکتا ہے یا نہ۔

جواب

(۱) حج بدل کرنے والا تمتع نہ کرے، اور نہ قران بلکہ افراد کرے۔ (۲) مدینہ منورہ تک آنے جانے کا خرچہ

اپنا کرے لیکن جس کی طرف سے حج بدل کرانا چاہتا ہے اگر وہ زندہ ہے اور اس نے اس سفر میں خرچ کرنے کی اجازت دے رکھی ہے۔ تو جائز ہوگا۔ فقط واللہ اعلم۔ (جواہر الفقہ)

محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ خیر المدارس ملتان ۱۴۰۹ھ

جس نے خود حج نہ کیا ہو اور والدین کے حج بدل کے لیے کسی کو بھیجے تو کیا حکم ہے؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک شخص اپنے مرحوم والدین کے حج بدل کرانے کا خواہشمند ہے۔ مگر اس نے خود حج کیا ہوا نہیں ہے۔ کیا ایسی صورت میں وہ حج بدل کرا سکتا ہے۔ بینوا توجروا

﴿ج﴾

اگر اس شخص پر اپنا حج فرض ہے تو اس پر لازم ہے کہ وہ اپنا حج ادا کرے اور اس میں تاخیر نہ کرے۔ لیکن اپنا حج ادا کیے بغیر اگر والدین کی طرف سے حج بدل کرانا چاہتا ہے۔ تو یہ بھی جائز ہے البتہ بدون وصیت کے ورثاء کے ذمہ ضروری نہیں ہے۔ کہ وہ متوفی کی طرف سے حج بدل کرائیں۔ لیکن اگر جملہ ورثاء اس پر راضی ہوں اور وہ سب بالغ ہوں تو اگر وہ سب متوفی کی طرف سے حج کرا دیں تو اچھا ہے۔ اور امید ہے کہ ان شاء اللہ میت کی طرف سے حج فرض ادا ہو جائے گا۔ درمختار ص ۲۵۹ ج ۲ میں ہے۔ (وبشرط الامر به) ای بالحج عنه (فلا يجوز حج الغير بغير اذنه الا اذا حج) او احج (الوارث عن مورثه) وايضاً في الشامي. (وان لم يوص به) ای بالاحجاج (فتبرع عنه الوارث) الخ...... جاز) والمعنى جاز عن حجة الاسلام ان شاء الله شامی ص ۲۵۹ ج ۲.

پس اگر جملہ ورثاء بالغ ہیں اور وہ سب مورث متوفی کی طرف سے حج کرانے پر راضی ہیں۔ تو قبل از تقسیم ترکہ بھی حج کرا سکتے ہیں۔ اور اگر بعض ورثاء بالغ ہیں اور بعض نابالغ تو پہلے ترکہ تقسیم کر دیا جائے۔ اس کے بعد بالغین اپنے حصہ میں سے والدین کی طرف سے حج کرا سکتے ہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ خیر المدارس ملتان ۱۱ شوال ۱۴ھ

اگر حج بدل کرانے والا خرچ شدہ پوری رقم نہ دے تو کیا کیا جائے؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ زید عمر سے پوری تکمیل کر کے حج کو جا رہا ہے اور زید کسی اور حاجی صاحبان کو کراچی تک پہنچانے جا رہا تھا تو اچانک پروگرام بنا اور ۶۰۰۰ روپے قرض لے کر ساتھ ہی

دوران حج سرزد ہونے والی غلطیوں کا بیان

حج تمتع کرنے والا اگر ایام نحر میں قربانی نہ دے تو اس پر تین دم لازم ہوں گے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ ایک متمتع جو ایام نحر میں دم تمتع نہیں دے سکا۔ اور روزے بھی اس وقت نہ رکھ سکا۔ اب اس شخص کے لیے ایام نحر گزر جانے کے بعد کیا حکم ہے۔

﴿ج﴾

اگر یہ شخص حجامت کرا کے حلال ہو چکا ہے تو تین دم دے۔ ایک تمتع کا دوسرا ذبح سے پہلے حلال ہونے کا اور تیسرا دم ایام نحر سے ذبح مؤخر کرنے کا بھی لازم ہوگا۔ تینوں دم ذبح کرے حرم کے اندر۔ فقط کذا فی معلم الحجاج۔
واللہ تعالیٰ اعلم

بندہ محمد اسحاق غفر لہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
الجواب صحیح محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ ۸ ذوالقعدہ ۱۳۹۰ھ

اگر حج تمتع کرنے والا پہلے ہی احرام میں حج بھی کر لے تو کیا اس کے ذمے دم لازم ہوگا؟ کیا دوسرے اور تیسرے دن کسی سے رمی کروانے سے دم لازم ہوگا؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ۔ (۱) مسمی محمد ابراہیم نے [illegible] پہاڑی سے صرف عمرہ کا احرام باندھا تھا مکہ شریف میں اپنے ساتھیوں سے جدا ہو گیا تھا نہ مجھے میرا معلم ملا اور نہ مجھے کوئی ساتھی ملا۔ اور میں انتہائی طور پر پریشان رہا۔ تقریباً چار یوم ساتھیوں سے بچھڑا رہا۔ میرے پاس صرف احرام کے دو کپڑے تھے اور کچھ رقم تھی۔ جب عمرہ کے احکام پورے ہو گئے۔ تو میں نے حلق اور قصر کے ساتھ عمرہ کو ختم نہ کیا بلکہ انہی دو کپڑوں میں حج کا احرام باندھ لیا۔ میرے پاس اور کپڑے بھی نہ تھے اور پریشانی بھی زیادہ تھی۔ لیکن کچھ رقم میرے پاس تھی۔ اب اس صورت میں میرا احرام صحیح ہے یا نہیں۔ اور کیا حلق وغیرہ نہ کرانے سے دم واجب ہے یا نہ۔ پھر بعد میں منیٰ کے اندر ساتھی قدرتی طور پر مل گئے۔ میرے پاؤں میں کنکری لگ گئی۔ جو انتہائی شدید تھی۔ جس کا معمولی زخم اب بھی موجود ہے۔ مجھے چلنے پھرنے میں بہت تکلیف ہوتی تھی۔ صرف ایک یوم بہت مشکل سے کنکریاں ماریں دوسرے

اور تیسرے دن درد اور تکلیف کی وجہ سے اور اس ڈر سے کہ کہیں ساتھیوں سے بچھڑ جاؤں کسی اور ساتھی سے کنکریاں مروائیں۔ تو کیا دوسرے اور تیسرے دن ساتھی سے کنکریاں مروانے کی وجہ سے کوئی دم تو واجب نہیں ہوتا۔

﴿ج﴾

(۱) (قوله ان شاء) راجع للامرين اي ان شاء حلق وان شاء قصر وان شاء بقي محرما. شامي ص ۲۱۲ ج ۲ وايضا قال الشامي وفيه دلالة على ان المتمتع بها الذي لم يسق الهدي لا يلزمه التحلل كما ذكره الاسبيجابي وغيره. شامی ص۲۱۲ ج ۲ روایت بالا سے معلوم ہوا کہ صورت مذکورہ میں حلق وغیرہ نہ کرنے سے اس پر دم لازم نہ ہوگا۔

(۲) رمی کے بارے میں وہ شخص مریض اور معذور سمجھا جائے گا۔ جو کھڑا ہو کر نماز نہ پڑھ سکتا ہو اور جمرات تک پا سوار ہو کر آنے میں سخت تکلیف کا اندیشہ ہو۔ اور اگر سوار ہو کر جمرات تک آ سکتا ہے۔ اور مرض کی زیادتی اور تکلیف کا اندیشہ نہیں ہے تو اس کو خود رمی کرنی ضروری ہے۔ دوسرے سے رمی کرانا جائز نہیں۔ ہاں اگر سواری یا کوئی خاص شخص اٹھانے والا نہ ہو۔ تو معذور ہے۔ دوسرے سے رمی کرا سکتا ہے۔ پس اگر آپ کا مرض مندرجہ بالا تفصیل کے مطابق تھا تو دوسرے سے رمی کرانا درست ہوا۔ ورنہ دم واجب ہوگا۔ دم کی قیمت مکہ مکرمہ بھیجیں یہاں پر قربانی کرنا کافی نہیں ہے۔ معلم الحجاج ص ۱۹۱ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

الجواب صحیح محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

حج میں درج ذیل چیزیں اگر چھوٹ جائیں تو کیا حکم ہے؟

﴿س﴾

مندرجہ ذیل واجبات میں سے کوئی چھوٹ جائے تو کیا لازم ہے؟ (۱) مزدلفہ میں مقررہ وقت میں ٹھہرنا۔ (۲) صفا اور مروہ کے درمیان سعی۔ (۳) رمی جمار شیطانوں کو کنکریاں مارنا۔ (۴) قارن اور متمتع کو قربانی کرنا۔ (۵) سر کے بال منڈوانا۔ (۶) آفاقی کو طواف وداع کرنا۔

﴿ج﴾

(۱۔۲۔۳) وفي الدر ص ۲۲۳ ج ۲ او ترك السعي او اكثره او ركب فيه بلا عذر او الوقوف بجمع يعني مزدلفة . او طواف الفرض روایت بالا سے معلوم ہوا کہ مزدلفہ کا قیام ترک کرنے سے دم دینا واجب ہے۔ اسی طرح صفا و مروہ کے مابین سعی ترک کرنے سے دم لازم ہے۔ اور ترک رمی پر دم لازم ہے۔ تجرید وفي الدر ج ۲ ص ۲۲۳ اخره الحلق عن ايام النحر الخ. اس سے ثابت ہوا کہ

اگر ایام نحر میں حلق نہ کرے تو پھر دم دینا پڑے گا۔ (۴) قارن اور متمتع اگر دم دینے پر قادر نہ ہو۔ تو دس روزے رکھیں گے۔ تین دن یوم النحر سے قبل اور سات روزے ایام حج گذرنے کے بعد۔ اگر کوئی شخص تین روزے ساقط نہ کر سکے تو دم دینا لازم ہوگا۔ رفی الدر ص ۲۰۹ ج ۲ (و ذبح للقران) وھو دم شکر ...... (وان عجز صام ثلثة ایام، الخ

نمبر ۲ وفی الشامیة. ج ۲ ص ۳۰۲ (قوله وھو واجب) فلو نفر ولم یطف وجب علیه الرجوع لیطوف مالم یجاوز المیقات فیخیر بین اراقة الدم والرجوع باحرام جدید الخ۔ طواف وداع کے ترک پر بھی دم لازم ہے۔ فقط واللہ اعلم

بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
الجواب صحیح محمد انور شاہ غفرلہ ۱۷ رجب ۱۳۹۸ھ

دوسرے اور تیسرے دن اگر رمی کو زوال سے پہلے کیا جائے تو کیا حکم ہے؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علمائے دین دریں مسئلہ کہ ایک آدمی نے حج کے موقع پر رمی جمار کرتے ہوئے دوسرے دن میں قبل از زوال رمی کر لی۔ تو اب قابل دریافت بات یہ ہے کہ اس کی رمی ہوئی یا نہیں۔ اگر نہیں ہوئی تو دم لازم ہو گا یا نہیں اگر دم ہے۔ تو اب پاکستان میں کیسے کرے اور ساتھ ساتھ یہ بات قابل دریافت ہے۔ کہ دوسرے دن کی رمی کس وقت شروع ہوتی ہے۔ جبکہ حضرت مولانا اعزاز علی لکھتے ہیں کہ رمی بعد از زوال شروع ہو جاتی ہے اور صاحب بحر الرائق بحر میں تحریر فرماتے ہیں۔ کہ رمی بعد از طلوع شمس کے شروع ہو کر زوال تک ہے۔

﴿ج﴾

دوسرے دن کی رمی کا وقت زوال سے شروع ہے۔ اور یہ وقت مسنون ہے۔ لہٰذا اس کے خلاف کرنے سے (یعنی زوال سے قبل رمی کرنے سے) دم لازم ہوگا۔ کما فی الدر ج ۲ ص ۱۰۴ قال فی اللباب وقت رمی الجمار الثلاث فی الیوم الثانی والثالث من ایام النحر بعد الزوال فلا یجوز قبله فی المشھور وقیل یجوز والوقت المسنون فیھما یمتد من الزوال الی غروب الشمس وفی العالمگیریة. ج ۱ ص ۲۳۳ واما وقت الرمی فی الیوم الثانی والثالث فھو ما بعد الزوال الی طلوع الشمس حتی لا یجوز الرمی فیھما قبل الزوال الخ. نیز کفارات میں دم اگر لازم آجائے تو یہ فقط حرم پاک میں قربانی دینے سے ادا ہوگا۔ اس لیے ایک قربانی کی رقم حرم پاک میں کسی کے پاس روانہ کی جائے اور وہ شخص اس رقم سے قربانی خریدے اور حرم میں ذبح کرے۔ فقط واللہ اعلم

بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان [illegible]

فيما دون ذالك قال ابو يوسف اكره لها ان تسافر يوماً وهكذا روى عن ابى حنيفة رحمه الله تعالى۔ اس لیے زید لڑکی کو غیر محرم کے ساتھ خاوند کے گھر بھیجنے پر گنہگار ہوگا۔ آئندہ کے لیے اس کو اس سے اجتناب کرنا ضروری ہے۔

نیز خاوند کے لیے مناسب و مستحب ہے کہ بغیر ضرورت شدیدہ کے بھی گاہے گاہے اس کے والدین کے یہاں ذی محرم کے ساتھ جانے کی اجازت دیا کرے۔ کتب فقہ کی مندرجہ ذیل عبارات اس کے ثبوت کے لیے کافی ہیں

قال فى الدر المختار (ولا يمنعها من الخروج الى الوالدين) فى كل جمعة ان لم يقدرا على اتيانها على ما اختاره فى الاختيار ولو ابوها زمنا مثلا فاحتاجها فعليها تعاهده ولو كافرا وان ابى الزوج فتح قال الشامى وقد اختار بعض المشائخ منعها من الخروج اليهما واشار الى نقله فى شرح المختار والحق الاخذ بقول ابى يوسف اذا كان الابوان بالصفة التى ذكرت والا ينبغى ان ياذن لها فى زيارتهما فى الحين بعد الحين على قدر متعارف اما فى كل جمعة فهو بعيد فان فى كثرة الخروج فتح باب الفتنة الخ (شامى باب النفقة ص ۶۰۲ ج ۲ مطبوعہ کوئٹہ) باقی حج کے ثواب کا دارومدار نیت پر ہے۔ اگر فریضہ حج ادا کرنے کی نیت سے کیا ہے تو ثواب ملے گا۔ لڑکی کے خاوند نے اپنی لڑکی کے ساتھ احسان کیا ہے۔ اس کا مطالبہ اداروں سے نہیں کر سکتا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان ۱۸ ربیع الاول ۱۳۹۹ھ

جس نے حج نہ کیا ہو اس کا عمرہ ادا ہو جاتا ہے
عمرہ کرنے والا جب صاحب استطاعت ہوگا تو حج بھی فرض ہوگا

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک شخص مثلاً زید عمرہ کرتا ہے اور یہ پہلا عمرہ ہے۔ اس سے پہلے حج یا عمرہ ادا نہیں کیا۔ کیا اس عمرہ سے عمرہ ادا ہوگا یا نہیں۔ (۲) عمرہ کا مقررہ ثواب ملے گا یا نہیں ملے گا (۳) اس عمرہ کے بعد زندگی بھر میں ایک بار حج کرنا فرض ہو جائے گا یا نہیں۔ بینوا توجروا

﴿ج﴾

(۱۔۲) عمرہ اس کا صحیح اور موجب ثواب ہے۔

(۳) عمرہ ادا کرنے سے حج ساقط نہیں ہوتا جب اس کو استطاعت ہو تو فریضہ حج ادا کر دے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
الجواب صحیح محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ ۲۳ ربیع الاول ۱۳۹۰ھ

جو شخص حج کر چکا اس سے والدین کے لیے حج کا ثواب خریدنا

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان عظام اس مسئلہ میں کہ ایک آدمی حج بیت اللہ کو جاتا ہے تو حج کر لینے کے بعد وہیں مکۃ المکرمہ میں کوئی غیر آدمی کہے کہ میں اپنے حج کے ثواب کو بیچنا چاہتا ہوں تو اس سے کوئی غیر آدمی پیسے دے کر اپنے کسی رشتہ دار مثلاً والدین یا اولاد کے لیے اس کا ثواب خرید سکتا ہے یا نہیں۔ یا یہ کہ یہاں سے کوئی آدمی حاجی کو پیسے دیتا ہے کہ میرے لیے وہاں سے حج کا ثواب خرید لینا یہ شرعاً جائز ہے یا نہیں۔ جواب مرحمت فرمائیں۔ بینوا توجروا

﴿ج﴾

حج کر لینے کے بعد تو یہ درست نہیں کہ کوئی شخص اپنا حج کسی کو روپیہ لیکر دیدے لیکن یہ درست ہے کہ وہاں کسی مستطیع آدمی سے حج نفل والدین زوجہ وغیرہ کی طرف سے کرا لیا جائے۔ یعنی پہلے ہی سے وہ شخص احرام دوسرے کی طرف سے جس کی طرف سے حج کرانا مقصود ہے باندھے یہ درست ہے۔

لیکن صرف ثواب حج کے لیے اگر ہو تو جائز نہیں ہے نیز اسکے اخراجات سفر کے ادا کرے اجرت جائز نہیں ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان ۱۴ صفر ۱۳۹۶ھ

حج کی فلم دیکھنا

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین۔ متعدد بعض رسائل میں کہا گیا کہ آجکل فلم خانہ خدا اجکل رونق ہے۔ کہا یہ جاتا ہے کہ اس فلم کے دیکھنے سے حج اور زیارت کی ترغیب ہوتی ہے۔ اس لیے اس کا دیکھنا جائز ہے۔ کیا واقعی اس فائدہ کو ملحوظ رکھکر اس کا دیکھنا جائز ہے۔ صحیح شرعی پوزیشن سے مسلمانوں کو آگاہ فرمائیں۔

﴿ج﴾

کپڑے کے پردہ پر تصویر بھی دیکھنا جائز نہیں۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے گھر میں ایک کپڑے کا پردہ دیوار پر لٹکایا تھا۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے ہٹانے کا حکم ارشاد فرمایا۔ کمــــان قـــرام

لعائشة سترت بها جانب بيتها فقال النبي صلى الله عليه وسلم اميطي عنا قرامك هذا.
رواه البخاري في صحيحه ج ۱ ص ۴۵۲ . اس لیے سینما ہی اور فلموں میں پردہ پر تصویروں کا دیکھنا حرام ہے۔ بعض لوگ اس غلط فہمی میں مبتلا ہیں کہ فلم خانہ خدا کے دیکھنے سے حج وزیارۃ کی ترغیب ہوتی ہے۔ اس لیے اس فلم کا دیکھنا جائز ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ محرمات شرعیہ کا ارتکاب کر کے حج کی ترغیب دینی جائز نہیں ہو سکتی۔ حرام کو شرعاً خیر کا ذریعہ نہیں بنایا جا سکتا۔ بالخصوص پاکستان میں تو حج کے خواہشمند لوگوں کو جن پر حج فرض ہوتا ہے۔ حج پر جانے کی اجازت علی العموم نہیں ملتی۔ ایسے حالات میں ترغیب کے لیے فلموں سے کام لینا عقل کے تقاضوں کے بھی خلاف ہے۔ ہماری معلومات کی حد تک فلم خانہ خدا میں پہلے نصف وقت میں حسب معمول فواحش کی تربیت ہوتی ہے۔ اور آخر میں یہ فلم دکھلائی جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو فرنگی تہذیب کے برے اثرات سے محفوظ رکھے۔ بہرحال فلم خانہ خدا کا دیکھنا حرام ہے۔ واللہ اعلم

الجواب صحیح محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان ۹ صفر ۱۳۸۸ھ

جھوٹ اور رشوت سے دوسرے ملک کا پاسپورٹ بنوا کر حج کو جانا

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ حج کے موقع پر ہمارے ایرانی حضرات اگر پاکستانی کارڈ اور پاسپورٹ بنوا کر بحیثیت پاکستانی کراچی بندرگاہ سے فریضہ حج ادا کرنے جاتے ہیں۔ اس میں مندرجہ ذیل خرابی پائی جاتی ہے۔ (۱) شناختی کارڈ بنوانے والوں کے سامنے جھوٹ بولنا پڑتا ہے۔ کہ میں پاکستانی ہوں۔ (۲) شناختی کارڈ بنانے کے لیے بہت رشوت دینا پڑتی ہے تو کیا اس حاجی صاحب کو جھوٹ بول کر اور رشوت دے کر حج کرنا صحیح ہے۔ اور اس حج سے فریضہ ادا ہو جائے گا۔ اور اس کے ساتھ ان حضرات کو ایک عذر درپیش ہے۔ وہ یہ کہ ایران میں ہر ایک فرد کو دو سال حکومت کے لیے خدمت کرنا ہوتا ہے۔ جس کو خدمت سربازی کہا جاتا ہے۔ تو جو بھی ایرانی فرد خدمت سربازی کا سرٹیفکیٹ نہیں رکھتا۔ اس کو ایرانی پاسپورٹ نہیں مل سکتا۔ تو جن حضرات کے پاس خدمت سربازی کا سرٹیفکیٹ نہیں ہوتا وہ پاکستان آ کر حج کرنے چلے جاتے ہیں۔ تو کیا اس عذر کے ہوتے ہوئے یہ معذور ہو سکتے ہیں۔ بینوا توجروا

﴿ج﴾

جھوٹ بولنا، رشوت لینا دینا اور دھوکہ کرنا گناہ ہے اور ناجائز ہے۔ البتہ اہل حق کر جب حج کے افعال ادا کرے گا تو فریضہ حج اس کا ساقط ہو جائے گا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان ۲۶ ذوالحجہ ۱۳۹۸ھ

حج کے لیے جانے والے کا پاکستانی مال لے جا کر سعودی عرب میں فروخت کرنا

﴿سوال﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ زید حج بیت اللہ شریف کے لیے جا رہا ہے کیونکہ زید پر حج فرض ہے اور زید یہ پوچھتا ہے کہ حج بیت اللہ جاتے وقت پاکستان سے اگر چادریں، ریشمی لنگیاں، تسبیح وغیرہ وغیرہ یہ چیزیں پاکستان سے لے کر مکہ و مدینہ منورہ بغرض منافع حاصل کرنے کے لیے اگر لے جائے تو حج کی ادائیگی میں تو فرق نہیں آتا۔ اور اس طرح مال لانا یا لے جانا جائز ہے یا نہیں۔ بغرض منافع حاصل کرنے کے۔

بینوا توجروا

﴿الجواب﴾

حج بیت اللہ شریف پر جاتے آتے وقت ان اشیاء کو حج میں ہرگز بیچا نہ کرے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان [illegible]

کیا نابالغ بچے کو حج پر لے جانے سے اس پر حج فرض ہو جائے گا؟

عشاء کا وقت شروع ہونے کے بعد اگر کوئی سفر شروع کرے اور نماز نہ پڑھے تو قضا چار کی ہو گی یا دو کی؟

﴿سوال﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین مندرجہ ذیل مسائل میں۔ (۱) ایک شخص اشہر حج میں اپنے نابالغ بچے کو سفر حج میں اپنے ساتھ لے جاتا ہے۔ آیا اس نابالغ بچہ پر حج فرض ہو جاتا ہے یا نہیں۔ (۲) ایک شخص نصف وقت عشاء گزرنے پر سفر شروع کرتا ہے۔ اور سفر کی حالت میں وقت ختم ہو جاتا ہے۔ کیا اس نے نماز عشاء ادا نہیں کی تو آیا اس پر قضا دو رکعت ہیں یا چار رکعت۔ اول نصف وقت میں مقیم اور آخر نصف میں مسافر۔

﴿الجواب﴾

(۱) سفر حج میں ساتھ لے جانے سے نابالغ پر حج فرض نہیں ہوتا۔ ہاں اس کو احرام بندھوا کر نفل حج کرایا جا سکتا ہے۔ بلوغ کے بعد اگر اس کو حج کی استطاعت ہو تو اس پر حج فرض ہو جائے گا۔ الحج واجب علی الاحرار البالغین هدایة کتاب الحج (۲) اس پر صرف دو رکعت کی قضا واجب ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

الجواب صحیح محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ ۲۳ شوال [illegible]

کسی ادارے کا مدرس / ٹیچر اگر حج کو جائے تو چھٹیوں کی تنخواہ کا حقدار ہوگا یا نہیں؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک شخص دینی مدرسہ کا معلم ہے۔ وہ حج بیت اللہ شریف کو جا رہا ہے۔ وہ ان ایام کی تنخواہ کا مستحق ہے یا نہیں۔ اور حج نفلی وفرضی میں کوئی فرق ہوگا۔ بینوا توجروا۔

﴿ج﴾

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ اس کے متعلق درج ذیل تفصیل ہے۔ (۱) اگر مدرس کو رکھتے وقت اس کے ساتھ دربارہ حج بیت اللہ کسی قسم کا معاہدہ کیا گیا تھا۔ تو اس کے مطابق عمل کیا جائے گا۔ خواہ یہ معاہدہ کل تنخواہ دینے کا ہوا ہو یا نصف کا یا محض رخصت بلا تنخواہ کا ہر قسم کا معاہدہ شرعاً ہو سکتا ہے۔ (۲) اور اگر اس قسم کا کوئی معاہدہ نہیں کیا گیا تھا۔ تب اگر مدرسہ کا اس کے متعلق کوئی طے شدہ دستور ہے۔ جس سے مدرس بھی واقف ہے۔ تو اسی کے مطابق عمل ہوگا۔ (۳) اور اگر کوئی پہلے سے طے شدہ دستور نہیں ہے تب ایسی صورت میں عام مدارس کے اصول کے مطابق عمل کیا جائے گا۔ ہمارے مدرسہ قاسم العلوم میں تو معمول یہ ہے کہ حج فرض کی صورت میں نصف تنخواہ ایام رخصت کی دیتے ہیں۔ اور حج نفل کے متعلق ان کا کوئی واضح معمول سامنے نہیں آیا ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ عبد اللطیف غفرلہ معین مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

الجواب صحیح محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان ذوالقعدہ ۱۳۸۶ھ

کیا حج کرنے سے قضا شدہ نمازیں معاف ہو جائیں گی؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ بندہ کو اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل وکرم سے حج کی سعادت نصیب فرمائی ہے۔ حج سے قبل بندہ نمازی نہیں تھا۔ آیا وہ قضا شدہ نمازیں پڑھنی چاہئیں۔ یا حج کرنے سے معاف ہو چکی ہیں۔ بینوا توجروا

﴿ج﴾

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ جو نمازیں رہ گئی ہیں۔ ان کی قضا فرض ہے اور اس کا طریقہ یہ ہے کہ ایک ایک روز کی نمازوں کو بالترتیب قضا کرتے رہیں۔ اور نیت اس طرح کریں۔ وہ پہلی نماز فجر کی ادا کرتا ہوں جس کا وقت میں نے پایا۔ اور اس کو ادا نہ کیا۔ اسی طرح ظہر کی عصر کی مغرب کی عشاء کی اور وتر کی اور حساب کر کے بلوغ سے تو ہے

کے وقت تک جتنے سال بے نمازی ہونے کی حالت میں گزر چکے ہیں۔ ان کی نمازوں کو قضا کریں۔ اس کی دلیل یہ ہے۔ قال اللہ تعالیٰ فی کتابہ مرۃ بعد اخری. اقیموا الصلوۃ واتوا الزکوۃ الآیہ۔ اقیموا امر کا صیغہ ہے اور امر مقتضی وجوب ہے۔ لہٰذا نماز فرض ہوگی۔ اور جو چیز امر سے فرض ہو جاتی ہے۔ اس سے سبکدوشی ہونے کے دو ہی طریقے ہیں۔ تسلیم عین واجب یا اپنی طرف سے مثل واجب کے تسلیم سے اپنے ذمہ سے اصل واجب کو ساقط کرنے سے۔ كما قالوا في حكم الواجب بالامر انه نوعان اداء وهو تسليم عين الواجب الى مستحقه وقضاء وهو اسقاط الواجب بمثله من عنده (حسامی) توبہ سے پانچ سے معاصی معاف ہوتے ہیں۔ فرائض معاف نہیں ہوتے جیسے اگر کسی شخص نے حج نہ کیا۔ یا توبہ کر لی۔ تو قرضداروں کا قرضہ و بقایا جات اس کے ذمہ واجب ہے جیسے کہ پہلے تھا اسی طرح حقوق اللہ سے بھی جو قرض ہے۔ وہ بھی ادا کرنے سے ہی ہوگا۔ بلکہ یہاں تک علماء نے لکھا ہے۔ کہ توبہ سے نمازوں کی تاخیر کی معصیت معاف ہو گی۔ اور فوراً ادا کرنا لازم ہوتا ہے۔ حتیٰ کہ اگر پھر قضا کرنے میں تاخیر کی تو ازسر نو گنہگار ہوگا۔ قال فی الشامیۃ قال الترمذی هو مخصوص بالمعاصی المتعلقۃ بحق اللہ تعالیٰ لا العباد ولا یسقط الحق نفسہ بل من علیہ صلوۃ یسقط عنہ اثم تاخیرها لا نفسها فلو اخرها بعدہ تجدد اثم آخر الخ ثم قال بعد اسطر نقلا عن البحر فلیس معنی التکفیر کما یتوهم کثیر من الناس ان الدین یسقط عنہ وکذا قضاء الصلوۃ والصوم والزکوۃ اذ لم یقل احد بذلک۔ الحاصل بدون قضا کے کوئی صورت سبکدوشی کی نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

الجواب صحیح محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ [illegible]

والدہ یا بیوی ناراض ہونے سے حج فرض موقوف نہ کرے

﴿س﴾

ایک شخص نے حج کی درخواست گذاری خوش قسمتی سے اس کا نام قرعہ اندازی میں نکل آیا۔ اور اب وہ حج کی سعادت حاصل کرنے کے لیے تاریخ اور جہاز کے نمبر کا منتظر ہے۔ اس کی دو بیویاں ہیں۔ دونوں سے اولاد ہے۔ لیکن چھوٹی بیوی عرصہ تقریباً سات ماہ ہوئے اپنے تین بچوں کو شوہر کے پاس چھوڑ کر میکے چلی گئی۔ چھوٹی بچی شیر خوار ہے۔ اور اس کے جانے کی وجوہات ساس کے ساتھ (جس کی وہ حقیقی بھانجی ہے) جھگڑا اور خرچ شوہر سے بیجا اور ساس کے ساتھ نہ رہنا اور کم خرچ کا جھگڑا وغیرہ ہیں۔ تینوں بچے خاوند کے پاس اپنی پہلی بیوی کے زیر اثر پرورش پا رہے ہیں اور تندرست ہیں۔ بچوں کی والدہ کے جانے کے وقت چھوٹی بچی قریب المرگ تھی۔ بیوی کو طلاق دینے کو کہا گیا ہے۔ لیکن شوہر کی ماں (جو اپنی بھانجی کے ڈھنگ کی ہی ہے) اب مصر ہے کہ بیوی کو واپس

لائے۔ دوبارہ سے واپس لاؤ اپنی بے عزتی اور بے غیرتی سمجھتا ہے۔ والدہ ویسے ہی ناراض ہے۔ اب وہ طلاق وغیرہ پر جائے تو جھگڑا طول کھینچتا ہے۔ اور ماں کی ناراضگی میں اضافہ ہوتا ہے۔ کیا وہ شخص ماں کی صلح کے بغیر جو اس کے حق میں نہ کبھی خوش ہوئی ہے اور نہ ہوگی۔ حج کی سعادت حاصل کر سکتا ہے۔ مفتی دین اس معاملہ میں وضاحت سے حکم صادر فرمائیں۔ نوٹ۔ شخص مذکورہ والدین کے حقوق کو بخوبی سمجھتا ہے۔ اور احترام کرتا ہے کبھی ماں کے سامنے اف تک نہیں کرتا اگرچہ اسے والدہ سے تکالیف کا سامنا بھی ہوتا ہے۔ جیسا کہ مذکورہ واقعہ کہ وہ خود ہی بھگانے والی اور پھر خود ہی واپس لانے کا مطالبہ وغیرہ کرنے والی ہے۔

﴿ج﴾

اس شخص پر لازم ہے کہ وہ صلح وصفائی کی ہر ممکن کوشش کرے۔ والدہ کی رضامندی اور اس کو مطمئن کرنے کی انتہائی کوشش کرے۔ لیکن اگر اس کے باوجود بھی رضامندی نہ ہوسکے۔ تو اس کے لیے حج کی ادائیگی موقوف نہ کرے۔ بلکہ حج فرض ادا کرے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان ۱۷ رمضان ۱۳۹۸ھ

مکہ مکرمہ سے جانے والے منیٰ میں قصر کریں یا پوری پڑھیں؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ۔ (۱) کہ ہم مکہ مکرمہ سے منیٰ کو جاتے ہیں۔ وہاں پر فرض نماز کی ۲ رکعت پڑھیں یا ۴ رکعت پڑھیں۔ مکہ معظمہ میں تین ماہ ہو گئے ہیں۔ مکہ معظمہ سے منیٰ کی منزل دور ہے۔

﴿ج﴾

جب مکہ میں آپ نے اقامت یعنی پندرہ دن یا اس سے زیادہ ٹھہرنے کی نیت کی اور آپ نیت اقامت کے ساتھ یہاں مکہ میں تین ماہ ٹھہرے رہے تو منیٰ میں قصر جائز نہیں اتمام واجب ہے۔

مسجد عرفات میں نہ پہنچ سکنے والوں کے لیے جمع صلوٰۃ کا حکم

﴿س﴾

جب عرفات کے میدان میں جاتے ہیں۔ وہاں پر ہماری جگہ سے مسجد عرفات کی دور ہے۔ ہم مسجد میں نہیں پہنچ سکتے۔ آیا کہ ہم ظہر اور عصر کی اکٹھی ادا کریں یا کہ وقت وقت پر پڑھیں اور سنتیں نفلیں ادا کرنی ہیں یا نہیں۔

﴿ج﴾

ظہر اور عصر کو ایک وقت میں پڑھنے کے لیے چند شرائط ہیں۔(۱) عرفات میں یا اس کے قریب ہونا۔ (۲) نویں ذی الحجہ کا ہونا۔(۳) امام وقت یا اس کے نائب کا ہونا۔(۴) دونوں نمازوں میں حج کا احرام ہونا۔ (۵) ظہر کا عصر سے مقدم ہونا۔(۶) جماعت کا ہونا۔ اگر ان شرطوں میں سے کوئی شرط مفقود ہو جائے۔ تو دونوں نمازوں کا جمع کرنا جائز نہ ہوگا۔ بلکہ ہر ایک کو اپنے اپنے وقت میں پڑھنا واجب ہوگا۔

مزدلفہ میں مغرب وعشاء کے فرضوں کے مابین سنتوں کا حکم

﴿س﴾

عرفات سے جب مزدلفہ پہنچتے ہیں تو مغرب وعشاء کی اکٹھی نماز پڑھتے ہیں۔ کیا ہم سنتیں نفلیں ادا کریں یا نہیں۔

﴿ج﴾

دونوں نمازوں کے درمیان میں سنت اور نفل نہ پڑھے بلکہ مغرب اور عشاء کی سنتیں اور وتر عشاء کی نماز کے بعد پڑھے۔

عورتوں کی طرف سے مردوں کے رمی کرنے کا حکم

﴿س﴾

منیٰ میں جب ہم پہنچتے ہیں تو شیطان کو کنکریاں مارنے کے لیے عورتوں کو جو حکم ہے تو کیا اس کے بدلے مرد مار سکتے ہیں۔

﴿ج﴾

عورت کی طرف سے کسی دوسرے کو نائب بنکر ہجوم کی وجہ سے رمی کرنا جائز نہیں۔ عورت خود ہی جمار کرے۔

منیٰ سے مغرب کے بعد روانگی کا حکم

﴿س﴾

جس دن منیٰ سے روانگی ہوتی ہے۔ عصر کی نماز کے بعد روانہ ہوتے ہیں۔ معلم سامان اٹھا کر اس سے قبل جاتے ہیں۔ کہتے ہیں۔ تم عصر کی نماز پڑھ کر چلے آنا۔ وہاں پر سواری نہیں ملتی۔ سورج غروب ہو گیا ہے۔ سواری نہیں۔ مغرب کی نماز کے بعد سواری ملتی ہے۔ اب کیا حکم ہے۔ کہ وہ چلا آئے یا کیا کرے۔

﴿تنبیہ﴾

اگر بارہویں تاریخ کو مکہ مکرمہ جانے کا ارادہ ہو تو غروب سے پہلے منیٰ سے نکل جائے غروب کے بعد تیرہویں کو بلا عذر کے جانا مکروہ ہے۔ گو تیرہویں کی رمی واجب نہ ہوگی۔ لیکن اگر تیرہویں کی صبح صادق منیٰ میں ہوگی تو تیرہویں کی رمی واجب ہو جائے گی۔ اگر بلا رمی کیے آ گیا تو دم واجب ہوگا۔ کذا فی معلم الحجاج۔ واللہ تعالیٰ اعلم

[illegible]

کیا حج کے مہینوں کے بغیر سرزمین حرم پر قدم رکھنے اور اسی وقت واپس آنے والے پر حج فرض ہو جائیگا؟

کیا آیت سجدہ کو ایک بار سجدہ کرنے کے بعد اسی جگہ دوبارہ پڑھنے سے دوسرا سجدہ واجب ہوگا؟

آیت سجدہ نماز میں پڑھ کر اگر سجدہ کر دیا گیا ہو تو نماز کے بعد وہی آیت دوبارہ پڑھنے سے دوسرا سجدہ واجب ہوگا؟

﴿سوال﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ: (۱) کیا سرزمین حرم پاک کا داخلہ مطلقاً (بلا تقیید ایام حج و اشہر حج) فرضیت حج کا باعث ہوتا ہے۔ یعنی اگر کوئی شخص غیر ایام حج و اشہر حج کے عمرہ کی نیت سے بیت اللہ کی حاضری دے۔ تو کیا اس شخص پر حج فرض ہو جاتا ہے۔ جبکہ وہ اشہر حج سے قبل واپس آ جاتا ہے۔

(۲) زید نے ایک مجلس میں آیت سجدہ کو پڑھا اور سجدہ ادا کر لیا۔ بعدہ پھر اس آیت سجدہ کو اسی مجلس میں متعدد بار تلاوت کرتا ہے۔ تو کیا اس کا پہلے ادا کردہ سجدہ بعد میں تلاوت کی گئی آیت سجدہ کے لیے کافی ہوگا یا نہیں؟

(۳) زید نے نماز میں آیت سجدہ تلاوت کی اور نماز میں ہی سجدہ ادا کر لیا اور پھر بعد الصلوٰۃ اسی مجلس میں اسی آیت کو ایک بار یا متعدد بار تلاوت کیا۔ تو کیا نماز میں ادا کردہ سجدہ بعد میں تلاوت کی گئی آیت سجدہ کے لیے کافی ہوگا یا نہیں؟ بینوا توجروا

﴿الجواب﴾

(۱) اشہر حج کے علاوہ اگر کوئی شخص وہاں پہنچ جاتا ہے۔ تو اس پر حج فرض نہیں ہوتا۔ (۲) کئی سجدوں کے لیے ایک سجدہ ہی کافی ہونے کے واسطے شرط ہے۔ کہ ایک ہی آیت اور ایک ہی مجلس ہو۔ خواہ پہلی دفعہ پڑھ کر اخیر میں سجدہ کر لے۔ یا پہلی دفعہ پڑھ کر سجدہ کرے۔ پھر اسی آیت کو بار بار پڑھتا رہے تب بھی وہ ایک ہی سجدہ کافی ہے۔ کیونکہ جب متحد ہونے کی وجہ سے اپنے ... مابعد کی تلاوت میں تداخل کا موجب ہو گیا۔ یعنی

اول تلاوت ہی وجوب سجدہ کا سبب ہوتی ہے۔ پس اس کی مابعد کی تلاوتیں اس کے تابع ہو گئیں۔ پس جہاں بھی سجدہ کرے گا۔ اپنے سبب کے بعد ہی ہوگا۔ کررھا فی مجلس کفتہ سجدۃ ولا فرق بین ما قرا مرتین ثم سجد اوقرا وسجد ثم قراها فی ذلک المجلس فعلی هذا ان کررها فی رکعۃ واحدۃ تکفی سجدۃ واحدۃ سواء سجد ثم اعاد او اعادثم سجد (شرح وقایہ ج ۱ ص ۲۳۲)

(۳) اس صورت میں بعض فقہاء کے نزدیک دوسرا سجدہ واجب ہے۔ اور بعض نے پہلے کو کافی سمجھا ہے۔ ان قولوں میں تطبیق یوں کی گئی ہے۔ کہ سجدہ واجب ہونے کا حکم اس وقت ہے۔ جبکہ سلام کے بعد کلام یا منافی نماز کوئی کام کیا ہو۔ اس کے بعد سجدہ کی آیت تلاوت کی ہو۔ اس لیے کہ کلام مجلس کے اتحاد کے حکم کو توڑ دیتا ہے۔ اور اگر ایسا نہیں کیا تو دوسرا سجدہ واجب نہیں ہے۔ کیونکہ جب تک حرمت نماز میں ہے۔ مجلس متحد کا حکم ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

عمرہ کے بعد بال کٹوانے کی مقدار کیا ہے؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ عمرہ کے بعد بال کٹوانے کی حد کتنی ہے۔ کیا سر کے تمام بالوں کا ایک انگلی کے برابر کتروانا ضروری ہے۔ یا چاروں کونوں سے ضروری ہے۔ یا فقط ایک کونے سے بالوں کا قصر بھی کافی ہے۔ ایک صاحب بضد ہیں۔ کہ صرف ایک طرف سے قینچی کے ذریعہ تھوڑے سے بال کٹوانے کی صورت میں دم لازم آتا ہے۔ اور چاروں کونوں سے بالوں کا کتروانا ضروری ہے۔ یہ کہاں تک درست ہے؟ بینوا توجروا

﴿ج﴾

(وفی الدر المختار۔ ج ۲ / ۱۹۶) (ثم قصر) بان یاخذ من کل شعرۃ قدر الانملۃ وجوباً وتقصیر الکل مندوب والربع واجب۔ وفی الشامیۃ قال فی (البحر) والمراد بالتقصیر ان یاخذ الرجل والمراۃ من رؤس شعر ربع الراس مقدار الانملۃ کذا ذکرہ الزیلعی۔

وفی الشرنبلالیۃ۔ یظہرلی ان المراد بکل شعرۃ ای من شعر الربع علی وجہ اللزوم ومن الکل علی سبیل الاولویۃ فلا مخالفۃ فی الاجزاء لان الربع کالکل ردالمحتار ص ۱۹۶ ج ۲۔ روایت بالا سے معلوم ہوا کہ بمقدار انملہ واحد چوتھائی سر کے بالوں کا کاٹنا حلق کے لیے لازم ہے۔ اور کل سر کے بال کاٹنا مستحب ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

بندہ محمد اسحاق غفراللہ لہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان [illegible]

مقالات سیمینار کراچی ۱۹۹۸ء

ترتیب

محمد فاروق قریشی

متصل مسجد پائلٹ ہائی سکول، وحدت روڈ، لاہور۔ فون: ۷۵۶۱۰۲۵

E-Mail: juipak@brain.net.pk

مجاہدِ ملت

مولانا حفظ الرحمٰنؒ سیوہاروی

ایک سیاسی مطالعہ

مرتب:
ڈاکٹر ابو سلمان شاہجہانپوری

زیر اہتمام
جمعیۃ پبلیکیشنز
متصل مسجد پائلٹ ہائی سکول ○ وحدت روڈ لاہور

جمعیۃ پبلی کیشنز کی دیگر مطبوعات

	نام کتاب	مصنف	صفحات	قیمت
۱-	سیرۃ مبارکہ محمد رسول اللہ ﷺ	مولانا سید محمد میاںؒ	624	250 روپے
۲-	صحابہ کرام کا عہد زریں	مولانا سید محمد میاںؒ	752	300 روپے
۳-	اسیران مالٹا	مولانا سید محمد میاںؒ	302	160 روپے
۴-	تحریک ریشمی رومال	مولانا سید محمد میاںؒ	436	180 روپے
۵-	سیاسی و اقتصادی مسائل	مولانا سید محمد میاںؒ	240	120 روپے
۶-	حیات شیخ الاسلام	مولانا سید محمد میاںؒ	224	120 روپے
۷-	جمعیۃ علماء کیا ہے	مولانا سید محمد میاںؒ	376	160 روپے
۸-	پانی پت اور بزرگان پانی پت	مولانا سید محمد میاںؒ	352	160 روپے
۹-	دین کامل	مولانا سید محمد میاںؒ	128	55 روپے
۱۰-	علماء دیوبند اور مشائخ پنجاب	مولانا محمد عبداللہؒ	80	25 روپے
۱۱-	بارگاہ رسالت اور علماء دیوبند	مولانا محمد عبداللہؒ	52	12 روپے
۱۲-	ضرب درویش	محمد ریاض درانی	450	180 روپے
۱۳-	معارف ترمذی (دو جلدیں)	مولانا عبدالرحمن کامل پوریؒ	850	450 روپے
۱۴-	جنگ، سیرۃ نبوی کی روشنی میں	مولانا غلام غوث ہزارویؒ	264	130 روپے
۱۵-	انسانی حقوق	محمد رحیم حقانی	128	50 روپے
۱۶-	مفتی محمود ایک قومی رہنما	محمد فاروق قریشی	264	130 روپے
۱۷-	مولانا حفظ الرحمن سیوہارویؒ (ایک سیاسی مطالعہ)	ڈاکٹر ابوسلمان شاہجہانپوری	500	200 روپے
۱۸-	عہد ساز قیادت	ڈاکٹر احمد حسین کمال	234	120 روپے
۱۹-	دارالعلوم دیوبند (تحفظ دین اسلام کی عالمگیر تحریک)	محمد ریاض درانی	130	50 روپے
۲۰-	فتاویٰ مفتی محمود جلد اول	مفکر اسلام مولانا مفتی محمودؒ	670	250 روپے
	جلد دوم	مفکر اسلام مولانا مفتی محمودؒ	528	200 روپے
	جلد سوم	مفکر اسلام مولانا مفتی محمودؒ	576	200 روپے
۲۱-	آنے والے انقلاب کی تصویر	مولانا سید محمد میاںؒ	72	25 روپے
۲۲-	روشن مستقبل	سید محمد طفیل علیگ	600	200 روپے
۲۳-	طریقہ تعلیم	مولانا سید محمد میاںؒ	120	60 روپے
۲۴-	اسلامی جہاد اور موجودہ جنگ	ڈاکٹر ابوسلمان شاہجہانپوری	80	50 روپے
۲۵-	اسلامی زندگی	مولانا سید محمد میاںؒ	130	50 روپے